

قاضی عبدالودود

نام نیک انسان صانع العین

کچھ

# غالب

کے بارے میں



خدا بخش اور نیٹل پبلک لائبریری



قاضی عبد الودود

بائیک رنگان غلام

کچھ

غالب

کے بارے میں



خدا بخش اورینٹل پبلیکیشنز، پٹنہ



تقسیم کار : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر :

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

شاخیں :

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی - ۱۱۰۰۰۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بیلڈنگ، بمبئی - ۴۰۰۰۰۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ - ۲۰۲۰۰۲

اشاعت : ۱۹۹۵ء

دو حصوں کی قیمت : <sup>۲۵۰</sup>دھانی سو روپے

پالیزہ آفسیٹ پریس، شاہ گنج، محمد پور، پٹنہ لاہور، لاہور -



# کچھ غالب کے بارے میں

## حصہ دوم

## فہرست

برہان قاطع اور ہندستان	(نوائے ادب بمبئی: اکتوبر ۱۹۶۳ء) ۲۸۱
" " "	( " " " : اپریل ۱۹۶۵ء) ۲۹۶
محرق قاطع برہان	( " " " : اپریل ۱۹۶۲ء) ۳۰۳
آبچیں	(نیادور لکھنؤ: اگست ۱۹۶۳ء) ۳۱۳
قاطع برہان اور پیے وابدام	(تحریک دہلی: ستمبر ۱۹۶۳ء) ۳۱۹
لطائف غیبی	(نیادور لکھنؤ: اگست ۱۹۶۵ء) ۳۲۳
قاطع القاطع	(صحیفہ، غالب نمبر اول: جنوری ۱۹۶۹ء) ۳۲۹
سوالات عبدالکریم	(صبح نو: مارچ-اپریل ۱۹۶۹ء) ۳۵۷
ایک رسالہ	(معاصر: جلد ۳) ۳۶۱
درفش کا دیانی۔ طبع پاکستان	(آجکل، نئی دہلی: مارچ ۱۹۷۲ء) ۳۷۳
تیغ تیز	(فکر و نظر، علی گڑھ: جولائی ۱۹۶۱ء) ۳۷۹
شمسیر تیز تر	(نفوس: اگست ۱۹۶۱ء) ۳۸۲
آغا احمد علی اور غالب	(تحریک دہلی: نومبر ۱۹۶۵ء) ۳۹۵
" " "	( " " " : جنوری ۱۹۶۶ء) ۳۹۸
غالب زبان پہلووان	(سرمایہ اردو: جنوری-مارچ ۱۹۷۰ء) ۴۰۰
دساتیر	(نفوس: اپریل-جون ۱۹۶۶ء) ۴۵۶
کچھ دساتیر کے بارے میں	خدا بخش لائبریری جرنل نمبر ۴۶۱
غالب اور ذال فارسی	(آجکل، دہلی، غالب نمبر: فروری ۱۹۵۲ء) ۴۶۹
تحقیق: "برپردشان"	( " " " : دسمبر ۱۹۶۵ء) ۴۷۳
استراور غالب	(اشارہ، پٹنہ، آزادی نمبر: اگست ۱۹۶۳ء) ۴۷۶
غالب کا عروضی اعتراض	(ندیم، ڈھاکا: جنوری ۱۹۶۰ء) ۴۷۹
غالب اور تیس	(تحریک دہلی، غالب نمبر: اپریل ۱۹۶۱ء) ۴۸۳



خطوط غالب	(معاصر: جولائی ۱۹۴۳ء) ۴۸۳
نادران غالب	( " : حصہ ۱) ۴۹۵
نادر خطوط غالب	( " : جنوری ۱۹۴۳ء) ۵۰۲
مکاتیب غالب	( " : مارچ ۱۹۴۳ء) ۵۰۸
" "	( " : اپریل ۱۹۴۳ء) ۵۱۴
" "	( " : مئی جون ۱۹۴۳ء) ۵۲۵
ذکر غالب	( " : حصہ ۲) ۵۳۲
احوال غالب	( " : حصہ ۲) ۵۴۰
تبصرہ خطوط غالب	(معاصر: اکتوبر ۱۹۴۲ء) ۵۴۹
مطالعہ غالب	( " : حصہ ۸) ۵۵۲
سرگزشت غالب	( " : اکتوبر ۱۹۴۱ء) ۵۵۷



۵۵۹۰ قاضی عبدالودود کے معیار ۱۹۳۶ء: خدا بخش ابدیشن) میں غالبیات



۵۷۱ کھیات نظم نازت کے ایک نسخہ پر غالب  
کی دو تحریروں کا عکس

۵۷۳ تیغ تیز طبع آدس دشمنی کے متعلق قاضی صاحب  
کی دو تحریروں کا عکس





# کچھ غالب کے بارے میں

حصہ دوم

قاضی عبدالودود



## برہان قاطع اور ہندوستان

برہان قاطع کے دیباچے میں اس کتاب کے مولف نے اپنا نام وغیرہ اس طرح لکھا ہے : «ابن خلف التبریزی، محمد حسین، المتخلص بہ برہان»، اور یہ توقع ظاہر کی ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی نظر سے گزرے تو «مرتبہ استحسان» حاصل کرے۔ اس نے کتاب کا سال اتمام «کتاب نافع برہان قاطع» (= ۱۰۶۲) سے نکالا ہے۔ اور بعض قرائن اس کے آٹھ عشری ہونے پر دلائل کرتے ہیں۔ باپ کو تبریزی لکھنے سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ خود کو تبریزی المولد ہونے کا مدعی ہے۔ عبداللہ قطب شاہ کا ذکر جس طور سے ہے وہ اس سے مانع نہیں کہ کتاب ایران سے دکن بھیجنے کا ارادہ ہو، لیکن، مولف دکن سے زیادہ اور ایران سے کم واقفیت رکھتا ہے اور قرینہ قوی ہے کہ تالیف کے وقت وہ دکن میں تھا۔

انیسویں صدی کے ربع اول میں روبک نے برہان قاطع کو شائع کرنے کے ارادے سے مرتب کیا تو اس نے برہان کے حالات کی تفتیش کی، لیکن وہ مقدمے میں مقرر ہے کہ اسے ناکامی ہوئی۔ غالب نے قاطع برہان میں کہیں اسے «بوہرہ دکنی» کہا ہے اور کہیں یہ، اس کا باپ یا دادا ایران سے آیا ہوگا، وہ خود ہند میں پیدا ہوا۔ آغا احد علی نے موبد برہان میں اسے ولا یتزا کہا، غالب اس کی تردید میں رقمطراز ہیں :

«اس کو تم نے تبریزی مولد کیونکر جانا؟ فرماتے ہو کہ لغات ہندی اچھی طرح نہ بولنا اس کے ولا یتزا ہونے کی دلیل ہے۔ غور تو کرو بولنے اس کو کس نے سنا ہے؟ آپ نے بھی تحریر دیکھی، فقیر نے بھی جو علما و شعرا ایران سے آئے لہجہ ان کا ہندی نہیں ہوا، املا اہل ہندی کی املا کے موافق رہی، مثلاً تھوڑا، گھوڑا، جان جائینگے کثرت سماعت سے کہ یہ دونوں ترکیبیں ہندی ہیں مگر تلفظ میں تو را گورا کہینگے۔ چوکنڈی شعر میں اسی صورت سے لکھینگے مگر

بولینگے چوکنڈی» ص ۲۴



اس سے قطع نظر کہ ایرانیوں کا اہجہ اخنیار کرنا ناممکن نہیں بہت سے ہندی ہندوستانی الفاظ کی شکل فارسی میں بدل گئی ہے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ آغا کی دلیل مضبوط ہے۔ آغا نے شمشیر تیزتر کے ص ۲۴ میں وعدہ کیا تھا کہ برہان کا ترجمہ آگے آئیگا، لیکن وہ ایفامے وعدہ نہ کرسکے۔ برہان کے حامیوں میں ایک شخص امین الدین، امین تھا، اس نے قاطع القاطع میں برہان کے تبریزی ہونے کے ثبوت میں لکھا ہے۔

»فرزندش علی حسن ہم بذات خود تبریزیست، بعمر شانزده سالگی از تبریز بہند آمدہ، اگر دیدنیست در تذکرۃ روضۃ الجنان کہ جامع آن ملا حیدر شاہجہانیست بمیند« ص ۱۱۶

امین میں علمی دیانت نہ تھی، اور وہ جس طرح بھی ہو، غالب کو مغلوب کرنا چاہتا تھا، مجھے یقین ہے کہ یہ فرضی حوالہ ہے۔ زمانہ حال کے جن ایرانیوں نے برہان قاطع کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بھی اس کے حالات سے واقفیت حاصل نہ کرسکے۔ ان میں سے ایک آقائے علی اصغر حکمت فرماتے ہیں:

»از ترجمۂ احوال ... او نظر بقلت منابع تاریخی موجود اطلاعی جامع در دست نیست. نویسندگان فہرستہا ... نیز شرح احوال او بتفصیل نوشتہ اند، واین بندہ ... بقدر مقدور تجسس کردم، اما اطلاعی مفصل تحصیل نشد. باید در موقع فرصت کتابہائی را مانند تاریخ مائر قطب شاہیہ محمود ... حدیقۃ السلاطین ... تاریخ قادری ... تاریخ ہالہ قطبیہ ... و دیگر کتب کہ در باب رجال علم و ادب دکن نوشتہ شدہ است مطالعہ نمود ... شاید بتوان اشاراتی ... بدست آورد«

لیکن، یہ اس سے مانع نہ آیا کہ وہ برہان قاطع کے بارے میں تحریر کریں: »سیصد سال قبل مردی ایرانی در یکی از بلاد اقصای ہندوستان.. نگاشتہ است« میرا خیال ہے کہ برہان کی مفصل حالات معلوم ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔ میں برہان قاطع کی بالاستیعاب مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ یا تو ہندوستان میں پیدا ہوا تھا، یا بہت کمسن تھا کہ یہاں آگیا تھا۔ برہان قاطع میں کچھ ہندوستانی الفاظ ہیں، کچھ باتیں ہندوستانی معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض امور دور کا سروکار ہندوستانی سے رکھتے ہیں۔ ذیل میں یہ سب



کچھ جمع کر دیا گیا ہے، کوئی بات فاضل ہو تو ہو، شاید ہی کوئی بات جو قابل شمول ہو، چھوٹ گئی ہو۔

برہان قاطع میں «ہند» کم اور ہندوستان زیادہ آیا ہے، اس مضمون میں عموماً ہندوستان کہ جگہ ہند ملایگا، اور بیشتر ہندی کی جگہ ہن۔ اول و ثانی و ثالث کے عوض ۲، ۱ اور ۳ درج ہیں:

- (۱) آچار «بزبان علمی اہل ہند عمل کردن و پیروی نمودن باحکام شریعت»
- (۲) آزاد «درختی ہم ہست کہ آنرا در ہند بکاین میگویند»
- (۳) آس «درہن .. امیدواری»
- (۴) آشام «ولایتست مابین مشرق و شمال بنگالہ و در آن ولایت عود بغایت خوب میشود»
- (۵) آفتاب پرست «رابر سہ چیز اطلاق میکنند خصوصاً بر گل نیلوفر و بر جانوری .. و گلیکہ بر ہر طرف کہ آفتاب میل کند بر گہای آن روی بدان جانب کند. و اہل ہند بر ہر گل کبود عموماً»
- (۶) آک «باکاف فارسی نام درختیست در ہند کہ شیرہ آن زہر قاتلست»
- (۷) آل «در ہن نام درختیست کہ در بیخ آن رنگ سرخی حاصل شود مانند رنگ روناس و بدان جامہ رنگ کنند و در دواہا نیز بکار آید»
- (۸) ایدرم «بروزن اسپرم نام کتاب شاکمونی و او باعتقاد کفرہ ہند، پیغمبر صاحب کتابست، و معنی این لغت باعتقاد او اول و آخر کتابا باشد»
- (۹) ابقر «بر وزن جعفر بمعنی شورہ .. کہ .. در ہند بدان آب سرد کنند»
- (۱۰) ادرک «زنجبیل تر .. و ہن ہمین نام»
- (۱۱) ارگ «بزبان عملی اسمیست از اسامی .. آفتاب»
- (۱۲) استارہ «نام قلعہ .. از دکن»
- (۱۳) اسگدار «چون قاصدیرا خواهند کہ بتعجیل بجای فرستند در ہر منزل بجهت او اسی نگاہ دارند تا منزل بمنزل بر اسب تازہ زور سوار شود .. و پیادگان باین نوع رانیز گویند کہ در ہر چند قدم یکی نشستہ باشد و خط و کتابت را پیادہ اول بدوم و دوم بسوم دہد تا بمقصد رسید و این در ہند بیشتر متعارفست»
- (۱۴) اطماط «بندق ہندیست و آنرا رتہ گویند بکسرزا .. وفتح و تشدید فوقانی»



اگر آرد آنرا باسرمه بیامیزند و در چشم کنند احوالی را ببرد و بعضی گویند باقلای هندوستان و آن سخت بود و نقطهای سیاه دارد»

(۱۵) اقلی «نام درخت بیل است و بیل میوه ایست در هند مانند انار و آن شیرین میشود و از درختی حاصل میشود مانند زرد آلو و آن میوه را در جوارشات داخل سازند»

(۱۶) امیله «بر وزن هلیله بمعنی آمله .. و آن میوه باشد در هند در شکر پرورده کنند و خورند»

(۱۷) انبه «بفتح ۳ و اخفای با میوه ایست معروف در هند»

(۱۸) انبیل «کرگ جنگی .. و آن جانوریست در هند شبیه بگومیش و بر سر بینی شاخی دارد»

(۱۹) انگ «ولایتیست در هند»

(۲۰) انگدان «بر وزن مردمان .. در موبدالفضلا بمعنی بسباس .. که بهن جاوتری میگویند»

(۲۱) انگریز «بر وزن رنگریز نوعی از مردم فرنگ»

(۲۲) اوح «معرب اوگ .. مقابل حضیض .. و بعضی گویند این لغت هندوستان»

(۲۳) اوگ «اوح معرب آنست»

(۲۴) باتنگل بفتح ۳ و کاف فارسی و سکون نون .. نام کتاب معتبره کفره هنداست»

(۲۵) بادنج «بکسر دال .. بمعنی نارگیل .. و آنرا جوز هندی گویند»

(۲۶) باری «قصه .. در هند»

(۲۷) بار بریتا «فیل .. جانوریست کلان در هند»

(۲۸) بر «درختست در هند»

(۲۹) براتی «مردمی .. که در عروسی همراه داماد بخانه عروسی روند»

(۳۰) برطایل «بکسر تحتانی .. جزیره .. در هند که از یکی از درختان آن جزیره

بانگی عظیم و صدایی مهیب میآید، و بعضی گویند کوهیست در آن جزیره که شبها از آن کوه صدای طبل و دهل و سنج میآید»

(۳۱) برهمن «بفتح ۱ و ۲ و سیم .. بمعنی بت پرست و زنازنند .. و حکما و دانشمندان

و پیر و مرشد بت پرستان و هندوان و آتش پرستان را هم می گویند و اصیل

و نجیب نبود را نیز برهمن گویند و بفتح ۱ و سکون ۲ .. هم آمده»



- (۳۲) برهمه «بر وزن طبعچه مخفف برهمن»
- (۳۳) بریون «علنیست که در بدن آدمی پیدا می شود... و خارش می کند و آنرا در هند داد می گویند»
- (۳۴) بکبر «بفتح ۱ و با... و سکون ۲... خیار چنبر... در مسملات بکار برند و بعضی گویند این لغت هندیست»
- (۳۵) بل «بفتح ۱... میوه... در هند شبیه به بهی و آنرا انار هندی نیز گویند... و بعضی گویند میوه باشد هندی بزرگی آلوچه و درخت زرد آلو می ماند»
- (۳۶) بلا دور «در هند تصدقات را گویند»
- (۳۷) بنبر «بر وزن لنگر... سیستان و گویند این لغت هندیست»
- (۳۸) بندق «هندی ثمریست بمقدار فندق که آنرا رته گویند و رنگ آن بسیاری زرد، گویند اگر آنرا بگویند و بپزند و داخل سرمه کنند و در چشم کشند احولی را ببرد»
- (۳۹) بو بک «با ۲ مجهول... بزبان هند احمق و نادان را گویند»
- (۴۰) بوبو «بضم دو با... در بعضی جا زنان خواهر خود را... گویند»
- (۴۱) بوزه «بر وزن کوزه شرابی... که از آرد برنج و ارزن و جوسازند و در هند و ما وراء النهر بسیار خورند»
- (۴۲) بهار «بکسر نام ولایتی... در هند»
- (۴۳) بهره «بضم ۱ نام طائفه... که مولد و مسکن و مقام ایشان در گجراتست و بکسر ۱ نام قصبه... که از لاهور تا آنجا شصت کرو هست»
- (۴۴) بهمن «بر وزن مخزن مخفف برهمن است که بمعنی راست گفتار و راست کردار و کوچک بسیار دان و دراز دست و ابر بارنده باشد... و نام قلعه... در هند»
- (۴۵) بهو «بفتح ۱... بضم ۲ بر وزن سیو نام یکی از رایان هند»
- (۴۶) بهیم «بر وزن فهیم... یکی از رایان و بزرگان هند»
- (۴۷) بیانه «بفتح ۱... شهریست در هند که نیل از آنجا خیزد و آن چیزی باشد که بدان چیزها رنگ کنند»
- (۴۸) بیاد بکسر ۱... رود خانه... بسیار بزرگ در نواحی لاهور»
- (۴۹) بید بکسر ۱ «بزبان هندی نام کتابیست مشتمل بر احکام دین هندوان و با اعتقاد ایشان کتاب آسمانیست»



- (۵۰) بیر بکسر ۱ « بهندی برادر و پهلوان و شجاع »
- (۵۱) بیغا بفتح ۱ . . مرغیست که از هند آورند و بطوطی اشتهار دارد و آنرا طوطک نیز گویند
- (۵۲) بیل « با ۲ مجهول . . میوه . . در هند شبیه به بی عراق »
- (۵۳) پاره « بهندی سیماب »
- (۵۴) پان « برگی . . که آنرا در هند با آبک و فوفل خورند تالبها را سرخ گرداند »
- (۵۵) پاو « بسکون واو . . بهندی پای را گویند »
- (۵۶) پتر « بروزن شرر تنگه طلا و نقره و مس و برنج و امثال آن . که در آن اسما و طلسمات و تعویذ نقش کنند »
- (۵۷) پرگنه « مرکبی . . از عطریات و بویهای خوش و آنرا در هند ارگجه گویند و در عربی ذریره »
- (۵۸) پست « بکسر ۱ . . مرکبی . که بعضی از چله نشینان و فقیران و جوگیان هند از جگر آهو و مغز بادام و امثال آن سازند که هرگاه مقدار پسته از آن بخورند تا چند روز محتاج بطعام نشوند »
- (۵۹) پلنگ « بفتح ۱ . . چارپای را نیز گویند و آن چهار چوبست بهم وصل کرده که در میان آنرا بانوار و امثال آن بیافند، و بر آن خوابند و این در هند بیشتر متعارف است »
- (۶۰) پنجاب « بر وزن گنجاب ولایت از هند که لاهور و توابع آن باشد »
- (۶۱) پنک « بکسر ۱ یک حصه از ده هزار حصه شبانروز است چه شبانروزی را بده هزار قسمت کرده اند و هر قسمتی را یک پنک خوانند و پنگان را نیز گویند و آن طاسی باشد از مس و امثال آن که در آن سوراخ تنگی کنند بقدر زمانی معین یعنی چون آن طاس را بر روی آب ایستاده نهند بقدر آن زمان معین پر شود و بته آب نشیند و بیشتر آبیاریان و مزارعان دارند چه آنرا در مقسم آب در میان تقار آبی نهند بقدر آنچه میان ایشان مقرر شده باشد، بعضی را یک پنگان و بعضی را بیشتر آب دهند که بزراحت ایشان رود و در هند بجهت دانستن ساعات شبانروزی معمولست »
- (۶۲) پوپل . . در هند با بوگ پان خورند و معرب آن فوفلست »
- (۶۳) پور « بضم ۱ . . نام رانی شهر کنوج هم هست و او یکی پادشاه و رایان هند بوده و معرب آن فور است »



- (۶۴) پوران « بر وزن توران نام شهر کنوج . . و معرب آن قنوج »
- (۶۵) پوره « بزبان هن بمعنی تمام »
- (۶۶) پوریان « بکسر ۱ ساکنان . . کنوج . . چه پور نام رای شهر کنوج هم هست »
- (۶۷) پهر « بفتح ۱ یک حصه از چهار حصه روز و چهار حصه شب باشد چه شبانروزی را بهشت حصه کرده هر یک را پهر گویند و این در هند بیشتر مصطلحست »
- (۶۸) پهره‌دار « . . پاسدار و محافظت کننده »
- (۶۹) تار « درختست در هند شبیه بدرخت خرما و آبی از آن حاصل کنند که نشاء شراب دهد »
- (۷۰) تاری « آبی باشد که از درخت تار حاصل شود »
- (۷۱) تال « آبگیر و تالاب و استخر و برکه بزرگ . . و بعضی گویند باین معنی هندیست »
- (۷۲) تامول « برگی . . که آنرا در هند با فوفل و آهک خورند و لب پا را بدان سرخ سازند »
- (۷۳) تانبول « بمعنی تامول »
- (۷۴) تانیسر « بوزن بازیگر . . شهرست از هند »
- (۷۵) تباشیر « چیزی سفید رنگ مانند استخوان سوخته و آنرا از درون نی هندی بر می‌آورند که بنبو باشد و در دواها بکار برند، اگر قدری از آن در کوزه آب اندارند تشنگی را فرو نشاند »
- (۷۶) ترنگ « بفتح ۱ بزبان هن موج آب »
- (۷۷) تلنگ « بکسر ۱ و فتح ۲ . . ولایتی از ملک دکن »
- (۷۸) حمر « بکسر ۱ و ۲ بزبان علمی هند بمعنی تاریکی »
- (۷۹) تور « بضم ۱ . . بمعنی اندک و قلیل هم آمده »
- (۸۰) توره « بضم ۱ و ۲ بجهول . . بهن کم را گویند »
- (۸۱) توله « بوزن لوله . . مقدارست معین در هند و آن بوزن دو مثقال و نیم باشد »
- (۸۲) جا « بهن امر در رفتن »
- (۸۳) جاجنگر « شهرست در هند »
- (۸۴) جالندر « . . بوزن آدم گر . . ولایتست در مسمومات »
- (۸۵) جام « نام حاکم تته »



- (۸۶) جای «بروزن لای . . نام گلی . . و آن در هند بسیار است»
- (۸۷) جایی «بروزن طائی نام گلیست در هند»
- (۸۸) جت «بفتح ۱ . . قومی . . فرومایه و صحرا نشین در هند»
- (۸۹) جکر «بروزن شکر گرد و خاک . . و بزبان علمی هند نیز بهمین معنی»
- (۹۰) جلم «بکسر ۱ و سکون ۲ . . نام ولایتست از ملک پنجاب
- (۹۱) جمدر «بروزن خنجر سلاجیست که آنرا در هند کتار گویند . . واصل آن جنب در است یعنی پهلو شکاف و بهندی یعنی دندان عزرائیل»
- (۹۲) جنبیه «بروزن تنقیه . . آنرا جمدرهم گویند و در هند کتار خوانند»
- (۹۳) جنتر «بروزن کمتر . . سازيست مخصوص اهل هند»
- (۹۴) جوض « . . با ۲ مجهول و فتح ۳ بلغت بن یک فرسخ و ثلث فرسخی باشد که چهار گروهست»
- (۹۵) جوره «جفت چیزی»
- (۹۶) جوز «هندی گردگان هندیست که نارگیل باشد معرب آن نارگیل»
- (۹۷) جون «بفتح ۱ . . و سکون ۲ رودخانه . . عظیم در هند»
- (۹۸) جوهر «بنضم آنست که چون جمعی بر سر بنود آیند و ایشان تاب مقاومت . . نداشته باشند، زن و فرزندان خود را بکشند یا بسوزانند و خود بگریزند، آن کشتن و سوزاندن را جوهر گویند، و جایی رانیز گفته اند که در آن جوی آب روان بسیار باشد»
- (۹۹) جوهری «بر وزن کوهری ناد گلیست در هند و آنرا جوهری گویند»
- (۱۰۰) جیسنگ «بفتح ۱ و کسر سین ۰۰ و سکون ۲ ونون و کاف نام رای گجراتست و کسی پیش ازو در هند پادشاهی نکرده . . و نام او بهندوی (نسخه بهندی) جیسنگه بوده و فارسیان جیسنگ خوانند»
- (۱۰۱) چابک «بضم با ۰۰۰ بمعنی تازیانه هم آمده»
- (۱۰۲) چار «بزبان علمی اهل هند . . جاسوس»
- (۱۰۳) چاش گیر «حاکم مطبخ . . و در هند بکاول»
- (۱۰۴) چال « . . بزبان علمی اهل هند هر چهار گروه راه یک چالست و هر دو گروه یک فرسنگ پس چالی دو فرسنگ باشد، و بزبان متعارف اهل هند بمعنی رفتار است و امر برفتن»



- (۱۰۵) چتر «بفتح ۱ و سکون ۲ ... چتری باشد، که برای محافظت آفتاب بر بالای سر نگاه دارند و موی کوتاهی که مردان بر فرق سر گذارند»
- (۱۰۶) چکری «بضم بر وزن مقری ... بهندوستانی دختر را گویند»
- (۱۰۷) چال «بفتح ۱ ... امر بر رفتن هم ... بهندی نیز همین معنی»
- (۱۰۸) چناب «بر وطن طناب ... رود خانه ... مشهور در ... پنجاب»
- (۱۰۹) چنپا «بر وزن تنها ... گلست زرد رنگ شبیه بزنبق سفید و در هند بسیار است و بعضی گویند هندیست و آنرا رای چنپا هم خوانند»
- (۱۱۰) چنچولی «... بر وزن مقبولی بمعنی باد پیچ ... و آن ریسمانی باشد که در ایام عید و نو روز از شاخ درخت و جا های بلند آویزند و زنان و کودکان بر آن نشسته در هوا آیند و روند، گویند هندیست»
- (۱۱۱) چندل «بر وزن و معنی صندل ... صندل معرب»
- (۱۱۲) چندن «بر وزن کندن بمعنی چندل ... که چوب صندلست و بعضی گویند چویست خوشبوی بغیر از صندل و آن ... در ولایتی میشود که آن ولایت را زره میگویند بکسر را ... و زا»
- (۱۱۳) چهارارکان «نوعی از خیمه ... که آنرا در عراق شروانی گویند و در هند روانی»
- (۱۱۴) چهره «بضم پسر ساده امرد نوکر و ملازم ... گویند باین معنی هندیست»
- (۱۱۵) چیپال «... بر وزن قیفال نام پادشاه لاهور بوده»
- (۱۱۶) چیره «بر وزن خیره ... بهن دستاریکه بر سر پیچند»
- (۱۱۷) حلیب «سورنجان هندی»
- (۱۱۸) حمز «... تمر هندی ... و آنرا بفارسی خرما می خوانند»
- (۱۱۹) حور «بفتح ۱ هندی دانه ایست مانند دوقو، گرم و خشک ... حیض را براند»
- (۱۲۰) خار «پشت ... نام میوه ایست که بهن کتهمل ( کتهل نسخه دیگر ) و پهنش میگویند»
- (۱۲۱) جنجه «... تمرین و خرما می خوانند»
- (۱۲۲) حزاین «... رستی که بهن بوپال گویند»
- (۱۲۳) خربزه «هندی هندوانه ... و آنرا خربزه سندی نیز گفته اند»



- (۱۲۳) خرنوب « بر وزن مرغوب چند قسم میباشد نبطی و شاهی و هندی .. هندی  
خیار چنبر است و آن دواپی باشد معرف »
- (۱۲۵) خس « بفتح ۱ .. مرد میکه در کوه و کوپستان میباشد خصوصاً کفار  
صحرا نشین ، و بعضی گویند باین معنی هندیست چه خس بزبان بن قومی  
باشند از کفار که در کوپهای مابین هند و خطا ساکنند »
- (۱۲۶) خمان « .. درخت بل است و بل میوه ایست در هند و بزرگ آنرا شبوقه  
گویند محفف و محلل باشد »
- (۱۲۷) خوب کلان « .. که تخم بارتنگ است گویند این لغت هندیست »
- (۱۲۸) خیشخانه « .. خیمه باشد که بجهت دفع هوای گرم از کتان سازند و  
درون آن برگ بید بگسترانند و بر اطراف آن آب میپاشند و این بمنزله  
خیشخانه هند است »
- (۱۲۹) داد « جوششی است با خارش بسیار .. و بن نیز این علت را داد خوانند »
- (۱۳۰) دار « شهر ے .. در هند »
- (۱۳۱) دارنی « بکسر ۳ .. موضعی .. در بند مشتمل بر بتخانه بسیار »
- (۱۳۲) دانک « .. بضم ۳ .. در .. دکن مهتر چاروا دار »
- (۱۳۳) دب « بفتح ۱ .. بن جهانیدن اسپ »
- (۱۳۴) دیودار « بضم ۱ و ۲ باو رسیده .. نوعی از ابل .. و آنرا صنوبر هندی  
نیز گویند و بجای حرف ۲ یای حطی هم بنظر آمده »
- (۱۳۵) دروا « .. بضم ۱ .. نام سلاطین و بزرگان هند »
- (۱۳۶) دس « بفتح ۱ شبیه و نظیر .. بکسر ۱ یونانی بمعنی هندسه .. محفف دیس  
هم .. که شبیه و نظیر است و بن عدد ده را گویند که عبری  
عشره خوانند »
- (۱۳۷) دکن « بر وزن وطن .. بهندی جنوب .. و نام ولایتی »
- (۱۳۸) دکه « بر وزن مکه بن پهلوی و دوش بردوش زدن »
- (۱۳۹) داهرا « بکسر ۱ و با .. بروز افترا .. پادشاهی بوده از .. هند و بفتح ۳  
نیز بنظر آمده »
- (۱۴۰) دلی « بکسر ۱ و ۲ .. محفف دلی شهری .. مشهور در هند و باتشدید ۲  
هم گفته اند »
- (۱۴۱) دمن « بر وزن چمن .. معشوقه نل .. و قصه نل و دمن مشهور است و  
نام بندریست در هند »



- (۱۴۲) دمنه .. « نام شغالیست که در .. انوار سهیلی احوال او مذکور »
- (۱۴۳) دنیبر بر وزن قنبر .. شهریبست از هند »
- (۱۴۴) دول « با ۲ مجهول پوست بیخ درخت زیتون هندی »
- (۱۴۵) دیب « .. بر وزن سیب بندری .. از بنادر هند »
- (۱۴۶) دیبال « بر وزن تیتال نام شخصیت و دیباله که قصبه ایست در . پنجاب او بنا کرده »
- (۱۴۷) دیبدار « بکسر ۱ .. صنوبر هن و آنرا دیودار نیز گویند »
- (۱۴۸) دیس « با ۲ مجهول .. هن بمعنی روز است که بهربی یوم خوانند و ملک و ولایت را نیز گویند .
- (۱۴۹) دیودار « با ۲ مجهول .. نوعی از .. سرو .. و صنوبر هن را نیز گویند »
- (۱۵۰) دیور « بر وزن زیور .. هن برادر کوچک شوهر »
- (۱۵۱) دیوگیر « با ۲ مجهول .. شهریبست در ملک دکن و درین زمان بدولت آباد شهرت دارد »
- (۱۵۲) دیوگیری « نوعی از قماش .. که در دیوگیر میبافند »
- (۱۵۳) ذبل « بکسر ۱ .. پوست لاک پشت هن »
- (۱۵۴) رام « نام دره ایست در .. هند و نام پادشاه سند باشد و هن نام خدای بزرگ »
- (۱۵۵) رانج « .. نارگیل است که آنرا جوز هندی گویند »
- (۱۵۶) راه « پادشاه هند را نیز گفته اند »
- (۱۵۷) زای « .. سلاطین و حکام و بزرگان هند را نیز گفته اند »
- (۱۵۸) رنه « با ۱ و ۲ مفتوح بار درختیست در هند شبیه بفندق اما کوچکتر ازان و سیاهرنگ .. آنرا در آب کنند و دست بر آن زنند چون صابون کف بر آورد جامه بدان شویند خصوصاً جامه ابریشمی و چون باسرکه بر خنازیر طلا کنند تحلیل دهد و اگر با آب مرزنگوش در چشم کنند شبکوری را ببرد و بهربی فندق هن خوانند »
- (۱۵۹) رس « بفتح ۱ .. طلا و نقره و مس و سیماب و آهن و هر چیز از فلزات که آنرا کشته باشند و در هن شیره هر چیز و هر یک فلزات کشته را رس میگویند و جمع آن رساین »



- (۱۶۰) رکابدار پیاده «.. که همراه سوار برآه رود و درین روزگار اورا جلو دار خوانند و شخصیکه لغلبلی و پیاله نگاه میدارد»
- (۱۶۱) رنگروتا «.. بزبان زند و پا زند فیل بزرگ .. و آن جانور است معروف در هند»
- (۱۶۲) روج «.. بر وزن و معنی روز .. و بهن نیله گاو را گویند که گاو کوهی باشد»
- (۱۶۳) روشک «بضم او سکون ۲ و فتح ۳ و نون .. در دکن مشعلچی»
- (۱۶۴) رومی و هندی «.. کنایه از روز و شب»
- (۱۶۵) ریت «بفتح فوقانی .. سر و موی و لباس خصوصاً ابریشمیننه بدان شویند (رتّه)
- (۱۶۶) ساج «.. درختی .. بسیار بزرگ و بیشتر در هند میشود طبیعت آن سرد و خشک»
- (۱۶۷) ساده «.. برگ درختیت دوابی و آنرا از هند آورند و معرب آن ساذج بفتح ذال .. هندی و رومی هر دو میباشد و بهترین آن هندی، یک .. روی آن بسبزی و روی دیگرش زردی مانل میباشد چون بر جامه پراکنده کنند از سوس محفوظ ماند .. و معرب ساده هم»
- (۱۶۸) ساره «نوعی از فوطه و چادر و آن لباس اهل دکن است خصوصاً زنان آنجا را که یک سر آنرا بر کمر بندند و سر دیگر آنرا بر سر اندازند و آنرا ساری میگویند»
- (۱۶۹) ساری «.. لباس اهل دکن هم هست و زنان آنجا یک سر آنرا بطریق فوطه و انگلی کمر بر بندند و سر دیگر آنرا مانند مقنعه ورو پاک بر سر اندازند»
- (۱۷۰) ساس «.. بزبان هن مادر زن و نام جانور است سیاه از مقوله کبک و پیشش لیکن بزرگتر .. و در هندوستان بیسار است و آنرا بزبان هن کتمل و بدکنی مکن گویند بفتح کاف»
- (۱۷۱) سال «.. بهن درختیت که از چوب آن کشتی و جهاز سازند»
- (۱۷۲) ساله «.. بزبان هن برادر زن»
- (۱۷۳) سالی «.. بهن خواهر زن»
- (۱۷۴) سبل «بفتح ۱ و ۲ .. بهن میلی باشد از فولاد که بدان زمین و



(۱۷۵) سپاری «بکسرا .. بهن فوفل باشد و آن چیز است شبیه بفندق و در هند با .. پان .. خورند»

(۱۷۶) ستی «بفتح ا .. بزبان هن زنیرا گویند که خود را با شوهر خود که مرده باشد در آتش اندازد و سوزد»

(۱۷۷) سدا هرا «بفتح ا .. وها .. مرغیست که بغیر از لاهور در جای دیگر نمیباشد»

(۱۷۸) سدر «.. میوه ایست معروف شبیه بآلوچه و در هند بسیار است .. و بعض درخت کنار را گفته اند»

(۱۷۹) سرده «.. جنسی از خربزه ..

(۱۸۰) سلاجت «بفتح ا .. و کسر جیم .. نام .. دواپی و آن سنگی باشد که بوی بول .. از آن میآید و گویند این لغت هندیست»

(۱۸۱) سمندر «بر وزن قلندر .. نام ولایتیست از هند که چوب عود از آنجا آورند»

(۱۸۲) سنار «.. بضم ا .. بهن زرگر»

(۱۸۳) سنبل «بر وزن بلبل هندی آنرا بهربی سنبل الطیب خوانند»

(۱۸۴) سند «بکسرا .. ولایتیست از هند و نام رود خانه عظیم .. که مابین هند و خراسان میگردد»

(۱۸۵) سندیان «.. مردمان منسوب بسند»

(۱۸۶) سنگم «.. بروزن همدم .. همراه و رفیق و اتصال و امتزاج دو کس یا دو چیز .. با هم، و زبان هن نیز همین معنی»

(۱۸۷) سنی «.. بضم نوعی از ماهی .. در مولتان و گوشت آن بغایت لذیذ»

(۱۸۸) سوپ «بضم ا .. بزبان هن غله بر افشان»

(۱۸۹) سور «بر وزن شور .. بعضی از افغان هم .. باین لقب مشهور»

(۱۹۰) سوس «بر وزن طوس .. بلغت هن نام خوک آبیست و آن حیوانی باشد آبی مانند مشکی پر از باد و خرطومی نیز دارد»

(۱۹۱) سول «بضم ا .. بلغت هن قولنج»

(۱۹۲) سوله «با ۲ مجهول بروزن لوله .. خانه زادی .. که پدر و مادر او هر دو



(۱۹۳) سومات «بضم ا و فتح میم ... بتخانه بوده در ملک گجرات گویند ... محمود ...  
 آنرا خراب کرد و منات را که از بتهای مشهور است در آن بتخانه می بود  
 شکست و بعضی گویند که قریش منات را از مکه گریزانیده ... از راه دریا بدانجا  
 آورده بودند و بسکون میم هم گفته اند و گویند این لغت هندویست که مفرس  
 نشده ... و آن نام بتی بود و معنی ترکیبی آن سوم نات است یعنی صنمییست نمونه  
 قمر ... سوم بن قمر ... ونات تعظیم است»

(۱۹۴) سیله «با ۲ مجهول ... بزبان بن بافته ریسجانی باشد شبیه بململ و بیشتر در ...  
 دکن شود و آنرا سیله ... نیز گویند»

(۱۹۵) شادنه «بروزن دامنه سنگی باشد سرخرنگ سیاهی مایل و زود شکن مانند  
 گل بحری ... و آن را از طور سینا و گاهی از هند هم آورند و در دواها خصوصاً  
 داروی چشم بکار می برند و آنرا ... حجر هندی هم می گویند، بواسیر را  
 نافعست و ارباب عمل در اکسیر بکار برند و معرب آن شادنج، گویند اگر سنگ  
 آهن را بسوزانند عمل شادنج کنند»

(۱۹۶) شاره «... بزبان بن چیره گویند و چادری رنگین و بغایت نازک را نیز گفته  
 اند که زنان هندوستانی جامه کنند و جامه فانوس نیز سازند»

(۱۹۷) شاکمونی «بامیم بواو رسیده ... باعتقاد کفره هند پیغمبر صاحب کتابست و  
 هیچکس بر اسرار او واقف نیست و در ولادت وجود او خرق عادات و خرافات  
 بسیار گویند و کتاب را نیز شاکمونی خوانند و بعضی گویند پیغمبر اهل خطاست»  
 (۱۹۸) شان «... نوعی از پارچه سفید ... که از هند آورند»

(۱۹۹) شترنگ «... بروزن و معنی شطرنج ... بازی ... مشهور ... که آنرا حکیم داهر  
 هندی با پسر او در زمان انوشیروان اختراع کرده بود و ابوزرجه هر در برابر  
 آن نرد ساخت و شطرنج معرب آن باشد و نرد محققین نرد اشاره بجبر است  
 و شطرنج باختیار»

(۲۰۰) شل «... بکسر میوه ... گرد و مدور مانند بیی و طعم آن نیز با تلخی آمیخته باشد  
 و آنرا بن بیل گویند و از آن مربا سازند»

(۲۰۱) شنکل «بفتح ا و ضم ۳ ... پادشاه هند که بمدد افراسیاب آمده بود»



(۲۰۲) ضال « . . بفارسی کنار . . در هند بیر »

(۲۰۳) طلحند « . . بروزن فرزند نام پادشاه هند است که از مردم چین شکست خورده و از غصه آن بر تخت فیل جان داد و بعضی گویند از برادر خود شکست یافت ، و جمعی بر آنند که سکندر اورا شکست داد و مادر او از فراق او بیطاعتی میکرد صصه بن داهر که یکی از حکمای هند بود بجهت تسکین او شطرنج را وضع کرد و در مجلس او میباخت تا او مشغول شود و از آن اندوه باز آید »

(نوامے ادب، بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳)





غدرک بروزن نفزک بمعنی غدر است که جیبۀ جامه روز جنگ باشد، و بعضی گویند ... یکی از سلاح اهل هند است و آن را جمدر و کتار نیز خوانند  
 غرناطه « نام ولایتیست در هندوستان و بزبان آنجا کرناتک خوانند، و بعضی گویند معرب کرناتک است. »

غمک « در هندوستان کتمل و در هند دکن مکن خوانند. »  
 مفل « نیلوفر باشد و بمعنی بیخ نیلوفر هم آمده؛ و بعضی گویند نیلوفر هندیست »

فور « رای کنوج ... که یکی از رایان و پادشاهان هند باشد و سکندر اورا کشت. »

فوران « کنوج - فولائیان ... قنوجیان - فوریان ... اولاد فور ... و مردمان قنوج. »

فوهل « شوره ... و آن چیز است که از آن باروت سازند و در هندوستان بدان آب سرد کنند. »

قلت « ماش هندی. »

قمار بضم « شهر بست در هندوستان که عود قماری ... و عنبر اشهب و طاؤس خوب از آن شهر آورند. قمر بضم ۱ و ۲ بتحتانی رسیده ... شهری در هندوستان که عود قماری از آنجا آورند. »

کات « در هندی چیزی ... که آن را باپان خورند. »

کاکا « هندی عمو باشد که برادر پدر است. »

کالنجر « قلعه ایست در هندوستان که فیل از آنجا آورند و نیل چیز است که بدان چیزها رنگ کنند. »

کامرو « شهری ... مابین بنگاله و ختا و در آن شهر نیز مانند کامته ساحران ... بسیارند و گویند رای و پادشاه آنجا نیز ساحر است. »

کامته « شهریست از ولایت کوچ و آن مابین بنگاله و ختا واقعست ... و در آن



شهر ساحران ... بسیارند .»

کپی « بزبان علمی هندی نیز میمون را کپی گویند .»

کت « تخت پادشاهان عموماً ... و تخت پادشاهان هند ... خصوصاً که میان آنرا بافته باشند .»

کتاره « حربۀ ... که بیشتر اهل هند بر میان زنند و بکتار ... مشهور کتاله = کتاره .»

کتک « هندی نام دانه ایست که آنرا بکوبند و ببیزند ، و در آب گل آلود بریزند ، آب را صاف کند .»

کجور « نام ... زرنباد ... گویند این لغت هندیست .»

کچری « طعامیست مرکب از برنج و ماش و روغن و بیشتر در هند پزند

کرسان « بلغت هندی مزارع و زراعت کننده .»

کتی « ریسمانی که ترسایان و هندوآن بر کمر بندند و گاهی بر گردن هم افکنند .»

کشکنجیر « تفاصل ... عبری بجرو هندی منجر گویند .»

ککری « شهریست در هند و هندی خیار با درنگ و کالک رامیگویند .»

کلب « در هندی نام یک شبانروز برهمنی ... و آن هزار سالست از طبیعت کل تمام آن سی و شش هزار شبانروز است .»

کلچ « نوعی از پوشش هم هست که آنرا از پشم بافند و از جانب کشمیر آورند .»

کلس بکسرا « بروزن و معنی کلس است که لغات هندی باشد .»

کلهری « بروزن ابهری در هندوستان بسیار است .»

کملی « جامه و بافته پشمی بسیار درشت و خشن که فقرا و درویشان و

مردما فرو ، مایه پوشند و بزبان هندی نیز همین معنی .»

کنار « هندی پیر »

کنجر « بکسرا ... فیل بزرگ جثه و قوی پیکل جنگی » برهان قاطع مرتبه

ڈاکٹر محمد معین ص ۱۷۰۶ کی حاشیے میں آرزو کا قول درج ہے کہ « این لفظ ہندیست اما در شعرا ستا دان دیدہ نشد »

کندی « این گل در ... هندوستان بسیار است ... و هندی کیوره خوانند »

کنگره « بکسر او ۳ نام سازی ... و آن را بیشتر مردم هندوستان نوازند و آن را



کنگری گویند .»

کوت « بروزن جوت بزبان هندی قلعه »

کونوال « نگه . دارنده قلعه و شهر ... بعضی گویند ... هندیست و فارسیان

استعمال کرده اند چه کوت بهندی قلعه است »

کوچ « ولایتیست مابین بنگاله و خطا »

کوره « بهندی پارچه و جامه ناشسته و ظرف سفالین بآب فرسیده

کوس « بهندی بمعنی کروپست که ثلث فرسخ باشد »

کوکن « بهندی نام ولایتیست از ملک دکن بر ساحل دریای عمان »

کول « بهندی امر بکشودن »

کهر « بروزن دهر نام ولایتیست در هندوستان »

کیچ « ولایتی ... نزدیک به سیستان »

کید « نام پادشاه قنوج ... معاصر اسکندر ذوالقرنین و دختر اورا سکندر بجایه

نکاح آورده »

کیلواس « بروزن پیشواز ... شهریست که تولد شاکمونی آنجا شده »

کیله « بهندی میوه ایست »

گیر « شهریست از ولایت بجور و آن مابین کابل و هندوستان واقعست »

گرمگدی « جنبانبیدن انگشتان را نیز گفته اند در زیر بغل کسی تا بخنده

افتد و بعضی گویند با این معنی هندیست »

گرسست « بزبان علمی هند فروبردن لقمه و امثال آن باشد »

گریال « بروزن ابدال تخته باشد از هقجوش که چون زمانی از ساعت بگذرد

و گری که پنگانست در آب نشیند چوبی بر آن تخته هقجوش زنند تا صدائی کند مردمان

دانند که چه مقدار از روزیاشب گذشته است و این در هندوستان متداولست .

گنگ « رودخانه ... بسیار بزرگ که در ملک هندوستان و منبع آن کوپهای

سیرالک است و از ملک هندوستان و بنگاله گذشته بهمان میریزد ، و هندوان اعتقاد

بسیار ... دارند و در آن آب غسل کردن و مرده های خود را سوختن و خاکستر و

استخوانهای آنها را در آب انداختن فوز عظیم و سبب درجات و مزیل سیات میدانند »

گنور « برون ... تنور نام قلعه ایست از ولایت هندوستان در جانب مالوه . »

گوال « بزبان هندی گاوبان را گویند یعنی شیخصکه محافظت گاو کند . »

گیر « قومی و قبیله از کفار هندوستان و نام شهری بوده در دارالملک بنگاله



گوره « بفتح او ۳ نام قبیله ... در ... هندوستان

لاک « نام رنگیست مشهور که در هندوستان بهم میرسد و بدان چیز با رنگ کنند و آن شبی باشد که بر شاخهای درخت کنار و درختهای دیگر نشیند و منجمد گردد و آنرا بگیرند و بکوبند و بزنند از آن رنگ سرخی حاصل گردد که مصوران و نقاشان هم کارکنند و غازه زنان رانیز از آن سازند و نخله آن مانند صمغ باشد و بدان کارد و شمشیر و خنجر و امثال آن را در دسته محکم کنند و بکارهای دیگر نیز میآید »

لالس « بفتح لام و سکون سین » بزبان علمی اهل هند بمعنی روی ... که عبری وجه باشد »

لانگ « چار گزی را گویند که بر بالای دستار بندند و آن هم در هند بیشتر متعارفست »

لاهنور « بروزن گاو زور = لاهور « شهری ... معروف »

لک « صد هزار ... ( وه بھی جو لاک سے متعلق ) لکا کو « رنگ لاک » لکھا ہے .

لکهن « بفتح او سکون ۲ و نون ... روزه و گرسنگی و فاقه باشد که بت پرستان در دین خود دارند و بمعنی جوع هم بنظر آمده ... که چیزی بسیار خوردن و سیر نشدن باشد و بعضی این لفظ را هندی میدانند . »

لنبه « پر وزن البته ، هندی بمعنی دراز باشد که در برابر کوتاہست »

لند « بزبان هندی هم آلت تناسل »

لندهور « یعنی پسر آفتاب چه لند بمعنی سپر و هور آفتاب را گویند و نام پادشاهی بوده عظیم الشان در هندوستان و باعتقاد برهمنان آنست که چون فیراعظم بمادر او نظر کرد او حامله شد فارسیان باین سبب او را لندهور خوانند »

لنکن « بمعنی گرسنگی و فاقه و روزه که هندوان موافق آیین ... خود بجا آرند »

لنگوته « بضم ۱ و سکون ۲ و کاف فارسی بواو رسیده و فتح فوقانی ، لنگی باشد کوچک که درویشان و فقیران و مردم بی سرو پا بندند و هندی نیز همین معنی دارد . »

لوکر « شهرست از هندوستان »

لوکشور « باعتقاد شاکمونی و تناسخیه وجودی باشد که هرگز فانی نشود و



ارواح کامله را از قید صور ناقصه حیوانی خلاصی دهد و بمرتبه انسانی رساند . «

لولی « در هندوستان قجه و فاحشه میگویند . »

لوه « بلغت هند پرندۀ شبیه بتیو که آنرا شکار کنند . »

لوہاور « لوہر ، کوہور ، لوہوار ، لوہور = لاہور . »

لہار « نام شهر ... نامعلوم » حاشیہ از ڈاکٹر محمد معین مصحف لہاور یعنی لاہور .

لہر « بزبان ہندی موج آب باشد »

لیلوپر « لیلوپل و لیاو فر سب ایک

مار « ہندی امر بزدن » ماری « ہلاک شدہ » حاشیہ ڈاکٹر محمد معین ، عسجدی کے یہاں آیا ہے ، « این کلمہ ہمانست کہ فرہنگ نویسان ہندی بمعنی بزن گرفتہ اند »

ماس « بزبان ہندی ماہ را گویند کہ عربان قمر خوانند »

ماشہ « یک حصہ از دوازده حصہ تولچہ را نیز گویند و تولچہ دو مثقال و نیمست »

ماش ہندی « بعربی حب القلت »

مالی « در ملک دکن باغبان را گویند »

مان « بلغت ہندی بمعنی حرمت و عزت و قبول و مقبول »

ماہہ « یک حصہ از دوازده حصہ تولچہ را نیز گویند کہ ہشت جہہ باشد و

تولچہ ... نود و شش جہہ باشد . »

ماہی شور « یکی از پیغمبران صاحب شریعت کفرہ ہند ... گویند اورا کسی نژادیدہ و برگز نمیرد زن و فرزند دارد وجود او از سہ جسمست ، از آفتاب و ماہ و آتش و تابان او رقص و سماع بسیار کنند »

مای « یکی از رایان و بزرگان ہند و نام شہری نیز بودہ در ہندوستان کہ موضع ساحران بودہ »

ماندہ سالار سفرہ چی « در ہندوستان چاشنی گیر خوانند »

مکران بضم ا « نام شہریست مشہور در ایران و نام ولایت آن شہر ہم ہست ( تفصیل ) بفتح ہم گفتہ اند ( بقول غالب در ہند ) »

ماجم « ہر وزن و معنی مریم ... در ہندوستان مردن خوانند بفتح میم و دال »



ملیبار « بر وزن پدیدار نام ولایتست بر کنار دریای عمان و مردم آن ولایت همه دیوثند چه زن ایشان هریک ده شوهر زیاده کنند و فرزندی که بهم میرسد بعد از یکسال همه یکجا جمع میشوند و هریک چیزی بر دست میگرد و آن طفل را میطلبند بجانب هر کدام که مرتبه اول متوجه شد از آن شخص است و او تربیت می کند »

منج « بزبان هندی بمعنی کف ... و آن گیاهیست که از آن ریسمان سازند »  
 مُند « نام نوعی از عنبر هم هست و آن سیاه و سنگین و گران میباشد »  
 حاشیه ذاکتر معین : سراج اللغات گوید : ظاهراً به میدیای مجهول اشتباه کرده اند و حال آنکه بدین معنی هم هندیست نه فارسی »

مندل « عود خامست و بعضی گویند مندل شهرست در زمین هند که در آنجا عود بسیار است و عود مندلی بسبب آن گویند »

منگلوس « بفتح ۱ و ۳ شهرست که در آنجا فیل قوی هیکل و عظیم الجثه جنگی و دلاور میشود و فیل سفید نیز در آنجا بهم میرسد . » منگله بهی (حاشیه ذاکتر معین میهنی که بقول رشیدی منگلوس و منگله هندوستان کا ایک شهر ہے .

موری « ربگذر آب زیر زمین . »

موز « میوه ... در مصر و یمن و هندوستان میباشد » (تفصیل)  
 موشک پران حاشیه ذاکتر محمد معین گلهری .

مولی « بضم او ۲ مجهول بزبان هندی قیمت و بهای هر چیز ... بفتح ۱ هم در عربی مال و استباب و سامان را گویند ، و در هندی بیخ نباتات و مایه و سرمایہ را . »  
 مولی « هندی ترب را گویند و با طعام خورند »

مهر « نام قصبه ایست در هندوستان »

مهراج « بر وزن معراج نام یکی از بادشاهان هندوستانست و هندوان او را مهاراج خوانند . »

مهلند « تبغ و شمشیر هندی را گویند »

میان « بلغت هندی بمعنی بزرگ باشد که در مقابل کوچک است »

میرین « کنایه از امیر خسرو و امیر حسن دهلوی هم هست »

نارهندی « میوه ایست در هندوستان شبیه به بی ایران و آنرا بل گویند و

از آن مر با سازند نهایت خوب شود و آنرا نار دشتی هم میگویند »

ناری « بلغت هندی زن را گویند »

ناسپال « پوست انار » حاشیه ذاکتر معین « این لفظ در هندی هم هست »



ناک «در هندی بمعنی بینی»

ناله «رودخانه کوچک ... و هندی نیز رودخانه کوچک را ناله گویند.»

نغزک «میوه مخصوص هندوستان که آنرا آب و انبه گویند.»

نوبت «باصطلاح و اعتقاد برهمنان هر سیصد و شصت هزار سال یک نوبتست»

نوه «هندی هرچیز نو را گویند.»

نیپال «بجلی و جایست که مشک خوب از آنجا آورند و بعد از مشک

تبی مشک نیپالی بهترین اقسام مشک است.»

نیل «حشیش باشد که عصاره... آنرا نیله گویند و بدان جامه و امثال آنرا

رنگ کنند.»

نیلپر، نیلفر، نیلوپر، نیلوپرک، نیلوپل، نیلوفل = نیلوفر.

نیم «درختیست در هندوستان که برگ آن زخم را نافهست.»

نید «بکسر ۱ و ۲ مجهول» کنایست آسمانی باعتقاد کفره هند.

نیل «مکی و هندی... هندی را از عصاره فیل زهره بعمل میآورند.

همارا «در هندی بمعنی ماست یعنی از ماست و تعلق بما دارد.»

هند «بکسر ا نام ملکیت وسیع که حدی بچین و حدی دیگر بسند دارد، و

نام گروهی ... از مردم و نام زنی هم.

هندسان «مخفف هندستان و هندستان مخفف هندوستان.»

هندوبار = هندوستان.

هندی «معروفست که هندوستانی باشد و کنایه از تیغ و شمشیر هندی هم هست.»

هور «بثانی مجهول ... هندی بمعنی دیگر.

هولی «بفتح ۱ و سکون ۲ و ۳ بحتانی کشیده ... هندی بمعنی آهسته و

هموار و بضم ۱ هم در هندی نام عیدی و جشنی است»

هوم «بروزن موم، بزبان هندی بمعنی ضیافت آتش باشد و آن چنانست که

انواع گوشتها و روغنها در آتش ریزند و چیزها خوانند و طلب مطالب و ادعیات

خود کنند.»

هون «بضم ۱ کلمه ایست از برای تاکید ... و در عربی خواری و زاریست

رائج در ملک دکن.»

هی «بفتح ۱ بلغت دری و لغت هندی بمعنی هست باشد.»

بیر «با ثانی مجهول ... بزبان علمی اهل هند طلا را گویند.»



ہند « بکسرا ، بمعنی ہند است . »

ملحقات برہان قاطع سے وہ الفاظ مراد ہیں جو نظر بظاہر خود مولف نے جا بجا حواشی کتاب میں بڑھائے تھے . روبک نے ان الفاظ کو یکجا کر دیا ہے اور ان میں بہت سے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے جنہیں علامات کے ذریعے مقدم الذکر الفاظ سے ممتاز کیا ہے . الفاظ ذیل ملحقات میں شامل ہیں اور ان کے ساتھ کوئی علامت نہیں .

آسیب « نظر چشم زخم را گویند . »

آگرہ « بروزن باکرہ ، شہرست کہ بعد از دہلی پای تخت ہندوستانست . »

آلوسیہ « میوہ ایست ترشترہ و سیاہ رنگ در ہند و ہندی جامن گویند و درخت آنرا نیز گفتمند . »

اسرپ « ہندی میسا . »

بُکاول « بزرگ و ریش سفید مطبخ . . . و این لفظ در ہندوستان بیشتر متعارف است . »

بید پای « نام حکیمست در ہند و او از زدمای رای دابشیم پادشاہ ہند بود و مفصل حال او در عیاردانش ابو الفضل مذکور است . »  
پٹہ « نوعی از شمشیر راست باشد و این لفظ ہندیست بتای ثقیل و الف در آخر . »

توپ « بروزن خوب ، و بمعنی طاقت نیز ہست کہ ہندی تھان گویند . »  
چلغوزہ « ہندی میوہ ایست جنگلی تخم پیاز را ہم میگویند . »  
جیال « بادشاہ لاہور بودہ گویند بھل را او بہم رسانید . و نام دارویی ہم ہست . »

خوی گیر « بمعنی الفت گیرندہ و آمیزندہ و بمعنی تکتو ہم آمدہ . »

شرہ « نام گیاہیست کہ ہندی تلسی گویند . »

مگسران « در ہندی مورچہل . »

برہان قاطع کا باب آخر ( ۲۹ ) لغات متفرقہ پر مشتمل ہے اور ان کے ملحقات نسخہ روبک میں الگ درج ہیں ، لفظ ذیل « ملحقات لغات متفرقہ » سے لیا گیا ہے .  
بسباسہ « بزبان ہندی جاوتری . »

کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں ، اس مقالے کی قسط ثالث میں وہ درج ہونگے ، اور اہم اغلاط طباعت کی تصحیح بھی کردی جائیگی .

( نوائے ادب ، بمبئی اپریل ۱۹۶۵ )



## محرق قاطع برہان

صفحہ ۱، ومن یضلل اللہ فمالہ من ہاد۔ الحمد للہ کہ کتاب لاجواب ہدایت انتساب باسناد شعرائے اہل زبان ایران المسمیٰ بہ «محرق قاطع برہان» ۱۲۸۰ء تصنیف منیف جناب ۲ سید سعادت علی صاحب بجواب قاطع برہان رقمزدہ مرزا اسد اللہ غالب، در مطبع حیدری دہلوانی (کذا) طبع شد۔ صفحہ ۲، میں بعد بسم اللہ الخ ۱۱ سطریں ہیں، (مسطر ۱۹ سطر) حاشیے میں بعض الفاظ کے معانی درج ہیں (ازان جملہ فرگاہ = حضرت) سطر ۱ یہ ہے: «آدم ناچیز ذرہ مانند کہ تاب مہر عنایت ذرہ نوازی چیز گفت چہ تواند کہ ساس آلاء» تمہید مصنف کی عبارات ذیل قابل توجہ ہیں:

غالب نے محرق قاطع برہان کے خلاف دو رسالے لکھے، ایک کا کوئی نام نہیں، اور عبدالکریم کے طرف منسوب ہے، عبدالکریم یا تو وجود خارجی سے محروم ہے، یا بالکل بھول الاحوال شخص ہے، دوسرا لطائف غیبی ہے جسے انہوں نے میاں داد خان، سیاح کی طرف سے تحریر کرایا ہے۔

لطائف غیبی میں ہے: «من سعادت علی نہ تر سے واقف نہ نظم سے آگاہ، عقل کا سرمایہ نہ علم کی دستگاہ، کسی گاو میں کسی گھاٹ پر، کسی بان پر ان کا نام کسی سے نہیں سنا» ص ۲ غالب نے سعادت علی کو «سر رشتہ دار معزول» لکھا ہے، تیغ نیز مصنفہ ۱۸۶۷ ع میں یہ عبارت ملتی ہے: «میں تم کو صاحب محرق کا مقلد کہہ سکتا ہوں، اس شخص کو مجھ سے جامع برہان کی محبت کے سبب سے عداوت شدید ہو گئی تھی کیا عجب ہے کہ اس نے تم کو دھوٹ نکالا ہو، اور عرائض عجز امیز، خشم انگیز متواتر لکھ کر مجھ پر برس رہا ہو، وہ تھا کوڑیالا (کوڑیالا سانپ بھی ہوتا ہے، اگر ایسی کی دعا سے یہ لفظ آیا ہے) یعنی مالدار، بھلا اگر دستبرد تحریر نہیں، یہ سہی صرف مطبع و کاغذ اپنے بیت المال خاص سے بھجوا دیا ہوگا، خیر، اب منشی جی کے واسطے دعائے تخفیف عذاب ... مانگنا رہیونگا، ص ۲۴، ان کا علمی و ادبی مرتبہ پست ہو یا بلند، سیاح کے باعزت لوگوں میں ان کا شمار ہوگا، اور یہ ہرگز گمنام محض نہ ہونگے، انہوں نے اجیر میں ایک مسجد بھی بنوائی تھی، جس کی تاریخ سید چین اور باغ دو در دونوں میں موجود ہے: انہیں «معزول کہنا بھی صحیح نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ محرق قاطع برہان کی تحریر کے وقت اپنے عہدے سے علیحدہ ہو چکے ہوں یہ بات کہ صاحب موبد برہان (تیغ نیز اس کا جواب ہے) کو سعادت علی کا، صرف مطبع و کاغذ، بھجنا کہیں سے ثابت نہیں، بلکہ اس کی مطلقاً شہادت موجود نہیں کہ دونوں میں کسی قسم کا تعلق تھا قاطع القاطع (رد قاطع برہان) کے مصنف کی طرف البتہ محرق میں اشارہ ہے ص ۶۵ تیغ نیز کی عبارت منقولہ اس پر مشعر ہے کہ اس کے سپرد قلم ہونے سے قبل، سعادت علی کی وفات ہو چکی تھی

\* قاضی عبدالودود بیرسٹر پٹنہ



”پیش ازین چند سالی<sup>۱</sup> کتابی مسمیٰ بحقائق العجائب<sup>۲</sup> بتقدیم لغات ہندی مستعملہ زبان اردو و تاخیر لغات فارسی و عربی ہم معنی لغات ہندی مذکورہ مندرجہ کتاب برہان قاطع، و فرہنگ رشیدی، و غیاث اللغات، و شمس اللغات وغیرہ فارسی، و صراح، و قاموس، وغیرہ عربی تالیف کردہ بودم (ص ۲)۔ اکنوں شنفتم کہ مرزا اسد اللہ غالب بکمال استعداد نظم و نثر و وفور اخلاق کہ از مبداء فیاض عطا شدہ، نظیری ندارند، رسالہ باعتراض نادرست بودن لغات فارسی مرقومہ کتاب برہان قاطع نگاشته اند... پشیمان گشتم کہ چرا این قدر عرق ریزی در انتخاب لغات از برہان قاطع و تالیف این کتاب کردم۔ چون آن رسالہ نزد م رسید، دیدم کہ دو صد و ہشتاد و چہار لغت اعتراض کردہ مرزا... دریں منقوشند۔ اکنوں خرد مندان... داوری فرمایند کہ در اکثر کتب لغت زیادہ از پنج یا شش ہزار لغت نمی باشند، و در برہان قاطع ہژدہ ہزار و ہشت صد و ہشتاد ہفت لغت و در ملحقات آن سہ ہزار و چہار صد و سی و پنج لغت... اند... احدی از فرہنگ نویسندگان چنین عرق ریزی در ترتیب نکردیدہ، اگر سہو و غلط... سرزدہ باشد... جای طعنہ و سرزنش نیست۔ ہر گاہ کہ این نگارندہ لغات نادرست شمردہ مرزا... در تالیف خویش پڑویدید بیست و چہار لغت از ان جملہ برآمدند... تصدیق و تصحیحش بدون از کتب لغت مندرجہ اشعار اسناد اساتذہ سخنوران اہل زبان مناسب ندانستم۔ فرہنگ رشیدی و فرہنگ جهانگیری و مدار الافاضل و موید الفضلا و بہار عجم را نگریستم۔ اسناد تحریر لغات صاحب برہان قاطع و اجتہاد در رقم اعتراض مرزا... ہویدا گشت، دانستم کہ مرزا... کہ نام رسالہ را قاطع برہان کردہ ازین قبیلست کہ ع برعکس نہند (ص ۳) نام زنگی کافور... خواستم کہ ازین اوراق... را خاتمہ... حقائق العجائب سازم مگر این اوراق کہ بہ آگاہی اندفاع اعتراضها و صحاح لغات برہان قاطع مندرجہ حقائق العجائب اند، گویا بمنزلہ معرف... اند، لہذا این اوراق را مسمیٰ بہ محرق قاطع برہان کردہ، دیباچہ نخستین کتاب پنداشتہ، اول

محرق مطبوعہ میں ”سالی“ لیکن کسی نے ”سال“ بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ عبد الکریم میں ”سال“ پر اعتراض ہے۔

کوئی غالب شناس اس کتاب سے واقفیت کا مدعی نہیں۔ خبر نہیں کہ چہی ہیں توں یا نہیں۔



از دو دیباچہ آن کتاب جادادہ ام، و خاتمہ دیگر نبشتم، و ترتیب رقم پاسخہا بروش ترتیب رسالہ مرزا... کردہ شدہ کہ سر آغاز لغت مع تعبیرش... برہان قاضع، و اسر آغاز اعتراض کہ قاطع برہان و تنبیہ و فائدہ است بران لفظ قولہ اضافہ ساختہ بعدش بر سر پاسخ اعتراض لفظ اقول نگاشتہ، و از بیست و چہار لغت در لغت نخستین افسوس را در ضمن پاسخ اعتراض باختہ، دوم فراز را در ضمن جواب اعتراض آنچنین نوشتہ ام (ص ۴)»

ذیل میں محرق کے مختلف مقامات سے اس کی کچھ عبارات نقل کیے جاتے ہیں۔ غالب نے لکھا ہے کہ جامن ایران میں نہیں ہونی، اس کی فارسی کہاں سے آگئی، اس کا جواب یہ ہے:

«افمشہ<sup>۱</sup> از ولایت انگریزاں... می آید، ہندیاں یک قسم جامہ را نین سکھ و قسم دیگر را لٹھ گویند، حال آنکہ بر دو جامہ در ہند نمی باشند، و نین سکھ و لٹھ انگریزی ہم نیست... باغانی یونہ درخت آوردہ در صحن خانہ ما نشانید، گفتم چیست، گفت درخت انگریز است، نام این گل فانوس. گفتم نام انگریزی چیست. گفت ما گل فانوس میگویم دیگر ہیچ... واقعی گلش بنقش گہای کہ در فانوس شیشہ انگریزی می شود مانا شد. ہمیں روش اہل بر ولایت چیزہای آمدہ دیگر ولایت را نامی بمناسبتی میدارند» ص ۱۰

غالب نے وا اسفا کو افسوس سے مستخرج بتایا ہے، اس کے باب میں صاحب محرق نے لکھا ہے:

مبدء فیاض این صیعت بنخاص قبلہ فکر «طبع سلیم<sup>۲</sup> غلط میسند جز براسقی مپیوند» مرزا... عطا شد کہ سبب لفظ تازی توام کہ یک ازاں با سراپا

جامن کی فارس الوسیہ بنائی گئی ہے۔ محرق کے جواب میں لطائف غیبی میں صرف یہ مرقوم ہے کہ «یوع کا ہنہ دے کر منشی جی جامن کھایے چائے گئے» اور الوسیہ کا چھوڑنا نکالا، بھو کو الوسیہ میں الوسیہ کی صورت نظر آئی، منزجر و متفر ہو کر بھاگا» ص ۱۱

<sup>۲</sup> یہ الفاظ غالب کے ہیں، اپنے متعلق قاطع برہان ص ۸۰

<sup>۱</sup> اس مقالے میں جہاں بھی مرزا کے بعد نقطے ہیں، مرزا کے مد «اسد اللہ غالب» مرقوم ہے لغات ص ۴۲ میں اس کی شکایت ہے: «ادما نام لکھتے ہیں یعنی «مرزا اسد اللہ غالب» ہائے فردوسی... کیا سوب لکھتا ہے: «چوں اندر تبارش بزرگی نبود زیارت نام رگاں شہود»



یعنی مع وا حرف ندبه و الف مد صوت است از بطن یک لفظ پارسی  
جامد استخراج کرده، و شور زمزمه زاج سور این عجیب الخلق در گوش  
رہروان وادی گفتار ایجاد زبدانی انداختہ. حیرانم کہ مرزا... بیان موالود  
شریف لغات عجائب المخلوقات کردہ، یا اظہار اضغاث احلام خود فرمودہ.  
بہر حال این تعبیر مرزا... بمشابه این شعر است:

پہلے توروغن گل بھینس کے اندے سے نکال ۵ پھر دو اجتنی ہے گل بھینس کے اندے سے نکال

تو من (تمن) کی بحث میں ہے: ص ۱۹

یاد دارم بھنگامی کہ میر منشی دفتر فارسی محکمہ عالیہ صاحب انتظام کل  
امور... متعلقہ... راجستان بودم کاغذات از قصبہ جادو... مضاف  
گوالیار معرفت محکمہ نیمچہ می آمدند، در آن بجای لفظ تحصیلدار نمندار  
نگاشتہ میشد، نہ معلوم کہ چندین دہ تحت وی بودند و پیش ازین در فوج  
بادشاہ دہلی در یکہزار پیادہ دہ تمن صد صد کس می بودند و افسر صد  
کس را نمندار مینامند... تو من... ترکیست دہ بست را گویند ہرچہ باشد  
و در محاورہ ہر ملک تمن بمعانی مختلف مستعملست و تومان در ملک روم  
نام زر مسکوک و بدانت خاکسار... در آن دہ کہ نمندار قیام داشتہ باشد،  
آن را تمن گفتہ باشند از روی مجاز. ص ۳۷

بحث جمعدہر میں ہے:

ہمہ کسان بل ہمہ اطفال دہلی کہ بریسمان بادفر میپرانند و بران بادفر نقش  
برینصورت کہ برحاشیہ نگاشتہ ام از کاغذ رنگین تراشیدہ میچسپانند و آن بادفر  
را کٹار دار جمعدہر نیز گویندو. و رای این تحریر حکایت و کبت و دوہرہ  
بیان کردہ پندت دامودردت باشندہ بلبگڈھ اکنون قیام پذیر دہلی بوجہ  
ثبوت اتحاد مصداق کٹار و جمعدہر بقلم می آرم کہ ظالم سنگھ قرابتدار  
راجہ اجیت سنگھ جدالجد راجہ ناہر سنگھ رئیس بلب گڈھ مہاوک بجرم  
سرکار انگریزی پیش از ہفتاد و دو سال بر ہانیدن بہرہ زمین از راجہ  
اجیت سنگھ متقاضی بر روڑجی سیندھیہ گشت، سیندھیہ مذکور کہ مہربانی  
بہال راجہ اجیت سنگھ داشت خواست کہ از خشم لفظ کنوار (کذا) نسبت  
ظالم سنگھ از زبان بر آرد، ظالم سنگھ ہی اتمام لفظ کنوار از کٹار کار  
سیندھیہ و راجہ اجیت سنگھ ساخت کہ کت و دوہرہ ہرانی دالست



کبت: پت ۱۔ جاتی پر تبت جاتی کل ہو کی ریت جاتی ہمت جانی کدر  
جاتی سبھی یا نام دھاری کی۔ بانکوں میں بانک جاتی امینڈوں میں مینڈ جاتی  
دکھن میں ساکھ جاتی ہند کی کٹاری کی کہیں پر نام جائے گنگا کے  
پرتنگا نہ ہوتی تو جد جاتی جالم سنگھ کھٹن کراری کی۔ جانی ایسی دل  
میں کٹاری موٹھ چلتی تو دل کی بیٹھ جاتی بیچ بن مالی کے

دوہرہ ۲۔ : اون گنگا مکھ سے کہا ان کھینچی جمدهار

وار کتھی پایا نہیں ان کر دینی پار

پس ازین (ص ۴۱) ۰۰۰ احقر العباد از پندت ہی چند عمرش دراز  
باد کہ در علم شاسترو سنسکرت و دیگر علوم ہندیہ نظیر خود در اینجا ندارد،  
پرسید کہ لفظ جم چہ معنی دارد، گفت کہ «چیزی ناگوار و شخصی  
ناگوار و سخت مزاج و حاکم جابر و بیرحم را گویند»۔ گفتم کہ بعض  
میگویند کہ جم در سنسکرت عزرائیل را گویند ۰۰۰ گفت نی نی،  
مگر بمناسبت معانی مذکورہ توان گفت، دگر گفت کہ جم نخست در زبان  
شاستریم ۰۰۰ بود بکثرت استعمال و تغیر لہجہ مردم عوام جم گفتن آغازید  
۰۰۰ ویم در شاستر بمعنی اثنین است کہ آن راجم نیز خوانند۔ باز پرسیدم  
کہ لفظ دھر کہ در جمدهر است و آن را کٹار نیز گویند چہ زبانست،  
گفت دھر مخفف دھار است، بس بوادید جم (ص ۴۳) بمعنی چیزی ناگوار،  
جم دھار بمعنی بسیار بد دھار است، و بوادید جم بمعنی اثنین ۰۰۰ جمدهار  
بمعنی دو دھارہ این وجہ اقرب مطابقت ۰۰۰ دگر کہ منقوش خاطر  
نگرندگان این صفحہ میکنم کہ حکیم حسین تبریزی کہ جم را عزرائیل،  
نہ دھر را دندان نبشتہ کہ مرزا اسد اللہ غالب بردندان عزرائیل اعتراض کردہ  
بل بمشابت جمدهر باناب کہ دندان نشتر است، جمدهر را دانت نگاشت و بہ نبودن  
جان پری زخمی جمدهر آن را دانت عزرائیل گفت چہ در آن زمان بزبان ہندی  
آن ملک جمدهر را دانت عزرائیل گفتہ باشند از تصحیف دندان عزرائیل ص ۴۴۔

(۱) و (۲) مطابق اصل، میں صحت متن کا ضامن نہیں۔ بہت سی فارسی عبارتیں بھی صحیح نہیں معلوم

ہوتیں۔ یہ بھی مطابق اصل نقل ہوئی ہیں

(۳) دگر " سے " تصحیف دندان عزرائیل " تک نسخہ کتبخانہ خدابخش کے خاشیے میں ہاتھ سے لکھا ہوا

ہے، میں جانا چاہتا ہوں کہ دوسرے نسخوں کا کیا حال ہے۔



لطائف ص ۳ کی عبارت ذیل غالباً محرق کی عبارت ہذا کے جواب میں ہے : « منشی جی <sup>۱</sup> اپنے نزدیک بہت دور ہیں لکین اقتضای المرء یقیس ، علی نفسہ ، سے مجبور ہیں ، جس طرح منشی جی پر استاد سے فتح باب ہوا ہے جانتے ہیں کہ ہر شاگرد اپنے استاد سے اسی طرح فیضیاب ہوا ہے »

اگر نزد مرزا ۰۰۰ بتعلیم ہر مزد ۰۰۰ فراوان کمال و دانش آمرزگار از دوازدہ تا چہارده سالگی زیر شدن درست و پسند است ، صاحب برہان قاطع آن ہم نوشتہ کہ فکانہ ۰۰۰ بکسرۃ کاف عربی ہم آمدہ ۰۰۰ مرزا ۰۰۰ ہنگام شوق و فور اعتراض تا آخر عبارت مانند عامل « لاتقربوا الصلوۃ » پیش ندیدند ، اگر میدیدند ( کذا ) زیر وزیر راہم میدیدند ص ۵۴۔

۲۔ شہرطعم ذائقہ وہم غوغاست و امہ نالف و میم وہانی ہوز بمعنی دوات و تودہ و شتہ است ص ۶۳۔

ایک جگہ غالب کے لئے ایک نسخہ تجویز کیا ہے ، اور حکیم محمود خان کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے :

« مرزا ۰۰۰ غالب ناروا دل رامیسوزاند ، و برائے رفع سوزش دل ۰۰۰ نسخۃ عجیب سریع التاثر مجوز است کہ قرص کافور عجب و پندار نکردن خود بین خود پسند نبودن برگروہ دیگر رشک و حسد نبردن صندل شکیبائی و تحمل و بردباری و شربت انارین شیرین زبانی و ترش کلام نکردن ہر روز صبح و شام استعمال فرمایند ؟ ۰۰۰ و فصد باسلیق بنمایشہای خویش نمک کار دیگر را بید نسبت نکردن ہمراہ عرقی در ابتدا ہم درست مگر بنظر پیری و تشاہت ۰۰۰ و نیز باینکہ ایں مرض از پنجہ و دو سالست اخراج خون ۰۰۰ پس ازیں قدر ہمدت کہ یبوست لازم اینچنین سوزشت سبب زیادتی یبوست گردد ، بہتر اینست کہ ۰۰۰ پیش حکیم محمود خان <sup>۱</sup> کہ مسیح زمان خود ۰۰۰ اند ، اظہار ایں مرض فرمایند و آنچه حکیم محمود خان ۰۰۰ رقم زنند ، یا تجویز ماءالجبن کند ، ہمان نمایند ص ۶۵

(۱) میں نے عبدالصمد پر جو مضمون لکھا ہے اس کی تحریر کے وقت محرق موجود نہ تھی ، اس کیے چند اقتباسات تھے ، جن میں « اگر نزد الخ » تھا

(۲) شورابہ مستعملۃ غالب عبارت محرق حاشیہ محرق میں ہے لطائف میں اس پر اعتراض ہے کہ شورابہ کو شورابہ نہ کہے میں نے اگر کہیں یہ لکھا ہے کہ صاحب محرق نے اس لفظ کو غلط کہا ہے اور پسند مانگی ہے تو یہ ٹھیک نہیں غالباً صاحب « و بدبرہان » نے اسے غلط کہا ہے میں نے کسی فرہنگ میں اسے نہیں دیکھا

(۱) لطائف میں اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک خاص طیب کا نام اس جگہ کیوں لکھا



عبارت ذیبا عبدالصمد والے مضمون میں میں نے نقل کی ہے :

« مرزا دو سال در عمر سیزده و چهارده سالگی در میوه خوردن و کلام زردوزی کج نهادن روبروی پرمزد ... گزرانیده باشد و سوای چند الفاظ پارسی غیر مشہور کہ وی ہمیں دانستہ باشد، نیاموختہ، و اگر باور کنم کہ وی زبانداں و عالم بازند بود تا ہم بچہ سیزده و چهارده سالہ بجز خور و پوش بدیگر امور علم افزای خرد و ہوش کے می پردازد و استعداد فارسی و سخنوری کے پیدا کردن می تواند. مرزا ... ہرچہ می خواہد از راست و ناراست بحوالہ آموزگار مذکور می گوید و حاشا تم حاشا می خواند. » ص ۶۸

۲۲ فصول کا خاتمہ ص ۸۶ میں ہوتا ہے اور اسی صفحہ سے خاتمے کا آغاز ہے، خاتمہ مشتمل « بر دو لطف و یک قبیح » لطف اول میں غالب کے تین اصولی اعتراضوں کے جواب ہیں، (۱) مشتقات کا مصدر پر تقدم (۲) لغات مشہورہ کا اندراج (۳) ایک لغت کی ایک سے زیادہ شکل۔ لطف دوم میں فرہنگ جہانگیری<sup>۲</sup> و فرہنگ رشیدی کے ماخذ کے نام ہیں۔ قبیح میں غالب کے وہ قبیح<sup>۳</sup> الفاظ درج ہیں جو انہوں نے صاحب برہان قاطع کے حق میں استعمال کئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: « چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بیجائست » « این مرد در ژاڑ خوانی ہمتا ندارد » « عامی اعلم » « کفش آورد کہ ہمیں را درخوراست » (غالب نے بجائے است « دانست » لکھا ہے)۔ « بیچ کس نمیبند کہ از دہان این کس چہ فرو میریزد » (اس سے قبل بول و غائط، کا ذکر) « چغد ... ویرانہ و غول ... بیابان ... » « بہ (ا) با، غالب) کدام خرس در جدال شدہ ام » « بعد از دغدغہ رفع ایلوس میگویند » (رفع دغدغہ، غالب) « آیا کسی از غمخواران .. نبود کہ ہرگاہ این بیچارہ آہنگ نوشتن برہان قاطع کرد، و آن مقدمہ جنوں بود، خون خرس بگلو می ریخت، و بینی مینمید و بکف پای میمالید، تا از رنج سودا میرست و لب از ہذیان می بست » « دکنی سوختی » « دکنی ... اینجا ولز گون خفت » « اگر تم سخر نیست جنوں خواہد بود » « نزد جمہور کلام فحش و منکر بدتر از جس

(۲) اس میں بہت سی ایرانیوں کی فرہنگیں بھی ہیں، لیکن اس کے باوجود غالب نے لطائف میں یہ دعویٰ کیا کہ کس زمانے میں کس ایرانی نے فرہنگ نہیں لکھی، سب فرہنگیں ہندوستانیوں کی مولفہ ہیں، یہ بات جس کا اعادہ قاطع برہان اشاعت ۲ میں بھی ہے، لطائف سے قبل ان کے قلم سے نہیں نکلی

(۳) محرق میں سب جمع نہیں کئے



و قتال و صرب وغیرہ است . . . علاوہ ازیں الغیبة اشد من الزنا، وری بد گفتن زندہ مردہ یا ہم ممنوع . . . است کہ حدیث . . . بدیں دانست، اذکرو فحاش موتا کم و کفو عن مساویہم . . . نہ معلوم کہ مرزا . . . با وجود ادعای خود باسلام بخلاف قرآن و حدیث . . . وقانون عیسائیاں و شاستران ہندوان و توره حاکماں بکہ رہبر و از کہ مذہب و ملت اخذ کردہ». اس کے بعد لکھا ہے کہ محمد حسین قیامت میں داد خواہ ہوگا، اور بطور سزا غالب کے اعمال میں سے وہ جو پسند آئینگے محمد حسین کے اعمال قرار دئے جائینگے<sup>۱</sup>۔ «والا آنچہ شد نیست خواهد شد»

خاتمے کے آخر میں یہ عبارات ہیں «قد حصل الفراغ من تسوید ہذہ الاوراق فی یوم الجمعہ الی وقعت فیہ غرة محرم الحرام سنۃ ثمانین و مائین والف من ہجرة النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم»

اس کے بعد شیخ احمد کاتب کا قطعہ تاریخ فارسی ہے، اور بالکل آخر میں یہ عبارت ہے<sup>۲</sup>: در مطبع احمدی واقع شاہدرہ دہلوائی بابتتام امو جان طبع شد «ص ۹۶

میر سعادت علی کو نثر لکھنے کا سلیقہ نہیں، محرق میں اغلاط طباعت بھی ہیں جن کی تصحیح کے لئے غلط نامہ شامل نہیں۔

(نوائے ادب، بمبئی اپریل ۱۹۶۲ ع)

(۱) لطائف میں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا تو صاحب محرق کے اعمال حسنہ غالب کے اعمال قرار دئے جائینگے۔ غالب رند مشرب برابر رہا، دکی بجا، منشی دھرا گیا۔

(۲) یہ آخری صفحہ محرق کا ہے، فاطمہ برہان اشاعت اول بھی ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی تنطیع بھی (غالباً) وہی ہے جو محرق کی ہے، لیکن فاطمہ کا مسطر ۲۳ سطری ہے، اور اس کی ایک سطر میں محرق کی ایک سطر سے زیادہ عبارات ہیں۔



# آبچین

غالب نے قاطع برہان بھی اور مسوہان قاطع پر اعتراض کیے۔ اچھا کیا۔ کسی کو وجہ شکایت نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے لگے ہاتھ بہار دھبائی وغیرہ کی غلطیاں دکھائیں اس میں بھی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن بڑا غصہ کیا کہ جا بجا دشنام طرازی پر اتر آئے اور عام فارسی دانان ہند کو غیر مستند قرار دیتے ہوئے، ”علم انا دلاخیروی“ بلند کیا۔ قاطع برہان کے آخر میں جو نوائد ہیں، ان کی ابتداء فرماتے ہیں:

”سر آغاز تحریر نوائد کہ ہر آئینہ بوی از کار دانی و خود نمائی دارد، نیازی آدم، دپوش می گسترم تا مردم ز گویند کہ خود بند زابودن و ہندوستان زایان دیگر را ہم در فرہنگ و ہم در نظم سلم نداشتن و خود علم پندار نہ باندانی افراشتن چہ معنی دارد۔ گویم معنی گویم کہ نیاسے من از ما دراء النہر بود، و پیرم در دہلی پیکر پذیرفت و من در آگرہ مشور سستی یافتم، حاشا کہ خود را انداہی زبان گیرم نہ باندانی من بقرہ سرفروہ خدا فرید و سد گوہرازل آورد دست۔ تخت سلامت طبع کہ غلط را نمی پذیرد، و جز بر راستی آرام نمی گیرد و دم نہ سبست آن طبع غلط پسند جز بر راستی پیوند با پارسی زبان۔ بعد بگر اجازہ دولت تیسار ہر مزد (د) افراد کمال و دانش اند و حق از دست سپیس گذشتن بر راستی نامہ ہا و نشاط و ریزہ از ان شور انگیز شور آمد۔ و چہا زہ ساگی از آموزگار پوروش یا فتم، و پنجاہ و دو سال مغربین کا فتم۔ سخن آفریں را سپاس مجہ ارم دہم جزاں بخشندہ بخشائش گو کس نیار و دانست کہ درین پیاؤ دو سال چہ در باسے معنی ہر دے من کشادہ اند و کرسی اندیشہ مرا

لے اس کی مثالیں ”غالب بہ حیثیت محقق“ میں ملیں گی جو نقد غالب میں شامل ہے

”لے مگر نائد غالب میں فرماتے ہیں: ”بندہ ہندی بولد و پارسی زبان ہے۔“ لے دساتیری لفظ ہے حضرت۔ لے معنی دساتیری ہے شور و آواز پر اعتراض ہوا ہے۔ غالب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ لفظ انھوں نے کہاں دیکھا۔ مجھے یاد ہے تخلص غالب کی تحریر کے سوا کہیں اور نہ ملے۔

در فرازستان آگهی بھجواں پایہ نہادہ اند۔ حیث کہ ابنا سے روزگار حسن گفتار مرا نشناختند، مرا خود دل بر آناں می سوزد کہ کامیاب شناسائی فرہ از دی گشتند و ازین نہائش نظر فردز کہ در نظم و شربکار بردہ ام سرگراں گذشتند۔“

مخالفت ناگزیر تھی۔ کئی کتابیں قاطع برہان کے رد میں بھی لگیں۔ خود غالب نے ان کے جواب چھپوائے۔ اور ایک ایسے شخص نے بھی جو غالب سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے، ان کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی۔

اس مضمون میں ایک لغت کی بحث جو ان سب میں رہا متنازع نامہ غالب و مولات عبدالکریم موجود ہے، پیش کی جاتی ہے۔ غالب کی فارسی عبارتوں کا ترجمہ بغیر تصرف ہوا ہے اور بیشہ لفظی ہے۔ باقی اصحاب کی فارسی عبارتوں کے مطلب درج کیے گئے۔ بادمان میں سے بھی نوائد باتیں عموماً نکال دی گئی ہیں۔ غالب کی اردو عبارتیں تقریباً بکثرت نقل کر دی گئی ہیں۔ اس سے اصحاب متعلقہ کے لب و لہجہ نظر نہ استلال وقت نظر اور مبلغ علم کا کسی حد تک اندازہ ہو سکے گا۔

قاطع برہان میں برہان قاطع پر جو اعتراضات ہیں، ان میں پہلا ”آبچین“ سے متعلق ہے۔ برہان قاطع میں ہے کہ ”بستین کے وزن پر ہے۔ کپڑے کے کٹے (پارچہ جامہ) کو کہتے ہیں جن سے غسل کے بعد مردے کا بدن خشک کیا جائے۔ قاطع برہان کی عبارت متعلق ”آبچین“ کا ترجمہ یہ ہے:

”بروزن آسنین“ زائد ہے اس لیے کہ ایک کے سوا ”آبچین“ کوئی دوسری صورت ذیل میں نہیں آ سکتی۔ ”پارچہ جامہ“ بھی زائد ہے یا پارچہ کھنا اٹھایا جامہ۔ مردے کا بدن خشک کرنے کی قید یہاں ہے۔ اس مفہوم میں یہی بیچارہ نہیں مبتلا ہوا۔ دوسروں (اشاعت ۲) فرہنگ نگاران دگر کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ مصرع فردوسی ”ندام برگ آبچین و کفن“ مفید معنی حصر نہیں۔ یہ لفظ ”پیار“ کی طرح ہے کہ وہ بھی کفن کا ایک جز ہے، اور ”انادہ“ معنی انحصار نہیں رکھتا۔ ”آبچین“ اس کپڑے کا نام ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ منہ پر نکھتے ہیں اور یہ ”دہ چتر“ ہے جسے ”عرق“ میں رد مال کہتے ہیں۔“



کے معنی کیا ہیں؟ کسے اور کہاں منقطع ہوا؟ منقطع معنی "جائے غلط" است اور غلط، لغت میں خطا کرنا ہے کلام میں سوال یہ ہے کہ کس بات پر کیا غلطی ہوئی۔

دافع ہدیان از خفت علی خاں غالب کے ایک شاگرد کے ایسا سے لکھی گئی تھی۔ اس میں صاحب محرق کے چند دعویٰ کی تردید قاطع بوہان میں کوئی لغتاً تخصیص بردال نہیں۔ نہ معلوم اس "خاک پائے حزن شناساں الف باتا" کو "حصہ تخصیص" کے معنی کس نے بتائے ہیں۔ ظاہر لفظ "روال" نے اسے گمراہ کیا اور عوام اس کی طرح وہ یہ سمجھا کہ یہ زندہ دل کے لیے مخصوص ہے، حالانکہ یہ بھی عام ہے۔ اس سے زندہ و مردہ دونوں کا ہاتھ منہ پونچھا جاسکتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ غالب نے فردوسی پر طعن کیا ہے "دایت جعفر" کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ اس پر تو بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے مثلاً "ثمر میت جعفر" عن جعفر دقتات جعفر "انی جعفر" علی ہذا القیاس۔ کچھ بڑوں کا نام لکھنا اور ان کے حرکات و سکنات دینے کی کیا حاجت تھی؟ یہ سمجھنا کہ صاحب فرہنگ رشیدی اس کی تائید کرتا ہے صاحب محرق کی بڑی کم فہمی ہے۔ صریح مطلب اس کا یہ ہے کہ آپجین بدن مردہ و زندہ کا خشک کرنے والا کپڑا ہے، اس لیے کہ وہ لکھتا ہے کہ حاتم سے باہر آتے دقت اس سے پسینا پونچھتے ہیں۔ یہ قول صاحب محرق کا جو حصہ کا قائل ہے، بوئے کس طرح ہوا۔

(طائف غیبی) غالب نے خود اپنے ایک شاگرد کے نام سے دو محرق میں لکھی تھی:

ضارب سبب قاطع یعنی نواب اسد اللہ خاں، غالب کی عبارت یہ ہے: "قید خشک کردن مردہ بیجا۔ اس منقطع نہ تھا اس بیچارہ را افتادہ دیگرال را نیز زدے دادہ است۔ مصرع فردوسی، "ندارم برگ آپجین کفن" مفید معنی حصہ نصبت، پڑا کہ چادر کہ آں نیز جزوے از اجزائے کفنت دانادہ معنی انحصار ندارد۔ آپجین اسم جامہ ایست کہ پس از شستن دست و رو بہ ال جامہ نم اندست دروچند در معرفت آں را روال گویند۔" منشی جی لکھتے ہیں کہ... غالب نے آپجین تراص اس کپڑے کو ٹھہرایا جس سے آدمی ہاتھ منہ پونچھتا ہے۔ سبب الحق پونچھتا ہے کہ مولانا غالب کی عبارت سے تخصیص کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ یہاں مردے کے بدن پونچھنے کو مقدر چھوڑ جانا کمالی بلاغت ہے۔ کس واسطے کہ جاج بوہان قاطع اس خصوصیت کا مدعی ہے، اور مولانا خصوصیت کو مٹاتے ہیں.... قید کے نافی ہیں، اور نفی سے ثابت ہوا کہ مردے کے بدن پونچھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور زندہ کے بھی ہاتھ منہ پونچھنے کو جائز رکھتے ہیں۔ آگے بڑھ کر منشی جی... رقم فرماتے ہیں: "اس کاغذ

محرق قاطع بوہان منقطع میر سادات علی خاں پہلی کتاب ہے جو رد قاطع بوہان میں شائع ہوئی تھی۔ قاطع بوہان کی بحث آپجین کے آخر میں ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپجین مخصوص بمعنی روال ہے۔ یعنی یہ وہ کپڑا ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ منہ خشک کرتے ہیں۔ اس حصہ سے اطلاق سابق کا بطلان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ غالب نے اولاً یہ کہا تھا کہ مردہ زندہ دونوں کا بدن اس سے خشک کیا جاتا ہے تخصیص مردہ بیجا ہے۔ اور آخر کی بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپجین زندہ دل کے لیے مخصوص ہے۔ فردوسی کے عہد سے اس وقت تک "سخنوران اہل زبان" فردوسی و نظامی و جامی و سیدی کے اشعار سے استناد پر نازاں رہے ہیں۔ اگر غالب نے فردوسی کو افتادہ کا منقطع میں شمار کیا تو اس کا کیا بگڑا؟ اگر غالب نے سند عیونیت کے مدعی ہیں تو ان کی بات کون مانتا ہے؟ غسل کے بعد چادر سادہ گندہ آپجین سرزدوش پر ڈال کر تہ بند آتے ہیں اور اس چادر سے بدن خشک کرتے ہیں۔ جس نے بھی بدن روال سے نہ پونچھا، اور نہ سنا یاد کیا کہ کسی شخص "بارگ دنیا" نے یہ کیا ہوا اگر یہ مولف فرہنگ رشیدی بھی "بالحاظ معنی ترکیبی" مدعی عدم خصوصیت ہے مگر اس کی یہ عبارت کہ "آپجین" جامہ کہ بعد غسل بدن میت پاک کنند و چادر کچھ از حمام برآمدہ عرق بہاں چنید (کنڈا) میر سے قول کی موید ہے کہ بعد غسل زندہ اپنا بدن چادر سے خشک کرتے ہیں نہ روال سے۔ ہندوستان کے شعرا و فرہنگ نگار مقلد شعرا سے ایران ہیں۔ ان کی مجال نہیں کہ ان کے محاورہ و استعارہ پر اعتراض کر سکیں۔ صاحب فرہنگ جہاں کے عہد میں ایرانیوں کی آمد و شد اور دراج فارسی زیادہ تھا اور شاید شعرا میں کلیم تھا۔ وہ آپجین کی تخصیص مردہ کی سند میں فردوسی و مدعی کا شعر پیش کرنے پر کوئی مترض نہ ہوا۔ "بہ فرض محال" آپجین عام ہے تو خصوصیت کی سند تو شعر فردوسی وامدی ہے، ثمریت کی کوئی سند غالب نے پیش نہیں کی۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اگر آپجین مردے کے لیے مستقل ہے، تو یہ اس سے مانع نہیں کہ اس کا اطلاق آپجین پر بھی ہو جس سے زندہ اپنا بدن خشک کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مانند لغات مشترکہ و اصداؤ کثیرا ارمثال لفظ فراز، اشار جاجی سیدی و جاجی و حافظ و کمال اسمعیلیں۔ قول عرب "بایت جعفر" جعفر و اکلت جعفر فی جعفر" یعنی جعفر کو گدھے پر سوار دیکھا اور خربزہ دیا میں کھایا۔ اسی طرح لفظ عین بمعنی مشترک ہے۔ غالب کی عبارت "اس منقطع تہنا این بیچارہ را افتادہ دیگرال را نیز زدہ داد" لے عہد جہانگیری میں بہت سے ایرانی شعرا موجود تھے لے منقطع است لای لے حضور مجاہد انست در شان جہد۔ آں یکا دیکو آید در خسر از کینہد" حافظ کا شعر ہے، اگر کھٹ علی خاں یا غالب نے غلط انتساب کے لیے صاحب محرق پر اعتراض کر سکتا ہے، اپنے تعلق صاحب محرق کے الفاظ۔

بلہ محرق میں بعض کا ذکر ہے۔ لے ضارب اس جگہ محل تامل ہے۔



جانانہ حیرانانہ رہا۔ میں ان کے غنج و دلال کے قربان جاؤں۔ کوئی ان کو گھباد کہ یہاں تخصیص نہیں ہے۔ لغت منہج ہو کر من جملہ اعداد نہیں بن گیا۔ ہاں، آپجین جس طرح باتھ منہ کو خشک کرتا ہے، اگر ہاتھ منہ کے منہ کو گھباد کہ یہاں آہرتا تو لغت اعداد میں سے ٹھہرنا آلا ذللا۔

سلاطین برہان (مرزا جیم بیگ رحیم کی کتاب) برہان قاطع کی کتاب میں ہے۔

اگرچہ موزوں یہ کہ لانا لازم مالا یزیم ہے، مگر برہان نے اپنے لیے لازم کر لیا ہے۔ اس لیے "اکثر" لاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ آپجین کی کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ یہ ضروری تغیرات کے ساتھ آپجین پر چھایا ہے۔ برہان نے چونکہ اس لغت کے حرکات و سکنات نہیں دیے ہیں، ہموزن کا اندراج ضرور تھا۔ پارچہ مزید علیہ پارہ ہے، مثل تو کچھ دعا شیعہ پارچہ جامہ کے معنی "خز دے از جامہ" ہوئے جسے عرف جال میں "رد مال" کہتے ہیں، یہ اضافت جز بموئے کل ہے۔ مصرع جامی عطار در افریق سر عطار بیز (کذا)۔ "قید خشک کردن بدن مردہ" "فرہنگ جہانگیر" کے مطابق ہے، "جامع (برہان) ناقص ہے۔ یہ بات کہ اور کون ہیں جنہیں "مغلط" ہوا، اس لیے نہیں، ظاہر کی کہ وہ صاحب فرہنگ جہانگیر ہے۔ اظہار سے ان کی ساختہ عمارت یاد رہا ہو جاتی۔ دستہ مصنف غالب میں آپجین معنی "رد مال مردہ شو" مستعمل ہوا ہے۔ اور یہ جو بعض "پس گردان جناب" کا گمان ہے کہ "کلام" میں "تسمیہ" اور "فرہنگ" میں "تخصیص" ہے، یہ بیشتر جناب کے حق میں باعث خرابی ہے، اس لیے کہ پنجم اہنگ میں بہت سے لغات کے صرف ایک معنی مرقوم ہیں حالانکہ ان کے "چند" معنی ہیں۔ ازاں جملہ اڈنگ چین کے معنی نقاشی درج ہیں۔ نظامی کی بیت ذیل میں معنی نقاشی بھی ہے:

بارنگل بر نقش چینی پرند قلم بست بر مانی نقش بند

حضر بیجا "قاطع برہان میں چند جامع" "سامح" کی بنا پر واقع ہوا ہے۔ فراخ صفت دہن بتائی ہے، حالانکہ یہ پیشانی و چشم و باز و وجود و کام وغیرہ کی بھی صفت ہے۔ اسی طرح گرگو "ترادف معنی آفریں" اور آفریں کو صرف خدا سے متعلق لکھا ہے۔ فرہنگ جہانگیر کی کا حصر دوسرے قول کی نایابی کی وجہ سے ہے اور "حضر جناب" نہائش فضل و ہنر کی غرض سے۔ اس آپجین اسم جامہ ایست کہ پس از شستن دست و رو بہاں جانہ نم از دست در و چنیدہ میں تکرار لفظ جامہ و دست رو بہاں ہے۔ قاطع برہان اشاعت ۲ میں غالب نے بالکل آخر میں جو عبارت بڑھائی اس کا ترجمہ یہ ہے: "اور یہ جو فرہنگ رشیدی میں ہے

لے پارچہ نقیر پار = پارہ، رجوع بہ "غالب بحیثیت محقق"

لے قاطع برہان میں بولف فرہنگ جہانگیر، کی تخصیص نہیں۔ اس کی اشاعت کے بعد دوسری جگہ اس کو بڑھایا گیا ہے۔

گاہے پس غسل نم بدن از رد مال چنیدہ و کس با برگ و نوا از رشیدہ کس پس غسل نم بدن از رد مال چنیدہ باشد۔ "فقر سیاح کہتا ہے کہ یہ تو ایر خسر کی انہی ہوئی۔ چیل لبولا نے گئی تو کا ہے سے پھسکوں راب، "نہا کر بدن" رد مال سے کون پونچھتا ہے اور کون کہتا ہے؟ غسل اور حمام کا نہ پوہا میں نام نہ قاطع میں ذکر منشی جی کہیں سے فرہنگ رشیدی میں لکھا ہے ہیں اور حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں۔ ہم اس کو کب مانتے ہیں۔ رشیدی کے ادعا کو نوجانتے ہیں۔ نہا کر بدن پونچھنے کے کپڑے کو لنگ یا چادر کہتے ہیں اور یہ ہندیوں میں اور عجیوں میں مشترک ہے اور کہیں اور انگوچھہ خاص اہل ہند کی بولی ہے۔ ان کپڑوں کو آپجین کہتا جھک مارتا ہے۔ آپجین اور رد مال ان دونوں کا معنی ایک ہے، چاہو اپنا منہ پونچھو، چاہے مردے کا بدن۔ آپجین فارسی قدیم رد مال متحد ہاں اگر مردے کے بدن پونچھنے کو صرف آپجین کہتے ہوتے اور رد مال نہ تو منشی جی کا قول معقول تھا۔ لیس فلیس۔ اور یہ جو منشی جی اچھلے کو دتے ہیں کہ غالب فردوسی کو سلم الثبوت نہیں جانتا۔۔۔ مولانا غالب تحلیہ کرتے ہیں فرہنگ لکھنے والوں کے قیاس کا اور منشی جی اس کو فردوسی کا تحلیہ گمان کرتے ہیں۔۔۔ محمد حسین دکنی فردوسی کے شعر کو نہ سمجھا اور منشی جی خان غالب کی شکر کے معنی اے سمجھ غلط فہمی۔۔۔ مشترک ہوئی۔۔۔ دکنی سا اور منشی شاگرد ہے اور۔۔۔ شاگرد بیٹے کی جگہ اور استاد باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ پس اب چاہیے کہ اس مقام پر ہم اولاد مسٹر لابیہ کہیں اور منشی جی خوش ہو کر ہم کو سلام کریں اور لادیب فیہ کہیں۔ ایک دی ثقہ ناقص تھا کہ کسی شخص نے نجم الدولہ بہادر (غالب) سے پوچھا کہ کیا فردوسی کے کلام کے منکر ہو۔ نواب صاحب نے۔۔۔ کہا کہ۔۔۔ فن سخن میں فردوسی کا کلام ایسا ہے جیسا ابور دینی میں آیت وحدیث جو فارسی شعر کہے یا فارسی شریکھے اور فردوسی کو سند نہ جانے، اس کا حال و کمال وہی ہے جو منکر آیت وحدیث کا۔۔۔ دیکھو منشی جی لعنت اللہ علی الکافرین اور لعنت اللہ علی الکاذبین کا تازیانہ فردوسی کے شکر و کی اور غالب پر ہمت رکھنے والوں کی کیسی برابر کھال اڑا رہا ہے۔ اوسیف الموحی سیاح تو کیا کہہ رہا ہے؟ منشی جی کو کلام الہی سے کیا علاقہ، وہ جانیں اور سید کہ اب۔ یعنی محمد حسین دکنی۔۔۔ منشی جی بعد از ہزار گونہ بیان کہتے ہیں: "اطلاق آپجین بر پارچہ نم چنیدہ از بدن مردہ مانع اطلاق آپجین بر پارچہ نم چنیدہ از بدن زندہ نیست" یارب، اس فقرہ طبعی کی داد ملے۔ یہ فقرہ حضرت غالب کے کلام کا سراسر روید اور جامع برہان کے ادعا کا مبطل ہے یا نہیں ہے بلکہ خود منشی جی کے قول کا مذب ہے۔ اور کچھ آئے ہیں کہ نہا کر کوئی رد مال سے بدن کو نہیں پونچھتا اور یہاں نیچے آکر آپجین و رد مال کے معرفت ہوئے ہیں۔ پارچہ نم چنیدہ از بدن زندہ۔۔۔ سمجھتے ہیں "پس عال آپجین مانند لغات مشترکہ و اعداد گشت"۔ یارب منشی جی تو ایک



متنازع ہو گیا۔ غالب کے ذہن میں ممکن ہے کوئی اور شکل مطلقاً نہ ہو سکتی لیکن کتاب فردا حد کے لیے نہیں لکھی گئی۔ ”پارچہ جامہ نیز زائے میں ”اجتماع نقیضین“ رونما ہوا ہے، اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام عبارت نائید ہے، جو بعد کی عبارت سے متن قفس ہے۔ غالب تو یہ سمجھے ہیں کہ پارچہ و جامہ ایک ہے، یہ صحیح نہیں پارچہ عام ہے اور جامہ خاص۔ (تفاسیل)۔ یہ اعتراض کہ ”قد خشک کردن مردہ بیجا ست“ ”استادان سلف“ کا ہے (عبارات فرہنگ جہانگیری و خربنگ رشیدی) فرہنگ رشیدی میں یہ موجود ہے بلکہ اس میں بھی کوالہ سامانی درج ہے۔ شمس اللغات میں بھی اس کا ذکر ہے اس طرح کا اختلاف ”کلام اساتذہ“ میں بہت رہا ہے۔ ایسا اعتراض کرنا محض لغو و بیجا ہے، اس لیے کہ ”اکثر“ کتب میں ملتا ہے۔ اگر اس کے بغیر کام نہیں چلتا تھا تو غالب کو یہ لکھنا تھا کہ ”بعض اساتذہ“ ”قد میرت“ کے مانے ہیں، اس صورت میں وہ الزام سرقہ سے بچتے۔ اور یہ جو دعویٰ کیا ہے کہ آپجین و رومال ایک ہے ”محض پوچ دیا در ہوا“ جو اس لیے کہ آپجین بعد غسل بدن پونچھنے کے لیے آتا ہے خواہ زندہ کا ہو یا مردہ کا، اور رومال جیسا کہ خود غالب کی ”تولیف“ سے ظاہر ہے، وہ کپڑا ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ منہ خشک کیا جاتا ہے۔ اگر آپجین بمعنی رومال ہے تو شعر فردوسی و مصرع اسدی میں بے معنی ہو جاتا ہے اس لیے کہ رومال کو ”مرگ و کفن“ سے کچھ نسبت نہیں۔ موت کے بعد صرف ہاتھ منہ نہیں دھویا جاتا کہ اس کے لیے رومال کی حاجت ہو۔ مرے کو غسل دیا جاتا ہے اور بدن خشک کرنے کے لیے ”چادر“ یا ”قطیفہ“ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی آپجین ہے۔ غالب سے میرا سوال ہے کہ اگر رومال صرف ہاتھ منہ پونچھنے کا کپڑا ہے، تو اس کپڑے کا کیا نام ہے، جس سے دھونے کے بعد پیٹ، پیٹ، سینہ، سر اور پاؤں خشک کیے جاتے ہیں؟

یقیناً تین از غالب۔ رد مہید برہان:

مودی جی لکھتے ہیں کہ صاحب فرہنگ سامانی اور غمان آرزو بھی مانع تخصیص آپجین میں اور غمان رومال کو لکھتے ہیں۔ پھر تیرا اس شکل کا یہ نکالتے ہیں کہ یہ اعتراض ان دو شخصوں کا ہے۔ غالب سارن ہے۔ سبحان اللہ! ہفتون کا سرقہ سنا تھا، سرقہ اعتراض نہ سنا تھا۔ اتفاقاً دماغے کا نام سرقہ رکھنا کتنی بڑی نا افسانہ ہے۔ جامع برہان کی رائے کا اور فرہنگ نویسوں کی رائے سے متفق ہونا استناد اور میری رائے کا سامانی اور آرزو کی رائے سے اتفاق کچھ پر باغث الزام سرقہ۔

یقیناً تین کے آخر میں غالب کی طرف سے ”استغناء“ ہے جس میں یہ سوال بھی ہے: ”فرہنگ نویس حال کی رائے اگر فرہنگ نویس ماضی کی رائے سے مطابق ہو تو اہی کشیت اتفاق خواہی آرزوئے مشاہدہ یہ سرقہ

کہ ہر وہ کپڑا بھی جس سے بعد غسل بدن پونچھنے کا کام لیں آپجین کہا جاتا ہے۔ ”من حیث المعنی ٹھیک ہے، مگر مستعمل اہل زبان نہیں۔ اس ملک (مردم آں کشور) اس جگہ ایران لکھنا تھا، پہلے ایران کا نام آیا ہوتا تو اور بات تھی) کے لوگ بعد غسل ”لنگ دگر“ (چونکہ اس سے قبل ”لنگ“ کا ذکر نہیں ”لنگ دگر“ ٹھیک نہیں) یا چادر سے کام لیتے ہیں آپجین و رومال ایک ہے۔ آپجین فارسی قدیم رومال فارسی جدید۔ ایک ایرانی مجھ سے کہتا تھا کہ رومال لفظ وضع کردہ خاتونان ایران ہے چونکہ عورتوں کی طبیعت میں دوسرہ بہت ہے، ایک لفظ جو زندہ و مردہ میں سترگ ہے ان کی طبع نازک کو گراں معلوم ہوا، انھوں نے آپجین کے لیے ایک نیا لفظ تراشا۔

مودید برہان از آغا احمد علی۔ یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے برہان قاطع کی حمایت میں لکھی گئی تھی۔

آپجین بھی ذہن میں آتا ہے اس لیے بردن آستین، زائے میں پارچہ جامہ میں پارچہ سنی ”پارہ خد“ ہے قفس کے یہاں پارچہ کاغذ آیا ہے اور بعد خاتون اقبال نامہ جہانگیری میں دو جگہ ”پارچہ سنگ“ لکھا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پارچہ و جامہ ہر ہفت قلزم میں ہی ہے اور اس میں لغت آپجین برہان سے نقل ہوا ہے۔ قید بدن مردہ بتقلید فرہنگ جہانگیری ہے۔ (اس کی عبارت مع شعر فردوسی و اسدی منقول)۔ مجمع الفہر میں سروری میں ہے: ”آپجین قولہ کہ چوں از حمام بر آئند عرق بدن از ان خشک کنند۔“ اس کے بعد قول ثولت فرہنگ جہانگیری مع شعر فردوسی۔ مودید برہان میں صاحب فرہنگ رشیدی کا قول بھی ہے جو محرق میں ہے اور اس کے بعد اس کی وہ عبارت ہے جو محرق میں نہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: سامانی کہتا ہے کہ آپجین وہ ”قطیفہ“ ہے جس سے بعد غسل بدن خشک کرتے ہیں اور خصوصیت میت کی جیسا کہ صاحب فرہنگ جہانگیری نے گمان کیا ہے، نہیں۔ اسے ”خصوصیت مقام“ سے دہم ہوا اور یہ معتبر نہیں۔ خان آرزو قول سامانی کو ”صحیح“ سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ اعتراض جو غالب نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے، سامانی کا ہے۔

قاطع الباطن از امین الدین بد قاطع برہان میں لکھی گئی تھی امین بڑا دریدہ ذہن واقع ہوا تھا۔

یوں تو ہر لفظ کی دراصل ایک ہی صورت ہو سکتی ہے، لیکن مختلف ذبہ سے ”صور مختلفہ متعدہ“ ظہور میں آتے ہیں۔ آپجین کے الفٹ اگر دہن ہوا آب کی ب پرکشہ دیا جائے یا چین کی ی بھول پڑھی جائے یا چین کی جیم فارسی دیا کا صرف ایک ایک نقطہ ہو (اختلاف لفظ کی اشکوں کا بھی ذکر) تو ایسی صورتیں پیدا ہوں گی جو خلاف صورت معینہ ہیں ہم ذہن کی وجہ سے جو شہرت عام رکھتا ہے، آپجین، جمیع صور احتمالیہ سے



ہے یا تطابق رائے؟ شیفٹہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ "یہ تطابق رائے ہے" سرتے سے کیا علاقہ؟ حالی سعاد علی اور شیر نے شیفٹہ کے جواب کی تصدیق کی ہے۔

شمس اور تیز تو از آغا احمد علی۔ جواب تیغ تیز دفات غائب کے بعد شائع ہوا۔

اعتراض سامانی کا مضمون اگر بعد مشاہدہ غائب یاد ہوا تھا تو اسے خود بدوں حوالہ سامانی پیش کرنا سرتے ہے، ورنہ نہیں۔ اس سے قطع نظر جو اشی بربان قاطع مطبوعہ کے جو اعتراضات غائب نے بعد قریں اول کے ذکر کے بغیر بربان قاطع و ددفش کا دیانی و تیغ تیز میں درج کیے ہیں، ان کی چوری میں کیا شبہ ہے۔

معلقہ کتابوں کے اقتباسات درج کرنے کے بعد میرا تبصرہ حسب ذیل ہے۔

(الف) غائب کے عبارات میں لفظی اغلاط کے علاوہ متناقضات، تضاد اور ضعف استدلال موجود ہے۔ (ب) پارچہ جامہ کے ذائد ہونے پر غائب کا جو اعتراض ہے، اس پر امین کی گرفت کی ہے۔ (ج) آپجین اسم جامہ امیت کہ پس از شستن دست در دباں جامہ نم اند دست در جیند پر رحیم کا اعتراض ٹھیک ہے کہ اس عبارت میں جامہ اور دست و رو کی غیر ضروری تکرار ہے۔ (د) یہ واضح نہیں کہ "مغلطہ" جس طرح غائب کے یہاں آیا ہے اس پر سعاد علی خاں کو اعتراض ہے یا نہیں میں خود قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس "مغلطہ" تہا از ای بیچادہ را افتادہ درست ہے یا نہیں (۵) انحصار لازم، براۓ حصر (مندی) محض نظر ہے۔ (و) آں کشوہ و لنگ دیگر پر اعتراض اور پر آچکا ہے۔ (ز) لطافت کے بعض الفاظ عبارات پر بھی اعتراض ہو چکا ہے۔ (ح) تیغ تیز میں "عموماً رومال کو لکھتے ہیں" عجیب سی عبارت ہے۔

مخالفین غائب میں سعاد علی خاں کی عبارت میں بڑا الجھاؤ ہے۔ یہ بھی بات ان کے یہاں آکر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ لفظی غلطیاں بھی بہت ہیں۔ رحیم کے یہاں لفظی غلطیاں ہیں مگر سعاد علی خاں سے کم اور امین کے یہاں اس سے بھی کم۔ آغا احمد علی کی عبارت عموماً بے عیب ہو ا کرتی ہے۔ حامی غائب، نجف علی خاں حد درجہ فضول گو واقع ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں نازیبا علمی تائید جس میں نامافوس الفاظ کا استعمال شامل ہے، بہت ہے۔

اعتراض کا سرتے ضرور ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں صاحب موبد بربان نے جو کچھ لکھا ہے قول فیصل ہے لیکن، سامانی کی فرنگ یقین ہے کہ غائب نے نہ دیکھی ہو، اور آرزو کی سواج اللغۃ کا ان کی نظر سے گزرنا مستبعد ہے۔ فرہنگ رشیدی بھی ظاہر اس زمانے میں جب قاطع بربان سپرد قلم ہوئی یا اس کے متعلق جھگڑا رہا، ان کے مطالعے میں نہیں رہی۔ اس صورت میں سوال یہ ہے کہ کون سی کتاب کئی جس میں

یہ اعتراض کوئی مردہ میا ہے انھوں نے دیکھا۔ جب تک یہ نہ بتایا جاسکے غائب پر سرتے کا ارام نہیں لگایا جاسکتا۔ جو اشی بربان قاطع نوشتہ رو بک (غائب انھیں حکیم عبد المجید وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں) کے سرتے کا معارف بدکا نہ ہے۔ غائب نے بہت سے اعتراضات ان جو اس سے لیے، اور اس کا اعتراض درکنار قاطع بربان کی اشاعت اول کیا یہ دیکھا کہ کل اعتراضات لغات عربی سے تعلق ہیں (بحث دیاس)، حالانکہ اکثریت کا فارسی سے سروکار ہے۔ اشاعت ثانی میں انھوں نے "ہم" کو "اکثر" بنا دیا، حقیقت سے انحراف اب بھی رہا۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ کیا کہ جا بجا فخریہ اس کی طرف اشارہ کیا کہ فضلاء حبیب القدر کلکتہ میرے ہم خیال ہیں۔

صاحب محرق کا یہ اعتراض کہ غائب فردوسی کو نہیں مانتے قطعاً غلط ہے۔ لیکن اس اعتراض کے بعد کہ اسے غلط نہیں ہوئی ہے، غائب کا اسے جیوٹا کہ کر لعنت بھیجنا بڑی زیادتی ہے۔ رہا کفر تو یہ سمجھ میں آیا کہ اگر صاحب محرق نے تمہمت بھی لگائی تو کافر کس طرح ہوا۔ اس سلسلے میں صاحب بربان کو میل کہ اب کہنا بھی خوب ہے۔ وہ غریب تو پیغمبری کیا معنی فن لغت نگاری میں امامت بلکہ دلالت تک کا مدعی نہیں اور محقق "ماقل" سمجھے جانے پر مطمئن ہے۔

صاحب محرق کا آپجین کو "بفرض حال" ہی سمی (لغات ضما میں شمار کرنا ٹھیک نہیں۔ اس پر اعتراض غائب صحیح ہے۔

لطائف غیبی کی عبارت "حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں" میں تھپی ہوئی کالی ہے۔ محرق میں تو اور کال لفظ آیا ہی نہیں۔ بربان میں آدر و درزن مادر ہے۔ اس پر غائب نے لکھا تھا "چادر اگر آشتن و مادر آدر و دن بیجا شست"۔

صاحب محرق کا دعویٰ ہے کہ فرہنگ رشیدی کی عبارت "آپجین جامہ امیت کہ بعد از غسل بربان پاک کنند و چادر یکہ از جام برآمدہ عرق بدان جیند" میرے اس قول کی موید ہے کہ بعد غسل لوگ چادر سے بدن خشک کرتے ہیں۔ مذکورہ مال سے۔ نجف علی خاں کے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے۔ فرہنگ رشیدی سے صاحب محرق کے دعوائے سگے اس حصے کی تائید ہوتی ہے جس کا تعلق رومال سے ہے، اور اس سے زیادہ کا وہ مدعی نہیں۔

لطائف میں ہے "غسل اور حمام کا نہ بربان میں نام نہ قاطع میں ذکر منشی جی کہیں سے فرہنگ رشیدی اٹھالائے ہیں اور حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں" لفظ "غسل" بربان کی اس عبارت میں موجود ہے، جو قاطع بربان میں نقص ہوئی ہے۔ (لفظ حمام البتہ دونوں میں نہیں آیا۔

لطائف میں ہے کہ منشی جی کا قول ہے "اطلاق آپجین بر پارچہ نم پیندہ از بدن مردہ" لفظ "اطلاق" آپجین بر پارچہ نم پیندہ از بدن زندہ



نہیں۔ اس سے قول غالب کی تصدیق اور دعوائے برہان بلکہ بیان صاحب محرق کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور یہ لکھا کہ نہا کو کوئی رومال سے بدن نہیں پونچھتا اور نیچے آکر ”آبچین در رومال کے معرف ہوئے ہیں۔ ہمارے نم چنیدہ از بدن زندہ“ حقیقت یہ ہے کہ صاحب محرق کی اصلی رائے یہی ہے جو برہان میں ہے۔ آبچین کی عمومیت کا اقرار اس نے ”بفرض محال“ لکھ کر کیا ہے۔ غالب اسے فراموش کر گئے۔ مزید یہ کہ اس کا یہ اقرار آبچین سے تعلق رکھتا ہے، رومال سے نہیں۔ غالب نے یہی حرکت کہ دوسروں کی طرف یہ عقیدہ کہ رومال آبچین ایک ہے، منسوب کر دیا جائے، حالانکہ ان کی تحریروں میں لفظ رومال یا بھی نہ ہو، یقیناً تیز میں بھی کی ہے۔

ہم وٹن لانے پر غالب کا اعتراض بیجا ہے۔ مگر اس سلسلے میں امین نے جو کچھ لکھا ہے، اس میں کچھ باتیں فضول ہیں۔

دستبنو میں جو قاطع برہان سے قبل شائع ہوئی تھی، جیسا کہ رحیم نے دکھایا ہے، آبچین کے معنی ”رومال مردہ شو“ لکھے ہیں، جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رومال غالب کے نزدیک مخصوص بزرنگاں نہیں اس لفظ سے متعلق جو عبارت قاطع برہان کی اشاعت اول میں ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ اور آبچین ایک ہیں، اور یہ ایک کپڑا دھونے کے بعد ہاتھ نہ پونچھنے کا ہے۔ یہاں بدن کا ذکر نہیں، اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کا استعمال عام ہے یا خاص۔ ہاتھ نہ پونچھنے کو دیکھتے تو زندوں سے مخصوص ہوتا ہے، اور عبارت زیر بحث سے قبل جو عبارت متعلق آبچین ہے اس پر غور کیجئے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ مردہ، ہو یا زندہ، کوئی قید نہیں کسی کا ہاتھ نہ بھی اس سے پونچھا جاسکتا ہے۔ لطائف غیبی میں غالب کا ارشاد ہے:

”نہا کو بدن رومال سے کون پونچھتا ہے؟... آبچین اور رومال ان دونوں کا سہی ایک ہے، چاہو اپنا منہ پونچھو چاہو مردے کا بدن۔ آبچین فارسی کے کپڑے کے اسم است۔ ہاں اگر مردے کے بدن پونچھنے کے کپڑے کہہ سکتے ہو تو رومال نہ کہتے تو خوشی کچھ کا قول معقول ہوتا، لیس فلیس۔“

اس سے یہ نتائج نکلتے ہیں: (الف) آبچین و رومال ایک ہیں۔ (ب) نہا کو بدن رومال سے نہیں پونچھا جاتا (ج) مردے کا بدن رومال سے خشک کیا جاتا ہے (د) زندہ لوگ رومال سے ہاتھ نہ پونچھتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ غالب نے حامی، بجف علی خاں، یہ فرماتے ہیں کہ رومال سے زندہ مردہ دونوں کا ہاتھ نہ پونچھا جاتا ہے۔ غالب نے قاطع برہان کی اشاعت ثانی میں عبارت متعلقہ رومال کے بعد جو اضافہ کیا ہے، وہ اس پر مشعر ہے کہ رومال زندوں کے لیے مخصوص ہے، مشترک ”بین النحنی والملت“ نہیں۔ انھیں ایک ایرانی سے جس کا نام وہ نہیں بتاتے، یہ معلوم ہوا تھا کہ رومال عورتوں کا بنایا ہوا نام ہے۔ یہ

ایرانی عبدالصمد کا حقیقی بھائی معلوم ہوتا ہے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ شیرانی نے کہیں لکھا ہے کہ رومال ہندستانی، فارسی ہے۔ ان کے یہاں یہ ہے بھی تو اس کی بحث بہت محمل ہے۔ اشرف مازندرانی کی ایک شذی میں ”رومال زکامی“ آیا ہے، جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے صرف ہاتھ نہ دھو کر خشک نہیں کیا جاتا، اور کام بھی لیا جاتا ہے۔ غالباً اشرف سے قدیم ایرانی سند بھی موجود ہے۔

غالب کی رائے میں آبچین کیا ہے، کیا نہیں، اس کا فیصلہ ان کے متفادت بیانات کی وجہ سے بہت مشکل ہے۔ قاطع میں رومال کے ذکر سے قبل جو کچھ انھوں نے لکھا ہے، وہ صراحتاً اس پر دلالت کرتا ہے کہ برہان میں مردے کی تحفیں بھیجی گئی ہیں، بعد غسل زندوں نے بدن پونچھنے کا کپڑا بھی ہے۔ رومال کے بارے میں جو کچھ ان کے قلم سے نکلا ہے اس سے یہ استفاد ہوتا ہے کہ یہ اور رومال ایک ہے، اور رومال دھونے کے بعد ہاتھ نہ پونچھنے کا کپڑا ہے۔ لطائف میں وہ شد و مد سے یہ فرماتے ہیں کہ مولا (غالب) قید کے نانی ہیں اور نفی سے ثابت ہوا کہ ”مردے کے بدن پونچھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور زندہ کے بھی ہاتھ نہ پونچھنے کو جائز رکھتے ہیں۔“ اس کتاب میں غالب نے خرابنگ رشیدی کے اس دعوے کی کہ یہ بعد غسل زندوں کے بدن پونچھنے کے کام آتا ہے قطعی طور پر تردید کی ہے۔ رومال آبچین کو کبھی ایک اور کبھی پہلے کو خاص اور دوسرے کو عام کہنے اور رومال کی متفادت توفیض کرنے سے جو نتائج نکلتے ہیں، ظاہر ہیں غالب کے اقوال سے قطع نظر، آبچین کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

- (۱) آبچین وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے بعد غسل مردے کا بدن پونچھا جاتا ہے۔ (برہان و جہانگیری)
- (۲) آبچین وہ کپڑا ہے جس سے بعد غسل زندہ و مردہ دونوں کا بدن خشک کیا جاتا ہے (سدا مانی و رشیدی)
- (۳) آبچین حمام کی وہ لنگی (فوط) ہے جس سے بعد حمام بدن کا پسینہ خشک کیا جاتا ہے (سرددی) (مگر اس نے بغیر تنقید قول جہانگیری بھی نقل کیا ہے۔

میں نے فارسی نظم و نثر میں آبچین کو بہت ڈھونڈا، لیکن فردوسی و اسدی کے ایک ایک شعر اور غالب کی نثر (دستبنو) کے سوا کہیں نہیں ملا۔ یہاں ان کتابوں سے بحث نہیں جو اس سے بحیثیت لغت بحث کرتی ہیں۔ ان دونوں شعروں میں اس کا تعلق مردے سے ہے اور غالب کے یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ چنانچہ اس کا مرادف انھوں نے ”رومال مردہ شو“ لکھا ہے۔ یہ اس سے مانع نہیں کہ یہ زندوں کے لیے بھی مستعمل ہو، لیکن اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، اور یہ نہ ہو تو اس پر اصرار کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ غالب کا ایرانی ترجمہ نقیین ہے کہ عبدالصمد کی طرح فرضی ہے۔ برہان پر ان کا اعتراض محض قیاس پر مبنی معلوم ہوتا ہے، اور



آب خشک کن نیز اطلاق کنند۔ لفظ 'نیز' اس پر دلالت کرتا ہے کہ اور معانی میں بھی مستعمل ہے، مگر انھوں نے باوجود اس کے کہ اس کے متعلق جو اختلافات ہیں ان سے ناواقف نہ ہوں گے، صراحت غیر ضروری تصور کی۔

اُن ہندوستانیوں سے جو ایران گئے ہیں میں نے آپجین کے بارے میں دریافت کیا۔ ان سے مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ میرا گمان ہے کہ: اُن معانی میں جو بوہان و سورو و سامانی وغیرہ میں درج ہیں، بدقوت سے مستعمل نہیں، اور کاغذ آب خشک کن، یہ اس کا اطلاق تو یقیناً بالکل زمانہ حال کی بات ہے۔ اہل لغت کے اقوال کی بنا سماعت پر نہیں، اشعار فردوسی و اسدی میں اس کے وجود پر ہے۔ اگر یہ لفظ فردوسی و اسدی کے بعد بھی استعمال ہوتا رہتا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں کے بعد کسی ایرانی کی نظم و نثر میں نہیں ملتا۔

بہر حال، افسوس ہے کہ میں آپجین کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات اس وقت نہیں کہہ سکتا، بعض اور کتابوں کی طرف رجوع کے بعد ممکن ہے کہ آئندہ کوئی قطعی بات اس کے متعلق کہی جاسکے۔

(نیا دور، اگست ۱۹۶۳ء)

### آ. بچین: توضیحات

اس میں بوہان فاطمہ کی عبارت متعلق آپجین بدوں تنقید نقل ہوئی ہے اور فردوسی و اسدی کے اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں۔ فردوسی کے شعر مندرجہ فرہنگ جہانگیری کے ساتھ کے ۲ اور شعر درج ہوئے ہیں کہ محل استنمال اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے اسے عربی میں ظیفہ وغیرہ کہتے ہیں اور اس کا استعمال "آب خشک کن" کی جگہ کہ روشنائی اس سے خشک کی جاتی ہے "بے تناسب" معلوم نہیں ہوتا۔

(نیا دور، ستمبر ۱۹۶۳ء)



دوسروں کے اعتراض کی بھی عجب نہیں اگر یہی نوعیت ہو۔

اسدی کے گہ شامپ نامہ میں آپجین آیا ہے، لیکن اس کی فرہنگ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ اس سے قبل جو فرہنگ یا فرہنگیں لکھی گئیں وہ اب موجود نہیں۔ بعد کی فرہنگوں میں سب سے قدیم جو میری نظر سے گزری ہے تو اس غزنوی کی فرہنگ ہے، مگر اس وقت میں یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ اس میں یہ لفظ ہے یا نہیں۔ معیار رجحانی میں جو عماد حافظ کی تالیف ہے یہ لفظ نہیں۔ محمد ہندو شاہ کا لغت ایران میں چھپ گیا ہے، مگر ابھی تک میں نے اسے نہیں دیکھا۔ سرور کی لغت کی روایت اول (نسخہ پینڈ) سے یہ لفظ غیر حاضر ہے۔ فرہنگ جہانگیری میں موجود ہے اور سرور کی روایت دوم میں جو جہانگیری سے استفادے کے بعد لکھی گئی ہے، یہ ملتا ہے اور بعد کی فرہنگوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔ علی اکبر خدا کے لغت میں غالباً یہ لفظ ہے، مگر وقت کی تنگی کے باعث ابھی اُس طرف رجوع نہیں کر سکا۔ توقع تھی کہ بوہان فاطمہ کے حواشی نوشتہ ڈاکٹر محمد بن میں اس کی بحث ہوگی، مگر انھوں نے اس لفظ کے متعلق صریح یہ لکھا ہے: "امروز آپجین بکاغذ

(۱) میرے مضمون "آپجین" مطبوعہ نیا دور (اگست ۱۹۶۳ء) میں جس جگہ بھی میر سعاد علی خاں یا سعاد علی خاں ہو، اُسے میر سعاد علی سمجھا جائے۔

(۲) صحاح الفرائد مولفہ محمد بن ہندو شاہ بخجانی (ماہ ہشتم ۱۱۰۰ھ) نظر سے گزری۔ اس میں آپجین کی بحث نہیں۔

(۳) علی اکبر خدا ایران حاضر کے مسلم الثبوت محققین میں تھے۔ ان کی فرہنگ جو نامہ تمام رہ گئی تھی ان کی وفات کے بعد مکمل کی جا رہی ہے۔



# قاطع برہان اور پیے وابدام

(۱) نے

برہان قاطع بنی کبر اول دہائی تہائی مجہول کشیدہ مصحف و کلام خدا .... وبقیم اول ہم آمدہ

قاطع برہان: سو فرہنگوں میں بھی پنے بمعنی قرآن لے، تو میں باور نہ کروں۔ دلیل یہ کہ قرآن قلم و عرب میں پیمر عربی پر زبان عربی میں نازل ہوا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ زبان درسی میں اس کے لئے نام رہا ہو۔ ظہور اسلام عہد خسرو پر دیر میں ہوا، اور زبان پارسی کا آغاز پارسیوں کی دانست میں آفرینش عالم کے ساتھ ساتھ ہوا، مورخین اسلام بھی عہد کبیرت سے اس کی ابتدا سمجھتے ہیں۔ شہود مسیحی سے قبل وجود اسم نہیں ہو سکتا۔ یہ کہا جائے کہ پنے پارسی میں گفتار خدا کو کہتے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ پارسیوں کے نزدیک دساتیر و زند و استا کلام الہی ہے۔ لیکن وہ دساتیر و خیر و کد (آں را) نامہ آسمانی اور فرامین زاد کہتے ہیں، پنے نہیں۔ اس کے باوجود تسلیم کیا (پذیرفتیم) کہ کلام الہی کہنے کہتے ہیں جیسے روضہ رضوان کا نام بہشت و دینہ ہو گیا ہے۔ عرب و عجم غلط ہوئے تو حجت و فردوس و بہشت و دینہ نگہ ریش و گذارش میں رائج ہوئے اور نماز و صلوة و روزہ و صوم میں باہم اختلاط و امتزاج پیدا ہو گیا۔ جس طرح رسول کو پیمر کہنے لگے تھے، قرآن کو بھی پنے کہہ سکتے تھے۔ چنانکہ رسول را پیمر گفتند قرآن شریف را پی چرا گفتند (غالب کہ اس کا علم نہیں تو کیا نقصان ہے، سامان عجم کے ترجمہ دساتیر میں یہ لفظ نہیں آیا تو کیا ڈر ہے اور زبان نہ خلق نہیں تو کیا غم ہے۔ دکنی (صاحب برہان قاطع) نے لکھا ہے ترجمہ ہو گا۔ یہ قول فیصل ہے اور مجھے کچھ اور کہنے کی مجال نہیں۔ سچ یہ ہے کہ پنے فارسی مستحدث ہے اور فارسی مستحدث سے مراد وہ نام ہیں جو اختلاط عرب و عجم کے بعد اہل عجم نے اپنی زبان میں مقاصد اہل عرب کو دیے۔ متاخرین کے لئے لازم ہے کہ فرہنگ لکھیں تو ایسے الفاظ کے مستحدث ہونے کی طرف اشارہ کر دیں کہ حق تحقیق ادا ہو سکے۔

محقق قاطع برہان: غالب کا کلیہ کہ وجود اسم شہود مسیحی سے قبل نہیں ہو سکتا غلط ہے۔ عتاب الہی حضرت آدم پر نازل ہوا، تو انھوں نے کہا کہ الہی مجھے محمد کے طفیل بخش دے۔ خدا نے پوچھا کہ یہ نام کس طرح معلوم ہوا، جواب دیا کہ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ قرآن میں

آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا۔ کہ یاقی من بعدی اسمہ احمد فریدیہ کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق امام مہدی کا وجود زمانہ آخر میں ہوگا، اس کے علاوہ اور آثار قیامت بھی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ کلیہ درست نہیں کیا عجیب اگر زندگی اسی طرح اپنے سے قرآن مراد ہو۔ ہاں، اگر ہر مژدہ عبد السمہ نے یہ راز کہہ دیا نہیں ہے۔ خلیفہ میں غالب کے گوش گزار کر دیا ہو تو اور بات ہے۔ وہ کسی کی کیوں سننے لگے۔ غالب کے نہ جانے اور ترجمہ دساتیر سے غیر حاضر اور زبان نہ خلق نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ حکیم محمد حسین تبریزی نے جو کچھ لکھا ہے وہ کتب لغت اساتذہ سے جن میں اہل زبان کے اشعار بطور سند موجود ہیں، نقل کیا ہے۔ غالب غیر زبان ہیں اور پیرو سخندران اہل زبان پیشین و پسین بھی نہیں بلکہ اکمل فن کلام پر خندہ زن ہیں، اور ان کے مستعمل الفاظ پر اردو اجتہاد زبان دانی معترض۔ قول برہان لا زنا صحیح ہے، غالب کو گفتار کی مجال کہاں! غالب نے فارسی مستحدث کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زبان فارسی قدیم میں پنے کلام خدا کو مطلقاً کہتے تھے۔ خواہ تورات ہو، خواہ انجیل، اختلاف عرب و عجم کے بعد فارسیوں نے قرآن کو پنے کہنا شروع کیا اور آغاز میں یہ نہیں کہ فارسیوں نے تجویز باہم سے ایک بالکل نئے لفظ کو قرآن کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ یہ کہا جائے کہ پنے اس لئے فارسی مستحدث ہے کہ اتنی دیر (چندیں دیر) کے بعد قرآن پر اس کا اطلاق ہوا تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ہر پہلے سارہ مشتری اور روز اول ماہ شمسی کا نام تھا۔ پھر ہمن بن اسفندیار کے بیٹے کا نام قرار پایا اور سیکڑوں سال بعد غالب کے استاد کا نام رکھا گیا۔ اس بنا پر ہر مژدہ مستحدث نہیں کہا جاسکتا۔ ترجمہ دساتیر میں نہیں تو واقعی کچھ ڈر کی بات نہیں، عربی کے کئی (چند) مصادر قرآن میں نہیں آئے ہیں اہل عرب اس کے باعث یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عربی نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس پنے ترجمہ دساتیر میں نہ ہونے کے باوجود بھی فارسی مستحدث نہیں۔ فرہنگ ہانگیری میں جو پچاس فرہنگوں پر مبنی ہے، یہ لفظ بمعنی قرآن بہ سند سنائی ورونی موجود ہے، غالب کو کون پوچھتا ہے؟ شعر سنائی ورونی نہ ہر مژدہ عبد السمہ ایک فرضی شخص جو قبل غالب سامان پچہ کی اولاد سے تھا۔

غالب کو یہ علم نہیں کہ دیری کیا ہے اس کی بحث مقدمہ برہان قاطع مرتبہ ڈاکٹر محمد معین مصفا میں دیکھیے۔ یہ یہ کس نے کہا ہے؟ سہہ صمیم کبر مرث۔ مترسایہ مرث۔ سہہ صمیم زند۔ سہہ دساتیری لفظ = آسمانی زبان۔ سہہ غالب کو محمد حسین کے دکنی الموار ہوئے پراصرار ہے۔ سہہ دفرنی شخص جس کی پیریز کا دعویٰ کیا گیا ہے اور جسے دساتیر کا مترجم و مفسر بنایا گیا ہے۔ متن دساتیر اور ان کا تفسیر و ترجمہ سب ایک ساتھ ہے۔ سہہ یہ صحیح ہیں۔



## فی الترتیب -

نرم دار اور انزل زہر انحق انکرا اصوات خزانہ اندرین صورت حیر  
 گزشتہ زید و عمر و راشد کا رنگ و بد در پی پی جمیت نم المولے و لغز الفیفر  
 خفیف را تو بے خصیہ مدان از پی ذابا، نصر اللہ خزان  
 لطائف غلیبی بپارس کے منافقوں نے بعد استیلائے عرب  
 کیش اسلام از راه فریب اختیار کیا، زردشت کی عظمت کے لہار  
 میں معراج اور نظارہ خلد و سقر مع اخبار معاد جیسا عظیمی اسلام  
 سے سنا ہر شے کا ایک مسمی وضع کر لیا۔ پنے اور کر اسہ اور ضیود و جیود  
 سب الفاظ سولے نماز کے گھڑے ہوئے ہیں، اور یہ صنعت  
 عرب و عجم کے احتلاط کے تقویر سعدن بعد و لے کار آئی، چنانچہ خلیفہ  
 ثانی کی خلافت میں ایک پارسی کی فتنہ انگیزی کتب سیر و اخبار میں  
 مندرج ہے۔ اب یہاں یہ خبر کرنا چاہیے کہ شعور سی کا چرچا تہ ثالثہ  
 ہجریہ میں ہوا ہے، چنانچہ رودکی مداح امیر اسمعیل سامانی اسی  
 سنہ میں تھا۔ عسجدی و عذصری و قیقی و فردوسی یہ سب  
 سلطنت محمود غزنوی میں کماؤ را بعہ ہجریہ شروع ہو گیا تھا،  
 بروئے کار آئے، کتب عربیہ سے آداب شعر و عروض و قافیہ و میزان  
 بحر افد کر کے زبان پارسی میں شعر کہنا اختیار کیا، وہ الفاظ مستحدث  
 اکثر درج منظومات کرتے رہے چونکہ ان لغات کے وضع بطرف  
 فرہنگ لکھنے کے متوجہ نہ ہوئے تھے، جیسا جس نے شادویا لکھ دیا جیسا  
 جس نے لکھا ہوا دیکھا دیا لکھ لیا۔ الفاظ حقیقی فارسی قدیم میں بھی  
 بحسب ضرورت یا از راہ اظہار قدرت لفظاً معنائتوں کیا۔ جیسا کہ  
 فاوڑ یعنی مغرب و باختر یعنی شرق لکھا، پھر شعرا نے عہد محمود غزنوی  
 کے بعد بدعتیں اٹھتی گئیں اور الفاظ غریبہ موضوع ترک ہوتے گئے  
 یہاں تک کہ ضیود و جیود فردوسی و اسدی یا شاد و نادر اور شعرا کے  
 کلام میں ایک آدھ جگہ کے سوا کہیں پایا نہیں جاتا اور یہ جہ متاخرین  
 میں فرشتہ بہرام وغیرہ تلامذہ آذرکیوں نے اپنی نظم میں ان الفاظ  
 یا صراط کا ذکر لکھا ہے یہ لوگ تو واضعین لغات کے اخلاف و عقاب  
 میں سے اور اپنے اسی عقیدہ زردشتیہ پر ثابت قدم تھے، کیوں  
 نہ لکھتے؟ کلام ان علمائے عجم میں ہے جو علمائے اہل اسلام میں  
 سے تھے انھوں نے باختر اور خاور کا اضداد میں سے ہونا متروک  
 اور لغات موضوعہ مادہ کا استعمال تک قلم ترک کیا، فاقائی  
 اور ناہر خسرو علوی کی نظمیں کراشہ اور پنی کہیں کہیں نظر آتا ہے  
 بعد ان کے یہ لغات یک قلم متروک ہو گئے۔ نظامی و سعدی و جامی

اور ان کے مابعد مجبور ناظرین نے اس طرف توجہ نہ کیا۔ یہ  
 یہ فرہنگ لکھنے والے نہ ان کے پاس ماخذ نہ ان کے ہاتھ میں  
 کوئی میزان، اشعار قدما میں لغات دیکھ دیکھ کر موافق محل و مقام  
 وہ بھی از روئے قیاس معنی لکھتے گئے۔ تین سو برس میں یعنی خلیفہ  
 ثالثہ کے عہد سے محمود غزنوی کے وقت تک نقل و نقل پہرے میں کیا  
 کیا تصحیف و تحریف واقع ہو گئی ہوگی اس سے بڑا کچھ سات سو  
 برس میں کیا صورت ہو گئی ہوگی۔ فرہنگ جہانگیری اور مثل اس کے  
 اور فرہنگیں جن کے نام جن جن کر پوچھ پوچھ کر کشتی سعادت علی نے  
 تب محرق (محرق قاطع برہان میں لکھے ہیں، ان میں خط و خط و غلط  
 و غلط کے سوا حسن تحقیق کہاں محققین امور دینی میں مجتہدین کے  
 قیاسات میں شامل رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ منقولہ کا معقولہ ہے اور  
 نقل کا مدار مجتہدوں کے قیاس کے مان لینے پر ٹھہرا ہے۔ عقلا امور محمول  
 میں اپنے عقل کو کیں دخل نہ دیں اور اپنے عقل و قیاس کو کیوں بیکار  
 چھوڑ دیں؟ تفسیق حق نہیں ہیں ہم کیونکہ لفظ لغات متعددہ کو حق مانیں؟  
 ہاں اگر زردشتیوں میں سے کسی نے فرہنگ لغات فارسی لکھی ہوتی  
 یا اسرا ان پنج نے کوئی مجبور فراہم کیا جتنا یا متاخرین میں سے آذرکیوں  
 کی کوئی تحریر ہو جو دہوتی اور ہم اس کو نہ مانے اور وہاں اپنے قیاس کو  
 دوڑائے تو عقل کے فتوے کے مطابق کا فر ہو جاتے۔ کیا امرے کی ہا  
 ہے، رودکی اور فردوسی و عسجدی و قیقی سے لے کر مولوی جلال  
 جامی تک کہ نہ ہی المتقدمین اور صاحب تصنیفات کثیرہ ہے اور  
 پیر ظہری و نظیری اور ان کے نظائر سے لے کر شیخ محمد علی خرمی  
 منتہی المتاخرین تک کسی نے نہ کوئی فرہنگ لکھی، نہ کسی نے کوئی  
 قواعد فارسی کا رسالہ تصنیف کیا۔ اہل ہند نے تین تین سو چار چار  
 سو برس سے شغل فرہنگ نویسی اختیار کیا۔ نہ زبان دان نہ شعور  
 اشعار شعرا کو ماخذ ٹھہرا کر مطابق اپنے قیاس کے اسناد کرنے  
 لگے۔ قیاس کمتر مطابق واقع بیشتر غلط اسلئے علم لغات انہام مختلف  
 قیاس اور نقل اور تقلید پر مدار ہے اصل دعویٰ کی حقیقت پر اصرار  
 محقق کو حق ہونے کی وہ منزلت ہے جو منصور کو انا الحق ہونے پر تعزیر  
 ہوئی تھی۔ صفحہ ۲۲ یا صفحہ ۲۲ پنے اور کر اسہ اور ضیود کا ذکر بھی  
 جملہ آگیا ہے۔ تفصیل کی احتیاج نہیں ہے۔ صفحہ ۳۱

سالم برہان، برہان فی مطلعہ کلام الہی کے معنی میں لکھا ہے  
 قرآن کی تخصیص نہیں کی۔ حالانکہ ابراہیم خرمی وغیرہ نے کی ہے۔

دوسری طرح یہ مطابق مریدہ سے صحیح رودکی۔ شہ سے مراد مادہ۔ شہ عہد رمانی کا شعر ہے۔ شہ چینیہ وغیرہ کی بحث غالب بحیثیت محقق (نقد غالب)  
 میں دیکھی جائے۔ شہ جہانگ میرا علم ہے فرزانہ بہرام متاخر تھا، اس کی ایک کتاب نشر ہو چکی ہے، لیکن یہ ناقص ہے۔ شہ عربی لفظ ہے۔ (ملاحظہ ہو)  
 متاخرین میں جلالائے طباطبائی کے یہاں ملتا ہے۔ شہ پوچھنے کا کیا سوال ہے؟ صاحب محرق نے فرہنگوں کی  
 فہرست دیا چہ فرہنگ جہانگیری سے نقل کیا ہے اور معارف فرہنگ جہانگیری کے ذکر کے بعد محرق میں مندرج ہے صفحہ ۸۔ شہ آذرکیوں  
 بھی انھیں منافقین کے اخلاف و عقاب ہیں سے تھا جو نقل و غالب وضع الفاظ موضوعہ تھے، امتا اور اس کے تلامذہ میں فرق کی وجہ سے (۹)



دلفاب ابو نصر فراہی) ایک شاعر کہتا ہے :-

ز سیرہ مشورہ قرآن اسطر سطر لہجہ

بآیہ آئہ انجیل و حرف حرف نبی

خسر و کا قول ہے :-

اگر نہ نبی گفتہ اد گفتہ مردہ تو آن خواند اگر خفتہ

غالب کی ہا ز عبارت اور خوبی اشارت کا کیا کہنا! پہلے تو یہ لکھا کہ سیرہ مشورہ میں بھی ہے یعنی قرآن ہو تو قبل نہ کروں، بعد کہ کسی فرہنگ مثلاً ترجمہ میں یہ لغت ملا تو اسے مستحیث قرار دیا، اور اپنی تحقیق کو خود مٹایا۔

مؤید برہان :- اسے فائدہ بر انداز زبان فارسی، تو گفتار صد فرہنگ باور نمیداری اگر اس لفظ بدیں معنی در کلام اساتذہ کرام کہ نزد تو ہم قول ایشان مسلم القبول است۔ یعنی قبول خواہی کرد یا نہ؟ ہوش نگار و گوش دار در اداتہ الفصلا و طر فتامہ۔ چینی بالکسر قرآن مجید فہمی نیز گویند۔۔۔ و یکذاتی مؤید الفصلا و دار الفاضل و جہانگیری۔ و سروری صفابانی و جمیع الفرس بنی و فوی بدیں معنی آورده و صاحب رشیدی گوید :- بنی و فوی قرآن مجید فہمی نیز "خاں آرزو گوید چون قرآن مجید عربیت و زبان فارسی قدیم پس یا اس لفظ اس حدیث سے یاد فارسی معنی دیگر باشد لیکن آن معنی معلوم نیست۔۔۔ و اکثری از فرہنگیاں تمسک اند بایں اشعار اساتذہ مشہد و حکیم سنائی نرم و در الخ "مولوی معنوی" مرصعینان الخ، (اس کے بعد صاحب شرفیادہ کے دو شعر ادیب صابر و رستمیہ گوید بسورہ سورہ الخ۔ صاحب دلفاب الصبیان گوید۔ تختی و ضلالت گری بعض دعا و است و شمنی۔ تلفا جہدہ، قرآن نہی قبیان بیان آئہ نشان۔

قاطع القاطع۔ دانشور جانتے ہیں کہ اس جگہ اکبر آبادی نے یادہ گوئی کی داد کس طرح دی ہے۔ (شعر سنائی و رومی و اقوال صاحبان فرہنگ جہانگیری و فرہنگ رشیدی کی طرقت اشارہ فارسی کی تواریت کے بارے میں جو لکھا ہے وہ بھی محل قائل ہے۔ وجود عالم ظہور آدم سے ہزاروں سال قبل سے ہے اور فارسی و عربی وغیرہ آدم اور ان کے فرزندوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ زبان اور عالم تو ہم کس طرح ہو سکتے ہیں؟ شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ظہور آدم اور آغا عالم کا زمانہ

ایک ہے۔ غالب نے تاریخ دانی کا بھی بلند کیا ہے، ایک تو کہہ جاتے نہیں۔ دوسرے یہ کہ بید جہاں یہ بھی نہیں جلتے کہ نہیں جانتے۔ مستحیث ہو تو ہو، اس سے بحث نہیں کر سکتے یہ ہے کہ اپنی کلام نہ ہے اور اساتذہ کے یہاں اس کی ضرورت نہ ہے۔

### تیمصرہ

۱۔ غالب پہلے قطعی طور پر منکر ہیں کہ فارسی میں ہے یعنی قرآن ہے۔ اس کے بعد اس کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن پھر یہ کہہ کر کہ نہ ترجمہ دساتیر میں ہے، نہ غالب کو اس کا علم ہے اور نہ زبان تو خلق ہے، انکار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بالآخر یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ افندہ فارسی مستحیث ہے اور اعتراض صرف اس پر ہے کہ اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ یہ عجیب روش ہے، اگر صرف اسی پر مقرر ہوتا تھا تو اسے طول کلام کی حاجت نہ تھی۔

۲۔ ترجمہ دساتیر میں نہ ہونا اپنے کے قدیم فارسی لفظ ہونے سے مانع نہیں، ترجمہ لغت کی کتاب نہیں، کیا ضروری ہے کہ فارسی کے کل الفاظ اس میں آجائیں۔ یہاں میں نے اس سے قطع نظر کر لی ہے کہ دساتیر کی طرح اس کا ترجمہ اور تفسیر (دو وزن ساتھ ہیں الگ الگ نہیں، بلکہ متن دساتیر بھی علیحدہ نہیں پایا جاتا) بھی جلی ہے اور عہد اکبری یا جہانگیری کی پیداوار ہے ۳۔ برہان قاطع کے مؤلف کا جو نصب العین ہے اور جس کی وضاحت اس نے اپنے دیباچے میں کر دی ہے، اس کے پیش نظر، اس کے لئے یہ بتانا کہ یہ فارسی مستحیث ہے ضرور نہ تھا۔

۴۔ "فارسی مستحیث" کی جو تعریف غالب نے کی ہے۔۔۔۔۔ صحیح نہیں۔ "مقاصد اہل عرب" کی قید غیر ضروری ہے۔

۵۔ نیچے گئی ایرانی استاد غالب بحیثیت محقق و نقد غالب میں ملیں گی، ادیب صابر اور صاحب دلفاب الصبیان کے بعد کے لوگوں نے بھی اسے معنی قرآن استعمال کیا ہے۔

۶۔ محاکمہ معرین نے حاشائی برہان قاطع میں اس کے متعلق لکھا ہے :- پہلوی (NIHĀK) NIPĒK و در شہ نامہ ادبیات (ادقالات) بہرہ نیز = NUDE

NUVE پاستاد SALEMANNA  
NOCH EINMAL DIE .....  
SELB. + UKISCHEN VERSE

MEH KSIAT K, 217 از رشتہ رشتن میدانہ استنق ۱۰۵۱، ولی "پوشمان" ۱۰۵۱ "فیدلید۔ نوی = بنی نیتواند بایں رشتہ متعلق باشد" مولف فرہنگ نظام این کلمہ را اپنی "بکسر نون و بابائے فارسی ضبط کردہ است! نرم در آواز الخ۔ سنائی غزنوی دیوان صفحہ ۱۴۱

بلکہ مؤید میں قسوب یہ ادیب صابر، اس کے دیوان میں ہے۔ ۱۵۰ صحیح قرینیت، اور یہی مؤید میں ہے۔ ۱۵۱ اس وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ شعر واقعی اس میں طسیر ہے یا نہیں اور خسر و اس کے مصنف ہیں یا نہیں۔ ۱۵۲ ابو نصر فراہی۔



اس سے بالکل واضح ہے کہ لفظ قدیم ہے لیکن قرآن کے معنی میں استعمال جدید فارسی میں ہوا۔

۷۔ سفارسی لغات کے متعلق جو کچھ غالب نے لکھا ہے وہ قطعاً غلط ہے، ایرانیوں نے (زردشتی، مسلم، ہر دو) لغات لکھے ہیں اور ایرانیوں کی لکھی ہوئی قواعد کی کتاب بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غالب نے قاطع برہان طبع اول میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ لغت اور قواعد کی کتابیں صرف ہندوستانیوں کے قاسم سے نکلی ہیں، پہلے پہل یہ بات انھوں نے لطائف غیبی میں کہی اور اس کے بعد کئی جگہ تحریر کی۔ میں نے لغات کے بارے میں غالب بھٹیٹ محقق (نقد غالب) میں بحث کی ہے، اور ڈاکٹر محمد معین کے مقدمہ برہان قاطع میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۸۔ حواشی میں چند جزوی امور سے بحث کی گئی ہے کچھ نظر انداز ہوئی۔

اضافہ۔ صحاح الفرس مؤلفہ محمد بن ہندو شاہ بخجراتی (۱۳ویں صدی ہجری) طبع ایران صفحہ ۳۰ میں ہے۔  
”پنی قرآن مجید باشد و نوی نیز گویند، ادیب صابر گفت ”لبورہ سورہ الخ“ پدرم گفت رحمہ اللہ“  
یا رب ای خالق مکان و زمان

سرمل و منزل بنی و پنی  
من درویش را بہ بخش غنی  
من درویش را فرست سقی“

(۲) ایدام

برہان قاطع ایدام بادل اجد یعنی جست کہ در مقابل جوہر باشد

قاطع برہان ”ایدام بمعنی جسم اگر باشد گوہر جوہر مقابل جسم چکر نہ تو اندر بود؟ تقابل جسم پار دست و تقابل عرض با جوہر قطع نظر ازین تفرق اندام بمعنی جسم چہ معنی دارد؟ ایدام یا ایدانست کہ در عربی جمع بدست یا ہمال اندامست بنون کہ لغت فارسی است ساطع برہان ”اول ناظرین چشم انصاف کشا یند پس شوق عبارت معترض درآیند و این مجہولات را کہ اول اقرار ازینکہ ایدام بمعنی جسم اگر باشد گوہر، بعدہ انکار کہ ایدام بمعنی جسم چہ معنی دارد ملاحظہ فرمایند۔ جویش ایتکہ ایدام بموجہ در دستا یند نامہ اول مہ آباد ایدام و ایدامانی بمعنی تن و تنائی موجود۔ دیگر ایتکہ در عرف اطباء روح جسمت بطیہ بخاریکہ از لطافت اخلاط در دل بچہبت امتزاجی مخفی من متکون میشود، بواسطہ شرا ین در اعنایہ نشر گرد۔ پس ثابت شد کہ روح جوہر و جسم کہ قائم

بد دست عرضست۔ اگر جامع جسم را عرض گفت بیجا نہ گفت اگر گوئی کلام در مقابلہ لفظیست، گویم ضرور نہ دارد، در کلام شعر اصد جایی، اگر سوز خواہی باید کہ بہ شامنامہ شتابی۔ چند جا آشکارا و راز بجائے آشکارا و نہاں آورد و چنانچہ معترض ہم در آخر شرح لفظ زخارفرا یند کہ مقتدر مقبیل و مضموم مذموم مقبیلہ مقبیل بامرد و دست، نہ مذموم و مقابلہ مذموم محمد و دست نہ مقبیل۔

مؤید برہان خوبی ترتیب منعمہا در عبارت غالب مشاہدہ کردیم و خان آرزو نیز دریں مقام رد بجائی نبرد و بر زبان آورد کہ ایدام بمعنی جسم و تن چوں در سیج فرنگ معتبر نیست بلفظ اندام تحریف است انتہی حقیقت ایت کہ ایدام لفظیست ازمن دستا یر کہ در یاد ہمیں فقرہ نامہ بنام شست و خستوران و خستور مہ آباد فردا کردہ ”بیرزات لائین و ندر منر لائین و اساتین نوار سیامک را موس فرسود یمنی لی جز کتف و آت جہر و ایدام فایدامانی و نیاس فردن و راب و زاب کہ نام نماد و ہوشہر نہاد افسرید“ بندگی ساسان پنج ہر چہ اش میفرماید۔ یکتای بی امید مرزا ز بخشنگی و نیکی گردن نخست آند و در ستہ گوہری بی پیوند و بند مایہ و پیکر و دان و ہنگام تن و تنائی و نیاز و آرزو و تن و گوہر و فرد و زہ بہنام مام و سر و شبد و فرشتہ سالار مہر خواں آفرید“ تن و تنائی“ ترجمہ ایدام و ایدامانی واقع شدہ۔ زبان متن دستا یر بیچیکہ از الہ متعارفہ مانا نیست و حکیم برہان در کجاش لغات دستا یر منفرد است، پس نہ شستن ارباب فرنگہائی متداولہ این لغت را کہ از الہ سچو شہ آیشاں نیست باعث دکن غلطی چرا تو اندر بود؟ و افکار غالب از تقابل جسم با جوہر مطلقاً صحیح نیست شاید کتب متکلمین ملاحظہ نہ کردہ۔ این طبقہ عالیہ تصریح نمودہ اند کہ موجودات خارجی از دو حال بیرون نیست، عین است یا عرض، و اعیان ہم از دو صورت بیرون نہ جسم است یا جوہر چنانکہ عبارت عقائد نفسی بریں ناطقت۔

للعالم جسم اجزائہ محدث اذ هو اعمان و اعراض  
فلا عیان مالہ قیام بذاتہ و هو مرکب و هو الجسد و  
غیر مرکب کا مجموعہ انتہی

الحاصل کہ عین کہ با عرض مقابل است بر دو نوع مجر و مادی مشتمل و اطلاق جوہر بر مجردات شائعات، و در مادیات لفظ جسم مستعمل پس جسم جوہر کہ باہم تقسیم اند تقابل دارند بچہبت ترکیب و عدم آن، و ہمیں نوع تقابل است در اسم و صفت بخلاف قائم قاطع القاطع نخست میگوید ایدام بمعنی جسم اگر باشد گوہر و باز ازین معنی انکار نہ ماید و میفرماید کہ ایدام بمعنی جسم چہ معنی دارد یعنی قول اول خود را غلط میدارد، حیراتم اگر غلط بود چرا انکارش نمرد و



حالانکہ وہ اس کے بڑے معتقد تھے، انہوں نے نہیں دیکھے اور دیکھے تو ان کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس نے ابدام بمعنی جسم استعمال کیا ہے۔ میں نے آذرکیوان کی ثنوی کے بعض اشعار غالب بحیثیت محقق (نقد غالب) میں نقل کر دیے ہیں اس جگہ ان کا اندراج غیر ضروری ہے۔

۳۔ حاشی برہان مرتبہ ڈاکٹر محمد معین میں صرف اسی قدر ابدام کے متعلق ہے۔

”موید الفضل ابھیں معنی آورده، شاہدی برائی اس دیدہ نہ شد، متحمل است مصحف ابدام باشد لغت نامہ یہ بات موید الفضل کے نسخہ مطبوعہ سے متعلق ہے، نسخہ خطی (کتب خانہ خدابخش) میں ابدام، موجود نہیں۔ مطبوعہ نسخہ معتبر نہیں، اس میں جیسا کہ فیروانی نے ایک جگہ لکھا ہے کسی نے تصرف کیا ہے۔

۴۔ صاحب قاطع القاطع کا یہ قیاس بالکل غلط ہے کہ مرتبہ سلیمانی وغیرہ میں ابدام موجود ہے۔ غالب کا اسے قبول نہ کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انہیں اس کا دساتیر یا ثنوی آذرکیوان میں ہونا معلوم نہ تھا، ورنہ وہ دساتیر کو زبردستیوں کی کتاب مقدس سمجھتے تھے اور آذرکیوان کے بڑے معتقد تھے۔

۵۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ صاحب دساتیر (برٹس) قوی قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دساتیر مع ترجمہ تفسیر خزانہ آذرکیوان سے ہے، کے وضع کردہ الفاظ میں ہے

اگر نگاشتہ بود افکار از ان چراغ نمود۔ عرض این لغت را در فرنگهای موجودہ کہ از دوسرہ نسخہ بیش نیست، در نیافتہ ام لیکن لغت مذکور را تمامی کتب کہ منقول عنہ کتاب برہان است نیاید دید ہرگز در خود اعتراض نباید فہمید یقین کلیست کہ در سروری و سرمد سلیمانی وغیرہ انہا میں لغت را نامی و معنی میں را نشانی خواہد بود پس بی مطالعہ کتب مذکورہ اعتراض محض بیجا است دلیل قوی بر صحت این لغت آنست کہ جمیع لغات مذکورہ برہان ہمہ غیر صحیح و نادرست چنانکہ از مطالعہ قاطع القاطع کہ خورشید است صافح، موید است ہمیں دریں صورت لغت مذکور یعنی ابدام و معنی آں بے تاثر درست و صحیح و اعتراض معترض بیشک نادرست غیر صحیح خواہد بود“

### تبصرہ

۱۔ ساطع کے مولف، جو عبارت سے محروم ہو گیا تھا دساتیر سے سند نکالنا دطلب ہے، یہ البتہ تعجب کی بات ہے کہ غالب جن کے پاس دساتیر موجود تھی، اس سے واقف نہیں کہ متن دساتیر میں ابدام بمعنی جسم آیا ہے۔

۲۔ یہ لفظ بمعنی جسم آذرکیوان کی ثنوی میں بھی آیا ہے، اور اس کے چند اشعار جو دبستان مذاہب میں مندرج ہیں ان میں بھی یہ لفظ بمعنی مذکور موجود ہے۔ دبستان بھی ان کتابوں میں ہے جو غالب کی نظر سے گزری تھیں، تعجب ہے کہ آذرکیوان کے اشعار



## لطائف غیبی

میر سادات علی نے قاطع برہان کا جواب محقق قاطع برہان کے نام سے لکھا تھا۔ غالب نے اول تو ایک رسالہ کسی نام کے فقیر عبد الکریم کی طرف سے ان کے خلاف لکھا جسے اپنے ایک خط میں انہوں نے سوالات عبد الکریم کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ضخیم تر رسالہ سیاح کی طرف سے بنام لطائف غیبی تحریر کیا اور اسے دہلی کے اکمل المطابع میں ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا۔ دوسرے نے اس سے مفصل بحث کی ہے کہ یہ غالب کی تصنیف کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس پر غالب شناسوں کا اتفاق ہے اس کے متعلق کچھ اور لکھنا غیر ضروری ہے۔ اس مقالے میں یہ دکھایا جائے گا کہ اس رسالے میں غالب کا ہجو اور اسے لال کیا ہے اور محقق قاطع برہان کے مطالب سے کس حد تک انہوں نے تعرض کیا ہے۔

غالب خود اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

(۱) ”اللہ غالب نام آور نامدار کوئی شہر ایسا نہ دیکھا جس میں ان کے دو چار شاگردوں میں معتقد نہ دیکھے ہوں۔ ایک عالم ان کی فارسی دانی اور شیوہ ایبانی کا مستر، نظم میں ظہوری و نظیری و عربی کے برابر، شریں شار ان سابق و حال سے بہتر، لطائف غیبی ص ۳۲، (۲) ”باوجود صفت امامت صاحب کمال گیارہ روز گاہ اہل ہندوستان کا مطاع مسائل منطق فارسی کا منشی..... طرز بیان میں ایک عالم اس کا معتقد“ (لطائف غیبی ص ۳) ”آج انشاء اور انشا کے مجموعہ فنون میں ایک آیت ہے آیات الہی میں سے“ (ص ۳۲) ”محقق مدقق“ (ص ۳۲) ”ہمدان عظیم“ (ص ۳۲) ”محقق اکمل“ (ص ۳۲) ”صاحب کمال مدیم المثال“ (ص ۳۲) مصنف محقق قاطع برہان (اس کا نام غالب نے سب (ک: ۱) محقق رکھا تھا) کے بارے میں لطائف غیبی میں غالب نے جو گول افشائیاں کی ہیں، ان کا نمونہ ملاحظہ ہو:

(۱) ”ظاہر انشتی جی بطن ماور سے پڑھے لکھے رو بہاریاں لکھتے ہوئے نکلے ہیں۔ سیف الحق سن یہ بات نہیں ہے جا۔ تو اگر سمجھنے والا ہے، یہاں کچھ دال میں کالا ہے۔ منشی جی.....“ (۲) ”اعتناء المرء بقیس علی نفسه“ سے مجبور ہیں جس طرح منشی جی

پر استاد سے فتح باب ہوا (کذا) ہے، جانے میں کہ ہر شاگرد اپنے استاد سے اسی طرح فیض یاب ہوا ہے۔“ (ص ۳۲)

(۲) ”ہمارے منشی صاحب اندر وئے علم و فن منشی نہیں ہیں از روئے پیشہ و حرفت منشی ہیں جیسے منشی بھیروں ناتھ اور منشی گینڈا مل“ (ص ۳۲)

(۳) ”صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک سہیڑ اتالیباں بجا کر گایاں دیتا ہے یا ایک شری کو کسی نے چھیڑ دیا ہے وہ خوش ہو رہا ہے۔“ (ص ۳۳)

(۴) ”ظاہر اس سے باطنی استفادہ ہے۔ گاہ گاہ خواب میں آیا کرتا ہوگا اور منشی جی کو رگڑے جھگڑے بتایا کرتا ہوگا۔ ان کو فارسی داں کیا ہے، علم کا نوا آتا رہا ہے، یا یوں ہے کہ جامع برہان قاطع مکرر بھوت بن گیا ہے اور صاحب تی محرق..... پر آچڑھا ہے۔ بھلا صاحب، حب دکنی طالب اور منشی جی مطلوب وہ محب اور یہ محبوب ہیں تو چاہیے کہ از روئے ناز و کرشمہ جوتی پیرا کالی گلو (کذا) سے اس کو برجائیں اور دلوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کو بھوک سٹائیں۔ منشی جی کو میں نے دیکھا نہیں جو کہوں کہ گورے ہیں یا کالے ہیں۔ ان کی تحریر سے اسی قدر پایا جاتا ہے کہ سید سے سادے بھولے پالے ہیں۔“ (ص ۳۵)

(۵) ”منشی جی کمیں سے خدہنگ رشیدی اٹھالائے ہیں اور حرام و استحرام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں۔“ (ص ۳۵)

(۶) ”دکنی استاد اور منشی شاگرد ہے اور یہ مجھے“ (ص ۳۵)

(۷) ”دیکھو منشی جی ”لعنة الله على الكاذبين“ (کذا) ”اد لعنة الله على الكاذبين“ (کذا) کا تازیانہ..... غالب پر تہمت رکھنے والوں کی..... براہر کمال اڑا رہا ہے۔ اور سیف الحق سیاح تو کیا کہہ رہا ہے، منشی جی کو کلام الہی سے کیا علائقہ، وہ جانیل و مسئلہ (کذا) کذاب یعنی.... جامع برہان قاطع۔ (ص ۳۵)

(۸) ”آواز تری نکلی اور آواز کے ساتھ لکھی وہ لگی کہ جس میں

قاطع برہان میں ہے (در بارہ آور): ”بروزن ماور چہ گفت؟ چادر و مادر و آواز داور را آوردن بیایست۔“ ”لے دے قرآن میں کہ پڑھو طائف۔“



آواز نہ ہو۔ (۱۵)

(۹) "منشی پاگل" (۱۹)

(۱۰) "بیچیا" (۲۲)

(۱۱) "منشی جی زن حائفہ .... کے پیچھے پڑے ہیں۔" (۲۷)

(۱۲) "مقدمات علمی میں منشی جی کا دخل بعینہ ایسا ہے جیسا صنوعات میں بندر کا شطرنج کھیلنا اور مشاہدات میں بندیا کا ناچنا۔" (۲۸)

(۱۳) "ہم نے منشی جی کی فارسی کو چندی ٹھہرایا، عقلاً سمجھ گئے ہوں کہ ہم نے ان کو کیا بتایا۔" (۲۸)

(۱۴) "منشی جی کا حسن ظن بھونڈا ہے فحول علما میں ان کا حسن کسی کو پسند نہ آئے گا۔" (۲۸)

(۱۵) "منشی جی کو از روئے والد ماجد ایک اور باب والد حقیقی سے

بڑا ہم پہنچانا ہو گا۔" (۲۹)

(۱۶) "اور یہ جو فرماتے ہیں کہ کرامت نام کینز بود۔ ہے ہے

منشی جی ببول گئے فراز کی بحث میں دیکھیں کہ حضرت گھر کا دروازہ

بند کیے بیٹھے تھے جب راجہ اندر کا اکھاڑہ آسمان پر سے آپ کے

گھر میں اتر آیا تھا تو آپ نے اسی لوٹدی کو فرمایا تھا کرامت

جلد اٹھ اور دروازہ کھول .... اس میں کیسا لطف ایام ہے۔" (۲۹)

(۱۷) "منشی جی .... ظرفا کے تو نور بصر اور راحت جاں ہیں۔" (۲۹)

(۱۸) "دوست دے .... ان کے منہ سے نکلے مادہ مختبیس

دفع ہو گیا۔" (۲۹)

(۱۹) "جرات کے محسن کا ایک بند .... بحسب مناسبت

مقام کھد دیا جاتا ہے:

"دیا سلائی جو پیچھے تھے یا کہ کٹا ہوئے وہ ضا شکرنا کے کھنڈ

ہوئے باغ جہاں زکوں ہو کھنڈا کہ ٹینی مرغی کا بچہ کھنڈے ہی اٹھا

حضور میں بستاں کرے نواسنجی۔" (۲۳)

(۲۰) "باعتبار فقہان علم و ادب نیم آدمی۔" (۲۵)

(۲۱) "تمنا شے کی بات ہے یہ پیر نابالغ جس لغت یا جس ترکیب

کو آپ نہیں جانتا اس .... کی موجودیت کا قائل نہیں۔" (۲۵ و ۲۶)

(۲۲) "منشی جی بیہوش ہیں۔ من .... دم کے ساتھ آتا تو ....

دوسرا بن جاتے۔" (۲۵)

اب استدلال کا نمونہ دیکھئے:

(۱) "جامع برہان قاطع لکھتا ہے آدیزہ .... گوشوارہ را گویند"

یہ تقریر اس کے محض ہے کہ آدیزہ کو بانفرا گوشوارہ لکھا، حال آنکہ

آدیزہ مخصوص بگوش نہیں، تاج و تیر و کلاہ بلکہ ہاتھی (کذا) کی جھول

یہ ظن اور "زن" (یعنی عورت) کا تلفظ اردو میں ایک ہے، فل

فعلی (یعنی) کی جمع ہے۔

اور گھوڑے کے زین پوش میں بھی لگاتے ہیں۔ خان غالب لکھتے ہیں

"حاشا کہ آدیزہ گوشوارہ سے کہے تو اند بود۔" اس ادعا کو کون غلط کہتا

ہے؟ واقعی آدیزہ گوشوارہ ایک چیز نہیں۔ یہاں تک تو ٹھیک

مگر آگے نجم الدولہ بہادر (یعنی غالب) لکھتے ہیں کہ

"گوشوارہ چیز نیست ز رنگار یا مرصع بجو اہر ابدار کہ بردتا

پہنچند آدیزہ پیرایہ ایست کہ در نرمہ گوش سوراخ کنند و آن پیرا

را در آن آدیزہ نڈتا آدیزاں باشد۔" قصداً اچھا، بیان قصداً کے خلاف

ہے۔ چاہیے تھا کہ "آدیزہ" کی تخصیص مٹائے، اور اس کی تعین

میں کلام کرتے نہ کہ گوشوارہ کے معنی اصلی چھوڑ کر گوشوارہ اصطلاحی

کا ذکر کیا اور آدیزہ کے معنی اس نہج پر ہوئے کہ دیکھنے والا گمان

کرے کہ شاید زیور گوش ہے بالخصوص خدا کی قدرت، ایسا صاحب

کمال عدیم المثال ایک سہل تقریر میں دو مغالطے کھائے۔ ہاں انسان

جائز الخطا ہے، خصوصاً ستر برس کا آدمی .... حضرت غالب کے

حسن تحریر پر .... کسی کی نظر لگی، چلو اچھا ہوا کہ ایسے ہمہ اہل عدم

سے ہزار بات میں دو باتیں ایسی بھی ہوئیں کہ جس (کذا) سے منشی جی

کا دل خوش ہوا، اور یقین ہے کہ .... دکنی کی روح بھی خوش ہوئی ہوگی

"دوسرا مغالطہ جو اس محقق اکمل کو واقع ہوا ہے وہ یہ ہے

اسف کے مشتقات کو افسوس کے مشتقات میں بھی لکھا ہے۔ یہ

سہو طبیعت ہے، قصور فہم نہیں ہے۔ اکابر امت کو مسائل فقہ

اور مذاہن کلام میں ایسے سہو واقع ہوئے ہیں۔ علامہ تفتازانی کو

بید جرجانی سے مقولہ علم میں تادیر سکوت رہا ہے اور صاحب

متن کیدانی .... نے سبابة فی التعلیقات کو یا انکہ سنون ہے

محررات صلوٰۃ میں لکھا ہے، نہ اس سکوت سے علامہ تفتازانی

کی تئیں لازم آتی ہے، نہ اس بیان سے صاحب متن کیدانی کی کفر

ہو سکتی ہے۔ شعرا کے اشعار میں اور بلغا کے عبارات میں .... بہت

ایسے سہو خلل پائے جائیں گے ... بعدی سے

ہرہ اگر شاب کذہرہ تویت دل در کسی بند کہ دل مبتہ تویت

مولوی جامی سے

برداہن دام ہر مرغ دگر نہ کہ عقاب را بزند است آشیانہ

ان دونوں شعروں میں ہائے اصلی وہائے محنتی کا قافیہ۔ خواجہ حافظ ...:

صلاح کار کجاد من خراب کجا ہمیں تفاوت رہ از کجاست تا

اس شعر میں روی متحرک قافیہ نصیب اعدا۔ سیف الرحمن کا مقصود یہ ہے

کہ یہ جو مولانا غالب کو دوسہو واقع ہوئے ہیں اُسی قبیل سے ہیں،

جیسے ان بزرگوں کو عارض ہوئے ہیں، اور یہ ماہرین فن کے

تزدیک سہو طبیعت ہے۔ یہ بات جو از لازم و اعتراض کی حجت نہیں

ہو سکتی۔ مولانا غالب کا بیان ہے کہ جامع برہان قاطع نے افسوس

بروزن مینوش اور فوس بروزن عروس کو لغت واحد سمجھا ہے اور یہ



خطا ہے۔ افسوس بمعنی دریغ و حسرت جداگانہ لغت اور فسوس بمعنی استنزا جداگانہ لغت ہے۔ اور یہ جو نواب صاحب افسوس کو لغت عربی لکھ گئے ہیں سہو طبیعت ہے۔ عربی نہ سہی، فارسی سہی۔ لیکن دکنی کا بدستور حق ثابت رہا کہ اس نے افسوس و فسوس کا تفرقہ ملحوظ نہ رکھا۔ (ص ۱۱ تا ص ۱۲)

مناظرے کا مقصد کسی معاملے کے متعلق حقیقت کا معلوم کرنا ہے، جو فریق غلطی پر ہے اس کا فرض ہے کہ جس وقت اسے اس کا احساس ہو جائے، فوراً بے تامل اس کا اقرار کرے۔ اسے اس کا رنج ہو کہ اس سے غلطی کیوں سرزد ہوئی تو بھی انہیں، لیکن فضول تاویلات سے اس کی اہمیت کو گھٹا کر دکھانے کی کوشش نہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جونسن کا انگریزی لغت شائع ہوا تو ایک خاتون نے اس میں ایک غلطی نکالی، اور مولف سے اس کا ذکر کیا، وہ سمجھتی تھی کہ مولف کو غلطی پر اصرار ہو گا یا شرح و بسط سے یہ بتائے گا کہ اس کا ارتکاب کیونکر ہوا، لیکن ڈاکٹر جونسن نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ غلطی کی وجہ محض نادانیت تھی۔ غالب کا رویہ بالکل جداگانہ ہے۔ (الف) غالب بقول خود در حجب ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اور جیسا کہ دیباچہ قاطع برہان میں ہے اس کا آغاز ۱۲۴۳ھ اور انجام ۱۲۶۶ھ میں ہوا تھا۔ وہ ۳۷ھ میں ۶۱ اور ۶۲ھ میں ۶۲ کے تھے، لطائف غیبی میں انھیں یہ لکھنے کا حق نہ تھا کہ "انسان جائز الخطا ہے، خضہ صا ستر بر سر کا آدمی"۔

(ب) قاطع برہان جیسا کہ خود غالب نے ایک خط میں بتایا ہے، سرسری طور پر نہیں لکھی گئی تھی، اس میں بار بار کاٹ پھاٹ ہوئی تھی۔ پہلے اس کے مطالب برہان قاطع کے حاشیے پر سپرد قلم ہوئے تھے، بعد کو یہ مطالب کتابی شکل میں آئے، اور سودے میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی۔ انطباع سے پیشتر اس کے کئی قلمی نسخے بھی (ظاہراً) غالب نے لوگوں کو دیے تھے۔ آدیزہ اور افسوس کے متعلق قاطع برہان مطبوعہ میں جو کچھ مرقوم ہے، وہ سوچی سمجھی ہوئی بات ہے، اور ایک مدت کی غور و فکر کا نتیجہ، اسے سہو طبیعت کہنا غلطی کی اہمیت کو کم کرنے کی ناجائز کوشش ہے۔

(ج) متن کیدانی کو ابھی میں نے نہیں دیکھا، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتا کہ واقعی اس کے مصنف کے قلم سے وہ بات جو غالب نے اس سے منسوب کی ہے نکلی ہے یا نہیں، اور کوئی غلطی اس سے سرزد ہوئی تو اس کی وجہ کیا ہے۔ تفتازانی اگر واقعی کسی بحث میں تادیب ساکت رہے تو ان کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلی، خاموشی یا تو وجہ سے تھی کہ وقتی طور پر ان کے حافظے نے کام نہ دیا، یا اس سبب کہ سزا زیر بحث کے متعلق ان کا علم محدود تھا۔ یہ امور غالب کے

دائرہ معلومات سے بالکل باہر ہیں، اور انھیں ان کا مطلقاً ذکر نہ کرنا تھا۔ رہے اشعار، تو شعر سعدی میں جس نوع کے قوافی آئے ہیں، قرنی وغیرہ کے یہاں بھی ہیں، اور غالب نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی نہیں کہ سعدی فن قافیہ سے نادان تھا۔ جاتی کی طرف جو شعر منسوب ہے، وہ غزل کا شعر افتاحی نہیں، اور اس میں 'نہ' بطور قافیہ نہیں آیا۔ غزل کے قوافی آستانہ کے علاوہ چندانہ شیانہ وغیرہ ہیں۔ غزل جاتی کی ہے بھی نہیں، حافظ کی ہے، اور ان کے دیوان مطبوعہ میں موجود ہے۔ وہ شعر جس کی ردیف کجا ہے البتہ حافظ کا ہے اور اس میں بیشک غلطی ہے۔ لیکن غلطی اتنی معمولی ہے کہ یاد رکھنا مشکل ہے کہ حافظ کو اس کا علم نہ تھا میرا خیال ہے کہ غلطی احساس کے باوجود، انھوں نے مصرع ثانی کی جستجی کی بنا پر اسے رہنے دیا۔ یہ سہو نہیں۔ ان اشعار سے بھی غالب کو یہ یقین دلانے میں کہ غالب کی غلطیاں محض سہو پر مبنی اور نظر انداز کیے جانے کے قابل ہیں، زیادہ مدد نہیں مل سکتی۔

(د) سہو طبیعت یہ ہے کہ خلاف ارادہ کوئی بات قلم سے نکل جائے، یا یہ کہ وقتی طور پر فراموش ہو جائے یا حافظہ اس میں تصرف کر دے۔ غالب سے افسوس اور فسوس کے معاملے میں بڑی فاحش غلطی ہوئی تھی، اسے سہو طبیعت نہیں کہا جاسکتا۔ مزید یہ کہ غلطی اہم ہو یا غیر اہم، فریق کو اس پر اعتراض کا پورا حق حاصل ہے دوسرے لوگ البتہ اس کا خیال کریں گے کہ غلطی کی نوعیت کیا ہے اور کیونکر اس کا ارتکاب ہوا۔

(۵) آدیزہ و گوشتارہ کی بحث فقد غالب ص ۴۸۴ تا ۴۸۸ میں ملاحظہ ہو، افسوس و فسوس کے بارے میں فقد غالب میں جو کچھ مرقوم ہے وہ ۴۴۲ تا ۴۵۲ میں آیا ہے۔ افسوس و فسوس ایک ہی ہیں۔ اصلی لفظ جو پہلوی میں بھی ہے، افسوس ہے۔ فارسی میں افسوس بھی رہا اور فسوس بہ تحفیف بھی آیا۔ ان دونوں کے معانی میں جہاں تک فارسی کا تعلق ہے یک قلم فرق نہیں۔ پہلے افسوس صرف استنزا اور مماثل کے لیے آتا تھا، بعد کو رنج وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہونے لگا۔ چند مثالیں دی جاتی ہیں:

بلغمی کی تادیخ طبری (عہد سامانی) میں ہے:  
"آن قوم بروئے خندیدند و افسوس کردند"

شاہنامہ فردوسی میں ہے:

بخندید و انگہ بافسوس گفت کہ ترکان ز ایران نیابند جفت  
(حفظہ ۱ ص ۱۸۹)

بوستان سعدی میں ہے:

لہ بلغمی نے بھی محمد بن جریر کی تادیخ طبری (عربی) پر مبنی فارسی میں تاریخ لکھی تھی جو طبری کی تادیخ طبری کے نام سے موسوم ہے۔ ایڈیٹر نے مطبوعہ نول کشور پریس ۱۸۸۳ء کے مشورہ کلیات سعدی طبع ہوئی ۱۲۶۶ھ



اگر شوح چشبی دسائوس کرد الا ناپنداری افسوس کرد  
لباب الالباب حصہ ۱ (منہ) میں پیدا الدین کا شعر ہے:  
فسوس زیر کاب شکایت و دینغ بر سر فرق شہاد کلاہ  
الباب الالباب حصہ ۲ (ص ۱۲۴) میں انوری کا مصرع ہے:  
آسمان ہر سائے گوید کہ آدخ اسے فسوس  
غالب کے ایرانی معاصر ہایت کا مصرع مجمع الفصحا حصہ  
ص ۲۶ میں ہے:

”اسے فسوسا غریز چون شد خوار“

غالب کا افسوس کو عربی کہنا اور تاسف و تاسف دا اسفہ  
کو افسوس کے مستخرجات بتانا اصول اشتقاق سے کامل بے خبری  
پر مشعر ہے۔ ایسی غلطی تو صرف عربی کے مبتدی سے بھی نہیں ہو سکتی  
غالب کا یہ قول کہ بھان کا افسوس و فسوس کے معانی کو ایک کہنا اس  
حق پر دال ہے، صحیح نہیں۔ اگر فی الواقع اس سے غلطی سرزد ہوئی  
ہوتی تو یہ حماقت نہیں کم علمی پر مبنی ہوتی۔ غالب کا ایسی فاحش غلطی کے  
از کتاب کے بعد بھان کے حق پر اصرار کیا کما جائے کہ کیا ہے۔  
(۲) صفحہ ۱۱۱ میں حضرت غالب کی عبارت لکھ کر غشی اس کا مجیب  
ہوتا ہے عبارت یہ ہے:

اکنوں دردلبستان مذاہب میگر کم کہ لشتن دلشہ تبتانی نوشتہ اند  
حاشا کہ رقم سنج دلبستان مذاہب کہ گرانمایہ ایست بغوامض دین  
زردشتیاں..... درین منطق خطا کند و لشتن رایشتن بیای حطی  
نگار و اتفاق کارداں کارداں کا تباہست بر غلط نوشتن بنگوندگان  
شاہدہ راشاہد گرفتند و ہم برین جادہ رفتند۔

اب یہاں ایک نشاط انگیز بات سنئے: غشی جی ملے کی  
۸ سطر میں لکھتے ہیں کہ

”مرزا اسد اللہ غالب میگار و کہ اکنوں دردلبستان مذاہب میگر کم  
کہ لشتن دلشہ بیای تبتانی درست و بجا۔“

یارب، یہ حق مجسم و کذب مصور کیا لکھتا ہے، یہ وہی مثل  
ہے کہ من چہ میگویم و قنبر من چہ میگوید۔

حضرت غالب کب لکھتے ہیں کہ درست و بجا بلکہ لکھتے ہیں  
کہ..... کاتبوں کی غلط نویسی ہے.... بعد اس دھڑپ کے ایک  
ٹھٹھری یہ گاتے ہیں کہ ”صاحب بھان قاطع رقم مینزد کہ پوزیدن  
بمعنی عذر آوردنست۔ لو صاحب، یہ غشی جی کی تحریر تو میرے مفید  
مطلب ہے۔ فی الحقیقت لشتن بیای فارسی مصدر اور پوزیدن مضارع  
اور پوزدن مصدر مضارع اور پوزیدن فرید علیہ جیسے آوردن اور

لہ مطابق غلط نام لفظ غیبی۔ میں نے قنبر کی جگہ قنبر سنا ہے،  
قنبر کے معنی یہاں پر کیا ہیں؟ اگر کسی صاحب کی سمجھ میں آئے تو نتیجہ مطلع فرمائیں۔  
— عبد اللہ —

آوردن۔ لشتن بیای حطی سہو کتابت ہے اور مستند (کذا) سہو  
کاتب ہونا حراقت۔ پھر اسی صفحہ میں غشی جی کا حاصل تقریر یہ ہے  
کہ رشیدی پوزش کو بمعنی عذر آوردن میوزد کو بمعنی عذر میزند لکھتا ہے پس  
از روے فرسنگ رشیدی بھی پوزش وی پوزد کا وجود متحقق ہو گیا۔  
اقدری فقدان قوت عاقلہ اور انعدام قوت منفعہ کہ لکھتا ہے کہ پوزدن  
و پوزدن کہیں نظر نہیں آیا۔ کوئی پوچھے کہ دیکھو دکنی بھی پوزیدن بمعنی عذر  
آوردن لکھتا ہے اور واقعی حب پوزیدن نہ ہو تو پوزد کس کا مضارع  
ٹھٹھری؟ اور حب پوزدن ہو، تو میوزد کہاں سے آجائے؟ اصل  
مصدر لشتن اس کے مضارع میں سے پوزیدن پیدا ہوا، پوزدن اس کا  
مخفف جیسے برداختن.... اور پردختن.... ہم لوچتے ہیں کہ پوزیدن  
پوزش کے غشی جی قائل ہیں، پس یہ فرمائیں کہ اگر لشتن بیای فارسی  
مضموم اصل مصدر نہیں تو پوزد کس کا مضارع اور پوزدن کیونکر ناجیب  
غشی جی کے نزدیک لشتن تبتانی صحیح ہے تو اس میں سے پوزد اور  
یزش تبتانی پیدا ہوگا، نہ کہ پوزد اور پوزش بیای فارسی ص ۲۵ و ص ۳۶  
غالب نے قاطع بھان میں لکھا ہے:

”پوشتن..... دلشتن..... مصدر نیست پارسی (کذا) الاصل.....

مضارع..... پوزد و پوزد۔ ہر آئینہ مصدر مضارع نیز دو گوئی تو ان سا

پوزیدن و پوزیدن آما بمعنی این ہر چار و عاخواندن و برآب و شربت

و میدنست و اینچنین دعا را..... دروں گویند..... و چنری اور دن برآن

و میدہ باشند پوشتن و پوشتن و پوزد و پوزد گویند و پوزش و پوزش حاصل

بالمصدر پوزیدن و پوزیدن است کہ مجاز بمعنی عذر دا مستند آید۔“

اس کے بعد وہ عبارت جو لطائف غیبی میں ہے: ”اکنوں.....

رفتند“ غالب نے قاطع بھان میں یا کہیں اور اس دعوے کا

کہ لشتن (بیا) دراصل لشتن (بیای فارسی) ہے، اس کے سوا کوئی

ثبوت پیش نہیں کیا کہ عبد الصمد یہ کہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ فریق کا اظہار

اس سے کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

میں نے لشتن و لشتن سے اپنے مقالے متعلق عبد الصمد میں

جو احوال غالب مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد میں شامل ہے، بحث

کی ہے، اور پوزش کی حقیقت فقہ غالب ص ۲۵۵ میں لکھی ہے۔

لشتن بیای فارسی کوئی لفظ نہیں، ظاہر ہے کہ یہ نہیں، تو کوئی لفظ اس

سے مستخرج بھی نہیں ہو سکتا۔ پوزیدن کے معنی عذر کرنا ہے، استعدا

نہیں۔ اس کے اور لشتن کے معانی میں بہت فرق ہے، دونوں کو ایک

سمجھنا خواہ لشتن لشتن ہی کیوں نہ ہو، خطائے فاحش ہے۔

پوشتن و پوشتن، پوزدن، پوزدہ، پوزش وجود خارجی سے

محروم ہیں۔ پوزیدن کے وجود سے پوشتن کی سہتی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر

ہو سکتی تو ’سزیدن‘ کے ہونے سے یہ لازم آتا کہ مشتن بھی ہے۔ اصل



یہ ہے کہ فارسی میں مصادر کی کئی شکلیں ہیں، کچھ مصدر تن یا ستن پر ختم ہوتے ہیں، کچھ دن اور یدن پر کچھ رشوں سے ایک سے زیادہ مصدر بنتے ہیں جیسے گستردن اور گستردن گستر سے، آوردن اور یدن آور سے۔ اس کا مدار محض سماعت پر ہے۔ مصدر مضارعی کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ اسے فرستہ سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں، لیکن جو لوگ 'مصدر مضارعی' کو بطور اصطلاح استعمال کرتے ہیں، ان کی مراد اس سے وہ مصادر ہوتے ہیں جن کے رشوں سے دو مصدر موجود ہوتے ہیں، ایک کچھ اور طرح ختم ہوتا ہے اور ایک کے آخر میں یدن آتا ہے۔ اس کا اور سابق الذکر کے مصدر کا حرف ماضی مختلف ہوتا ہے، باقی صیغے ایک ہوتے ہیں۔ ادب کی مثالوں میں گستردن اور آوردن مصدر مضارعی قرار پائے گا۔ پوزدن اگر ہوتا بھی تو کسی طرح مصدر مضارعی نہ ٹھہرتا، بلکہ پوزدن

مصدر مضارعی سمجھا جاتا۔ غالب نے اُٹھی گنگا بہائی ہے۔ نیش (دبایا) حاصل مصدر رشین واقعی موجود ہے، بلکہ نیش و پوزش دونوں ایک شعر میں جوہرام، پوزدو (نزدشتی مواصلہ) کا ہے، اُسے ہیں اگر نیش کی جگہ پوزش ہوتا تو پوزش کے ساتھ اس کا لانا محض حماقت ہوتی: ہمد تو ان نیش کو دند پوزش ہمدین داو گوزاری دخواست

غالب نے بہت سی باتوں سے بحث نہیں کی اس طرح مثال دیا ہے: "اس بحث میں نوع کا تباد سے کو منشی جی جامن کھائے چلے گئے، اور آلو سیہ کا جھگڑا نکالا، مجھ کو آلو سیہ میں آلو سیہ کی صورت نظر آئی۔ مترجہ دکن (دقیقہ ہو کر بھاگا۔" (ص ۱۱)

لطائف غیبی علی نقطہ نظر سے فضول سار سال ہے، بعض مقامات میں ظرافت کے اچھے نمونے اس میں البتہ ملتے ہیں۔

(نیا دور، اگست ۱۹۶۵ء)





## قاطع القاطع

[برہان = برہان قاطع ، از بند حسین - قاطع = قاطع برہان ، امین کے پیش نظر اشاعت ۱ ، جس کے حواشی میں غالب کے عبارات جو بعد کو اشاعت ۲ میں شامل ہوئے ، رجوع بصفحات ۴۳ ، ۶۹ وغیرہ - القاطع = قاطع القاطع - محرق = محرق قاطع برہان از معادلت علی - لطائف = لطائف غیبی رد محرق - جہانگیری = فرہنگ جہانگیری - سروری = فرہنگ سروری - سرمہ = سرمہ سیاہی - رشیدی = فرہنگ رشیدی - غ = غالب بحیثیت محقق ، نقد غالب میں شامل - ص = صفحہ یا صفحات - ص ص = اعتراض درست ہے]

”امین تخلص ، مولوی امین الدین ، شاگرد مولانا مغفرت نشان ، مولوی عبداللہ خان علوی تخلص - فنون متداولہ اور علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ خدمت ... مرحوم میں تحصیل کیا ، اور پایہ تحقیق کو عرش افتخار تک پہنچایا - فن فارسی کو بالفعل ان کی استعداد کامل سے قیام ہے - اشعار فارسی نہایت متانت اور کمال رزانت کے ساتھ کہتے ہیں ، اور اصناف سخن پر قادر ہیں - باوجود ... کہلات ... حلم مجسم اور ہمہ ان اخلاق ... لب کثر ... تبسم ... اور ... پیشانی کو ... شگفتگی سے خالی نہیں پایا“ - دس فارسی اشعار ، از آن جملہ :

بدست غیر دیدم شب بخواب آن زلف پیچان را  
نمیدانم چہ تعبیر است این خواب پریشان را

در شکستن ہا نشد منت کش سنگیں دلاں  
شیشہ ما در بغل از جنبش خود سنگ داشت

نقد صد داغ جگر سوز سہیا کردم  
با سر زلف تو امروز چہ سودا کردم

گلستان سخن طبع ۲ ص ۱۴۳ - یہ منسوب بہ صابر ، شاگرد صہبائی ، لیکن روایت ہے کہ کہ اصلی مصنف ان کے استاد صہبائی شاگرد علوی ہیں - غالب کا قول ہے :

”ایک مولوی صاحب کا نام لے کر کہتے ہیں کہ انہوں نے قاطع قاطع برہان“



میں خوب کچھ لکھا ہے . . . اب بھید کھلا ، منشی جی (صاحب محرق) کو . . . تسمیے میں مولوی صاحب کا تتبع منظور ہے . . . ہر حال منشی جی کو مولوی سی کے ذکر سے اپنے کو اس مثل کا مصداق بنانا ہے کہ میں نہیں میرا بھائی سرد ہے۔“ (لطائف ، لطیفہ ۴۱)

القاطع کی اشاعت کے بعد غالب نے ”دیباچہ“ تیغ تیز“ میں لکھا تھا : ”ثالثاً میاں امین الدین کہ اب پٹیالہ میں ملقب بمدرس ہیں انہوں نے ایک قاطع القاطع چھپوایا ۔ استعداد علمی میں سے بعد صرف مقاصد نحو و صرف فارسیت کی اسی قدر رعایت مدنظر رکھی کہ فقیر کے بعض فقرات کی ترکیبیں اپنی عبارت کے قالب میں ڈھالیں ۔ باقی سوائے عربی قشری اور فارسی مسروقہ کے وہ مغلط گالیاں دی ہیں جو کنجڑے بھٹیاری استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ کمال یہ ہے کہ ان کا منطق ہندی اور حضرت کی عبارت فارسی ہے . . . میاں امین الدین کسی بری قوم اور پاجی گروہ کے ہیں کہ . . . مدرس بنے ، مگر الفاظ مستعماء قوم نہ چھوڑے ۔ اگر میری طرف سے ازالہ حیثیت کی نالاش دائر ہو جاتی ، تو میاں پر کیسی بنتی ؟ مگر میرے کبرِ نفس نے ازالہ حیثیت کے لفظ کو گوارا نہ کیا۔“

غالب نے بعد کو اواخر ۶۷ ع میں امین کے خلاف مقدمہ دائر کیا ۔ اپنی عرضی میں غالب کا بیان ہے : ”ایک شخص امین الدین نام دلی کا رہنے والا کہ اب وہ پٹیالہ میں راجا کے مدرسے کا مدرس ہے ، اس نے ایک کتاب لکھی ۔ اگرچہ بنا کتاب کی بحث علمی پر ہے ، لیکن اس نے . . . میرے واسطے وہ الفاظ ناشایستہ اور ایسی گالیاں دی ہیں کہ کوئی شخص کوئی چار کو بھی یہ الفاظ نہ لکھے۔“ امین کے تحریری بیان میں ہے : ”والد کا نام زین الدین ، قوم شیخ ، عمر ۵۹ سال ، باشندہ پٹیالہ ، پیشہ مدرسہ۔“ غالب نے مقدمہ واپس لے لیا ۔ امین کے

۱۔ عبارت محرق صفحہ ۶۴ : ”شاید این نگارش ہمیں اوراق و قاطع القاطع برہان کہ مولوی امین الدین المتخلص بہ امین کہ تردید کل اعتراض ہائے مذکورہ قاطع برہان در آن کردہ است ، ہر کہ خواہد بنگرد۔“ ممکن ہے کہ پہلے قاطع برہان نام رکھنے کا ارادہ ہو ، بعد کو کچھ اور نام رکھنے کا فیصلہ کیا ، یا سعادت علی نے سہواً یہ نام لکھ دیا ہو ۔ القاطع کی تصنیف سے امین ۱۲۸۱ھ میں فارغ ہوا (دیباچہ القاطع) اور کتاب ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئی ۔ بخوبی ممکن ہے کہ امین کی دریدہ دہنی کے اسباب میں سے ایک وہ رویہ ہو جو غالب نے سوالات عبدالکریم و لطائف کے خلاف اختیار کیا تھا ۔ تیغ تیز میں غالب نے لکھا ہے کہ مؤید برہان کے کاغذ اور چھاپے کا خرچ سعادت علی نے ادا کیا ہوگا ۔ یہ تو بالکل قرین قیاس نہیں ، مگر یہ ممکن ہے کہ القاطع کے چھپوانے میں امین کی مالی مدد کی ہو ۔



نہ مزید حالات معلوم ہیں ، نہ القاطع کے سوا اس کی کسی اور کتاب کا علم ہے ۔  
عبارات سرورق القاطع :

”ومن يتوكل على الله فهو حسبه۔ قاطع القاطع ، در مطبع محمد حسین خان طبع گردید ۱۲۸۳ھ“ ۔ سرورق کے صفحہ ۲ میں بعد بسم اللہ الخ ۱۲ سطور ، سطر ۱ : ”ایزد سخن آفرین داد گستر را میستایم کہ لفظ را پیکر و معنی را جان و عبارت را تن و مضمون را روان۔“ سطر ۲۳ سطر ۲۴ ، خاتمہ کتاب ص ۲۶۸ میں ۔ اسی ص میں ”خمسہ“ تاریخ“ از محمود بیگ راحت ، مصرع ذیل شعر بر مال طبع ۔ ہر بند کے آخر میں : ”شمشیر آبدار زبان امین دین ۱۲۸۳ھ“ دیباچہ القاطع سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف سے فراغ کا سال ۱۲۸۱ھ ہے = ”فراغ“۔

### (۱)

غالب نے قاطع میں پہلے برہان پر اعتراض کیے ہیں ، اور ان کے ضمن میں ایک جگہ کشف اللغات کی مذمت کی ہے ، اور اس کے ثبوت میں ایک آدھ بات لکھی ہے ۔ آخر میں فوائد ہیں ، جن میں فارسی کے وہ نکات پیش کیے ہیں جو ان کے نزدیک بہت اہم ہیں ، اور فارسیدانان ہند : عبد الواسع ہانسوی ، آرزو ، بہار وغیرہ پر اعتراض کیے ہیں ۔ بعض اعتراض ایسے اصحاب پر ہیں جن کے نام نہیں دیے ، ان میں سے ایک صہبائی ہیں ۔ امین نے کل اعتراضات کا جو برہان پر ہیں ، جواب دیا ہے ۔

### (۲)

غالب نے خود ، اور ان کے معتقدین حالی وغیرہ جو کچھ کہیں ، غالب نے ایک علمی بحث میں ، ایک ایسے مولف کے خلاف جس کی موت کو کم و بیش دو سو سال گزر چکے تھے ، اور جس میں مطلقاً ادعا نہیں ، جو لمبجہ اختیار کیا تھا ، وہ حد درجہ سوقیانہ تھا ۔ کہال یہ کہ حامیان برہان کی گالیاں سننے کے بعد بھی انہیں تنبیہ نہ ہوا ، اور انہوں نے تیغ تیز میں برہان کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کیے جنہیں پڑھ کر شرم آتی ہے (رجوع بہ غ ، ص ۳۸۱) ۔ اس سے قطع نظر کر لی جائے تو وحش و ناسزا گوئی میں امین ، جو اپنے کو غالب کا ماموم کہتا

۱۔ اس مقدمے کی روداد ”اردو“ میں شائع ہوئی تھی ، اور یہ ”احوال غالب“ میں بھی شامل ہے ۔ اس مقالے میں اس کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے ، یا اس سے جو کچھ لیا گیا ہے ، مقالہ جناب مہر (غالب نمبر ، علی گڑھ میگزین) سے ماخوذ ہے ۔



ہے ، امام سے بڑھ کر ہے ۔ قانون معاصرین دو انتقاماً فحشگوئی کی اجازت نہیں دیتا ۔ امین نے صریحاً قانون کی خلاف ورزی کی تھی ۔ دیباچہ القاطع میں ہے : ”فحش و دشنام را کہ سوقیان لب باظہار آن نگشایند ، سامان داده است . . . من کہ ازین روش نشانی . . . در کسی از زمرہ شرفا نیافتہ بودم ، تعجب نمودم کہ مردہ دو صد سالہ را کہ خاکش ہم برباد رفتہ باشد . . . بفحش و دشنام یاد کردن آیین کدام ذیشعور است ۔“ امین نے خود جو فحشگوئی یا ظرافت کی ہے ، اس کی وجہ یہ بنائی ہے : ”در اندیشہ گذشت کہ جواب نگار را تقابل ناگزیر ، و فحشگوئی آیین من نیست ، پس چہ تحریر نمایم کہ از عہدہ جواب بر آیم ؟ . . . خواستم کہ سادہ نگاری را کار فرمایم . . . ناگہان بخاطر ریختند کہ معترض ظرافت را دوست میدارد . . . و سادہ نگاری را زنہار . . . نخواہد پسندید ۔ ہر چند ترا ازین روش بیگانگیست . . . اما نمیدانی کہ مخاطب کیست . . . گرفتم کہ اوتاد این کار نیستی ، و اختراع کردن نمیتوانی . . . اقتدای امام (یعنی غالب) برای چہ روا نمیداری ؟ . . . ناچار کلمہ چند ظریفانہ از ظرفای زمانہ گدیہ کردم . . . راقم جواب را بارتکاب این امر مطعون نسازند ، و طوق ملامت بگردن نیندازند ، و نیز بدانند کہ ہر قدر کہ ابن مقتدی را بد خواہند گفت فی الحقیقت . . . امام را بخندنگ بدگوئی خواہند سفت ۔“

(۱) ”نیروی باطنی بگزارش مدعا کافی نبود کہ اندام را بنظر تماشاایان جلوہ داده است . . . آیا رونمایی این جنس از بینندگان مطلوبست ، یا رغبت ناظرین بسوی آن مرغوب ؟“ ص ۱۱ ۔

(۲) ”صاحب کتاب برہان باین بیچارہ چہ حرکت ناکردنی کردہ است . . . و این مظلوم بیچارہ چہ بیداد از وی دیدہ است و ضربتہا کشیدہ کہ فریاد میکند . . . باید کہ پیش حاکم وقت رفتہ زخم نہانی خویش وا نماید“ ص ۱۳ ۔

(۳) برہان نے آذر بوزن چادر لکھا تھا ۔ غالب کہتے ہیں کہ ”چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بیجائیست ۔“ امین : ”مراد نہ از مادر کسیست کہ این ہمہ بر آشفته است ۔“ ص ۱۸ ۔

(۴) ”این خر عیسیٰ نمد زین را بر پشت خود نہادہ است . . . کارش بچنون کشیدہ . . . گاہی خندہ بیجا میزند دمی بقاہ قاہ بنیاد مضحکہ خود مینہد ، وقتی برائے دفع شیطان نفس خود لاحول میخواند ، ساعتی مالیخولیا را . . . باظہار میرساند ۔“ صفحہ ۲۳ ۔

(۵) ”دروغگو را حافظہ نباشد . . . در بیان آروند میان خون ۔ غوطہ خورد ۔“ ص ۲۸ ۔

(۶) ”باید دید کہ . . . از دہن معترض چگونہ بیرون آمد ۔“ ص ۳۲ ۔

(۷) ”معترض طفلیست کہ دابہ را از شیر بریدہ باشد ، ہر چیزی را کہ می بیند تعجب میکند ۔“ ص ۳۵ ۔



(۸) ”دانا یان شخص را ب . . . خطا ملقب بلقب مشهور میفرمایند ، در صورت اختیار زیاده از سه ، دیده باید چه سزا تجویز نمایند“ ص ۳۷ - مراد از مادر بخطا - غالب نے بھی لکھا تھا کہ برہان سے ایک قسم کی ۳ خطائیں سر رد ہوئیں اس لیے مثل مشہور ہندی کا مصداق ہے -

(۹) ”گوش کر میداشت چشم ہم کور میدارد . . . سزای اینچنین کس ہمین است کہ گوش او از بنا گوش بر کنند یا بسوراخش میخی زنند -“ ص ۳۸ -

(۱۰) ”کلال اکبر آبادی . . . رقص سیمونی میناید و شتر غمزہ را کار میفرماید تا بزم سور و سرور را ساز دهند و بعد خندہ . . . سیلی و گروینہا ( کذا) برای او بنیاد نهند -“ ص ۴۲ -

(۱۱) ”کسی کہ خنثی را شناخت اگر خنثی نباشد نیز خواهد بود“ ص ۴۸

(۱۲) ”حاصل را مصداق مثل مشہور ہندی پنداشتہ ام -“ ص ۶۳ -

(۱۳) ”از بول گلاب میخواست ، معلوم نیست برای کدام کار درکار است -“

ص ۶۸ -

(۱۴) ”عامی بیہودہ . . . ہندی عامی -“ ص ۷۳ -

(۱۵) برہان نے رعد کو برادر برق لکھا تھا - غالب نے کہا کہ اس

طرح برق خواہر رعد ٹھہرتی ہے - امین : ”مگر برادر را برادر دیگر نمیباشد کہ خواہر را بجای آن آورده است و پیش تماشائیاں اظہار کردہ -“ ص ۷۸ -

(۱۶) ”خود را پریزاد میفہمد کہ جن را باشنائی می طلبد -“ ص ۸۱ -

(۱۷) ”نقل محفل است ، ہر چہ کند وی را میزید -“ ص ۸۳ -

(۱۸) در خبط گرفتار است و از جہل مرکب خود ناچار -“ ص ۸۵ -

(۱۹) برہان ”پاچاہ : بول و غائط“ - غالب : ”از دہان این مرد چہ

فرو می ریزد ؟“ امین : ”آنچہ از دہنش ریختہ است معترض آن را فرو خوردہ است و

بگلوئی خویش فرو بردہ -“ ص ۹۲ -

(۲۰) برہان : ”پالوایہ بروزن چارخایہ“ - غالب : ”مسکین چہ کند ہر چہ در

نظر داشت نوشت -“ امین : ”مدعی خایہ را چرا نگریست ؟ مگر کاتبان نمودہ باشند“

ص ۹۴ -

(۲۱) گاہی بنجاست بر میخورد و دمی بہ نحوست پی میبرد . . . و ساتی

شلوار فروئی آورده غبار رسوایی می پزیرد“ ص ۹۷ -

(۲۲) ”این مگ دیوانہ را باید دید بفحوائ اینکہ“ ”ان تحملہ یلمٹ و ان

ترکہ یلمٹ“ ( کذا) عفعی میکند“ ص ۱۱۳ -

(۲۳) ”زن روسپی را کہ معترض بمیان آورده است معلوم نیست کہ کدام

منفعت را ازان ارادہ کردہ“ ص ۱۲۰ -



(۲۴) "اگر اینچنین تهمت را حا هم منصف میدید ، بینی چه گویم ، گوشش میبرد" ص ۱۲۷ -

(۲۵) "این محل گلختابی نیست که اجتهاد بازاریان را در آن دخلی باشد" ص ۱۲۹ -

(۲۶) "مرتکب خطای ثلثه شده است... مورد مثل مشهور هندی هم گردید است یا نه ، فرمایند" ص ۱۳۰ -

(۲۷) کسی که دیو سمند وی هزار دست برو سوار خواهد بود ، بر آینه او از فهم این معنی ابا خواهد نمود" ص ۱۳۶ -

(۲۸) "بضاعت خواجه همین ازارست ، هر کس را نشان میدهد تا خریداری نماید و گره از کار او گشاید" ص ۱۴۱ -

(۲۹) "گوینده را مسهل باید و فصدی شاید" ص ۱۵۱ -

(۳۰) "در فارسی نادانست و در عربی بی سروسامان ، همچنان در هندی نیز از زمره دزدانست" ص ۱۵۶ -

(۳۱) "غولی و با این فضولی ! . . پا کوبها . . بنیاد نهاده . . و دست افشانیها . . را داد داده . . گویی جمستن خرمن را یاوه کرده است و رقص بوزینه را باظهار آورده" ص ۱۶۴ -

(۳۲) "بسزای آن . . دست خواهد برید و زبان بقفا خواهد کشید" ص ۱۷۲ -

(۳۳) "چه کند روی حاسد پیش نظر نداشت ، ورنه . . آن را سیاه میساخت" ص ۱۹۱ -

(۳۴) "چون فهم ندارد چرا خود را در جرگه دانندگان شارد ؟ خیمه یدوخت بالانگری میآسخت و پاچک میآورد و خربار میبرد" -

(۳۵) "خود لعنت را میخورد و تهمت بر دیگری مینهد" ص ۱۹۸ -

(۳۶) "نمیگویم که معترض را از زمره ارذلان شمردم اما . . چون باراذل و اجلاف قربت میدارد ، . . کالب را که لغت پارسیست از مختصرات قوم میپندارد" ص ۲۰۸ -

(۳۷) "در باب تهمت کامل بل اکمل است بر آینه خود اجهل است و کلامش مهمل" ص ۲۱۳ -

(۳۸) "فی الواقع اگر اکبر آبادی از نوع آدمیان میبود . . جاده بیخردی نمی پیمود" ص ۲۳۵ -

(۳۹) "معنی مصدری آن را کجا نهفت ، و معنی مفعولیت چرا پذیرفت" ص ۲۳۸ -



(۴۰) غالب نے بحث ”نعنا“ میں ظرافہ لکھا تھا کہ برہان اگر اس کی جگہ نانا = ’جد فاسد‘ لکھتا تو لغت ہندی بھی وجود میں آ جاتا۔ امین : ”راقم این کلام سعادت مند است کہ دامن جد خود از دست نمیگذارد و بہر حال یاد میآرد ، لیکن بفاسد موصوف ساختہ است ، میدانم برائے چہ ... کاش الف نانا را کہ در آخر است بیای معروف نیز بدل میفرمود و بذکر نانی سعادت بر سعادت حاصل مینمود“  
ص ۲۴۰ -

(۴۱) ”صیغہ‘ مفعول چون برگزیدہ مگر مفعولیت را دوست میدارد و خود را از پردہ نشینان میشارد“ ص ۲۴۳ -

(۴۲) اینچنین کس را حوالہ‘ دیوان قاف خواہند فرمود تا . . زیر چاق خواہند نمود“ ص ۲۵۷ -

(۴۳) برہان میں بہت سے مرکبات ہیں جن کا جزو اول ”ہفت“ ہے۔ غالب : ”این رسالہ مستورہ بود ناز پرورد کہ این دکنی بچشمداشت فزونی رغبت نظر بازان بدینگونه ہر ہفت کردہ ، در نظرہا جلوہ دادہ و بر دیدہ و دل مجردان طریقت منت نہادہ۔“ امین : ”معارض در پیشہ‘ دلالی اوستاد است و بذکر اناث و ذکور شاد چرا نباشد؟“ ص ۲۶۲ -

(۴۴) ”خارجی واقف دم باش کہ خارج نرنی . . شاید کسی پیش این حقہ بازی کردہ است ، و بیچارہ را بفریب آوردہ“ ص ۲۹۰ -

(۴۵) برہان : ”بخش بوزن کفش“۔ غالب : ”ہمیں را درخور دانست۔“ امین : ”مؤلف برہان از . . . اشراقیین بود ... میدانست کہ حامدی بمقابلہ خواہد آمد... دانستہ . . . کفش را برداشت کہ مدعی . . . ہمیں را درخورست۔“ ص ۸۲ -

(۴۶) غالب : ”انکسیہ بہ وزن بیسیہ۔“ امین : ”یہ را فروبرده بود چگونہ باسانی بیرون داد . . . از خرابہ‘ اکبر آباد ہومی بہ دہلی رسیدہ . . . بصدای منحوس سراپیدہ“ ص ۶۷ -

(۴۷) ”معارض ازین عضو صد مستی دیدہ است کہ بذکر آن بخود لرزیدہ است۔“ ص ۷۰ -

(۴۸) ”این . . . مردک این معنی را از کجا فہمیدہ؟“ ص ۱۲۸ -

(۴۹) ”اگر طای دستہ دار باشد فرو خوردن او را سزاست۔“ ص ۲۶۶ -

(۳)

امین غالب کے اعتراضات متعلق عبارات برہان کو عموماً تسلیم نہیں کرتا ، اور اعتراض کا جواب نہیں سوجھتا تو یہ کہتا ہے کہ عبارت اپنی اصل شکل میں نہیں۔ وہ خود غالب کے عبارات پر یا کسی خاص لفظ مستعملہ‘ غالب پر اعتراض



کرتا ہے۔ غالب کا دماغ منطقی نہ تھا، اور ان کی علمی بنیاد کمزور تھی۔ ان کے تخطیے میں بعض اوقات امین نے اپنی دقت نظر کا ثبوت دیا ہے، کہیں کہیں اس کی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ غالب نے یہ امکان عموماً نظر انداز کر دیا تھا کہ برہان مطبوعہ میں چھاپے کی غلطیاں ہیں۔ امین بھی قاطع کے صریح اغلاط طباعت پر، جن کی طرف غلط نامے میں توجہ نہ ہو سکی، غالب کے اغلاط قرار دیتا ہے۔ بہت سے اعتراض جو وارد ہو سکتے تھے، اسے نہ سوجھے، اور بعض الفاظ جو اس نے خود استعمال کیے ہیں، غلط ہیں۔ اس کا بڑا عیب طول بیجا ہے۔

(۱) قاطع: ”پارچہ جامہ نیز زائد، یا پارچہ بایستی گفت یا جامہ۔“ القاطع: ”اجتماع نقیضین رو میدہد، زیرا کہ... این معنیست کہ تمام این عبارت زائد است۔“ حالانکہ مدعا اور ہے ص ۵۔ اعتراض بیجا ہے۔

(۲) برہان: ”آب ده دست... اشارہ بحضرت رسول... است خصوصاً و شخصی را نیز گویند کہ بزرگ مجلس بود و آرایش صدر و زینت مجلس ازو باشد عموماً۔“ قاطع: ”از خاصی عبارت چشم میپوشم و میخروشم کہ آب ده دست مرکب از آب و ده کہ صیغہ امر است از دادن و دست کہ باوجود معانی دیگر مسند را نیز گویند، معنی ترکیبی رونق دہندہ مسند۔“ القاطع: یہ عبارت غیر مربوط ہے، جملہ ہائے معترضہ کو جدا کر کے عبارت یہ ہے: ”آب ده دست مرکب از آب و ده و دست معنی ترکیبی رونق دہندہ مسند“ ص ۹۔ امین نے عبارت کی کئی شکلیں اپنی طرف سے پیش کی ہیں۔ اعتراض بیجا ہے، مگر ”میخروشم“ کا محل نہیں، اور اس پر امین کا اعتراض نہیں۔

(۳) قاطع: ”نیمہ مضمون را لغت اندیشیدہ۔“ القاطع: ”مضمون معنی عبارت ہے جنس لغات“ سے نہیں ص ۱۰۔ اعتراض درست ہے (ص ص)

(۴) برہان: آب زیر کاہ... کنایہ از خوبی... مخفی و رواج و رونق خس پوش ہم ہست، چنانکہ اگر گویند ”آبش زیر کاہست۔“ مراد آن باشد کہ خوبی... و قابلیت و استعداد و رواج و رونق مخفی و پوشیدہ است۔“ قاطع: ”رواج و رونق خس پوش“ کہاں کا ”روزمرہ“ ہے؟ استعداد و رواج کو مرادف سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ القاطع: برہان نے ”حسن پوشیدہ“ لکھا ہوگا، کاتب نے ”خس پوش“ کر دیا۔ رونق کو خس پوش کہا بھی تو قباحت ہے خالی ہے۔ شمس اللغات و رشیدی میں ”خس پوش“ ہے اور آئندہ امثلہ اساتذہ مذکور ہیں۔ برہان کی عبارت میں ”استعداد رواج“ ہے۔ استعداد مرادف قابلیت، نہ مرادف رواج۔ اضافہ واو عطف کاتب کی طرف سے ہے ص ۱۱۔ امین نے اس پر غور نہیں کیا کہ ”خس پوش“ کی جگہ ”حسن پوشیدہ“ لانے سے مفہوم کا کیا حشر ہوتا ہے۔ ”امثلہ اساتذہ“ القاطع میں مذکور نہیں۔



(۵) قاطع : ”آب زیر کاه عبارت از نفاق و ریا ست ۔ ”آبش زیر کاپست“ نیز افادہ معنی خوبی و نیکی باطن نمیکند ۔ مراد آنست کہ حال باطنش مجہولست ، تا چہ پدید آید و مشار الیہ چگونہ کسی باشد ۔“ القاطع : یہ معلوم ہے کہ نفاق و ریا ہے ، تو یہ کس طرح کہا کہ ”حال . . .“ باشد ؟ ۔ ص ۱۲ ص ص ۔

(۶) قاطع : ”آبشت ، آبشتگاہ ، آبشتگہ ، آبشتن ، آبشتنگاہ ، آبشتنگہ از یک بیضہ شش مرغ برآورد ۔“ القاطع : ”میبايست کہ لغت ہفتم ذکر میکرد تا اسم بیضہ را مصداق پدید میگشت“ ص ۱۴ ص ص ۔

(۷) برہان : ”آروند . . . شان و شوکت و فخر و شکوہ۔“ قاطع : ”در بحث الف مقصورہ . . . اروند و اروند . . . نگاشتہ و جز فرو شکوہ معانی بسیار از بہر این لغت فراہم داشتہ . . . حیرت رو میدہد کہ اگر آمیغ و امیغ . . . آروند و اروند یکيست ، چرا ہمہ معانی در تحت لغت آروند نیاوردہ ، اگر اروند غیر آروند است فرو شکوہ و زیبائی معنی آن چرا نوشت ۔“ القاطع : ”اگر . . . نیاوردہ ۔“ غالب یہ نہیں بتاتے کہ اروند جس کے لیے کل معانی چاہتے ہیں ، الف مقصورہ سے ہے یا محدودہ سے ۔ ”اگر غیر . . . نوشت“ اس عبارت میں لفظ ”آن“ کا مشار الیہ کون ہے ، واضح نہیں ص ۲۶ ۔ غالب کی عبارت غیر واضح ہے ، اور جب تک اروند و اروند کے متعلق برہان میں جو کچھ ہے ، پیش نظر نہ ہو ، سمجھ میں نہیں آتی ۔

(۸) برہان : ”آسیم . . . بلغت ژند و پاژند استاد بزرگ مرتبہ ۔“ قاطع : ”ما را سخن در صحت لغت آسیم است ، اگر از روی ژند و پاژند نباشد از روی فرہنگہای دگر ۔“ القاطع میں اس عبارت پر اعتراض نہیں ، حالانکہ غیر واضح ہے ۔ غالب کو اپنے عقیدے کے مطابق جو فوائد قاطع میں درج ہے ، یہ لکھنا تھا کہ زند معدوم محض ہے ، اور پاژند کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے ۔ اگر یہ پیش نظر ہوتا اور یہ لغت اس میں نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے ، ہوتا تو اعتراض کا سوال ہی نہیں ۔ اگر پیش نظر نہ تھا تو یہ کہنا تھا کہ یہ بتانے سے قاصر ہوں کہ پاژند میں ہے یا نہیں ۔ ”از روی فرہنگہای دگر“ سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ یہ بمعنی مذکور دوسری فرہنگوں میں نہیں ہے ۔ اس صورت میں ان کے نام لکھنے تھے ، مگر بڑی قباحت یہ ہے کہ دیباچہ قاطع میں لکھ چکے ہیں کہ دوران تالیف قاطع میں برہان و دساتیر کے سوا کوئی کتاب سامنے نہیں تھی ۔ قاطع اشاعت ۲ میں اضافہ ہوا ہے کہ آسیم بمعنی استاد میں ”غرابت“ ہے ، دراصل آسام قلب آماس ہے ۔ آسیم بمعنی استاد بزرگ جہانگیری میں ہے ۔

(۹) قاطع : ”جامد غیر منصرف ۔“ القاطع : ”جامد منصرف کجا میباشد کہ قید غیر منصرف بر آن افزودہ است ؟ . . . تنها جامد کافی بود“ ص ۳۶ ص ص ۔

(۱۰) قاطع : ”ابدام بمعنی جسم اگر باشد ، گو باش جوہر مقابل جسم چگونہ



تواند بود ؟ . . . ابدام یا ابدانست . . . یا . . . اندام - ” القاطع : بمعنی جسم صحیح نہیں تو اس کا اقرار کیوں کیا ، صحیح ہے تو آخر میں انکار کیوں ہے ؟ ص ۶۶ ص ص -

(۱۱) قاطع : ” کشف یعنی آلہ پا - ” القاطع میں آلہ پا پر بجا اعتراض ہے - ص ۵۸ ص ص -

(۱۲) برہان ” انجلیک . . . دانہ باشد سیاہ شبیبہ بدانہ امرود ، و مغز سفید دارد و آن را بخورند ، خاصیتش آنست کہ برچند فراش خیال جاروب سنبل برجل خرسک ریش زند از پوست آن پاک نتوان کرد - ” قاطع میں اس عبارت پر اعتراض ہے کہ اس کا مطلب مسجھ میں نہیں آتا - القاطع : برہان میں انجلیک ہے ، انجلیک نہیں - عبارت ، یقین کلی ہے کہ کسی اور شخص نے حاشیہ برہان میں لکھی ہوگی ، کاتب نے کتاب میں شامل کر دی ص ۶۴ - عبارت دیوان بسحق اطعمہ کی ہے ، برہان نے خود وہاں سے یا کسی اور جگہ سے نقل کی ہوگی - عبارت کے غلط ہونے میں شک نہیں - بخوبی ممکن ہے کہ کاتب برہان نے کچھ کا کچھ کر دیا ہو - ڈاکٹر محمد معین نے غالباً اپنی مرتبہ برہان کے حواشی میں اس سے بحث کی ہے - (۱۳) قاطع : ” تفصیل و تحقیق - ” القاطع : غلط نامے میں تفصیل کی تصحیح نہیں ، یہ قطعاً بے محل ص ۶۷ ، مگر یہ صریحاً غلط طباعت ہے - غالب نے ” تفصیل ” لکھا تھا ، غلط نامے میں یہ غلطی نظر انداز ہوگئی -

(۱۴) قاطع میں ” تفصیل اب طریق ” ہے جو صریحاً ” تفصیل بطریق ” ہے ، لیکن غلط نامے میں اس کی تصحیح نہیں - القاطع میں الف پر اعتراض ہے - ص ۶۸ - (۱۵) القاطع : ” سیفرماید کہ پارسیان را الفیست کہ افادہ معنی نفی کنند ، آن کدام الف است کہ تنها بی ضم ضمیمہ افادہ نفی میکند - کس نداند کہ این اعتراضست ، این جواب آن اعتراض (بہاں پر ” است ” چاہیے ، رجوع بہ ص ۲۴) کہ معترض خود در شرح لفظ آرا و جاہای دیگر بگفتن صیغہ امر وغیرہ بمعنی فاعل و جز آن پیش از ضم ضمیمہ بر مولف . . . کردہ کہ امر تنها کجا افادہ فاعلیت میکند و بس ” ص ۶۹ -

(۱۶) قاطع میں جنبان بمعنی حرکت - القاطع میں اس پر بجا اعتراض ص ۶۹ - مگر قاطع اشاعت ۲ متحرک ، اشاعت ۱ میں غلط طباعت - (۱۷) برہان میں باختہ بمعنی مغرب و مشرق ہر دو - قاطع : ” در کتابی دیدیم کہ فلان دہ باختہ سوی فلان شہر است ، حالانکہ ما آن شہر و آن دہ را ندیدہ ایم چگونہ دانیم کہ کدام سوست - ” القاطع : ” این عبارت . . . محض بے معنی ست ، زیرا کہ اگر گویم کہ ” دہ فلان باختہ سوی ” بتامہ مبتداست و ” فلان شہر ” خبر آن ، بیج معنی بظہور نمیرسد ، و خبر بر مبتدا محمول نمیشود زیرا کہ دہ را کسی شہر نمیگوید ، و اگر گویم کہ دہ فلان باختہ مستداست و ” سوی فلان شہر ” خبر ، تاہم



ہیچ معنی پر کرسی لفظ نمی نشینند ، زیرا کہ ده فلاں ترکیب لغواست . . . و اگر گویم کہ ده فلاں مبتدأست و باختر سوی فلاں شہر خبر آنست ، البتہ ترکیب عبارت صحیح میشود بقاب باختر سوی ، یعنی فلاں ده سوی باختر فلاں شہر است ، مگر معنی آن ہرگز بصحت نمیانجامد زیرا کہ درین صورت قید ندیدن نسبت شہر محض بے معنی ست و ظاہر است کسی کہ شہر را ندیدہ است و نمیداند کہ کدام سوست ، ده را کی خواهد دانست کہ کدام سوی آن شہر است ۔“ ص ۷۱ ۔

(۱۸) برہان : ”بادپراں . . . بادپر است و آن شخصی باشد کہ پیوستہ از خود گوید ۔“ قاطع : ”بادپر لغت کدامین کشور است ؟ . . . پیوستہ از خود گفتن چہ معنی دارد ؟ مردم از خود ہم میگویند و از دیگران ہم ۔ بعد تامل بسیار چنان در دل فرود میآید کہ از خود گفتن لاف و گزاف و خود ستایی باشد و این خود معنی بادپراں نیست ۔“ القاطع : ”من . . . مرتبہ“ فہمایش (یہ لفظ غلط) نمیدارم لیکن بعرض میآرم کہ بادپر (کذا) . . . بلکہ بادپر . . . ہم . . . رشیدی وغیرہ آن از لغات کشور فارس گفتہ اند و معنی آن باوجود معانی دیگر کسی کہ فخر کند و منصب خود بر مردم عرض نماید نگاشتہ اند . . . پیوستہ از خود گفتن مراد از خود گفتن مراد از مدام اظہار فخر و منصب خود کردنست“ ص ۷۳ ۔ بادپر کے معنی دوم برہان میں یہ ہیں : ”کسی . . . کہ ہمہ روز فخر کند و منصب خود بمردم عرض نماید و ہیچ کار ازو نیاید۔“ بادپر بھی برہان میں اور بمعنی دوم بادپر ۔ برہان میں بادپراں کے معاً قبل ”بادپر“ ہے ۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ ”تامل بسیار“ کی کیوں ضرورت پڑی ۔ یہ دوسری بات ہے کہ عبارت پر اعتراض ہو ۔ اور یہ ہو سکتا ہے ”شخصی . . . گوید“ ، ”کسی . . . نیاید“ ایک بات نہیں ۔

(۱۹) قاطع میں افکندن بکاف عربی اور یہ مذہب غالب کے مطابق ہے ۔ امین کا خیال ہے کہ بکاف فارسی ہونا چاہیے ص ۷۵ ۔

(۲۰) قاطع : ”در فصول سابقہ ارتنگ را بشش صورت مسخ کرد ۔“ برہان میں ارتنگ ، ارٹنگ ، ارچنگ ، ارژنگ ، ارسنگ ، ارغنگ ہیں ، اور ان میں سے صرف ایک ارتنگ بمعنی مرقع تصویر صحیح ہے ، ارژنگ بمعانی مختلف ہے ، باقی شکلیں غلط محض ۔ مسخ شدہ شکلیں ان ”فصول“ میں کسی طرح نہیں ہو سکتیں ۔ القاطع میں اس پر اعتراض نہیں ۔

(۲۱) قاطع میں بعد ”مسخ کرد“ : چون تربت فصل ثا . . . رسید و لغت کمی کرد ، فغ را ثغ ، و ارٹنگ را کہ آن نیز غلط بود . . . ٹنگ نوشت حال آنکہ نبودن ثا . . . در پہلوی ، نیامدن کاف پارسی در عربی از مسلمات . . . است ۔ ہر آئینہ این لغت را نہ پارسی توان پنداشت نہ تازی ۔ بیشتر لغات منقولہ این بزرگوار باولاد بطنی آن روسپی ماند . . . ہم از آن لغاتست ٹنگ . . . کہ نہ از عجم است و نہ از عرب ۔“ القاطع : ”پس از لغات کہ ٹنگ را از جملہ آنها شمردہ است و گفتہ از ان لغاتست ٹنگ ، کجا بستند ، نشانی از انہا باید داد . . . میبایست



گفت کہ از آن قبیل است تنگ کہ چنین و چنانست . . . مشار الیہ لفظ ان کدام لغات را می‌شمارد ؟“ ص ۱۲۰ -

(۲۲) قاطع : ”بیشتر لغات منقولہ“ این بزرگوار . . . مانا بمرد مجہول الاب است ۔“ القاطع : بچہ“ مجہول الاب کا محل ہے ۔ ص ۱۲۰ ص ص ۔

(۲۳) ”اشباع دادن“ پر اعتراض القاطع ص ۲۵۰ ص ص (رجوع بہ غ) ۔  
 (۲۴) قاطع ”نوان . . . بمعنی خرامان و جنبان و سرکت کنان (بقول غالب ”مرادف یکدگر“ ) ، و لرزان و نالان و زاری کنان و فریاد زنان و نالندہ (از نالان تا آخر مرادفات بقول غالب) و جنبندہ (بہ بقول غالب مرادف خرامان وغیرہ) و نالیدن و جنبیدن و کوز و خم شدہ و خمیدہ و دوتا گردیدہ (کوز تا آخر بقول غالب مرادفات) و کہنہ و لاغر و ضعیف و آگاہ و ہوشیار و آگاہی و ہوشیاری آمدہ است ۔“  
 اس کے بعد تفصیل مرادفات جس کے آغاز میں یہ الفاظ ”ازبن بیست و دومعنی ۔“  
 القاطع : برہان میں ۲۲ الفاظ میں بہت سے صرف ”توضیح و تفسیر“ کی غرض سے آئے ہیں ۔ ۶ یا ۷ معانی مراد ہیں ، ۲۲ کہاں سے ہو گئے ؟ اگر غالب کے نزدیک اتنے معانی تھے تو ترادف کا ذکر کیوں کیا ؟ ص ۲۴۸ ص ص ۔ خرامان و جنبان برگز مرادف نہیں ۔ غالب الف نون حالیہ پر ختم ہونے والے الفاظ مثل نالان و لرزان کو اسم فاعل نہیں سمجھتے ۔ جنبندہ کو جنبان اور نالندہ کو نالان کا مرادف کیوں کہتے ہیں ، سمجھ میں نہ آیا ۔

(۲۵) قاطع : ”نہاوند . . . مرکبست از نہاوند“ ۔ القاطع : عبارت مبہمل ہے ۔ ص ۲۵۲ ص ص ۔

(۲۶) قاطع : ”بمنزلہ“ ظرفیست از شہرہا لبریز ۔“ القاطع : بجائے ظرف لفظ ملک یا اقلیم یا شہر چاہیے ۔ ص ۲۵۳ ۔

(۲۷) قاطع : ”کرلک . . . و . . . کراکا . . . دیگر اسم سریچہ صعوہ را گویند کہ ممولہ . . . بندی آنست“ القاطع : . . . دیگر ”گویند“ کے کیا معنی ہیں ؟ ص ۲۵۹ ص ص ۔

(۲۸) قاطع : ”در بیان ہائے ہوز با فای سعفص کاری کردہ است کہ جر اطفال کسی نکنند ، ہف . . . ، ہفوش . . . و ہفہف . . . ابن لغت اگر غریبست در صحیح اول و آخر نگاشت ۔“ القاطع میں ”در صحیح اول“ مگر قاطع میں در اصل ”در صحیح در اول“ ہے ۔ اور اس پر اعتراض ص ۲۶۱ ۔ دو اعتراض نہیں ، جو ہو سکتے تھے : غریب و صحیح میں تقابل نہیں ۔ ہف تو بیان مذکور کا لغت اول ہے ، اور ہفہف آخرین لغت ہے ، لیکن ہفوش اور ہفہف کے درمیان ایک اور لغت ہے ۔ غالب کی عبارت سے اس کی صحیح جگہ معلوم نہیں ہوتی ۔

(۲۹) قاطع میں ہمد ”نگشت“ : ”و باقی یکصد و چند لغت ہمہ از ہفت . . . مرکب ماخت . . . مراسم کنایہ از ہفت سپہر و ہفت ستارہ و ہفت پردہ چشم و



ہفت کشور۔“ القاطع میں اعتراضات ذیل نہیں : ہفت ، ان مرکبات کا صرف ایک جزو ہے ، یہ صرف ہفت سے مرکب نہیں۔ کنایات مذکور ۷ سے بھی کم ہیں۔

(۳۰) قاطع : ”تموز درانجا گذرد۔“ القاطع : بجائے گذرد ، گذراند چاہیے۔ ص ۲۶۶۔

(۳۱) قاطع : ”اچوتھا“۔ القاطع : صحیح اچھوتا۔ ص ۲۳۲۔

(۳۲) قاطع ”مل تنگ تنگ بمعنی شراب بسیار بسیار . . . این ہفت لفظ از کشف اللغات منقول است۔“ القاطع : ”معنی“ میں دو لفظ ہیں ، اور اس طرح ۷ نہیں ۸ ہیں۔ ص ۲۲۷۔

(۳۳) قاطع : ”درتحت لفظ مابون۔“ القاطع : ”درتحت“ کی جگہ ’تحت‘ چاہیے۔

ص ۲۱۷۔ ’درتحت‘ صحیح ہے۔

(۳۴) برہان : ”بہترین خرفہا پوست خرچنگست۔“ قاطع میں اس پر

اعتراض۔ القاطع : یہ ”ایجاد ناسخین“ ہے۔ ص ۲۱۳۔

(۳۵) قاطع : ”در عربی آنسو تر از جد صیغہ جمع نویسند یعنی اجداد ، و در

فارسی جمع نیا نویسند بمعنی نیاکان۔“ القاطع میں جو عبارت قاطع منقول ہے اس میں جمع نیاکان نہیں ، نیاگان ہے ، اور اس پر اعتراض۔ اصلی عبارت پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

(۳۶) القاطع میں اعتراض ہے کہ قتال ، قتالیدن وغیرہ ۸ ہیں ، مگر قاطع

میں انہیں ۹ کہا ہے۔ ص ۱۹۰ ص ص۔

(۳۷) قاطع میں ”کندن ریختن دریدن شکافتن پراگندہ و پریشان ساختن ، از

بہم جدا کردن“ کو ۶ معنی کہا ہے۔ القاطع : ۵ ہیں ، شکافتن و دریدن کو ۲ سمجھنا غلط ہے۔ ص ۱۹۱۔

(۳۸) قاطع : ”در شرح معنی طارق۔“ القاطع : ”در شرح طارق“ یا ”در

معنی طارق“ چاہیے ص ۱۸۵۔

(۳۹) قاطع : ”مع الکاف پارسی۔“ القاطع : ”مع الکاف الفارسی“۔ صحیح

ص ۱۸۱ ص ص۔

(۴۰) قاطع : ”مخمور آنکہ نشا از نہادش بدر رفتہ باشد۔“ القاطع : ”نشہ“

را نسبت بدماغست نہ نہاد“ ، ص ۱۵۲۔

(۴۱) قاطع : برہان میں ہے ”نباتی باشد گرد و کوچک و الوان شبیبہ

بخربزہ“۔ ”خربزہ نباتست یا ثمر؟“ القاطع : عبارت برہان میں ”ثمر نباتی“ کاتب کی غلطی ہے ص ۱۵۲۔ امین نے خود بھی خربزہ لکھا ہے ، صحیح خربزہ ہے۔

(۴۲) القاطع : برہان میں ’خانہ خراب‘ ، صفت کتاب۔ یہ ٹھیک نہیں۔

ص ۱۴۶۔

(۴۳) القاطع : قاطع میں مع الواو معدولہ ، صحیح مع الواو المعدولہ۔



(۴۴) قاطع : ”بمعنی التفات و خوف آورد - التفات و خوف ، نہ مرادف یک دیگر و نہ ضد ہمدیگر۔“ القاطع : ”نسبت در دو شی خالی از سہ صورت نیست یا عین یکدیگر خواہد بود ، یا ضد یک دیگر یا ہم نقیض - ہر گاہ التفات باہم مرادف و ضد یک دیگر نبود ، باید کہ نقیض ہم باشد ، و این غلطت زیرا کہ در تناقض شرطست کہ اشیاے متناقضین نہ ہر دو مجتمع شوند نہ باہم مرتفع باشند . . . التفات و خوف اگرچہ باہم مجتمع نشوند مگر ارتفاع این ہر دو ممکن است کہ درینجا مرتبہ ثالث موجود است کہ نہ التفات باشد۔“

(۴۵) قاطع ”بای زائدہ در بتاییدن اصلیت یا زائد۔“ القاطع : زائد کہنے کے بعد یہ کہنا کیا کہ زائد ہے یا اصلی - ص ۱۵ ص ص -

(۴۶) قاطع : ”بخسیدن و بخشید و بخشیدہ و بخش فعل لازمی باشد . . . و بخشانیدن و بخشان فعل متعدی بود۔“ القاطع : بخشیدن و بخشیدہ و بخشانیدن کو فعل کہنے پر اعتراض ہے - ص ۸۰ -

(۴۷) برہان میں ”چین چین گردیدہ۔“ قاطع میں اس پر اعتراض - القاطع : برہان میں ”چین در چین گردیدہ“ تھا ص ۸۲ - ”چین چین“ صحیح (رجوع بہ غ)۔ (۴۸) قاطع کے مطابق برہان میں برزہ ۲ جگہ اور ایسے لغات جن میں لفظ ”برزہ“ آیا ہے ۶ جگہ - القاطع : برہان میں ’برزہ‘ مکرر نہیں - ص ۸۴ - قاطع ۲ میں برزہ صرف ایک جگہ ، قاطع ۱ میں چھاپے کی غلطی ہوگی۔

(۴۹) برہان کے ۶ لغت برز کار وغیرہ کے متعلق قاطع میں ہے کہ ”یک لغت را در شش فصل . . . آورد۔“ القاطع : ”حیرانم کہ مشار الیہ این یک ازین شش لغت کدامست ، و اگر تمامست ، پس شش را یک چرا نامست و یک لغت را در شش فصل کجا دیدہ است ، و شش را یک چگونه فہمیدہ است“ ص ۸۴ ص ص - ”فصل“ پر امین کا اعتراض نہیں ، اور وہ خود بھی برہان کے ہر لغت کی شرح کو فصل کہتا ہے - برہان میں باب کے لیے گفتار ، اور فصل کے لیے ’بیان‘ آیا ہے۔

(۵۰) قاطع : ”بوشاسپ و بوشباس بمعنی خواب آورد . . . دو لغت نیست یک لغت است کہ بصنعت قلب دو صورت پذیرفتہ۔“ القاطع : ”دو صورت جداگانہ را ، باوصفی کہ نام آن ہر دو جداگانہ باشد کدام کہں یک گفتہ است؟“ ص ۹۰ - (۵۱) قاطع : ”مع الیای تحتانی۔“ القاطع : ”مع الیای التحتانی“ چاہیے - ص ۹۱ ص ص -

(۵۲) قاطع ”یک لغت را در سہ فصل بیک معنی آورد ، تا کدام لغت صحیح است۔“ القاطع : ”اگر لغت یکہست تا صحیح کدام خواہد بود ، و لفظ کدام را بر کدام کدام صادق خواہد فرمود ، و اگر لغت متعدد است باز چرا گفت کہ یک



ز ت را در سه فصل آورد -“ ص ۶

(۵۳) قاطع : ”پیش را کہ نقیض پس است ترجمہ‘ مقدمہ نیز قرارداد -“ القاطع : تناقض کے لیے ضرور ہے کہ متناقضین میں سے ایک صحیح ہو ، اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ نہ آگے ہو ، نہ پیچھے - یہ دونوں ضدیں ہیں ، برہان نے بھی نقیض لکھا ہے : میں اس کا معترض نہیں ، اور اس کی تاویل کر سکتا ہوں ص ۹۹ - اگر غالب غلطی پر ہیں تو برہان بھی - امین کو بتانا تھا کہ وہ کیوں فرق کرتا ہے - (۵۴) قاطع : ”تدو . . . بی اشعار حرکت لفظ ثانی -“ القاطع : لفظ بجا ہے حرف غلط ہے - ص ۱۰۱ ص ص -

(۵۵) برہان : ”جسم . . . کہ در مقابل جوہر باشد“ - قاطع : یہ تقابل غلط ہے - القاطع : ”جسم درینجا عبارت از جسم مطلقست ، و جسم مطلق خاصست و جوہر عام ، و خاص و عام باہم منقابست ، پس جسم و جوہر چرا مقابل ہم دگر نمی تواند شد ؟“

(۵۶) ”تو من با اول بثنائی مجہول“ برہان مطبوعہ میں ہیں ، اور غالب اس پر معترض نہیں - القاطع : تعجب ہے کہ غالب نے اس پر اعتراض نہیں کیا - برہان نے ”با اول مضموم بثنائی مجہول“ لکھا تھا ، کاتبوں نے غلطی کی - یہ اس کا ثبوت ہے کہ نسخہ‘ مطبوعہ‘ برہان اغلاط سے خالی نہیں ص ۱۱۱ -

(۵۷) برہان میں ”صد پارہ دہ“ - قاطع : ”منش فرزندگان را برہم میزند“ القاطع : ”پارہ بمعنی قطعہ“ ص ۱۱۲ ، ص ص (رجوع بہ غ) - (۵۸) قاطع : ”مجہول صفت آن افتد“ - القاطع : ”صفت بافتادن کجا مستعملست ؟“ ص ۱۱۲

(۵۹) برہان کے ”عربی نژادان فارسیدانان“ پر اعتراض - غالب - القاطع : ایک طفل ابجد خوان بھی یہ نہیں مانے گا کہ یہ عبارت برہان کی ہے - ص ۱۱۵ - (۶)

امین نے غالب پر سرقہ‘ اعتراضات کا الزام لگایا ہے :

القاطع : ”این شبہہ از مولف رشیدیست بلکہ او نیز حوالہ بہ سامانی نموده (شمس اللغات میں بھی) القاطع : ” . . . گویں نعرہ میرزا صور اسرافیلست کہ مردگان بوسیدہ (پوسیدہ چاہیے) استخوان را جانی تازہ عطا میفرماید . . . نگارش این چنین اعتراضات محض لغو و بیجا ست -“ اگر اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا تو دوسروں کا حوالہ دینا تھا کہ سرقے کا الزام نہ دیا جا سکتا (بحث آب چین) - ”معترض باز پیشہ‘ خود را کہ دزدی بود ، بدست آورد ، یعنی اشارت نکرد کہ این شبہہ از محشیان . . . برہانست“ (بحث انجکک) - الزام سرقہ‘ اعتراضات محشی برہان مباحث جکر و جولہ و چخی و چکری و راوش و سلک لالی و گوارہ میں ہے - بحث



دیماس میں غالب نے اعتراض حاشیہ سے اختلاف کیا ہے ، اور قاطع اشاعت میں اس جگہ کے علاوہ کہیں اور حواشی برہان کی طرف اشارہ نہیں ۔ غالب لکھتے ہیں : ” مصححانِ کارگاہِ انطباع جا بجا حاشیہ ہا نگاشتہ اند ، ہمہ در اغلاط لغات عربی و . . . آن اغلاط بیشتر بجااست ۔ “ القاطع میں اس کے متعلق مرقوم ہے : ” غیر افترا بردازی چیزیں . . . وختہ میگوید کہ . . . حاشیہ ہا نگاشتہ اند اما در اغلاط لغات عربی ، نمیگوید کہ بر لغت ہندی و فارسی ہم اکثر گرفت کردہ اند ، چنانکہ در لفظ جولہ و چکری وغیرہ اشارت بدان کردہ ام . . . مگر خود را از دزدی میرہاند کہ ہندی و فارسی را نسبت بمحشیاں میناید ، چنانکہ در فارسی نادانست و در عربی بی سروسامان ، در ہندی نیز از زمرہ دزدانست ۔ “ اقتباس غ ۔ یہ صحیح نہیں کہ کل اعتراضات کا عربی لغات سے تعلق ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ محشی کے ۸۱ ایرادات (سب کے سب اعتراضات نہیں) میں سے بیشتر کا عربی سے کچھ سروکار نہیں ۔ مخالفین نے جب یہ کہا کہ قاطع میں بہت سی باتیں حواشی سے لی گئی ہیں مگر ان کا حوالہ نہیں دیا گیا ، تو غالب نے اشاعت ثانی میں کئی جگہ اس پر اظہار طہانیت کیا کہ فاضل محشیاں برہان بھی میرے ہم خیال ہیں اور عبارت مرقومہ ” بالا میں ” ہمہ “ کو ” اکثر “ بنا دیا (بحث دیماس) ۔ حقیقت سے کسی قدر انحراف اب بھی رہا ، اور ایسے مقامات بھی رہے ، جہاں حواشی کا مطلق ذکر نہیں ، گو زیر بحث امور سے متعلق حواشی موجود ہیں ۔ غالب نے تیغ ص ۱۰ میں اس سے انکار کیا ہے کہ اعتراض کا سرقہ ہو سکتا ہے “ ص ۵۳۸ ۔ غالب نے اشاعت ۱ میں تو محشیوں کے نام نہیں لکھے ، لیکن اشاعت ۲ میں رقم طراز ہیں : ” در برہان . . . کہ . . . یہ تصحیح حکیم عبدالمجید و مولوی عبدالمجید و مولوی بدیع الدین و چار فاضل دیگر مطبوع شدہ . . . آہ از مرزا رحیم بیگ کہ در ساطع برہان این ہفت فاضل جلیل القدر را کارپردازان مطبع نام نہاندہ اند . . . “

سنگ بد گوہر اگر کسہ زرین شکند

قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود

(بحث استخر) ۔ حقیقت یہ ہے کہ حواشی روبک نے باعانت تارنی چرن لکھے تھے ، جیسا کہ نسخہ ” مرتبہ “ روبک سے معلوم ہوتا ہے ۔ یہ پہلا مطبوعہ نسخہ ہے ۔ حکیم عبدالمجید ایک مطبع کے مالک اور اپنے عہد کے مشاہیر میں تھے ، انہوں نے جب اسے چھاپا تو حواشی بجنسہ نقل کر لیے ۔ اور اپنے نسخے کے سرورق میں سراحۃً لکھا کہ یہ نسخہ روبک کی نقل ہے ۔ غالب نے ابتدا میں جو نسخہ دیکھا تھا ، وہ نہ نسخہ ” روبک تھا ، نہ نسخہ ” عبدالمجید ۔ ایک تیسرا نسخہ تھا اور اس میں بھی حواشی روبک شامل تھے ۔ غالب کی کسی تحریر میں اس نسخے کا ذکر نہیں ، اور اشاعت ثانی میں صرف نسخہ عبدالمجید کی



طرف اشارہ ہے۔ اس کی وجہ سے میں خود غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا، جو اُس وقت دور ہوئی جب میں نے رام پور میں تیسرا نسخہ دیکھا جو وہاں لوہارو سے آیا ہے۔ بدیع الدین وغیرہ جنہیں غالب جلیل القادراً فضلا قرار دیتے ہیں، محض مصححین مطبع تھے اور گمنام محض ہیں۔ غالب کے برخلاف میرا خیال ہے کہ اعتراضات کا مرقہ ہو سکتا ہے، لیکن وہ اعتراضات جن کی چوری کا الزام لگایا گیا ہے، ایسے نہیں کہ بطور خود غالب کے ذہن میں نہ آ سکتے تھے۔ یہ کہنا تقاضائے انصاف ہے، ورنہ غالب نے بحث دیماس میں اعتراضات حواشی کا جس طرح ذکر کیا ہے، وہ مخالف کو اس کا موقع دیتا ہے کہ ان پر چوری کا الزام لگائے۔

## (۵)

ایک اہم اعتراض یہ ہے کہ غالب برہان پر جو اعتراض کرتے ہیں، وہ وارد ہی نہیں ہوتا، یعنی یہ کہ جو بات انہوں نے برہان کے نام سے لکھی ہے، وہ اس کے قلم سے نکلی ہی نہیں، یا وہ اس کا مطلب بالکل غلط سمجھے ہیں:

(۱) قاطع: برہان میں پایر بروزن جاگیر ہے جو پاییز کا مصحف ہے۔  
القاطع: برہان میں پایر بوزن سائر ہے ص ۲۶۷، ص ص۔ مگر 'پایر' پاییز مخفف۔ پاییز کا مصحف ہے۔

(۲) قاطع: برہان میں آذرہ بمعنی "اسپی۔۔۔ کہ نمد زین آن دو نیم باشد و بمعنی نمد زین ہم" القاطع: "در برہان صاف نگاشتہ است کہ آذرہ۔۔۔ نمد زین اسب را گویند کہ چنیں و چناں باشد۔" آذرہ بذال منقوطہ کی بحث میں بھی زین اسب الخ ص ۲۳ ص ص۔

(۳) قاطع: برہان میں انگسیہ اور انگشتہ ہر دو بمعنی برزیگر جاہمند۔ القاطع: برہان میں انگسیہ و انگشتہ بمعنی مذکور، اور انگشتہ بوزن خرپشتہ بمعنی آلتے۔۔۔ از چوب (تفصیل)۔۔۔ و بفتح با برزیگر را گویند کہ صاحب ثروت بود۔" ص ۶۶ ص ص۔

(۴) قاطع: برہان میں اودر بسکون ثالث۔ "گویا اجتماع ساکنین روا داشت، اگر سہو کاہی نگار نیست وای برجان جامع لغات۔" القاطع: برہان میں بکسر ثالث۔ ص ۶۷ ص ص۔ فارسی میں اجتماع ساکنین ناروا نہیں۔

(۵) قاطع: برہان میں تذو برائے تدرو۔ القاطع: برہان میں تذو کے معنی صرف یہ ہیں: "جانوریست سرخ رنگ و پردار کہ بیشتر در حمامها و متوضا میباشد۔" اورا بعربی ابن وردان گویند" ص ۱۰۲ ص ص۔ کہال یہ کہ غالب اس کے معنی اپنی طرف سے یہ بتاتے ہیں: "امم کرمیست کہ در گرمابہ ہا متکون میشود۔"

(۶) قاطع: برہان میں تورا بضم اول بروزن حورا، حالاں کہ حورا بالفتح ہے۔



القاطع: ”این چنین کس را بلا علمی این چنین الفاظ منسوب ساختن . . . بمضحکہ خود پرداختن (است) پر صریحست کہ کاتبان . . . تصرف بیجا کرده اند . . . راص خورا (خو + را) بود“ ص ۱۱۰ -

(۷) قاطع: جہار . . . مینویسد و درخت خرما معنی آن نشان میدہد و شحم النخلہ عربی آن میآرد . . . در الفاظ فارسی . . . تنوین . . . امریست از . . . مضحکہ آنسو تر“ القاطع: ”برہان: ”مغز درخت خرما . . . و آن را پیہ خرما و دل خرما ہم گویند“ حاصل اینست کہ تقسیم این لغت در زبان فارسی مغز درخت خرما ست و مغز درخت خرما را پیہ خرما و دل خرماست ، نہ این معنیست کہ این لغت خود فارسیست . . . و اینکہ گفتہ است کہ عربان شحم النخلہ خوانند یعنی اہل عرب در تفسیر و توضیح این لغت شحم النخلہ میآرند ، نہ اینکہ عربی آن شحم النخلہ است و آن لغت عربی نیست . . . ظاہرا بنگارش تنوین دانستہ باشد کہ اشعار بعربی نمودن آن فضولیست زیرا کہ اظہار تنوین خود دلیل برین معنیست کہ این لغت عربی خواہد بود“ ص ۱۲۳ - یہ لغت ہی قابل اندراج نہ تھا ، مگر اس پر غالب کا بھی اعتراض نہیں - یہ صحیح ہے کہ برہان اتنا جاہل نہ تھا کہ جہار بتنوین را کو فارسی سمجھتا ہو ، لیکن اس لغت کے پیش کرنے کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا ہے ، غلط ہے -

(۸) قاطع: ”جور بفتح اول و سکون ثانی نام نخستین خط جام جمشید کہ بر لب جام بود . . . دربارہ تسمیہ خط جام . . . مینگرد . . . کہ چون بادہ تال لب جام رسد جام لبریز گردد ، و خورندہ مست و بیخود شود ، گوی بر آن سے آشام ستم کردہ باشد -“ وجہ تسمیہ ناقابل قبول - القاطع: یہ وجہ تسمیہ برہان میں نہیں - وہ بات جس پر غالب معترض ہیں برہان میں جور نہیں ، پیالہ جور سے متعلق ہے - ص ۱۲۷ ص ص -

(۹) برہان میں جملہ مخفف جولاہ ہے - القاطع: برہان میں یہ لفظ نہیں - ص ۱۳۰ ص ص -

(۱۰) قاطع: برہان میں دشوارگر بوزن ہشیارگر - القاطع: برہان میں ہشیارگر نہیں ، ہشیارتر ہے - ص ۱۵۳ ص ص - مگر یہ غالب کی لغزش قلم معلوم ہوتی ہے -

(۱۱) قاطع برہان میں دشیشک بمعنی شب - القاطع: برہان میں حرف ماقبل کف ث نہیں ، ش ہے ص ۱۵۳ ص ص - یہ چھاپے کی غلطی ہے ، اشاعت ۲ میں صحیح لفظ ہے -

(۱۲) قاطع: برہان میں سرایان بمعنی خوانندگی و گویندگی - اس پر اعتراض - القاطع: برہان میں ہے: ”سرایان بروزن گدایان خوانندگی و گویندگی و نغمہ سرایی کنان را گویند -“ معنی یہ کہ سرایان خوانندگی کنان ، گویندگی کنان و نغمہ سرایی کنان کو کہتے ہیں - ص ۱۶۵ ص ص -



(۱۳) قاطع برہان میں سرایش زبان قال ، حالانکہ یہ ترجمہ 'قال ہے ۔ القاطع : عبارت برہان "سرایش" . . . زبان قالست کہ سخن گفتن و نغمہ پردازی آدسیان و سرود مرغان باشد ۔ "لفظ زبان اضافہ" کاتب ہے ۔ اگر بفرض محال برہان نے زبان قال لکھا بھی ہو تو اس میں اضافت بیانی ہے جیسے اسب قلم و میدان صفحہ (وغیرہ) مراد صرف مال سے ہے ۔ ص ۱۶۶ ۔

(۱۴) برہان : "ضرب سیخول را گویند و در عربی بمعنی زدن باشد ۔" قاطع میں اعتراض کہ برہان ضرب بمعنی سیخول کو فارسی قرار دیتا ہے ۔ القاطع : عبارت دراصل یوں ہے : "ضرب سیخول را گویند در عربی و بمعنی زدن" ص ۱۸۴ ۔

(۱۵) قاطع : "طارطقہ را . . . گویند کہ بعربی حب الملوک گویند ۔ گوئی طارطقہ را بمعنی حب الملوک . . . فارسی دانستہ است" القاطع : برہان نے ہرگز یہ نہیں لکھا ۔ اس کی عبارت یہ ہے : "طارطقہ . . . دانہ ایست کہ آن را مہبوب (برہان میں مہبو) دانہ گویند و بعربی حب الملوک خوانند و این غیر حب السلاطینست ۔" اصل یہ ہے کہ طارطقہ را معنی در زبان فارسی دا نہ ایست کہ آن را مہبوب (کذا) گویند و مہبوب دانہ را در زبان عربی حب الملوک نیز نامند ۔ صریح ظاہر است کہ طارطقہ لفظ عربیست و معنی آن در زبان فارسی مہبوب دانہ است" صفحہ ۱۸۴ ۔

(۱۶) قاطع : عژک و غچک نام ساز مسلم، اما بعین بے نقطہ و زای فارسی یعنی عژک دانستن . . . جز مسخرگی و بلعجبی نیست ۔" القاطع : محض تہمت ہے ۔ برہان نے قول صاحب سروری و سرمہ نقل کیا ہے اور خود اسے بحث غین و ژا میں لایا ہے ۔ اس قول کو برہان کی طرف منسوب کرنا مسخرگی و بلعجبی ہے ۔ ص ۱۸۷ ۔ برہان میں غچک نہیں ، مگر امین نے اس پر اعتراض نہیں کیا ۔ غالب نے برہان کے ساتھ نا منصفی کی ہے ۔ انہیں بتانا تھا کہ اس میں عژک بالاستقلال نہیں ۔ عژک کے ضمن میں آیا ہے اور برہان نے صراحتاً لکھا ہے کہ سرمہ سے ماخوذ ہے ۔ سوال یہ ہے کہ برہان عژک کو صحیح سمجھتا تھا یا غلط ؟ اگر غلط ، تو پھر کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے ظاہر کرتا ؟

(۱۷) قاطع : برہان قانون کو قانون کا معرب کہتا ہے ۔ قانون عربی الاصل ، اس کا فاعل مقنن ۔ القاطع : یہ تہمت ہے کہ اس نے معرب قانون کہا ۔ اس نے بعض کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی بروایت ضعیف ۔ برہان کہتا ہے : "نوعانون . . . اصل و رسم و قاعدہ باشد . . . و نام سازبست . . . گویند این لغت معرب قانونست ، و عربی نیست لیکن در عربی مستعمل است" اس سے ظاہر ہے کہ برہان خود اسے معرب نہیں سمجھتا ۔ ص ۲۰۷ ۔ قانون قطعاً معرب ہے مگر قانون [سامی] ہے ، فارسی نہیں ۔ تعجب ہے کہ امین نے مقنن کے فاعل قانون ہونے پر اعتراض نہیں کیا ۔ قانون فعل کب ہے کہ اس کا فاعل ہو ؟



(۱۸) قاطع : ”گوارہ بضم کاف فارسی میگوید کہ ظرف سفالی را گویند و خزف را ہم میگویند و بہترین خزفہا پوست خرچنگست . . . سفال و خزف البتہ یکیست ، ظرف را اگرچہ از سفال باشد خزف چگونہ تواند دانست و پوست خرچنگ بہترین خزفہا چگونہ تواند بود ؟“ القاطع : تہمت محض ہے ۔ یہ لغت برہان میں بمعنی ظرفِ سفالی بحث کاف عربی میں آیا ہے ۔ اور مختلف معانی [بافتح ، ”منخف گہوارہ . . . و گہ‘ گاو و گلویش . . . و خانہ‘ زنبور“] (گوارہ بالضم برہان میں نہیں) رکھتا ہے ۔ برہان نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ ظرف سفالی کو خزف کہہ سکتے ہیں ۔ ص ۲۱۳ ص ص ۔

(۱۹) قاطع : ناطوری در اصل ”نگہبان کشت و باغ“ ہے ۔ برہان میں بمعنی مزارع ہے ۔ القاطع : یہ تہمت ہے ، برہان میں ہے کہ ”ناطوری کشتبان را گویند کہ زراعت نگہ دارندہ باشد“ ص ۲۳۳ ص ص ۔

(۲۰) قاطع : برہان میں نعمت جزا صم (جذر چاہیے ، اور قاطع میں یہی ہے ، القاطع میں ز سے ہے) بمعنی نعمتہائے بہشت ہے ۔ القاطع : برہان میں نعمت بہشت بہشت ہے ۔ ص ۲۲۹ ص ص ۔

(۲۱) القاطع : قاطع میں ہے کہ برہان نے نہاوند مرکب از نہاوند ، ’ند‘ بکسر نون شہر و ’آوند‘ بمعنی طرف لکھا ہے ۔ برہان میں ”مرکب از نہاوند“ نہیں ۔ ص ۲۵۲ ص ص ۔

## (۶)

غالب نے قاطع میں ایک جگہ لکھا ہے کہ برہان اشعار سند اس لیے نہیں دیتا کہ اپنے ایجاد کردہ لغات کتاب میں داخل کرتا ہے ، سند ہو تو کیوں کر ؟ انہوں نے ، اس کے باوجود کہ ’قاطع‘ اشاعت ۲ ، بلکہ اس سے قبل شائع شدہ لطائف میں دعویٰ کیا ہے کہ کسی ایرانی نے فرہنگ نہیں لکھی ، فرہنگوں کی سند مانگی ہے (بحث آسیم) ۔ قاطع میں کم و بیش ۵۰۰ اعتراضات برہان پر ہیں ، لیکن ان کے پیش کردہ اشعار ۲۰ سے زیادہ نہ ہوں گے ۔ دو تین جگہ انہوں نے ”شرفنامہ“ کے عبارات نقل کیے ہیں ۔ ایک جگہ ”جہانگیری“ کی کسی عبارت کی طرف اشارہ کیا ہے ، چار پانچ جگہ ”دساتیر“ کا حوالہ ہے مگر اس کی عبارات منقول نہیں ۔ دو چار مقامات میں عبدالصمد کی سند دی ہے ، مگر اس کی کوئی عبارت نقل نہیں کی ۔ شعر یا مصرع کے لیے جو قاطع ۱ میں ہے ، ضرور نہیں کہ وہ اس کے مصنف کا نام بتائیں ، مثلاً بحث برزکار وغیرہ میں ایک مصرع ہے جس سے قبل یہ الفاظ ہیں : ”دیگر می سراید ۔“ اشعار سند سے ضرور نہیں کہ ان کے دعوے کو تقویت پہنچے ۔ اس جگہ ایک مثال کافی ہے : استر (خچر) برہان میں بفتحہ‘ الف و تا ہے ، اور غالب سے قبل کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ۔ غالب اسے



مضموم الالف والتا بتاتے ہیں ، اور ستور بضمتین کو استر کے مخفف ستر بضمتین (بقول غالب) کا مزید علیہ قرار دیتے ہیں ۔ بحث استر میں اگر کوئی سند ہے ، تو سعدی کا قطعہ ذیل ہے :

آن شنیدستی کہ وقتی تاجری در بیابانی بیفتاد از ستور  
گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

اس سے اگر کسی دعویٰ کے اثبات میں مدد مل سکتی ہے تو وہ ستور کا مضموم التا ہونا ہے ، اور بس (رجوع بہ بحث استر ، غ) ۔ بحث ارتنگ میں ایک شعر نظامی کی طرف منسوب ہے ، حال آنکہ وہ خسرو کا ہے ۔ القاطع ص ۵۱ میں ہے کہ ”جہانگیری“ اور دوسری فرہنگوں میں بنام خسرو مرقوم ہے ۔ بحث ”قافلہ شد“ میں غالب نے ”ای کس ما بے کسی ما بین ۔ الخ“ جامی کے نام لکھا ہے ، حال آنکہ یہ ”مخزن الاسرار“ نظامی میں ہے (القاطع میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ شعر جامی کا ہے ۔ ص ۲۰۲) ۔ دساتیر کے حوالے سے جو کچھ مرقوم ہے ، لازماً صحیح نہیں (رجوع بہ بحث دساتیر ۔ غ) ۔ برہان میں ترک اشعار سند کی وجہ مولف نے اپنے دیباچے میں یہ لکھی ہے : ”محمد حسین المتخلص بہ برہان میخواست کہ جمیع لغات فارسی و پہلوی و دری و یونانی و سریانی و روسی و بعضی از لغات عربی و لغات ژند و پاژند و لغات مشترکہ و لغات غریبہ و متفرقہ و اصطلاحات فارسی و استعارات و کنایات بعربی آمیختہ و جمیع فوائد فرہنگ جہانگیری و مجمع الفرس سروری و سرمہ سلیمانی و صحاح الادویہ حسین الانصاری را کہ ہر یک حاوی چندین کتاب لغاتند بطریق ایجاز بنویسد و آن بہ ہیچ وجہ صورت نمی بست مگر باسقاط شواہد و زوائد ۔“ یہ نہیں کہ برہان میں اسناد مطلقاً نہیں ہیں ، مگر برائے نام ۔ وہ اگر چاہتا تو جہانگیری و سروری سے ہزاروں نقل کر سکتا تھا ، مگر اس صورت میں کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی ۔ رہا ایجاد کردہ لغات کا شمول ، تو یہ الزام بالکل غلط ہے ۔ امین نے غالباً سند کے مسئلے سے کسی جگہ بالتفصیل بحث نہیں کی ۔ ایک جگہ غالب طالب سند ہیں ۔ امین معترض ہے کہ مردہ دو صد سالہ سے سند کیا مانگتے ہیں ۔ یہ فضول بات ہے ۔ غالب کی مراد یہ ہے کہ جب تک سند نہیں پیش ہوگی ، میں اپنی رائے پر قائم رہوں گا ۔ خطاب معاصرین سے ہے ، برہان سے نہیں ۔ امین خود غالب سے جا بجا طالب سند ہوا ہے ، بلکہ بعض مقامات میں تو اس نے یہ لکھا ہے کہ عبدالصمد ہی کی سند دی ہوتی ۔ اس نے بکثرت اشعار سند پیش کیے ہیں ، لیکن یہ عموماً فرہنگوں سے ماخوذ ہیں ۔ اشعار ذیل جو بالترتیب اسدی ، والہ بروی اور خاقانی کی طرف منسوب ہیں ، اس نے کسی فرہنگ کے حوالے کے بغیر نقل کیے ہیں (ص ۱۵) :

شہ دادگر با ہجوم سپاہ زدہ خیمہ ہا بر لب آبگاہ



بصحن خانہ ام امروز سیر دریایست کجا روم کہ ازین خوشتر آبگاہی نیست

بر خاک رہش بہر خزان گل بر آبگہش بہر کران پل  
شعر اول گرشاسپنامہ اسدی اور شعر ثالث تحفۃ العراقین خاقانی کی بحر میں  
ہے ۔ یہ مثنویاں اور دیوان والہ میری نظر سے اُس زمانے میں گزرا ہے جب  
مجھے یہ تلاش تھی کہ آبگاہ بمعنی آبگیر کی مسند ملتی ہے یا نہیں ۔ میرے پاس  
جو ان سے متعلق میری اپنی لکھی ہوئی یادداشتیں ہیں ، ان میں یہ اشعار نہیں ۔  
القاطع کی بحث ابدام میں ہے : ”این لغت در فرہنگہای موجودہ کہ از دو سہ نسخہ  
یش نیست ، در نیافتہ ام ، لیکن . . . یقین کلیست کہ در سروری و سرمہ مایہانی  
وغیر آہا این لغت را نامی و معنی این را نشانی خواہد بود“ ص ۴۶ ۔ ”خواہد  
بود“ اس کا غماز ہے کہ یہ دونوں فرہنگیں امین کی نظر سے نہیں گزری تھیں ، لیکن  
وہ بے تکلف مقدم الذکر کا حوالہ تقریباً ۲۰ جگہ اور موخر الذکر کا کم و بیش  
۱۵ جگہ دیتا ہے ۔

القاطع میں ”فرہنگ ہندو شاہ“ [فرہنگ اندراج۔مدیر] (ص ۲۲ ، ۲۰۲ وغیرہ) ، ابراہیمی (ص ۲۲ ، ۸۶ وغیرہ) ، شرفنامہ (ص ۴۸) ، عین الافاضل  
(ص ۱۲۱ وغیرہ) ، سکندری (ص ۲۵۶) کے حوالے ہیں اور یہ فرہنگیں مجھے یقین  
ہے کہ امین کی نظر سے نہیں گزریں ، حالانکہ حوالہ اس طرح دیا ہے کہ ان کے  
مطالعہ کرنے پر مشعر ہے ۔ غالب کے اس قول کی تردید میں کہ برہان تبریزی  
المولد نہیں ، روضۃ الجنان مصنفہ ”ملا حیدر شاہ جہانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ  
”نمیداند کہ فرزندش علی حسن ہم بذات خود تبریزیست ، بعمر شانزدہ سالگی از تبریز  
بہ ہند آمدہ“ ص ۱۱۶ ۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب وجود خارجی نہیں رکھتی ،  
اور اس نام اور مصنف کی کوئی کتاب ہے تو اس میں وہ بات جو اس کے حوالے  
سے مرقوم ہے نہیں ملے گی ۔ جہانگیری کے حوالے بہت ہیں لیکن اس سے استفادہ  
کماحقہ نہیں ۔ (رجوع بہ بحث ایثار بخش) القاطع میں رشیدی ، بہار عجم (ص ۴۳  
وغیرہ) ، مطلع السعدین وارستہ (ص ۵۷) ، مصطلحات وارستہ ، کتاب آرزو (بدون  
نام) منتخب اللغات (ص ۸۲) ، صراح (ص ۸۶) ، خالق باری منسوب بہ خسرو  
(ص ۹۵) ، تاج اللغات (ص ۱۰۵) ، بحر الجواب (ص ۲۱۸) ، کتاب قوانین از  
عبدالواسع ہانسوی (ص ۱۴۳) اور مدار الافاضل کے بھی حوالے ہیں ، اور یہ سب  
یا ان کی اکثریت امین کی نظر سے گزری ہوگی ۔

نوٹ : عبدالصمد کے متعلق امین نے لکھا ہے :

(۱) ”این ملامت کش روزگار اوستاد خود را چرا شریک حال خود ساخت و  
برسواپی او چون پرداخت ۔ مگر بار ملامت منگین بود ، تنہا تاب کشیدنش ندید ،  
ناچار بی چارہ را بامداد طلبید ۔ افسوس صد افسوس اینچنین تلمیذ نابہوار نمیبود ،



آن مرد دانا را بنادانی کہ میستود“ ص ۲۰ -

(۲) غالب نے لکھا تھا ”حاشا کہ بعد از صائب و کلیم چون حزین دیگری از خاک پاک ایران برخاستہ باشد۔“ غوامض فارسی اس سے میکھے تھے اور شکوک اس سے رفع کرائے تھے۔ القاطع : ”جیرانم کہ این منصب را چرا بہ عبدالصمد منسوب نکرد، و آن را چگونه از زمرہ ایرانیان بدر آورد“ ص ۲۴۹ -

(۳) ”یکی از عوام الناس را کہ عبدالصمد نام او گرفتہ، پیشوای خود شمرده . . . قول او را کہ اصلی ندارد مثبت مدعای خویش میشارد“ ص ۲۴۹ -

(۴) ”ترا بسر بیمغز پناشاہ سربنگ (کذا) مراد نگیری قسم، و بتعلیم عبدالصمد سوگند۔“ ص ۲۲۳ -

### (۷)

برہان کے دیباچے میں ہے : ”چون بلفظی از الفاظ یا اسمی از اسما یا معانی نقیضہ و امثال اینہا بر خواند زبان اعتراض را بکام خاموشی . . . بکشند، چہ فقیر جامع لغات و تابع ارباب لغتست نہ واضع۔“ دیباچہ قاطع میں ہے کہ ”جز لغتی چند کہ از دساتیر آوردہ یا دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف نبرده، ہمہ آشوب چشمست و آزار دل . . . با این ہمہ کوشش . . . ننوشتہ ام مگر . . . از صد یکی۔ ہانا میخواستہ نوشت و میدانستم نوشت، اما بسبب انبوهی بیانیہای ژولیدہ جامع مجموع نتوانستم نوشت۔“ مطلب یہ کہ تھوڑے سے الفاظ سے قطع نظر کر لی جائے تو برہان یکسر ناقابل اعتبار ہے۔ غالب کو برہان کے کل اغلاط کا علم ہے، اور وہ چاہتے بھی تھے کہ سب کا ذکر کریں، لیکن برہان کے ’بیان ہائے ژولیدہ‘ کی کثرت مانع آئی۔ قاطع کی تصنیف کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ ”آن سفینہ (برہان) . . . مردم را از راہ میبرد و من آئین آموز گاری داشتم، بر پیروان خودم دل سوخت، جادہ نمایان سوختم، تا بیراہہ نہویند“ (دیباچہ)۔ اس صورت میں غالب کو چاہیے تھا کہ وہ اعتراضات درج نہ کرتے جو حواشی برہان میں ہیں، ان کی طرف محض اشارہ کافی ہوتا۔ اصولی بحثیں (کس قسم کے الفاظ شامل ہوں یا نہ ہوں، کل مشتقات مشتق منہ کے تحت ہوں، یا حروف تہجی کی ترتیب سے الگ الگ، ایک لغت کی مختلف شکلیں ایک ساتھ ہوں یا علیحدہ علیحدہ اور اس طرح کے دوسرے امور) چھیڑ کر برہان کے چند اغلاط کی مثالیں دیتے، اور یہ بکثرت تھیں، تو یہ لکھ دیتے کہ زیر بحث غلطی کی مثالیں برہان میں بہت ہیں، اور اعتراضات کی تکرار سے احتراز کرتے۔ لیکن ان کی کتاب کا معتد بہ حصہ اسی قسم کے اعتراضات سے مملو ہے۔ چنانچہ بعض جگہ خود بھی انہیں اس کا احساس ہے کہ تکرار بے جا ہو رہی ہے۔ امین نے تکرار بے جا پر جایجا اعتراض



کیا ہے۔ واضح رہے کہ برہان میں کم و بیش ۲۰ ہزار الفاظ ہیں اور غالب کے اعتراضات تقریباً ۵۰۰ پر ہیں۔ اگر غالب کو کل اعتراضات کا علم تھا تو یہ چاہیے تھا کہ فضول اعتراضات، تکرار بے جا اور لفاظی سے بچتے اور اس کا لحاظ رکھتے کہ کوئی اہم اعتراض چھوٹ نہ جائے۔

### (۸)

برہان کو خود دعوائے تحقیق نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اسے تحقیق سے مطلقاً سروکار نہیں۔ لیکن ایسے شخص کے خلاف جو ادعا نہیں رکھتا، غالب کا وہ رویہ جو انہوں نے قاطع میں اختیار کیا ہے، قطعاً نازیبا ہے۔ امین و غالب کی رایوں میں قطبین کا فرق ہے۔ القاطع کی بحث ایثار بخش میں ہے: ”در باب تحقیق لغات کاملیست کہ مثلش در عالم امکان کم بوجود آمدہ . . . در تحقیق ہزارہا لغات جایی بر غلط نرفته . . . بر غلط گفتن آں (دربارہ ایثار بخش) چگونہ تصور کردہ آید؟ . . . معترض کہ برخلاف او میگوید بر گفتہ خود خجلتہا خواہد کشید“ ص ۱۰۰۔ دیباچہ القاطع میں ہے: ”برہان قاطع کہ در تحقیق لغات فارسی و عربی وغیرہ آہا محیط اعظم است بی پایاں و سر دفتر فرہنگہاست نزدیک لغت آشنایاں۔“ غالب نے قاطع کے متعلق مفتی محمد عباس کو پیام بھیجا تھا کہ ”بہت خون جگر کھا کر فارسی کو تحقیق کے اس پائے پر پہنچایا ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔“ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اعتراضات کی اکثریت غلط ہے، اور صحیح اعتراضات بھی محققانہ طور پر پیش نہیں ہوئے۔ امین کی کتاب سے یہ نہیں کھلتا کہ اس نے ادبیات فارسی کا مطالعہ وسیع پیمانے پر کیا ہے، لیکن جہانگیری وغیرہ میں جو مطالب ہیں، ان سے اس کی واقفیت غالب سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے بیشتر جواب صحیح ہیں، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کہیں بھی اس نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ امین غالب کے اعتراضات کو تسلیم نہیں کرتا، اسے جواب نہیں سوجھتا، تو خواہ اعتراض غلط بھی ہو، یہ کہتا ہے کہ برہان نے وہ بات نہیں لکھی جس پر اعتراض ہے، کاتب اس کا ذمہ دار ہے۔ چند مثالیں:

(۱) برہان میں دشتان بالفتح بمعنی زن حائض۔ غالب کہتے ہیں کہ یہ دراصل بالضم ہے۔ دشت بمعنی زشت و نجس، الف نون حالیہ۔ امین کہتا ہے کہ برہان نے برگز بالفتح نہیں لکھا ہوگا، یہ کاتب کا فعل ہے۔ دشت بمعنی زشت و بد ہے، بمعنی ”پلید“ بعید از قیاس ص ۱۵۲۔ مگر دشتان بالفتح ہی ہے۔ اس کا کچھ تعلق دشت بالضم و الف نون حالیہ سے نہیں۔ دشت بمعنی نجس نہیں آیا۔

(۲) برہان میں کہیں کہیں کسی لغت کے حرکات و سکنات دیے ہیں اور



ساتھ ساتھ توزین بھی کی ہے۔ غالب کو اس صورت میں توزین بیکار نظر آتی ہے اور کئی جگہ وہ اس پر معترض ہوئے ہیں، لیکن انہوں نے خود بحث ہم میں بفتح تین لکھنے کے بعد ”توزین ہم“ کا اضافہ کیا ہے۔ القاطع: ”مگر اعتراض خود را . . . آن قدر نسیاً منسیاً نمود کہ گوئی زہار . . . ازین کس نبود . . . دروغگو را حافظہ نباشد“ ص ۱۱۴۔

(۳) برہان: ابدام بمعنی جسم۔ قاطع: یہ ابدام ہے یا ابدام؟ القاطع: سروری و سرمہ وغیرہ میں ہوگا ص ۴۶۔ سروری میں نہیں اور سرمہ میں بھی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں کوئی دساتیری لفظ نہیں آیا۔ یہ متن دساتیر کا لفظ ہے اور آذر کیوان کی ایک مثنوی میں بھی آیا ہے۔ اس کے کچھ اشعار دبستان مذاہب میں ہیں۔ (۴) ”ایثار بخش“ پر غالب معترض ہیں کہ ترکیب کا ایک جز عربی ہے اور ایک ترکی۔ القاطع: یہ ”غریب نما“ لفظ ہے اور پیش نظر فرہنگوں میں نہیں۔ اس کی ”ترکیب لفظی“ بھی سمجھ میں نہیں آتی، لیکن علم لغت میں عقل کو دخل نہیں۔ جب تک دوسری کتابیں دیکھ نہ لی جائیں، غالب کا اعتراض قبول نہیں کیا جا سکتا ص ۷۰۔ جزو ثانی بخش نہیں بلکہ بخش ہے (جہانگیری)۔ سوید برہان میں دکھایا ہے کہ کس طرح غلط فہمی سے یہ وجود میں آیا۔

(۵) برہان: ”ماہر باغت زند و پازند بمعنی روز آئندہ“ غالب: ”چوں زند و پازند کس میا بست، ہر آئندہ اگر در فرہنگہای دیگر نیز آورده باشند، نتوان بتواتر استناد کرد۔ امین: لفظ یکگونہ غریب ہے اور پیش نظر فرہنگوں میں نہیں ہے۔ ”شاید کہ در کتابی یا در کلام اوستادی رونماید، پس ہنگام کہ کتب لغت بتامہا دستیاب نشود، باید کہ در تحقیق این لغت سخنی نرود، . . . نگارندہ لغت نیکنام و صدق مرانجام است، و معترض بدنام و کذب انجام“ ص ۲۱۹۔ میرا خیال ہے کہ ماہر بمعنی روز آئندہ جہانگیری میں ہے۔

(۶) بزودون و بزدایدن جو برہان میں ہے، دراصل زدودن و زداییدن ہے باضافہ بای زائدہ۔ موخر الذکر مصدر مضارعی ہے مگر سماع میں نہیں آیا۔ امین: ”قول مدار و سوید و جہانگیری مرقوم میگرد و بس۔ در مدار الافاضل است بزدایدن و بزودون . . . زنگ . . . دور کردن، و در جہانگیری ست بزودون . . . و در معید الفضلا ست بزدایدن و بزودون، ص ۸۶۔ بزدایدن کی سند غ میں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ب زائد ہے۔

(۷) برہان: پاچاہ بمعنی بول و غائط۔ غالب: صحیح پاچاہ بجیم تازی، معنی اس کے مستراح ہیں، پاخانہ اس کا مصحف۔ امین: برہان نے جیم کے فارسی ہونے کی صراحت نہیں کی، بالفرض بجیم فارسی لکھا بھی تو دونوں حرف ایک دوسرے کا بدل ہوتے ہیں۔ سرمہ سلجانی میں بمعنی بول و غائط ہے، بمعنی مستراح بھی ہے،



مگر پاخانہ اس کا مصحف نہیں ص ۹۲ - پاچاہہ بچیم فارسی بمعنی بول و غائط دساتیری لفظ ہے ، یہ ہرگز بمعنی مستراح نہیں - سرمہ سلیمانی کا حوائج جہوں ہے - یہ کتاب امین کی نظر سے نہیں گزری - اس نے بحث ابدام میں لکھا ہے کہ ”فرہنگہای موجودہ . . . از دو سہ نسخہ بیش نیست -“ سرمہ سلیمانی و سروری ہرگز ان میں نہیں ، ورنہ اس بحث میں یہ نہ ہوتا کہ ”در سروری و سلیمانی وغیرہا این لغت را نامی و معنی این را نشانی خوابد بود -“ پاخانہ ’پا‘ اور ’خانہ‘ سے مرکب ہے -

(۸) برہان قاطع : ”آدیش بکسر ثالث و مکون یای تحتانی و شین نقطہ دار آتش را گویند . . . چون اکثر حروف فارسی با یکدیگر تبدیل مییابند . . . تای آتش بدل ابجد بدل کرده ، آدیش گنتہ اند - و اینکه بفتح تای قرشت اشتہار دارد غلط مشہور است ، چہ این لغت در ہمہ فرہنگہا بکسر تای قرشت آمدہ است و با دانش قافیہ شدہ است ، و چون بکسر تا موضوعست ، بعد از دال یای حطی در آورده اند تا دلالت بر کسرہ ماقبل کند ، و آدیش خواندہ شود -“ غالب : ”قافیہ آتش با دانش ادعائیت نادلپذیر ، آری در سلک قوافی مرکش و مشوش ہزار جا دیدہ ایم (سند نظیری و زلالی ایک ایک شعر) آدیش را اسم آتش قرار دادن گمراہیست ، و تحتانی را علامت کسرہ پنداشتن ناآگاہیست - اعراب بالحرف در الفاظ ترکی رسم است نہ در الفاظ فارسی . . . آدیش در زبان پہلوی قدیم لفظیست جداگانہ بمعنی تعظیم و تکریم ، اسم نار در فارسی آتش است بالف ممدودہ و تای فوقانی مفتوحہ ، چنانکہ خود نیز در تای فوقانی مع الشین تش بتای مفتوح بمعنی آتش خوابد آورد -“ امین : ”قافیہ آتش با دانش ادعائی نیست ، نظامی گوید :

ہمہ کار شان شرب و آتشگری نگشتہ کسی گرد چالشگری

و ہمہ اہل فرہنگ مثل جہانگیری و رشیدی وغیرہا در کسرہ تای قرشت کہ در آتش است با . . . برہان . . . اتفاق دارند و آدیش را بدل آتش مینگارند ، چنانچہ در جہانگیریست کہ آدیش با دال مکسور و یای تحتانی آتش باشد - چون علمای فرس تبدیل ہر یک حرف از حروف بیست و چہارگانہ بحرف دیگر جائز داشتہ اند ، در بعضی مواقع . . . تای آتش را بدل کرده آدش گفتند و چونکہ دراصل این لغت بکسر تا موضوعست . . . ، بعد از دال یای تحتانی آوردند تا دلالت بر کسر ماقبل کند آدیش خواندند - شعر انوری :

گر کند چوب آستان تو حکم شخنہ چوبہا شود آدیش

انتہی کلامہ - و ہمین ست در رشیدی و غیران ، پس درین صورت آتش بفتح تا . . . از قبیل تصرف خواہد بود کہ اوستادان صاحب قدرت بکار بردہ اند (مثال قالب و کافر) . . . پس قول منکر مع امثلہ اساتذہ کہ بعضی ازان بر حاشیہ قاطع برہان



نیز هست ، دلیل بر موضوعیت آتش بفتح تا نمیشود ، و موضوع بودن آن را بکسر تا منع  
نمیناید ، و اینکه آدیش را لفظ جدا گانه بمعنی تعظیم و تکریم آورده . . . بی سند  
باور نیست ، و اگر باشد چه بحث ازین ست - سخن درین ست که آدیش بدل از آتش  
است ، و آتش را گفته اند ، چنانچه شعر انوری که بالا مذکور شد دلیل بر این  
معنیست - و نیز آتیش که مشبع آتش است ، دلیل صریح بر این معنیست که آتش  
بکسر تا . . . موضوعست و بس - زیرا که اشباع دراز خواندن حرکتست ، بدین صورت  
که از درازی فتح الف و از درازی ضمه واو و از درازی کسره یای تحتانی بظهور آید ،  
چنانکه اچار و آچار و افتاد و اوفتاد و آتش و آتیش ، اوستادی راست :

از بسکه تم سوخته شد زاتش فرقت

در خرقه بجز شعله آتیش ندارم

ص ۲۱ - آتش اصلاً بفتح تا ہے اور عموماً اسی طرح مستعملہ شعرا ہے -  
اگر کسی فرہنگ نگار نے اصلاً مکسورالتا لکھا ہے تو غلطی کی ہے - غالب کو قافیہ  
سرکش و مشوش کی جگہ سرکش و مشوش و دیگر الفاظ ازین قبیل لکھنا تھا -  
آدیش بمعنی تعظیم کسی عہد کی فارسی نہیں - آدش پہلے آدش ہوا ہوگا ، بعد کو  
آدیش ہو گیا - آتش مکسورالتا شعراء نے بطور شاذ منظوم کیا ہے -

(۹) غالب : ”در فارسی دو حرف متحد المخرج بلکہ قریب المخرج نیز  
نیامده . . . . ذال چرا باشد و بودن لفظ متحد المخرج چون روا باشد ؟ آری دبیران  
پارس را قاعده چنان بود کہ بر سر دال ابجد نقطہ نہادندی ، پسینیاں ازین رسم الخط  
بوجود ذال منقوطہ در گمان افتادند - چون درین اندیشہ وجود دال بینقطہ از میان  
میرفت ، و ہمہ ذال منقوطہ می ماند ، اکابر عرب قاعده قرار دادند ، تفرقہ دال  
و ذال بر آن قاعده اساس نہادند و اینکه من میگویم . . . فرمان آموزگار من است -“  
امین : ”ازین دشمن عقل باید پرہیز کہ در میان تائی قرشت و دال سادہ ہم اتحاد  
مخرجست ، و قاریان قرأت سببہ بر اتحاد مخرج آن ہر دو متفق اند ، و کسی از آنها  
برخلاف ہم نرفته ، بلکہ اہل عرب بسبب اتحاد مخرج ادغام میان ہر دو روا داشتہ  
اند ، بل واجب پنداشتہ اند ، چنانکہ در کتب علم صرف بتفصیل ذکر یافتہ - پس  
استعمال این ہر دو یعنی تائی قرشت و دال سادہ باوجود اتحاد مخرج در زبان پارسی  
چگونہ روا داشتہ اند ؟ قطع نظر از حروف دیگر مثل با و پا و سیم و فا کہ ہر یک را  
ازین چہار مخرج شفتی (کذا) است ، و غیر از آنها مثل سین و شین و لام و نون کہ ہر  
یک ازینہا وسطی است ، و در فارسی مستعملست ، و با ہمدگر نسبت اتحاد مخرج  
دارد ، و اگر کسی در اتحاد مخرج آنها شک کند ، در قرب مخرج بیج گونہ نخواہد  
کرد ، پس در بودن و نبودن بعض در لغات فارسی اتحاد مخرج و قرب مخرج را زنہار  
دخلی نباشد ، محض حسب اتفاقست - ہرکرا در استعمال آوردند ، آوردند ، و ہرکرا  
گذاشتند گذاشتند - لب تشنگان تحقیق را جرء زلال جام تقریر ما روزی باد تا



بحقیقت وارستہ و بر تحریر معترض خط نسخ درکشند ، حق اینست کہ ذال منقوطہ نزدیک پاستانیان (کذا) زبان فارس وجودی نداشت ، بالای ہماں دال سادہ نقطہ میگذاشتند ، متاخرین برای آن وجودی اعتبار کردند ، و ذال منقوطہ نام کردہ باستعمال آوردند ، و برای امتیاز ہر دو قاعدہ ترتیب دادند ، چنانچہ خواجہ نصیرالدین طوسی گفتہ : ”آنانکہ بفارسی سخن میرانند“ (۳ مصرع اور) و نیز ابن معین (صحیح ابن یمن) گفتہ : ”تعیین دال و ذال کہ در مفردی فتد“ (۳ مصرع اور) و ابن رباعی حکیم انوری ہم دلالت بر این قاعدہ میکند : ”دستت بسخا چون ید بیضا بنمود“ (۳ مصرع اور)۔ پس متتبع متاخرین بودن ، و از وجود ذال منقوطہ انکار نمودن در گمراہی بر روی خود گشودن است۔ حیف . . . میستود“ (مکمل عبارت حیف الخ دوسری جگہ منقول) ص ۱۹۔ ”در ترکیب استاد میان دال و تا قرب المخرج را اظہار میکند ، و از جنسیت ہر دو نیز خبر میدہد ، مگر قول استاد خود را کہ در میان لفظ آدر نقل کردہ بود کہ دو حرف قریب المخرج در فارسی نیامدہ است ، غلط می پندارد کہ آمدن دو حرف قریب المخرج و ہم جنس را در لغت فارسی روا میدارد ؟“ ص ۱۵۷ (الف) غالب نے ”لفظ“ بجائے ”حرف“ کئی جگہ لکھا ہے مگر یہ پہلی جگہ ہے ، اور اس پر اعتراض نہیں ، حالانکہ پہلی جگہ نظر انداز کر دینا امین کے نزدیک قابل اعتراض ہے (ب) دال و تا کو قریب المخرج کہنا چاہیے۔ متحد المخرج کہنا ہی تھا تو اس کی سند پیش کرنی تھی (ج) قدما کا دال مہملہ پر نقطہ دینا در اصل جہانگیری میں ہے ، اس کا حوالہ دینا تھا۔ اس سے قبل کی کوئی کتاب میری نظر میں نہیں جس میں یہ مرقوم ہو (د) عربوں کا قاعدہ بنانا غالب کے سوا کسی نے نہیں لکھا ، اس پر اعتراض کرنا تھا (ہ) آج تک کوئی مخطوطہ فارسی جس میں دال مہملہ پر نقطہ دیا گیا ہو ، نہیں ہے۔ ترجمان البلاغہ کا جو قدیم نسخہ ملا ہے ، اس میں دال مہملہ کے نیچے اور ذال معجمہ کے اوپر نقطہ ہے (و) طوسی وغیرہ کے اشعار جہانگیری سے ماخوذ ہیں ، حوالہ دینا تھا۔ (ز) یہ کہنا کہ قدما میں ذال فارسی کا وجود نہیں ، غلط ہے۔

غالب : ”ہاں دیدہ وراں ، انصاف انصاف ، مرا خوی از چنیں چکید ، تا این ہمہ خس و خار را از راہ لغت فرو رفتہ ام ، و جز آفرین مزدی دیگر نمیجویم ، بلکہ از آن نیز گزشتہ ، ہمیں داد میخوابم و دیگر ہیج۔ در فصل جیم عربی مع الیا . . . جینور . . . و در فصل جیم فارسی مع الیا چینود . . . و در فصل خای ٹخذ مع النون ، خنبور ، و ہم فصل خنبور . . . شش اسم از ہر پل صراط آورد ، و پندارم در تصحیف خوانی نیز ہمتی قوی و نظری ہمہ جا رس نداشت۔ بسیاری از الفاظ را کہ یکی از آنها چیتور است ، فرو گزاشت . . . میپرسم کہ از شش اسم صحیح کدامست ؟“ امین : ”ہر یک . . . صحیح نامست ، و اقوال اساتذہ گواہ این کلامست . . . در



رشیدیست : جینور ، و در فرهنگ (یعنی جہانگیری) بجای رای مہملہ از کتاب زند دال مہملہ نقل کردہ ، عنصری . . . ”دہندہ بیول جینور جواز۔“ آذر بروی . . . ”گذارش سوی جینور پل بود۔“ اسدی . . . ”سوی جینور پل نباشدش راہ۔“ . . . ”وز بلسک حنیور آوختہ“ و بعضی درین دو بیت اخیر حسور گفتہ اند، و در فرهنگ جہانگیریت خنیور . . . اسدی : ”ہمیدون بیول خنیور گذار۔“ و در ژند پاژند چینود آمدہ . . . ”غالب کی پیشانی سے پسینا ٹپکنے لگا ، لیکن راہ لغت میں ”خس و خار“ رہ ہی گیا۔ برہان میں چنود پل بھی بمعنی پل صراط ہے اور اس پر غالب کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بات قابل بیان تھی ، مگر القاطع میں مذکور نہیں۔ قاطع میں خنیور (ب کے نیچے ایک نقطہ ،) مگر برہان میں خنیور صراحۃً بیای فارسی لکھا ہے ، اور یہ مرقوم ہے کہ ”بجای بای فارسی بای حطی نیز بنظر آمدہ۔“ اس طرح ان الفاظ میں جو بمعنی زیر بحث ہیں ، ایک کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ القاطع میں اس کی طرف بھی اشارہ نہیں۔ اور خنیور مثل قاطع ، بای عربی سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اوستائی لفظ ہے اور اس کی دو شکلیں صحیح ہیں : چینود و چنود۔ باقی تصحیف کی پیداوار ہیں۔ اس کے ذمہ دار شعرا ہوں یا فرهنگ نگار۔

---

(غالب نمبر اول۔ صحیفہ جنوری ۱۹۶۹ء)



# سوالات عبد الکریم

میر سادات علی غالب کے دہلوی شناساؤں میں تھے اور اسی کی بنائی ہوئی مسجد کا قطعہ تازہ بھی غالب نے کہا تھا۔ جو سید صاحب و بانا دور میں موجود ہے۔ غالب کے قاطع برہان کی مخالفت میں انہوں نے محرق قاطع برہان لکھی اور بعض جگہ وہ نکتہ چینی کے جائزہ دوسے متجاوز ہو گئے تو غالب کو بہت ناگوار گذرا پہلے ایک کتابچہ بدوں نام انہوں نے ایک بھولالہ احوال شخص عبد الکریم کی جانب سے تحریر کیا اور بعد ازاں سیاحت کی طرف سے لطائف غیبی لکھی۔ انہوں نے دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ محرق کا رد لکھیں لیکن بعض اصحاب جن کے نام کا حفظ اس مضمون کا موجود ہے وہ کسی نہ کسی وجہ سے خاموش رہے۔ محقق علی خان غالب کے سوا اتنا شخص ہی جنہوں نے محرق کی مخالفت میں ایک کتابچہ بھی دافع ہڈیاں شائع کیا ان کے نام کا کوئی غالب کا خطاب تک شائع نہ ہوا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی اشاعت میں خود غالب کی تحریک کو کس قدر دخل تھا غالب نے ایک طویل خط میں جس کا عکس شائع ہو چکا ہے لکھا ہے۔

”تم نے فرمایا کہ سابقین ائمہ و مہتراں کو اہل فتنہ کا یہ لکھ گئے ہیں۔ لاجئیں نے کہا کہ اہل فتنہ فتنہ نازل ہوئے ہیں۔ کاترول مقدمین کے قول کا ناسخ تو نہیں ہوا بہر حال یہی لکھ دو کہ بعض لوگ اس کو قاطع کا اہل فتنہ بتاتے ہیں اور بعض صاحبہ کہتے ہیں قصہ مختصر کا غذا استغفار مع دستخط سعادت یابہ دستخط کل میرے پاس بھیج دیجئے۔“

غالب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ

”میں دو دستوں نے محرق پر جو کتابچہ پیرا کر کے جوئی پیرا کر کے والوں میں سے ایک عبد الکریم ہیں۔ ایک خط میں ہے کہ ایک طالب علم کی عبد الکریم نے محرق محرق سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر بہ فتوائے علما و شہر مرتب کیا ہے ایک میرے دوست نے بصرہ زر اس کو بھیج دیا ہے۔“

ایک اور خط میں اسے سوالات عبد الکریم کہا ہے اور اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا دیکھ کتابچوں میں یہ نام نہیں ہے ہمیشہ پر شاہ مرحوم مرتب خطوط غالب کے ایک مضمون میں تو غالب نے مذکور میں شائع ہوا فتویٰ مبارکات ہیں۔

”سوالات عبد الکریم کسی طالب علم کی تصنیف اردو میں ہے ستر سوالات پر مبنی۔ دافع ہڈیاں کا جو نسخہ میری نظر سے گذرے اس کے آخر میں اس سلسلے کے صفحہ شائع ہیں۔“

انہوں نے ایک نقل اس کی مجھے دی تھی اور اسی کے مطابق یہ معاصر (پیشہ) میں شائع ہوا تھا مگر اس کی نقل کے ساتھ دافع کی نقل نہ تھی جناب مالک ام کے پاس جو سوالات کا ایک نسخہ ہے وہ دافع کے ساتھ نہیں مؤخر الذکر کو بھی ایسے نسخے ملتے ہیں جنکے ساتھ سوالات نہیں۔ دافع اکمل الطبايع دہلی سے شائع ہے میں چھاپا تھا۔ قیاس مقتنی ہے کہ دونوں ایک زمانہ میں اور ایک ہی مطبع میں طبع ہوئی ہوں اب حیات کے تمامہ غالب میں ہے ”سابق برہان“ (یہ آزاد کو علم ہے کہ سابق قاطع کا رد ہے) کے آخر میں چند ورق سید عبداللہ کے نام سے ہیں وہ بھی مرزا صاحب (غالب) کے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ سابق میں غالب کا کوئی کتابچہ ہو؟ سید عبداللہ نام کے کسی شخص کا نقل اس سلسلے سے نہیں رہا جو قاطع کی اشاعت کے بعد ہوا ہوا تھا میرا خیال ہے کہ آزاد کے حافظ نے جب الکریم کو سید عبداللہ اور سابق کو طبع بنا دیا اور اپنی روش کے مطابق اس میں جو قیامت مٹی اڑوڑ اس پر غور بھی نہیں کیا۔ سوالات طبع اولیٰ آٹھ صفحوں میں ہے اسات میں سوالات مع تمہید و خاتمہ ایک یا دو مستفاد قاطع برہان در سابق متعظیم یہ شائع ہے۔ سب ملکہ سولہ صفحوں میں ہے (صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۹) ایک سے صفحہ ۱۰ اور صفحہ ۱۱ جس کا عکس بھی کتاب میں ہے۔ عبد الکریم سے جو کتابچہ منسوب ہے اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

”سلفہ فاش عالم بالکل ساقیائے اور غالب نے سعادت علی سے کہیں زیادہ جائزہ دوسے تجاوز کیا تھا۔ مگر ممکن ہے کہ عبد الکریم وجود خدا جی ہی نہ رکھتا ہو۔“



انصاف بندگان رب کریم ماحض عبد الکبیر منشی سعادت علی صاحب کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ میں محرق کو دیکھ کر آپ کی فارسی دانی جملہ ہمدانی کا معتقد ہوا، مگر اپنے تصور نہیں ہے یعنی ترکیبوں کو نہیں سمجھتا چار ان کی حقیقت آپ سے پوچھتا ہوں اور متوقع ہوں کہ ہر سوال کا جواب جدا گانہ بہ عبارت سلیس عام فہم لکھے گا۔ دو بہ سوالات محرق مطبوعہ کے کچھ اس صفحوں سے تعلق ہیں۔ اس نسخہ بے نظیر کے چھاپیس صفحوں اور باقی ہیں جب ان سوالوں کے جواب پانچوں کا تو سوالات باقی پیش کروں گا۔

اب سوالات کے بارے میں ملاحظہ ہوں، سوال ۱۔

س (۱) پیش ازین چند رسالہ: چند سلیکیا ترکیب ہے کلام اساتذہ سے سند دیں میں تو آپ کے کلام کو سند ان ہوں گے کیونکہ سلیکیا کو کیا جواب دوں گا۔  
س (۲) "جنوں ہم لغت با ہم ترتیب حروف تہجی از اول تا آخر مرقوم شد" ترتیب کے قبل ہائے مؤخرہ کے نہ ہونے میں تردد ہے۔ "اعدی از فرنگ نویسا" چنیس عرق، برزی عریدہ "نزدیدہ کی جگہ" "نکرہ" چاہئے۔ بدون فرض از مرتب لغت مندرجہ اخبار اسناد اساتذہ سخن دران اہل زبان ایران، یہ عبارت فارسی ہے یا مجذوب کہا بڑا سب کسرات مہل ہیں خصوصاً اساتذہ سخن دران اہل زبان ایران سخت نامربوط اور نامانوس ہے۔

س (۳) "مناہ منیر فرمندان حق گزین و تفرس سخن شاس مقلدان اساتذہ سخنوران اہل زبان پیش خدا ہر بود۔"  
اعتراف کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے "سخن دران" کے آگے "اہل زبان" اس کو کہاں کہاں غیر اس کو بھی آپ کے پیچھے کی عبارت میں برزور مونس دیا۔ پیش کو کہاں گھسیڑوں کچھ فرمایئے کچھ بتائیئے تاکہ آپ کا خادم کشش سے بنات پائے۔

س (۴) "دزداناش آمدند از ایران در طرح زبان فارسی و شاید از شعرا و کلمہ ہم بود۔"  
آمدند کا مصنف کہاں ہے کیونکہ لوگ ایران سے آتے تھے اگر زبانی آتے کہادیا کہ شعرا میں کب انوں کا۔ اپنے اس فقرے کی دو سے مجھے سمجھ دو گے تو میں تم کو استاذ جانوں گا۔

س (۵) "رباع" پیش ازین و غیرہ آہنا کہ با احباب محسن امن کہ فاطمہ برسد "و غیرہ کی کیا ضرورت تھی؟ محسن امنی کے آگے کاں کیا ہے؟ میرا کیا جو حضرت کے مدعا کا استنباط کر سکوں۔ من نہ ویدم شیخ سلیمان را؟ چہ شناسم زبان مرغان را؟

س (۶) "انچہ کفرست ایچہ زار است و فتاد" پنبہ اندر دہاں خود بہ فشار،  
دورب معرہ کا ہم وزن کرنا محکوم کھا دیکھے یہ سوال ہے بہت جواب طلب زیادہ حدادب۔

س (۷) "از حکومت دزدان را میگند" از حکومت نکال باہر ہے حکومت چاہئے۔ "مال از آمانستید" "ستید" کس ملک کی فارسی ہے۔  
سندن بختہ سے و ت ہے۔ ستیدن کی سند درکار ہے۔ دزدان مال ہی دہند کہ اگر ہم نہ ہم چاہئے۔

س (۸) "تقلید امرزا اسدائند غالب" تقلید اللغائی یا تقلید فلانی چاہئے لغت کثیر المعنی کو افراد میں شمار کرتے ہو اور یہ تہا را معتقدہ غلط ہے۔  
لفظ کثیر المعنی اور ہے اور لفظ مشترک المعنی اور ہے۔

س (۹) آپ سیر فی بیان کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ میں تو آپ کا معتقد ہوں مایوں گالین اوروں کو کیا کروں؟ شاعر کہتا ہے "مرد لغ بہار دانش کے میں بود از ضیق معنی ہائے سیراب" "اوشال" "لو آپ نے ضیق معنی فاجہ کھا ہے۔ اوشال" نمایاں "مقصدیاں عامی کی زبان ہے۔  
اوشال کی سند منایت نہ ہو۔

س (۱۰) "پودن بیائے فارسی نہ در فرنگ رشیدی و فرنگ جہانگیری در مویذ الفضلا و بدرا الافاضل و دیم" ایسی عبارت محنتاں، بورتاں پر مینے والا لڑکا بشرط انکہ پانچویں نہ ہوگا کبھی نہ لکھے گا اس سے زیادہ "ضوک یہ فقرہ ہے" لگان کہ دارند کہ برائے ہائے موجودہ برآوردگان کتاب از ۱۰۱  
تصمیم زیادہ کردہ باشند۔

س (۱۱) غالب "بکرہ ہیری" غلط عبارت ہے اسی سوال میں یہ یاد دین وہ پودن کی با کوا اصلی سمجھنے پر اصرار ہے۔

س (۱۲) "مردان دور و دراز" دور و دراز صفت راہ ہے یہ لکھنا اور ڈو کی فارسی دانی و فرنگ نگاری پہلے منہ بنوا تھا پھر حروف مقابلہ کرنا تھا۔  
س (۱۳) "نامنی دہم" کئی قیام چاہئے "خندستان" کی سند اساتذہ عجم کی نظم و نثر سے دیں آناں مانند رقاصاں می طلبند آناں کے پسند را چاہئے اور فعل می طلبند۔

س (۱۴) "برآوردگان کتاب" یعنی متنفین، گو یا کتاب میو ہے جو کہا جائے کہ اب دہرا آیا ہے لڑکے میو نکالیں گے۔ "سرہ ہیری" سیرابی بیان غلط ہے اور یہ صحیح! مزید یہ کہ سرہ ہیری برابر ہی ہو سکتا ہے مقابلہ نہیں! اس ہمد سنانہ "یہ ناط دیدہ دران انصاف و حقیقت ہرین



صنعت پختہ نہ ہو، ہر سیرانیدر ایدہ، حقیقت کیا ترکیب۔ حقائق کے بعد 'ی' درکار ہے یہ بتانا تھا کہ سیرانید کا مفہوم کیا ہے۔ ایک فریق نے کہا کہ منشی صاحب نے سیرانید بجائے ہی ستانید لکھا ہے ہم سب نے کہا یہ امر سند طلب ہے۔ 'سردون' تفریق کرتا نہیں فریق بولا اور دوسرا ہنسا ہے اسے مفرس کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس صورت میں ہی سرانید لکھنا تھا اس نے جواب دیا کہ وہ پیر و برہان ہیں جس نے ارتنگ کو ارتنگ، ار جنگ، از جنگ، ازنگ، ارنگ، اور ارتنگ لکھا ہے۔ منشی جی نے ہی سرانید کو ہی سیرانید لکھا تو کیا غضب کیا۔ بہت سارے قدروں کی قسم اس مجمع میں آپ کی نامی عبارت کے بارے میں وہ لطافت بیان میں آئے کہ لوگ منشی کے بارے میں جانتے تھے۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ آپ منشی نامی کے مقابلہ میں چندی فارسی کے موجود ہیں۔ ندوی آپ کا بھی خواہ بہت خوش ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دیتا ہے۔

(۱۶) (سوال ۱۵) (مارچ ۱۵) برہان پیر طریقت شیخ وقت مفتی یا مجتہد نہ تھا۔ حضرت غالب مدظلہ العالی نے جو اس کے حق میں چند غزلیات امیر بکھانت لکھے تو آپ نے انہیں لایاں کیوں دیں، ایک دکنی ذلی کے واسطے ایسا غصہ کیوں آیا کہ مناظرہ کو بھیکڑ بنا دیا۔

(۱۷) آپ کے بھائی میر ارادت علی نے مذہب رقعہ اختیار کیا ہے۔ آپ کے سامنے قمبرانہ کرتے ہو لیکن اس مذہب میں سب صحابہ کا استیذان بلکہ وجوب اظہر ہے آپ کو یہ ناگوار کیوں نہ ہوا اور میر ارادت کے حق میں مخالفت پر کیوں خشم ناک ہوئے

خاتمہ۔ "آپ کا دستور یہ ہے کہ جب قدرانہ مادہ علمی کی جہت سے حریف کو جواب نہیں دے سکتے تو غصے میں اندھے بن کر کہاں دینے لگتے ہو۔ نجم الدولہ

اسد اللہ خاں بہادر غالب امیر، مدار اور حلیم اور برہان ہیں، تمہاری نامہ سرا باتیں سن کر چپ ہو رہے۔ سنئے، میں نے ایک دن خواب صاحب محترم ایسے پوچھا کہ آپ نے منشی سعادت علی صاحب کی برزانی کا جواب کیوں نہ دیا، حضرت نے فرمایا کہ بھائی اگر راہ چلتے ترک پر گدھا تمام کولات مار بیٹھے تو کیا تم بھی گدھے کولات مارو گے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، حضرت نے ارشاد کیا کہ پھر میں منشی جی کی خرافات کا جواب کیوں دوں۔ "حضرت غالب بہت سارے مقابلہ کو ننگ و مار کھج کر شکوت کرتے، میں دلی کار و راہوں، آپ منہ زور میں تو میں کوڑا ہوں، اگر بھیکڑ لڑنے کا قصد کیجیے گا تو ختم ہو ننگ و مار کھج کر شکوت کروں گا۔ ایک کہو گے دو سناؤں گا زہار میرے سوالوں کا جواب جیسا طریقہ شرفاء کا ہے دیجیے گا اور برزانی نہ کیجیے گا۔

استحضار سوال دو ہیں اور دونوں کا تعلق وقتن سے ہے دونوں کا جواب الگ الگ محمد سعادت علی ملازم گورنمنٹ اسکول، خدابخش مدرس نور علی اسکول، محمد نصیر متعلق نور علی اسکول دہلی، محمد طیب بین دروس، مدرسہ سرکاری، محمد فضل اللہ درغبن علی صاحب دانش دہلی، انہی دیا ہے، آخر میں سب سے علیحدہ غالب نے مختصراً دونوں سوالوں کا جواب دیا ہے اور خاتمہ اس طرح کیا ہے

استفادہ در بارہ فوقی عالم کے متعلق غالب کے ایک خط کا اقتباس جو اس مقالے کے آغاز میں درج ہے اس پر مشعر ہے کہ استفتا اور اس خود غالب کی طرف سے تھا، اسے تقویت اس سے بھی پہنچتی ہے کہ غنیوں میں خود غالب بھی ایسا، غالب اعلامیہ میر سعادت علی کے مقابل نہیں آتا چاہتے تھے لیکن انہیں اس کی مطلقاً نگر نہ تھی کہ پڑھنے والے سوالات کو خود غالب کا زانیہ نہ کر سکتے ہیں یا نہیں، ان پر دان کا شعر صادق ہوتا ہے

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں  
خوب پردہ ہے کہ حلین سے لگے بیٹھے ہیں،

اس سے قطع نظر، عبدالکریم ابتداء میں اپنے کو میر سعادت علی کے ایک حقیقہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو چند شکوک رفع کرنا چاہتا ہے لیکن کئی جگہ عبارتیں ایسی ہیں کہ ایک معتقد کے قلم سے نہیں نکلی سکتیں اور آخر میں تو وہ کھلم کھلا غالب کے ایک حامی کی حیثیت سے ختم ہو ننگ و مار کھج کر شکوت کرتے ہیں۔ عبدالکریم نے جس طرح ابتداء میں اپنے کو پیش کیا تھا اسی طرح اسے آخر آخر تک رہنا تھا اور غالب کو بظاہر اس کتابچے سے مانگ الگ رکھنا تھا اس صورت میں یہ طنز خفی کی ایک بہت اچھی مثال ہو سکتا تھا مگر غالب میں صبر کا مادہ بہت کم تھا ان کے لئے کسی بات پر اجترار سے انتہا تک قائم رہنا دشوار تھا۔

سعادت علی کی شریک اعتراضات عموماً صحیح ہیں مگر میرے پاس جو محرق کا نسخہ ہے اس میں چند سالے نہیں چند سال ہے۔ بعض عبارات جن پر اعتراض ہے صریحاً غلط تھیں ہیں، غالب کا جو بقول خود، "میر خسرو کے سوالوں کے ہندوؤں کے منکر تھے، بہار دانش سے، استناد صاحب نہ تھا، یہ ایک ہندی نے لکھی تھی، سوالات کے جواب جن اصحاب نے دیے ہیں ان میں سے کوئی بھی براستثناء نہ بھٹ علی خاں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتا، بھٹ علی خاں بھی کوئی بڑے فارسی دان نہیں، استفتا کی وجہ سے ہندی فارسی دانوں سے متعلق غالب کی روش کے پیش نظر کتابچہ کا وزن گھٹ سکتا بڑھ نہیں سکتا،



اوشان خرد غالب کی تحریروں میں آیا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اسے غلطی کا تب قرار دیا جائے (رجوع بہ باغ وودر) میان  
 و شایان کے اسناد غالب بحیثیت محقق (صفحہ ۵۱۲ - ۵۱۳) میں ملیں گے، ستیدہ بھی قطعاً صحیح ہے اور سبدرضہ میں و تا  
 نہیں بہ کسرو سین و فتح تا ہے (ایضاً صفحہ ۴۱۳) خندستان پر اعتراض یہاں ہے، الف و نون حالیہ کے متعلق غالب کا  
 مسلک نادرست ہے اس کی بحث کی اور موقع پر ہوگی۔

تقلید اللقلانہ جو غالب نے تجویز کی ہے غلط ہے فلان عربی ہے مگر اس پر اضافہ یا ایران میں ہوا ہے اس کے ساتھ بل  
 نہیں آسکتا۔

(صح نو مارچ، اپریل ۱۹۶۹ء)



# ایک رسالہ

ضعف بندگان رب کریم، عبد الکریم منشی سجاد علی صاحب کی خدمت  
 بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ میں محرق قاطع برہان کو دیکھ کر آپ کی قاری دانی  
 بلکہ تہذیبی کا مستند ہوا اگر اپنے فہم کو قصور سے بعض ترکیبوں کو نہیں سمجھا، ناچار ان کی حقیقت  
 آپ سے پوچھتا ہوں اور متوقع ہوں کہ ہر سوال کا جواب جداگانہ یہ عبارت سلیس  
 عام فہم لکھیے گا اور یہ سوالات محرق مطبوعہ کے ۵ صفحے سے متعلق ہیں اس نسخہ  
 بے نظیر کے ۶ ص ۶ صفحے اور باقی ہیں جب ان سوالوں کے جواب پانچوں کا تو  
 سوالات باقی پیش کر دوں گا۔

سوال پہلا صفحہ ۲ سطر ۸ آپ لکھتے ہیں کہ پیش ازین چند سالہ کتاب  
 مسہمی بحوالہ الجواب تالیف کردہ بلامعنا عاصی عرض کرتا ہے کہ چند سالے  
 کیا ترکیب ہے ہاں "سالے چند" "ماہ ہے چند" "روز ہے چند" یا "چند سال" و "چند  
 ماہ" و "چند روز" مستعمل وضحا ہے۔ سعدی بجا کہتا ہے: "پہلے پاسے برو کتاب ہے چند  
 اب" چند سالے کی سند اساتذہ کے کلام سے آپ ہم کو دیں میں تو آپ کے کلام  
 کو سردمانوں کا لیکن مسترین کو کیا جواب دوں گا۔

سوال دوم صفحہ ۳ سطر ۹ آپ رقم کرتے ہیں کہ "باد جود این کثرت  
 چوں ہمہ لغت، باہم ترتیب تردیف بھی از ادل لغت تا آخرش چہ جائے باجہ فصل  
 بتقدیم و تاخیر مرقوم شدتہ" مجھ کو اس فقرے میں تردد دیا ہے کہ جب تک ترتیب  
 کے قبل باہم موحود نہ آئے ترتیب متعلق بہ فعل کیوں کر ہوا اس کا صفحہ میں اس فقرے



کے بعد بے فصل ۱۰ سطر میں تم لکھتے ہو "احد سے از فرہنگ نویساں چہیں عرق ریزی  
 دو ترتیب نگر دیدہ" میرے نزدیک یہاں "نگر دیدہ" غلط محض اور محل معنی ہے "نگر دیدہ"  
 ہوتا تو "احد سے" اس کا فاعل ٹھہرتا "نگر دیدہ" فعل لازمی ہے "احد سے" اس کے  
 ساتھ ربط کیوں کر پائے گا؟ اسی صفحہ کی ۵ سطر میں تم لکھتے ہو "بندوں از کتب  
 لغت مندرجہ اشعار اسناد اساتذہ سخنوران اہل زبان ایران" سائل حیران  
 ہے کہ یہ عبارت فارسی ہے یا جذب کی بڑھ ہے۔ سب کسرات ہل ہیں خصوصاً  
 "اساتذہ سخنوران" "اساتذہ" بھی بصیغہ جمع اور "سخنوران" بھی بصیغہ جمع اگر اساتذہ  
 کے آگے "سخنور" بصیغہ مفرد ہوتا تو "اساتذہ" کا کسرہ توصیلی گنا جاتا "اساتذہ"  
 موصوف ہو جاتے اور "سخنور" ان کی صفت ٹھہرتی "اساتذہ سخنوران" کا کسرہ کسی  
 طرح توصیفی نہیں ہو سکتا لہذا اضافی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی ہندی یہ  
 ہوگی کہ سخنوروں کے استاد اور یہ نہ سمجھا رہی مراد نہ مقام کے مناسب پھر "سخنوران"  
 اہل زبان ایران" یہ ترکیب سبحت نامر لوط اور نامانوس ہے اہل زبان تک فقرہ تام  
 ہو جاتا ہے "ایران" کو اپنے مابعد سے سر مور ربط نہیں اہل التقا کے محاورے میں  
 "اہل زبان" سے شعراے ایران مراد ہیں چاہو شعراے ایران کہو چاہو اہل زبان  
 اسم ایران کیا سمجھ کر لکھا ہے؟

سوال تیسرا۔ ہم صفحہ کی ۵ سطر کا فقرہ مخدوش ہے "حالی ضمیر خرد مندان  
 حق گزین دقیقہ رس سخن شناس مقلدان اساتذہ سخنوران اہل زبان ہمیشہ خواہد بود"  
 "حالی" "ضمیر" "مندان" الیہ پھر "ضمیر" "مندان" "مندان" الیہ  
 "حق گزین" "مندان" "دقیقہ رس" "سخن شناس" "علیٰ ہذا القیاس"  
 اب احقر کی تقریر سینے "حالی" کا کسرہ اضافی "ضمیر" کا کسرہ اضافی "خرد مندان" کا کسرہ  
 توصیفی "حق گزین" اور "دقیقہ رس" کا کسرہ قائم مقام داد عاطفہ یہاں تک تو میں  
 سمجھ لیا اب "حق شناس" کے سین کو موقوف پڑھوں تو سارے فقرے کو اپنے



یہ کہ تم لفظ کثیر المعنی کو اعداد میں شمار کرتے ہو اور یہ تمہارا عقیدہ غلط ہے  
 لفظ کثیر المعنی اور ہے اور لفظ مشترک المعنی اور ہے۔ لفظ کی غلطی اس  
 سے زیادہ کیا ہوگی کہ تقلید امر زائد اسد اللہ غالب لکھتے ہو۔ پیر و مرشد،  
 یا آپ نے یہ تقلید فلاہی لکھا، دوتا یا تقلید المخلاتی لکھا ہوتا۔ "تقلیداً فلاناً"  
 نہ ترکیب فارسی نہ ترکیب عربی یہ وہی مثل ہے نہ ادھر نہ ادھر یہ بھلا کہہ کر۔  
 سوال نواں۔ ۲۳ صفحہ میں آپ نے "سیرانی بیان" کو جائز نہیں رکھا  
 زرا سوچئے کہ آپ کیا کہتے ہیں "رنگینا" اور "سیرانی" اور "شادابی" بیان کی  
 صفت کیونکر نہیں ہو سکتی۔ یہ بیان کی خوبی کا استعارہ ہے نہ استعارہ کو آپ  
 غلط بھڑائی لوتھیرانی "بیان" کی صفت بھی غلط ہو جائے آپ کا قول یہ ہے کہ  
 اس آدمی یا اس جانور کو سیراب کہو جس نے پانی پیٹ بھر کر پیا ہو یا اس کشت  
 و بارغ و سبزہ زار کو کہو جس کو خوب پانی دیا یہ قید تو محض حکم ہے اور اس قید  
 سے لازم آتا ہے کہ فقط بچوں کو شگفتہ کہیں اور جبیں کو شگفتہ نہ کہیں اور سوا  
 کپڑے کے کسی چیز کو رنگیں نہ کہیں۔ میں تو آپ کا مقتد ہوں اس قید کو ملا  
 لوں گا، لیکن اوروں کو کیا کروں؟ شاعر کہتا ہے:

نود گوہر سیراب در بنا گشش چو شبنم ککشد برگ گل در آغوش  
 بہار دانش کے دیباچے میں:

بود از فیض معنی ہائے سیراب رواں درجد دل اوراق ادب

اسی صفحہ میں تم نے اوشاں کے لفظ کو ضمیر جمع غائب لکھا ہے 'حال آنکہ ضمیر  
 واحد غائب شین اور ضمیر جمع غائب شاں ہے ضمیر واحد مثناة فوقانی  
 اور ضمیر جمع حاضر تاں ہے، دونوں جگہ الف و لوں کا ہے اوشاں اور  
 شمایاں اور مایاں وہ مقصد مان عامی لکھتے ہیں جو بڑے درجے درویش  
 پر اور ڈاک خانے کی راہ میں اور کچھ یوں کے میدان میں بیٹھے رہتے ہیں



دو باتوں کا متوقع ہوں۔ ایک تو یہ کہ "سیرابی بیان" جو قاطع برہان میں  
مندرج ہے صرف وہ غلط ہے یا "سیرابی گوہر" اور "سیرابی معنی" یہ بھی غلط  
ہے دوسری بات یہ کہ اوشاں کی سزا از روئے نظم و نثر اساتذہ عنایت  
کیجیے۔

سوال ۱۵۰۱۔ صفحہ ۲۴۴ سطر ۱۰: آپ کی یہ عبارت "پسودن بہ بلے  
فارسی نہ در فرہنگ رشیدی و فرہنگ جہانگیری و در مؤید الفضل و مدارال  
فاضل ندیم" سراسر بے ربط بلکہ خبط ہے، تو نافیہ ابتداء سے عبارت میں اور  
وہ در، کا لفظ دو جگہ پھر دو ظروفت ذکر کر کے داو عاطفہ اور اس کے آگے دو  
ظرف اور گستاخاں بولتاں پڑھنے والا لڑکا بہ شرط آنکہ پاگل نہ ہوگا کبھی نہ کہے گا  
اس مطلب کی گزارش کی طرف بے تکلف یہ ہے "پسودن بہ بلے فارسی  
در فرہنگ رشیدی و فرہنگ جہانگیری و مؤید الفضل و مدارالافاضل ندیم"  
اس فقرے بعد بے فصل یہ فقرہ اور زیادہ تر مضحک ہے کہ گمان کہ دارند  
کہ براں با سے موصوفہ بر آوردندگان کتاب از راہ تصحیف زیادہ کردہ باشند  
کمترین پوچھتا ہے کہ "گمان" کے آگے کا کاف کیسا ہے اور کیا معنی دیتا ہے  
اور بر آوردندگان کتاب سے کون لوگ مراد ہیں نہ مؤلف نہ بر آوردندہ کتاب  
ہو سکتا ہے نہ کاتب۔ بھلا میں تم کو قسم دیتا ہوں سعدی کو بر آوردندہ گستاخاں  
کہو گے یا وہ گستاخاں اگر تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تو اپنے کو اس گستاخاں کا  
بر آوردندہ لکھو گے؟

سوال کیا رہواں۔ صفحہ ۲۶ سطر پہلی میں تم لکھتے ہو "ندام کہ مرزا اسد اللہ  
غالب کہ رہبری با سے موصوفہ اصلی پساویدن و پسودن مرزا اسد اللہ انکاشندہ  
فدوی پوچھتا ہے کہ "نہ کہ رہبری" کے کیا معنی؟ یا "نہ کہ ام رہبری" لکھتے یا "نہ رہبری"  
مطبوعہ نسخے کی جو نقل ملی ہے اس میں نہ پند رہواں سوال ہے نہ اس کا جواب



کہ ”نکھتے سبحان اللہ“ اس تحریر پر دعویٰ تالیف اور تصنیف کرنا اور پھر جناب  
حضرت غالب مدظلہ العالی سے پوچھنا کہ ہائے ”بیا ویدن و پیسودن“ کو کس  
راہ سے زائد بنانا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم اس موحدہ کو اہلی اور جزو  
کلہ کس راہ سے جانتے ہو بس دن مصدر اہلی اور پساد اس کا مصارع  
اور پسادیدن مصدر مضارع جیسا رستن بھی آگئے کہ مصدر اہلی اور  
رویدن مصدر مضارع اب ایک بات اور سمجھو مصدر کو بہ اضافہ ہنٹے زائد  
مستقیم و متاخرین میں سے کسی نے استعمال نہیں کیا ہاں صیغہ ہائے ماضی و  
مضارع و امر کے مقدم موحدہ لاتے ہیں۔ رفت کو گرفت اور رود کو برد اور  
رود کو برد لکھتے ہیں۔ اسی طرح استاد نے پساد کو پساد و دلکھا سوائے تمارے اور کون  
ایسا اتنی ہو گا کہ پساد کی موحدہ کو جزو کلاذ حروف اہلی سمجھو فقیر اس سوال پیدل سنا تو یہ ہر کہ تخلص پساد  
کی موحدہ کو حرف اہلی سمجھوں یا برد و دو گوید و بجاید و جتو منھا رخ میں اور یہ ہزار ہا ہزار ہا  
ہائے موحدہ لاتے ہیں عموماً ان سب کو حروف اہلی اور جزو کلا سمجھیں اور  
چونکہ حروف اہلی کا حذف دستور نہیں پس پساد و کو لفظ مستقل قرار دوں  
تو پساد و کو بھی سمجھوں یا مخففت؟

سوالی بار سوال۔ صفحہ ۱۰۰ سطر ۱۹ حضرت نے ”مردمان دور دراز“  
لکھا ہے ”دور و دراز“ راہ کی صفت ہے ”مردمان“ کی صفت فقط ”دور“  
البتہ ”دراز“ کا عطف کیسا؟ اگر ”دراز“ سے دراز قد مراد ہیں تو دراز نہ  
لکھنے سے کیا مراد ہے؟ خیال آتا ہے کہ ”مردم ہا و بید و یا مردم شہر ہا سے  
دور و سرت کی جگہ ”مردم دور و دراز“ لکھنا اور پھر فارسی دانی اور منشی  
گری اور نہ تنگ نویسی کا دعویٰ کرنا۔ پیر و مرشد پیہر منھو ہونا تھا پھر  
شیر وں کا مقابلہ کرنا تھا۔

سوال تیسرا۔ صفحہ ۱۰۰ سطر ۸ ”ما سخن ہمان انصاف گزینا حق



پسند را "تکلیف" دعوت نہ می دہم ماسکے خبر نہ می دہم "سموع و معقول" ہے۔  
 "نہ می دہم" کہاں کی بولی ہے؟ اس جملہ مرکبہ کی ہندی یہ ہوگی ہم سخن فہموں کو  
 دعوت کی تکلیف نہیں دیتا اب آپ ہی سوچیے کہ یہ اردو ہے یا انگریزی لہجہ  
 ہے۔ اسی عبارت میں آپ نے "خندستان" کا لفظ لکھا ہے آپ بڑے  
 محقق فارسی دان ہیں میں متوقع ہوں کہ "خندستان" کی سند اساتذہ عجم کی نظم  
 و شعر میں سے کچھ کو غلط سمجھتے اسی صفحہ کی ۹ سطر میں مرقوم قلم اعجاز رقم ہے  
 ہر دیدن تماشا سے خند و خویش آناں مانند رفاہاں می تاباںد" میں پوچھتا  
 ہوں کہ "آناں" کے آگے لفظ "را" جو مفعول کی علامت ہے کیوں نہ لکھا  
 اور "می تاباںد" کی جگہ "می طلیاںد" کیوں لکھا۔ تقدس کی کیا حاجت تھی؟  
 سوال چودھواں۔ صفحہ ۱۵۴ یہاں بھی ۱۱ سطر میں "بر آوردندگان  
 کتاب" بمعنی معذقان کتاب لکھا ہے گویا کتاب بیوہ ہے جو کہا جائے کہ اب  
 دسہر آیا ہے لڑکے ٹیسو لگا لیں گے اسی صفحہ کی ۱۱ سطر میں تم لکھتے ہو "از  
 سر مرہ ہمیری دیگر کتاب رفع گردید" مطلب تھا رایہ ہے کہ اور کتاب  
 کے مقابلے سے رفع ہو گیا۔ واہ کیا خوب "سیرانی بیان" غلط اور "سر مرہ"  
 مقابلہ صحیح۔ خیر یہ بھی سہی "ہمیری" بمعنی مقابلہ کہاں سے ڈبو نہ کر لائے ہو؟  
 "ہمیری" لفظ غریب اور مقابلے کا استعارہ غلط۔ اگر بہ مکلف تمام ہمدوشی  
 اور ہمسری کا مراد فٹہرائیں تو "ہمیری" افادہ معنی برابری کرے گا مقابلے  
 کے معنی کبھی نہ دے گا۔ مقابلہ عندیت چاہتا ہے نہ مثلیت۔ اسی صفحہ کی  
 ۱۳ سطر میں لکھتے ہو "ایں ہاں می ماند" اس مقام پر اس بدایاں ماند "بائیں ہاں  
 می ماند" لکھنا چاہیے تھا "ایں ہاں می ماند" کے کیا معنی؟ پھر اسی صفحہ کی  
 ۱۵ اور ۱۶ سطر میں لکھتے ہو "دیدہ و ران انصاف و حقیقت بریں ہفت  
 می خندند و جھٹا ظاہر بریں می مرانند" پہلے تو یہ ارشاد تو کہ "دیدہ و ران انصاف



و حقیقت "کیا ترکیب" پھر یہ کہیے کہ "تمہا ظاہر میں" کے کیا معنی۔ تمہا کے آگے  
تحتانی یا ہمزہ ہو "تو ظاہر میں" "تمہا" کی صفت بھڑکے۔ خیر اس کو تم نے  
ناظرین کے وجدان پر محول کیا "می سر ایند" مجازاً می گویند کے مراد ہے  
یعنی کہتے ہیں پس اس کے آگے ایک کاف اور اس کے بعد ایک تقریر ضرور  
ہے۔ جبہ تم نے نہیں لکھا تو کوئی کیوں کر جانے کہ "تمہا" ظاہر میں کیا  
کہتے ہیں۔ جس مجمع میں یہ صفحہ دیکھا جاتا تھا ایک شخص ظریف حاضر تھا اس  
نے سب کو ڈانٹا اور کہا کہ تم لوگ نادان ہو جناب منشی صاحب نے  
"می سر ایند" کی جگہ "می سر ایند" لکھا ہے ہم سب نے کہا یہ امر سند طلب  
ہے۔ سر و دن کے دو معنی ہیں گا دا اور کہنا، تقریب کرنا کس طرح مسلم ہو سکتا  
ہے؟ اس ظریف نے کہا کہ سنو ہندی میں تقریب کرنے کو سر ایند کہتے ہیں  
منشی جی نے از روے تقریب می سر ایند لکھا ہے۔ ہم نے کہا اگر یوں تھا  
تو "می سر ایند" چاہیے تھا نہ "می سر ایند" ظریف نے کہا کہ منشی جی پیر دیں دکن  
کے جس نے برمان قاطع میں ارتنگ کو ارتنگ اور ارتنگ اور ارتنگ  
اور ارتنگ اور ارتنگ لکھا ہے، منشی جی نے بھی "می سر ایند" کو "می سر ایند"  
لکھ دیا تو غضب کیا منشی صاحب ہمارے قدموں کی قسم، اس مجمع میں یہ  
نسبت آپ کی فارسی عبارت کے وہ لطائف ذوق انگیز درمیان آئے  
ہیں کہ سب اہل محفل ہنسی کے مارے مارے جاتے تھے آخر کو بالفاق اے  
ہم دگر یہ کھڑی کہ فرہنگ نویسوں نے فارسی کو سات قسم پر منقسم کیا ہے  
ان اقسام سب سے سب سے ساتویں فارسی سفیدی ہے، منشی سعادت علی نے  
آکھویں فارسی نکالی ہے اس کا نام چندی ہے چوں کہ فدوی آپ کا  
معتقد اور خیر خواہ ہے اس امر سے بہت خوش ہوا اور آپ کی خوشی  
کے واسطے اس امر کی آپ کو اطلاع دی۔



سوال سو لہواں۔ محمد حسین دکنی جامع برہان قاطع پیر طریقت  
 نہ تھا، شیخ وقت نہ تھا، مفتی نہ تھا، مجتہد نہ تھا، عالم نہ تھا، رعایا سے دکن  
 میں سے ایک شخص متوسط الحال ہو گا، غایت مافی الباب یہ کہ پڑھا لکھا  
 ہو گا۔ اس کی بہ نسبت جو حضرت غالب مدظلہ العالی نے کچھ کلمات ظرافت  
 آمیز لکھے آپ نے اس کے عوض میں حضرت کو وہ کچھ لکھا کہ کوئی اثرات  
 کسی ادنیٰ آدمی کو بھی ایسی بات نہ کہے گا نہ لکھے گا بس صاف گالیاں ہیں  
 یہ آپ کا معتقد آپ سے بہ کمال بجز و انکسار پوچھتا ہے کہ ایک دکنی دنی  
 کے واسطے آپ کو عفو اتنا کیوں آگیا کہ آپ نے مناظرے کو پھکڑ دیا،  
 اور فحش بکنے لگے اور بھوک دینے لگے۔ اس سوال کا جواب شافی لکھے

سوال ستر ہواں۔ آپ سنی ہیں اور اہل سنت جماعت خلفائے راشدین کو  
 اپنا پیر و مرشد اور ان کی تعظیم و تفصیل کو اپنے پر واجب اور سب صحابہ کو  
 گناہ بلکہ کفر جانتے ہیں آپ کے حقیقی بھائی نے مذہب رفض اختیار کیا،  
 محرم میں حاضریاں کھاتے اور تہزیہ خالوں میں ٹھس اڑاتے پھرتے ہیں،  
 تم ان سے کبھی خفا نہ ہوئے، مقام حیرت ہے کہ جامع قاطع برہان کی  
 مذمت پر تو وہ اسٹیل سے غیظ و غضب ہوا اور لعن و طعن صحابہ سن کر  
 کان پر جوں نہ پھرے اور تیوری پوہل نہ پڑے۔ کہو گے کہ ہمارے بھائی  
 نے ہمارے سامنے کبھی بڑا نہیں کیا تو میں عرض کروں گا کہ جی علیک بحالہ۔  
 میرا ارادت علی صاحب کا امامیہ ہونا اور مذہب امامیہ میں سب صحابہ کا احترام  
 بلکہ وجوب مشہور اور اظہر ہے آپ کا سننا نہ سننا برابر ہے۔ لفظ جلد بتائیے  
 کہ سب صحابہ کیوں ناگوار نہ ہوا باوجود اس فتن اور تقدس اور نور  
 کے جو تم کو حاصل ہے، حیرت دین کی رگ جنبش میں کیوں نہ آئی؟ جیسے وہاں  
 غضبناک ہونے کا باعث لکھے گا یہاں خشم نہیں ہونے کا بھی وجہ لکھے گا



ما بعد سے رابطہ ہائی نہیں رہتا اور اگر محرک پڑھوں تو اس کو تو عینی نہیں کہہ سکتا،  
 ناچار اضافی کہوں اور "سخن شناس" کو مضاف کھڑاؤں اور "مقلد ان" کو مضاف  
 الیہ بناؤں۔ "سخن شناس مقلد ان" کی کوئی معنی پوچھے تو کیا بتاؤں؟ "مقلد ان" کا  
 کسرہ بے شبہ اضافی ہے۔ "مقلد ان اساتذہ" یعنی اساتذہ کی تقلید کرنے والے لیکن  
 وہاں تو اساتذہ "سخن ران" ہے، اس کا محال وہ ہے جو میں ادب لکھ آیا ہوں۔  
 اس صورت میں ہندی اس طولانی فقرے کی یہ ہوئی: سخنور دں کے استادوں  
 کے مقلدوں کے سخن شناس۔ پھر یہاں بھی تو حضرت کو سکوت نہیں "سخن ران" کے  
 آگے "اہل زبان" اس کو کہاں کھڑاؤں؟ خیر اس کو بھی آپ کے پیچھے کی عبارت  
 میں بہ زور ٹھونس دیا "پیشین" کو کہاں کھسیڑوں؟ کچھ فرمایے، کچھ بتائیے  
 تاکہ آپ کا خادم کشاکش سے بجات پائے۔

سوال چوتھا۔ صفحہ ۵ سطریہ ہے "در زمانش آمد شد از ایران و رواج  
 زبان پارسی و شاید از شعر اکلم ہم بود" ہر چند رواج زبان پارسی ہند میں غریبوں  
 کے عہد سے اور ہمایوں کے عصر میں مجدد ہوا ہے اور آپ کی عبارت میں "زبانش"  
 کے نشین کی ضمیر صاحب فرہنگ جہانگیر یا جامع برہان قاطع کی طرف راجع ہے  
 اور یہ دونوں ہمایوں بادشاہ کے بعد میں لیکن میں تم کو زیادہ دکھانیں دیتا  
 اسی قدر پہچانتا ہوں کہ "آمد و شد" کا مضاف کہاں ہے؟ کون ایک ایران سے  
 آتے جاتے تھے؟ اگر زبانِ جنم نے کہہ دیا کہ شعرا میں کب مالوں گا؟ ہے اس فقرے  
 کی رو سے مجھے سمجھا دو گے تو میں تم کو استاد جانوں گا۔

سوال پانچواں۔ صفحہ ۱۱۱ سطر ۱۱ آپ کا یہ فقرہ عجیب الترتیب ہے  
 "رینج چشم زخم و غیرہ آہنا کہ بہ اجاب مجلس انس کہ مخاطب اندر مسدود رنج  
 چشم زخم آہنا" کافی تھا "و غیرہ" صحیح میں کیوں لائے؟ یہ تو بے محل اور محل معنی ہر  
 پیر آگے ایک اور رکھو کر ہے یعنی "مجلس انس" کے آگے کا کون کیسا ہے یہ صحیح تو یہ ہر



کہ آپ کے اقوال کو رد سمجھے نہیں نے حضرت سلیمان کو خواب میں دیکھا ہوا، میرا کیا  
مستند ہو حضرت کے مدعا کا استنباط کر سکو

من ندیرم شے سلیمان را چہ شناسم زبان مرغان را  
سوال چھٹا۔ صفحہ ۱۸ سطر ۱۱ میں تم نے ایک شعر مولوی روم کی مثنوی  
کا لکھا ہے:

ایں چہ کثر است ایسا چہ زلف و فشار پنیہ اندر و ہاں خود بفشار  
میں اس کو موزوں نہیں پڑھ سکتا۔ پہلا مصرعہ بے شک مولوی روم کی  
مثنوی کا ہے اور دوسرا مصرعہ از رومے وزن حدیقہ حکیم ستانی غزنوی کی  
بحر کا معلوم ہوتا ہے دوسرے مصرعہ کا ہم وزن کرنا مجھ کو سکھا دیجیے یہ سوال  
ہے بہت جو ایسا طلب زیادہ حد ادب

سوال ساتواں۔ صفحہ ۱۸ سطر ۵ اور ۶ اور ۷ سطر کی عبارت یہ ہے  
”از حکومت دزدان را نی گیر دو مال از آہنا ستید۔“ می گزارد و دزدان این  
سبب مال بوسنے می دهند کہ اگر ندیم مارا قید خواہند کنایہ ”یہاں“ از حکومت  
ملک سال باہر ہے بحکومت چاہیے پھر ”ستید“ کس ملک کی فارسی ہے ”ستیدن“  
بہ ضمتیں و فتحہ وال مصدر ”ستد“ نہ حذف لون و بقائے ضمتیں ماضی ”ستد“ بہ افتحہ  
ہاں مخفی مفعول آپ ”ستیدن“ اور ”ستید“ اور ”ستید“ کسی استاد کے کلام میں  
دکھا دیجیے تا میری تشفی ہو اس سے بڑھ کر یہ پرسش ہے کہ ”دزدان“ صیغہ  
”دزد“ مارا ”صیغہ جمع پھر ”ندیم“ کہاں کی بولی ہے میرے نزدیک ”ندیم“ معنا ”سبب  
تھا۔ تم نے ”ندیم“ کیا سمجھ کر لکھا ہے مجھے بھی سمجھا دو۔

سوال آٹھواں۔ ۱۸ صفحہ کی ۶ اور ۷ سطر میں مرقوم قلم طرفہ رقم  
ہے ”دزد“ مثال بہ اندراج لفظ فرازد لفظ عین تقلید مرزا اسد اللہ غالب  
ترکیب داوہ نگاشت ”اس نگار“ میں ”دزد“ درست نہ لفظ صحیح معنی کی نادرستی



خاتمہ آپ کا دستور یہ ہے کہ جب فقدان مادہ عظمیٰ کی بہت سے حلیوں کو جواب نہیں دے سکتے تو غصے میں اندھے بن کر گالیاں دینے لگتے ہو۔  
 نجم الدولہ اسد اللہ خاں بہادر غالب امیر نام داراد میں ہزاریم اور جبار میں ہماری نامزادین سن کر چپ ہو رہے سینے میں نے ایک دن کو اب صاحب محترم الیہ سے پوچھا کہ آپ نے منشی سعادت علی صاحب کی بد زبانی کا جواب کیوں نہ دیا حضرت نے فرمایا کہ اگر راہ چلتے سڑک پر گدے کو لات مار بیٹھے تو کیا تم بھی یہ سبیل تلافی سڑک پر پتھر مہاؤ گے اور گدے کو لات مار دے گے؟ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں حضرت نے ارشاد کیا کہ پھر میں منشی جی کی خرافات کا جواب کیوں دوں اس امر کے اظہار سے میری غرض یہ ہے کہ حضرت غالب ہمارے مقابلے کو تنگ نہ کر سچھ کر سکوت کر گئے میں دلی کار بھڑا ہوں آپ بھتیجہ در ہیں تو میں کوڑا ہوں اگر پیکڑ لڑے گا قصہ کیجئے گا تو خم ٹھوک کر موجود ہو جاؤں گا ایک کہو گے دو سناؤں گا۔ زہتار میرے سوالوں کا جواب جیسا طریقہ شرفا کا ہے دیجئے گا اور بد زبانی اور راز خانی نہ کیجئے گا۔

تمت الخطاب بعون الملک الواب نحن منتظر الجواب فقط تم تم تم

## استفتا از جانب سائل

سوال پہلا - قواعد مقررہ فارسی کے مطابق ہیئتہ امر کے بعد مجرد الفاء فاعل فاعلیت کرتا ہے اور اسم جامد کے آگے الف نون مفید معنی جمع ہے۔ الف نون سے معنی فاعل کے لینے کا قصہ کرتا ناشی غفلت سے ہے یا نہیں؟

جواب - الف نون را بعد اسم جامد اکثر مفید معنی جمع دیدہ ام



دیکھتے ہیں اسے افادہ معنی فاعلیت لشیئہ ام فقط العبد محمد سعادت علی  
عفی عنہ لازم گو رمنٹ اسکول دہلی

بعد صیغہ ہائے امر الف افادہ معنی فاعلیت فی کند و الف و لون بعد اسم  
جامد ہائے جمع فی آید۔ الف و لون را کہ بعد اسم جامد فی آید پر لے فاعلیت  
قرار دادن دالی بر عدم واقفیت بہت واللہ اعلم۔ العبد خدا بخش مدرس نور علی اسکول  
اسم جامد کے بعد جو الف و لون آتا ہے مفید معنی جمع ہے، اس سے  
معنی فاعلیت مراد یعنی غفلت سے خالی نہیں ہر فقط العبد محمد نصیر الدین استغفار  
نور علی اسکول دہلی۔

اسحق قرنی الف و لون بعد اسم جامد مفید معنی جمع ہی دیکھا ہے فقط  
العبد محمد لطیف حسین مدرس مدرسہ سرکاری

الف بعد امر کے البتہ مفید معنی فاعلیت ہوتا ہے اور مع لون آخر  
اسم جامد میں مفید معنی جمع ہے اور کبھی زائد آتا ہے 'معنی فاعلیت اس سے  
سمجھنا نا سمجھی ہے۔ راتم اتم محمد فضل اللہ عفی عنہ  
جواب باصواب ہست۔ نجف علی عفی عنہ

فارسی میں الف و لون میں قسم کا ہے اگر لفظ جامد کے آگے آئے تو  
یا زائد ہے یا جمع کا اور صیغہ ہائے امر کے بعد حالیہ ہے مگر فقط و ادکا  
طالب غالب۔

سوال دوسرا۔ رواں و دواں و اختاں و خیراں یعنی صیغہ ہائے  
امر کے آگے الف لون جو آتا ہے وہ حالیہ کہلاتا ہے۔ الف لون حالیہ کے  
وجود کا منکر مسلمات جہور کا منکر ہے یا نہیں؟

جواب۔ الف و لون حالیہ بہ کتب اساتذہ مسطور است منکر آں منکر

والصداقت علی خاں کی ہر جگہ ہے اور اس میں نام کے بعد لفظ خاں مرقوم ہے



اقوال شاہ بالضرور فقط العبد محمد سعادت علی عفی عنہ ملازم گورنمنٹ اسکول دہلی۔  
 باتفاق جمہوریہ در فارسی الف و لون بعد امر افادہ بمعنی حال یہ می کند منکر آن  
 منکر جمہوریہ است فقط العبد خدا بخش مدرس نور مل اسکول

ان صیغوں میں الف و لون حال یہ کا انکار احوال اسلاف کا انکار ہے فقط  
 العبد محمد نصیر الدین متعلق نور مل اسکول دہلی۔

الف و لون حال یہ کے وجود کا منکر ہے بابت شک قول اسلاف کا منکر ہے۔

العبد محمد لطیف حسین مدرس مدرسہ سرکاری

عیقہ امر کے آگے الف و لون حال یہ ہوتا ہے جیسے خداں گریاں  
 آتماں خیراں اور سمجھتا اس کا افادہ بمعنی فاعلیت ناشی سے نا آگہی قواعد  
 فارسی اور بختیری معنی فاعلیت سے۔ راقم آتم محمد فضل اللہ عفی عنہ  
 نزدیک خاکسار ہم چنین است نجف علی عفی عنہ







تو آغاک حمایت میں قطعہ لکھا، دوسری طرف قاطع برہان کی انطباعات کا قطعہ تاریخ اور اس کی توصیف کی۔

قاطع برہان کا مصنف بصرارت سے محروم تھا، اس کی کتاب تعین ہے کہ ایک سال سے زیادہ میں لکھی گئی، اس میں فوائد سے بھی بحث ہے، اور قاطع کے نسخہ مطبوعہ کا بھی ذکر ہے، ظاہر ہے کہ جس شکل میں یہ شائع ہوئی ہے، وہ ۱۲۷۵ء میں یا اس کے بھی کچھ بعد وجود میں آئی، غرق قاطع، پر برہان کا اضافہ چاہیے، مکمل نام ماضیہ متن منقولہ میں خود مرتب نے بھی لکھا ہے، احمد کا تعلق شیراز سے نہ تھا، غالب کے اس قطعے میں جو ان سے متعلق ہے، یہ مصرع ہے "خواجہ (مراد از احمد) راز صہبانی بودن آباچہ سود" شمشیر تیز تر احمد کی تعریف ہے اور انہیں کے نام سے شائع ہوئی تھی، اس میں خدا کا ایک قطعہ بحوالہ غالب البتہ شامل ہے، باقر آروی فرماتے تھے شمس کا نام میر آغا علی تھا، جو ہر شخص کے دو شاعر ایک ہی نام کے تھے، ایک ناطق مکران کا شاگرد اور دوسرا غالب کا، احمد کا عامی مقدم الذکر ہے اور قطع تاریخ لکھنے والا مقرر الذکر۔

ص ۹ تا ۱۱ غالب نے قاطع برہان کو دوبارہ چھاپنے کا ارادہ کیا، اور اب کے اس میں مزید مطالب ایک دیباچے اور اعتراضات کا اضافہ کیا پھر اس کا نام بدل کر درفش کاویانی رکھ دیا۔

"در دل فرد آمد کہ بقای چند کلامی چند بفریم و این مجموعہ را قاطع برہان نام نهادام پس درفش کاویانی خطاب دہم؛

چوں اسم کتاب قاطع برہان بود : گردید درفش کاویانی علمش  
اس ایڈیشن کی اشاعت کے لئے میر غلام بابا خاں... نے پہلے ہاتھ لگایا اور پھر سو۔ دے نقد۔

خود غالب کی شرف و نظم سے جو مرتب نے نقل کی ہے قطعی طور پر ثابت ہے کہ نام قاطع برہان برقرار رہا، اور کتاب کو درفش کاویانی کا خطاب دیا گیا، چنانچہ قاطع ۲ کے سرورق میں مصرعہ مرقوم ہے کہ نام قاطع برہان اور درفش کاویانی خطاب ہے، تمبک کی بات یہ ہے کہ مرتب نے خود ص ۸ میں درفش کو قاطع برہان سے نام سے یاد کیا ہے، مرتب کو متفصل دکھانا تھا کہ قاطع ۲ میں کیا کیا فرق ہے، انہوں نے متن بھی اس طرح نہیں پیش کیا کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ غالب نے کون سے مطالب اور اعتراضات قاطع ۲ میں برائے تھے۔ غالب نے پچھلے عبارتیں قاطع ۱ کی، اشاعت ۲ میں نقل بھی دی تھیں۔ اس کا پتا بھی درفش ب کے متن یا اس کے پیش فقط سے نہیں ملتا، اس سے بڑی قباحیت پیدا ہوتی جن کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے:

غالب نے دیباچہ ۲ میں لکھا ہے "عاشق کہ در بیج مل از عقیدہ غریبین جزیرہ کوہ باشم" مگر قاطع ۱ کی بحث غموس میں پہلے تو بڑی شدت سے غموس و غموس کو لفظ الملائع الاصل و مختلف المعانی بتایا ہے، اور مقدم الذکر کو فارسی اور صوفیہ لفظ کو عربی معانی سے بعد ازاں "ان الفاظ میں غموس کے عربی نہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔" امیوسس جالبخ اگر عربی نباشد گو مباحثہ پر سے والا جو "عاشق الخ" دیکھ چکا ہے، اس پر مقدمہ حیران ہو، بجا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ "غموس" گو مباحثہ اور اس کے بعد کی عبارت جو ان بحث میں ہے، قاطع ۱ میں نہیں تمبک اس پر بھی ہے کہ مرتب نے متن لفظ میں یہ نہیں دکھایا کہ "عاشق الخ" لکھنے کے باوجود غالب نے قاطع ۲ کے کئی مقامات میں عقیدہ سابق سے رجوع کیا ہے، مباحثہ آدیزہ و بر بردشاں و شفا و دیر و... عاشقوں میں دیکھ جائیں، مرتب کی اس روش کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ قاطع ۱ کی اشاعت سے غالب کو علم کے صحیح معنی معلوم نہیں، قاطع برہان بھی علم ہے۔

کے بعد جو کتابیں اس کی رو میں نکلی تھیں ان کے مطالعے سے صحیح طور سے معلوم نہ ہو سکے گا کہ معتز ضیق غالب نے قاطع کے کن مطالب سے تعرض نہیں کیا تھا، میر غلام بابا خاں نے غالب کو گھڑی منور بھیجی تھی مگر اس کا کچھ تعلق انطباعات درفش سے تھا، ص ۱۱۱ غالب نے بقول خود برہان میں تقریباً دو سو الفاظ قابل اعتراض پائے، اور ان پر تنقید کی، قاطع یا اس کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمے میں جو لکھا تھا، وہی مضمون اردو کے ایک خط اسی عالم مارہروی میں دہرایا گیا ہے۔

"... چھاپے کی برہان قاطع میر سے پاس تھی، اس کو میں دیکھا کرتا تھا، ہزار ہا لغت غلط، ہزار ہا بیان لغو، عبارت پوچ، اشارات پادر ہوا میں سے دوسرا غلط لکھ کر ایک مجموعہ بنایا ہے اور قاطع برہان اس کا نام رکھا ہے۔"

دیباچہ ۱۰ ص ۲۰ میں اعتراضات کی تعداد مطلقاً نہیں، خط میں جو عالم نہیں، صاحب عالم کے نام کا ہے، ہرگز یہ نہیں کہ تقریباً دو سو الفاظ قابل اعتراض پائے، غالب ہزار ہا لغت غلط لکھتے ہیں، یہ بات دوسری ہے کہ وہ قاطع میں صرف دو لغات کے الفاظ سے بحث کریں، لغت یہ کہ قاطع میں جو لغات کسی نہ کسی طرح قابل اعتراض پائے ہیں، وہ کم و بیش پانچ سو ہیں، اب دیباچے کی عبارت ذیل دیکھئے۔

در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار  
در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار  
در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار  
در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار  
در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار  
در بعضی چند کہ از دست آورده، یاد دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف بکار

برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از  
برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از  
برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از  
برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از  
برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از  
برہان کے لغت کم و بیش بیس ہزار ہیں، اگر پانچ سو غلطیاں، واقعی از

ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے  
ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے  
ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے  
ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے  
ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے  
ادب ہے کہ غالب در کنار مولف سے بھی زمانا اقدام فرنگ نگار گزرے

۳۷۴ لغات نہیں میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ہندوستان میں تین جا سو برس سے فرنگ  
نظاری شروع ہوئی، مالانہ کہ خرقہ قاس غلطی کی فرنگ مذہبی ہے، یہ کہنا کہ  
ہندوستانیوں کے سو اسی نے فرنگ یا تو افغانی نہیں کبھی سخت ہٹ دھرمی ہے  
فالتیخ تیز میں تو فرنگ اسدی کے وجود سے بھی انکار کر دیا ہے، مرتب نے اس  
کی طرف توجہ نہیں کی۔



نے عبد الواسع تیسرا صاحب فیات اللغات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، دیکھا جائے۔  
 ۱۳ تا ۱۷ غالب کے بعض اعتراضات میں ایسی نکتہ چینی ہیں۔ آبدار ان  
 کے نزدیک نہ فرنگوں میں شمول کا سزاوار ہے، اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کا  
 ہم وزن بنایا جائے۔ غالب نے اس کے بعض معانی کو مل-تامل اور بعض کو غلط قرار  
 دیا ہے، لیکن یہ غلط ادب الغفلا سے لے کر لغتاً مزہ دہجہ تک میں ہے، اور معانی  
 کے اسناد موجود ہیں۔

مرتب یہ نہیں کہنے کہ اس کا ہم وزن درج کرنا مناسب تھا یا نہیں۔ بات یہ  
 ہے کہ غالب کے جو اصول فرنگ نگاری ہیں ان کے پیش نظر یہ تسلیم کرتے ہوئے  
 کہ اس کے صرف دی معانی ہیں جو انہیں مسلم ہیں، اس قابل نہ تھا کہ درج فرنگ ہو، اور ہو  
 تو اس کا ہم وزن ساتھ ساتھ ہو مرتب کے پیش کردہ اسناد فرنگوں کے ہیں، جن  
 میں قدیم ترین ایک ہندوستانی کی کھلی مولیٰ فرنگ ہے، شعر کی سند اگر ہے تو صرف  
 ایک معنی کی جو ابتدا میں غالب کے لئے قطعاً ناقابل قبول تھی۔ شعر مذکور پیش ہوا، تو  
 غالب نے قانع ۲ میں لکھا کہ سند دست سگ معنی زیر بحث میں مدت سے متردک  
 ہے (مرتب کی طویل بحث میں اس کی طرف اشارہ کیا نہیں) غالب کو چاہئے تھا کہ  
 قانع کی بحث آبدار کو قانع ۲ میں دوسری طرح تحریر کرتے، اور یہ کہنے کا معنی صعب  
 ہیں، مولف کو یہ اطلاع دی تھی کہ متردک ہیں۔ دم شمول پر اعتراض کی وجہ یہ کہ غالب  
 کے نزدیک بہت مشہور لفظ ہے، اور ایسے الفاظ فرنگوں میں درج نہیں ہونے  
 چاہئیں ایک ایسے فرنگ نگار پر جو ایک جامع فرنگ تیار کرنا چاہتا ہے، یہ اعتراض  
 فضول ہے، اگر کسی کا نصب العین یہ ہے کہ صرف دی الفاظ میں جو بہت مشہور نہیں۔  
 تو اس پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے، مگر اس کے لئے بھی وجہ جواز یہ ہے کہ بہت  
 مشہور ہی، مگر خاص معانی میں غیر مشہور ہے۔

۱۸ تا ۲۱ بعض اوقات غالب نے مولف کی غلطی تو بھانپ لی ہے، مگر تفسیر  
 میں خود بھی اصل مطلب سے دور نکل گئے ہیں۔ (بحث پر بردشاں نقول از قلع  
 مطالب وادین کے اندر) ہم وزن پردہ پوشاں میں بائے غنقی زائے ہے۔ مولف  
 کے ایک مقدمے نے کہا کہ کاپی نویس کا قصور ہے، پر یہ بردشاں لکھتا تھا، میں نے کہا سلم  
 مگر دہان کہاں کی ہے، بولا کہ اقصای ملک دکن کے ضیوں کی میں نے کہا کہ یاد رکھو کہ  
 برسان معنی است ہے، مگر بدولن مضائقہ استغنی نہیں ۵ غیر ملحوظ ہے ۱۰ اس  
 لئے ہم وزن ٹھیک ہے غالب نے مولف کو "مغنیوں کا ہم جنس بنادیا" ذکر محمد عین  
 برہان کے قانع اور حاشیہ نگار سے مجھے اتفاق ہے کہ دراصل بردشاں ہے۔  
 ملک الشعراء اسدی کی فرنگ میں بند شرفیقی میں بھی ہے۔

مرتب نے بحث پر بردشاں قانع اسے نقل کی ہے اور یہ بتانے کی ضرورت محسوس  
 نہیں کی کہ قانع ۲ میں مقدمہ برہان دغالب کا مکالمہ قطع طور پر ہے۔ غالب نے  
 جنوں والی بات بالکل نکال دی ہے اور اقرار کیا ہے کہ پر بردشاں میں پانچ  
 است باضائے معنی چند در وسط و تبدل سین... جنین... مگر یہ مفروضہ قطعاً  
 سے چاہے اور پر بردشاں لفظ کی ایک ہی شکل نہیں کہا جاسکتا۔ یہ کہہ کر اقصای  
 دکن کے جنوں کی زبان ہے یہ مطلب نہیں کہ غالب نے مولف کو جنوں کا ہم جنس قرار  
 دیا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ پر بردشاں کوئی لفظ نہیں۔ سند میں شعر ذہنی میں جوابیہ  
 اور رنگ گانے کے لفظ یہ کہ مکالمہ بدل گیا ہے اور اس کا احساس نہیں کہ گڑھے  
 والے براس کا کیا اثر ہوگا۔ مرتب نے نہ اس کی طرف ناظرین کو متوجہ کیا ہے اور نہ  
 اس کی طرف کہ پر بردشاں کو تصرف شاعرانہ کی ایک مثال بنانا

بڑی فاحش غلطی ہے۔ پر بردشاں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ فرنگ اسدی اور سند میں  
 اور میر جمالی میں آیا ہے۔ مصنف ایرانی، معاصر حافظ، عجب نہیں اگر اس کے مصنف

میں ۱۲-۱۳ غالب نے اس بنیادی فرق کو ملحوظ نہیں رکھا کہ برہان زیادہ سے  
 علاوہ اس قسم کے عالم لغت نویس تھے، جنہوں نے اپنے پانچ پیشروؤں کی خوشہ چینی کر کے  
 زبان قلع مرتب کی تھی، اور انہوں نے... دیا ہے میں چند عمدہ کتابوں مثلاً فرنگ  
 بحر الفرس سروری، سرمد سلیمانی سماح الادویہ کے نام بھی گنوا دیئے تھے۔  
 اگلے تمدن کے وقت یا تو برہان کے پاس معانی بیان کرنے کے لئے نظر آکر موجود تھے  
 یا تو... برہان قانع میں جو غلطیاں شامل ہوئے، اس کی تمام تر ذمہ داری برہان  
 لکھتا تھا اس کے باوجود تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ برہان نے چند مقامات پر بھوکہ ضرور کھالی ہے  
 برہان کو چھوڑ کر، بالکل ابتدائی زمانے کی فرنگوں کو چھوڑ کر، ہر فرنگ نگار  
 ہرگز فرنگوں کا خوشہ چیں رہا ہے کسی نے اپنا دائرہ ارادی طور پر محدود کر لیا ہو  
 ملاحظہ ہے سماح الادویہ کے بعد وغیرہ لانے سے یہ لکھتا ہے کہ دیا چہ برہان  
 میں اور کتابوں کے بھی نام ہیں ملاحظہ اس میں صرف دی چارہں ہیں جن کے نام مرتب نے  
 لکھے ہیں۔ اصل کتاب میں بعض دوسری فرنگوں کا حوالہ ہے، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا  
 کہ مولف نے ان سے براہ راست استفادہ کیا تھا مرتب نے مجمع الفرس سروری تالیف  
 محمد قاسم معروف بہ سروری لکھا ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سروری جزو اسم  
 کتاب ہے۔ علاوہ نام صرف مجمع الفرس ہے۔ معروف بہ سروری کی جگہ ضلع ہے  
 سروری چاہئے مرتب کو بتانا تھا کہ برہان بعض خوشہ چیں نہیں، دسائیری الفاظ  
 ان کتابوں میں جن کے نام مرتب نے لکھے ہیں یا ان دوسری فرنگوں میں جن کا  
 حوالہ برہان میں ہے، نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی برہان میں ایسے الفاظ ہیں، جو ماخذ  
 مذکورہ میں نہیں ہیں۔ چند لازماً ۳ ہے ۹ کے لئے نہیں آتا۔ مگر جس طرح مرتب  
 نے اسے استعمال کیا ہے، اس سے مترشح ہے کہ برہان کے وہ الفاظ جن کا  
 مولف خود ذمہ دار ہے۔ دس میں سے زیادہ نہ ہونگے۔ ان کی تعداد ۱۰ سے ہرگز  
 کم نہ ہوگی۔

۱۳ برہان اس سخت گیری کا سختی نہ تھا جو غالب جیسے عمومی حیثیت سے  
 خوش گو اور شاعر اور عالم نے اختیار کی،

اس... نہ تھا۔ انڈر مینٹ من کی ایک بڑی اچھی مثال ہے۔ برہان میں چاہیہ  
 بول و لالیط ہے غالب نے اس کے اختلافات کے اظہار کی یہ صورت نکالی ہے، نتیجہ  
 کسی تہی بنید کہ از زبان میں مروجہ فرد میرزہ است، اش، ام کے شول پر ۳ مختلف  
 مقامات میں غالب معترض ہوئے ہیں بحث ہم، میں فرماتے ہیں "و این خطای  
 سوم است، مثل ہندی مشہور انجام سادق" قبل میں ۳ بار غلط کرنے والے کو، اور  
 غلط کہا گیا ہے۔ رہی سخت گیری تو اس میں معافی نہیں مگر اسے ضرور ملحوظ رکھنا  
 چاہئے کہ مولف نے کسی جگہ غلطی سے کام نہیں لیا نہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے ایک  
 جامع اور کاٹا صحیح فرنگ لکھی ہے۔ وہ تو یہ بھی نہیں کہتا کہ برہان مولف کے نظر ذہن  
 فادسی کے ذاتی مطالبے کا نتیجہ ہے، "فیہ جامع و تابع ارباب لغت است نہ واضح"  
 اس کے برخلاف غالب کی خود ستائی کا یہ عالم ہے کہ ایک خط میں لکھتے ہیں "بہت  
 خون جگر کھا کر فارسی کی تحقیق کو اس پاسے پر پہنچایا ہے کہ اس سے بڑھ کر مستور نہیں"  
 سخت گیری اس کو ساتھ چاہئے۔ عمومی... عالم... سے ظاہر ہے مراد ہے کہ قانع سے  
 قطع نظر اگر غالب کسی کی غلطی دریافت کرتے ہیں تو اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ کسی کو ناگوار  
 نہ ہو، جہاں تک ان کو مرہوں، دوستوں اور شاگردوں کا تعلق ہے، یہ ٹھیک ہو تو  
 ہو، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان پر اعتراض کرنے میں وہ بڑے دربدہ۔ دہن ہیں، انہوں

۱۵ مجمع الفرس اور سرمد سلیمانی کے مولف ایرانی تھے اور یہ  
 کتابیں ایران میں بھی گئیں غالب فرماتے ہیں کہ ہندی میں باب و دادا  
 ایران سے آئے ہوں گے۔ عا اس کا کوئی ارد و بدل وقت تحریر نہیں ہیں۔







آیا۔ آسیاء بالمص ۵۲، فہرست دائرہ ہا میں بھی ہیں، انہیں چاہیے الف مقصورہ  
 انگلک ص ۵۰، صبح انگلک درجہ بہ فرنگ م، گو ناطع میں انگلک ہے۔ اشارہ بخش ص ۲۰ میں  
 مگر غالب اشارہ بخش پر معترض ہیں، یہ نہ ہو تو پھر بحث کا مقصد یہ معلوم ہونا چاہیے  
 مرتبہ عاشقے میں بتا سکتے تھے کہ صبح کیا ہے۔ منک ص ۹۷، منک دوستانہ ص ۱۰۰  
 و فہرست اثرہ ۱۰۰، دوستانہ۔ سرنا شبنام یا ہمدار ص ۱۳۸، کسی نسخہ میں نہیں  
 دکھایا ہوگا۔ وہ یا ہر کی جگہ، ہمدار چوبست شبنام تجویز کرتے ہیں۔ ماہر کے یہی نسخہ ہیں،  
 صبح ہمدار عاشقے میں نصیح ضروری تھی۔ ص ۱۹۰ میں دلتنگ ۵، مگر ص ۲۰ مگر لان ۱۰  
 چاہیے۔ اس صفحہ میں اور مرکبات کے ساتھ بھی بجائے تنگ مرتبے تنگ لکھا ہے۔ ہمدار  
 برزم اختیار کن ص ۲۲۳، غالب کو یہاں اسی طرح، مگر صبح رزم برزم الخ ماننے  
 میں نصیح ضروری تھی، والد ہمدار ص ۲۵۹، غالب کے یہاں یوں ہیں، مگر صبح و ہمدار  
 عاشقے میں نصیح نہیں ہوئی۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ کچھ الفاظ درفش ب میں کسی طرح ہیں اس سلسلے میں مختصراً  
 کچھ اور لکھا جاتا ہے۔ ذال ناری کے محلے میں مرتبے غالب کی پیروی نہیں کی اور  
 یہی حال انگلکنت کا ہے۔ غالب اس کے منکر تھے کہ ناری میں ذال ہے، اور انگلکنت  
 کو ذال کا عربی سے صبح کہتے تھے۔ یہ فرنگ م میں کات عربی و ناری دونوں نسخے ہیں  
 درفش ب میں کیو مرتبہ ہے، غالب کیو مرت تھے تھے۔ جمع نہیں۔ اس میں دائرہ آئے،  
 غالب اور عبد غالب کا ایرانی اور ہندوستانی المادانہ۔ غالب اور عبد غالب  
 کا ایرانی اور ہندوستانی المادانہ مرتبے ایران امروزی کی پیروی کی ہے۔ مگر کتا  
 گشاہ اور منشا پور کہ منشا پور، جیسا کہ آجکل ایران میں لکھا جاتا ہے، انہیں لکھا فل  
 سے قبل نون یعنی دو طرح ملے۔ نہ پلیرد، نگند۔

قطعات تاریخ اشاعت اول

عنوان بالا کے تحت قطعے جو پیش لفظ میں بھی ہیں صرف ایک جگہ ہوتے تھے۔  
 اشاعت اول سے مراد قاطع ۲ ہے۔

### حواشی

حواشی سے متعلق کچھ باتیں مباحث بالا سے معلوم ہر چکی ہوں گی، حواشی پہنک  
 ہیں، اور جو ہیں، ان کی بڑی تعداد یہ دکھانے کے لئے وقف ہے کہ کون سا لفظ حواشی  
 میں داخل کر لیا گیا ہے، برہان یا قاطع ۱ میں تھا، مگر قاطع ۲ میں نہ تھا۔ جیسا کہ  
 کہہ سکتا کہ یہ کام کس حد تک مشکل ہے۔ ص ۱۰۰ میں فرزداد فرزداد کے معنی بجا لکھے  
 درج ہیں، مگر یہ نہیں لکھا کہ فرزداد صاحب دساتیر کا ایجاد ہے، اور فرزداد فرزداد  
 عادت بھی دساتیر ہی ہے۔ گو فرزداد فرزداد پہلی میں ہے مگر مختلف المعنی ہر دو کے  
 ہوتے ہیں لکھا ہے کہ سرور یا سرور کی بنی ہوئی تلوار ہے۔ ص ۱۹۰ سرور ہی ایک مقام  
 ہے اور وہاں کی بنی ہوئی تلوار بھی سرور ہی کہی جاتی ہے۔ جانا، مہر کے متعلق متن  
 بن نہ جانے کس مصلحت سے یہ اطلاق دی گئی ہے کہ اردو ہے۔ قاطع برہان ناطع  
 القاطع، محقق قاطع برہان، سالت برہان سے متعلق حواشی کا بڑا حصہ پیش لفظ میں بھی  
 ہے۔ غالب نے خود ایک مصرعے کے متعلق لکھا تھا کہ عربی کے قصیدہ صنف مغیر میں ہے  
 مرتبے بتا ہے کہ فصاحت عربی ص ۸۸ میں ہے۔ یہ یاد کرنے کی وجہ موجود ہے  
 کہ متعدد اشعار جو بطور سند پیش کرتے ہیں، غالب نے دارست کی مصطلحات سے  
 ہیں، مرتبے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ ص ۳۰ میں ہے کہ آرننگ فرنگ م میں ہیں  
 بہت سے زیادہ ضروری یہ بتانا تھا کہ برہان کو اس نسخے میں جو غالب نے دیکھے تھے

سے یا نہیں، میں نے کسی نسخے میں جو میری نظر سے گزرا ہے، اس کو نہیں پایا۔ پس از  
 حوزہ پیر ساسان نجم بطور آمدہ کہ دساتیر از لغت ژند کتا، در زان در زان ترقی  
 کتا ص ۸ ساسان نجم بموجب دساتیر معاصر خسرو پرویز، اس نام کا کوئی صرف

میں کیا گیا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ اس کا ذمہ داخدا مولف ہے، ردیک نے انہیں بھی  
 کر دیا۔ اور بہت سے الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے گئے۔ یہ اصل کتاب کے بعد ہیں  
 اور انہیں لمحات برہان ناطع کہا گیا ہے۔ ردیک نے ہر اس لفظ کے ساتھ جو اس  
 نے بڑھایا ہے۔ یہ بتایا ہے کہ وہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ یہ لمحات نسخہ حکیم عبد الجبار  
 نسخہ افضل المطابع میں بھی اسی طرح درج ہیں جس طرح کہ نسخہ ردیک میں ہیں نسخہ ۲  
 اور ہر صاحب کو نسخے کا حال مجھے معلوم نہیں۔ نسخہ ۳۰۳ افضل المطابع کو دیکھنے کے بعد  
 غالب نے لمحات کے بعض اضافات کا ذمہ دار مولف کو ٹھہرایا ہے۔ اس کی وجہ یا تو یہ  
 کہ کتاب بڑی بے پردائی سے دیکھتے تھے، یا یہ کہ خواہ مخواہ اعتراضات کی تعداد بڑھانا چاہتے  
 تھے۔ اسناد کے محلے میں غالب کا ردیہ قابل ذکر تھا۔ غالب نے کئی جگہ مولف کو سزا  
 دینے کے لئے سخت دست کہا ہے، ایک مقام میں تو انہوں نے یہاں تک لکھا ہے  
 کہ خود ساختہ الفاظ کس نسخہ کہاں سے لائے، حال آنکہ مولف نے دیباچہ پر  
 میں سند نہ پیش کرنے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ اس طرف کتاب میں طریق ہر جاتی۔ اس  
 بطور شاہد اسناد دیا بھی تھا، غالب نے تو یہ حق ہی کہ وہ کوئی بات بے سند نہ کہیں گے لیکن  
 قطع ۱ میں کتابوں کے اسناد بہت کم ہیں، کچھ باتیں بحوالہ عبد الصمد درج کی ہیں۔  
 قاطع ۲ میں کچھ اسناد کا اضافہ ہوا ہے، اور ایک جہول الاسم ایرانی کا قول بھی نقل کیا ہے  
 اس کے باوجود بہت بڑی اکثریت بے سند ہی۔ مرتبے نے عبد الصمد کے اصلی یا فرعی ہونے  
 کی نسبت بھی اپنی کوئی مائے ظاہر نہیں کی۔

### صحت

مرتب نے یہ نہیں بتایا کہ متن کس طرف پیش ہوا ہے۔ پیش لفظ کی بحث میں درفش  
 ب کو متن کی بعض قبا حواشی کا ذکر آچکا ہے۔ انہوں نے کہیں کہیں جو الفاظ ناطع ۱ میں  
 تھے اور قاطع ۲ میں نہیں، ان سے مطالب میں فرق نہیں پڑتا۔ قلابین کے اندر بڑھا  
 ہیں، مگر تا یہ ضروری نہیں، اور ان کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے، مثلاً بمعنی ص ۲۰۹  
 بحث ہندو شہر، میں ہے۔ "نظر بکثرت آبادی" اور انہاؤں نے میگندہ غیر ضروری  
 کئے لاء، شاہکل آتے، نہ عبد غالب میں آتا تھا، غالب نے قاطع ۲ میں اور ان کو راقۃ  
 حذف کر دیا ہوگا۔ یہ بات ماشیہ میں بتائی جاسکتی تھی۔ متن میں اور ان کا مدخل کرنا ہرگز روا  
 نہیں۔ بعض الفاظ مرتبے متن میں بنی جانب سے بڑھائے ہیں، گو یہ تلا میں ہیں، مگر  
 اضافہ کسی طرح جائز نہیں۔ یہ مول اور اذہ دکتا، ہیں۔ ص ۲۸۶۔ ایک جگہ  
 مرتبے نے بر بالعم کو بے بنایا ہے۔ ص ۲۴۹ سطر ۱۳۔ قاطع کے بعض غلط طرز  
 نے صبح نہیں کئے۔ یہ بھی نہیں کہ اس جگہ رکنا، یا علامت استفہام ہو، ص ۱۲۰ میں ہے  
 افرقہ دوساوس شیطانی از حضرت رحمانی، حضرت کی جگہ صریحاً خطرات ہے۔ مرتب  
 نے برہان کے عبارات میں اگر کوئی لفظ چھوڑ گیا ہے۔ تو قلابین کے اندر اسے درج  
 کر دیا ہے۔ مثلاً بحث آب سیر میں وغیرہ۔

مرتب نے اضافات جزئی طور پر کئے ہیں یا کلی طور پر، اس کے بارے میں کچھ  
 نہیں کہہ سکتا۔

متن میں بکثرت غلط ہیں جن کی تصحیح غلط نامے میں بھی نہیں ہوئی، از آں جمل  
 مدای فیاض ص ۱۰، ہمدان فیاض ص ۵، صبح مبد فیاض، تو نگر ص ۵ قطع غلط  
 مگر غالب اسی طرح لکھتے تھے۔ صبح تو نگر۔ جنبہ دوزی، جنبہ دوزی، مددی ص ۱۰۸  
 مگر ردی ص ۲۱۴ میں جو صبح ہے۔ نیک ص ۱۱۰، نیک۔ ایرانی ص ۱۲، اگر یہ صبح ہو  
 تو ص ۲۳ کے معرہ۔ یہی کثرت علانی ہر گشتی، میں تو لے ہونا چاہیے، ایرانی لکھا  
 تھا جو قاطع ۲ میں ہے۔ لغت بجای، لغت دو جا ص ۱۴۔ از ازل ص ۱۱۰ از ازل۔

زمرہ ص ۱۹ زمرہ۔ خربزہ ص ۳۴ دو جا صبح خربزہ جو اس صفحے میں ایک جگہ ہے  
 ہے ص ۳۰، ص ۳۰، مصرع ص ۳۰، مصرع با یک، بحث اسامی ص ۱۰۸  
 یہ ہے کہ برہان میں با سک۔ با یک یا با سک درفش کی بحث اسامی مطلقاً نہیں



مفہوم ہندوستانی یا اس کے معانی نہ تھا۔ مرتب کے نزدیک غلط دساتیر زبان  
 اور عربی پہلی میں ہے۔ مگر کچھ اس کے آسمانی زبان میں ہے۔ دراصل یہ بعض معنوی  
 زبان ہے۔ یہ ہرگز ہندوستانی یا اس کو کچھ بعد موجود نہ تھی اور قرآن قوی اس پر  
 دلالت کرتی ہیں کہ فن دساتیر میں ترجمہ و تفسیر آذکران کے شکلات علم ہے ترجمہ تفسیر  
 لی زبان مروجہ فارسی ہے جس میں کچھ معنوی الفاظ شامل ہیں، اسی صفحہ میں ہے کہ آذر  
 کیونکہ ہندوستانی میں وارو ہند ہوا۔ اور ایک فرستے کا بانی جس کا مذہب ادیان زندگی  
 و اسلام و برہمنی دینی سے مرکب ہے۔ اس فرستے کا مذہب وہ تھا جو دساتیر میں پیش کرتی ہے  
 اگر دساتیر اس سے کم و بیش ہر اصل پہ موجود تھی تو آذر کیونکہ اس فرستے کا بانی کس طرح  
 ہوا۔ عہد اکبری میں درود ہند ممکن ہے متعین یہ کہ عہد جمہانگیری میں مقام پندرہ  
 ہوا۔ یہ بات بتانے کی تھی کہ غالب نے باوجود اس کے کہ ان چند اشعار کو سوا جوت  
 غالب میں ہیں اس کی کوئی نظم و نثر اس عہد دساتیر سے بحث نہیں، نہیں دیکھی تھی  
 اس کے بڑے متقدّم تھے۔ اس کے متعلق دبستان مذہب میں بقول قرآن قوی تصنیف پر  
 آذکران، جو لغویات درج ہیں، ظاہر انہوں نے بے تامل قبول کر لئے ہیں۔

### فہرست و اثرات جا

فہرست کی ابتداء میں علامات اختصاری، درج ہیں، الف، اردو، ترک، عربی، ہندی، فارسی بدون علامت، اور الفاظ کی بہت بڑی  
 اکثریت کے ساتھ کوئی علامت نہیں، یقین ہے کہ ایسے الفاظ مرتب کے نزدیک فارسی  
 میں قاطع میں عربی ہندو پہلی قدیم سنسکرت، ہندی قدیم، و غیرہ بھی الفاظ کی  
 اصل کے مباحث میں آئے ہیں، اور غالب نے توضیح نہیں کی کہ کس سے کیا مراد ہے  
 متن دساتیر اور ترجمہ و تفسیر دساتیر کے الفاظ بھی قاطع میں ہیں اور ایسے الفاظ بھی  
 جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس زبان کے ہیں، غالب نے بہت سے الفاظ قوافی  
 سائنس کی مثالیں میں پیش کئے ہیں، اور بعض کی نسبت غالب نے دوسروں کی رائے بھی  
 خود پر فیصلہ نہیں کیا کہ قوافی کی مثال ہو سکتے ہیں، یا نہیں، کچھ کہات ہیں جن کے اجزاء دو  
 زبانوں کے ہیں، بعض الفاظ غالب نے خود بنائے ہیں اور ایک لفظ ظاہر لفظ خوانی  
 کی وجہ سے ایسا استعمال کیا ہے۔ جو غالب کو سوا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔ مرتب کو اس  
 جھگڑے میں نہ پڑنا تھا کہ کون لفظ کس زبان کا ہے۔

آدیش، تعظیم و تحريم بقول غالب پہلی قدیم فہرست میں بدون علامت،  
 فارسی میں یہ ہے مگر آتش، یعنی تعظیم و تحريم، ایران کی کسی زبان میں خواہ قدیم ہو یا

جدید، نہیں، اور دساتیر میں بھی نہیں ملتا۔ فہرست میں صرف ۱۱ الفاظ آتش و آدیش  
 گئے ہیں۔ انگریزی، اوتار، کالا بانی، اورانا۔ ثانی الذکر فارسی لفظ افشار کی ایک  
 شکل ہے دفرنگم، اور ثالث الذکر، میرا حافظ دھوکا نہیں دیتا، توڑکی اصل ہے  
 اچھوتا، اڑواڑ، آگنی، لہند، بہر، پردادا، برہمن، جھوکری، دانی، کوٹھی  
 اور بہت سے دوسرے الفاظ کے مقابلہ ہے۔ مگر یہ سب اردو میں مستعمل ہیں،  
 ہندی کے بعض لفظ جہاں فارسی میں نہیں آتے اور غالب بھی اس کے مدعی نہیں، لیکن  
 علامت ہیں، جیسے اسدھ، بعض لفظ جہاں غالب کے عقیدے کے مطابق کچھ  
 فارسی و ہندی دونوں میں یک معنی ہیں، مثلاً منگل، فہرست میں صرف ہندی میں بنائے  
 گئے ہیں، پرشاد، تبرک بقول غالب فارسی قدیم و ہندی قدیم دونوں میں  
 ہیں، اور جہاں ہندو اور ہندی جدید میں بھی مستعمل ہے۔ فہرست میں بدون علامت یہ  
 حال آج پرشاد، تبرک ہرگز فارسی نہیں۔ دلائل بدون علامت، بقول غالب ہندی  
 مگر مذکور ہے، مگر معنی میں اہل ہند نے کچھ تفرق کیا ہے۔ جنک بدون علامت، قاطع میں  
 مثل تو۔۔۔ صدا صغینہ، صبح، صنال، ضرب عثمان، طارغ و غیرہ بدون علامت،  
 یہ عربی ہیں، اور غالب بھی انہیں فارسی نہیں کہتے۔ غارہ عربی موجب عقیدہ غالب،  
 فہرست میں اسی طرح، یہ بلا اختلاف فارسی ہے۔ اور زس نہیں ترے کے ساتھ  
 ہے، فرسندان بدون علامت متن دساتیر کا لفظ ہے ابدام بدون علامت،  
 بقول غالب تصنیف ابدام یا ابدان، مگر متن دساتیر میں ہے، اور آذر کیونکہ کی  
 فارسی مشنوی میں آیا ہے۔ تو را با نعم بدون علامت، بریان میں ہے کہ لغت  
 زند و پازند معنی کاؤ۔ قاطع کی بحث تو را میں اس کے شمول پر اعتراض نہیں، مگر  
 قوافی میں ہے کہ زند معدوم محض ہے اس کے الفاظ فرنگوں میں کہاں سے آئے؟  
 یہ لغوی محض ہے تو را ایرانی نہیں، ہر و آتش ہے۔ ایکسید بدون علامت ساختہ  
 غالب ہے۔ اشار سخن کا پہلا جز عربی، دوسرا فارسی ہے۔  
 فہرست میں شمول یا عدم شمول سے متعلق مرتب کسی قاعدے کے پابند  
 نظر نہیں آتے۔ آہند، آت، آرفنداک، آت، آگوف، بانی، بزر، نذر و غیر  
 نہیں ہیں، نیزہ زری کے شمول کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ فہرست میں غلط طبعیت  
 بھی ہیں جن کی تصحیح غلط نلے میں نہیں ہوئی مثلاً بنیم ص ۲۷، دراصل ہم ہے۔  
 ص ۲۸ میں عنبر لڑاں ہے۔ حالانکہ غالب کا اعتراف عنبر لڑاں پر تھا۔  
 مقدم الذکر کا شمول اور موخر الذکر کا عدم شمول پر تھا۔ لیکن ہے کہ یہ خود مرتب کا  
 فعل ہے۔

(آجکل، نئی دہلی۔ مارچ ۱۹۷۲ء)



## تیغ تیز

» تیغ تیز « غالب کا ایک رسالہ ہے ، جس کے صفحہ اول کے بیچ میں اس کا نام ، اور اوپر نیچے علی الترتیب عبارات ذیل مرقوم ہیں : » اللہ ( کذا ) غالب علی امرہ « ، » درمطبع اکمل المطابع طبع شد « ، صفحہ ۲ تا ۴ میں دیباچہ ہے - ابتدا بسم اللہ الخ سے ہوتی ہے ، اس کے بعد یہ عبارات ہیں :

اللہ جل شانہ ، اپنے بندوں کو ورزش امور خیر کی توفیق دے ، اچھا ہے وہ بندہ جس کو ظلم کی خو نہ ہو ، اور ظلم کی انواع ہیں ، ازان جملہ ایک سخن پروری ہے جس کو بے ایمانی کہا چلتے « -

دیباچے میں » برہان قاطع « کی تنقید میں جو » رسالہ « مان کے قلم سے نکلا تھا ، اس کا نام قاطع برہان و درفش کاویانی<sup>۱</sup> بتانے کے بعد ان چار کتابوں کا ذکر کرتے ہیں ، جو » برہان قاطع « کی حمایت میں نکلی تھیں - » تیغ تیز « ان میں سے چوتھی کتاب کا رد ہے ، غالب اس کتاب ( مؤید برہان ) اور اس کے مصنف کے متعلق دیباچے میں رقم طراز ہیں » رابعہم<sup>۲</sup> مدرس احمد علی صاحب عربیت میں امین الدین سے بڑھکر ، فارسیت میں برابر ، فحش<sup>۳</sup> و ناسزا گوئی میں کمتر ، جتنے الفاظ تودین و تذلیل کے وہیں ، وہ جن جن کر میرے واسطے صرف کئے ، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہیں ، شاعر نہیں ، آخر شرافت و امارت میں ایک پایہ رکھتا ہے ، صاحب عز و شان ہے ، عالیخاندان ہے ( اس کے بعد یہ کہ امرا و رؤسا و راجگان ہند کا روشناس ہے ، انگریز اسے رئیس زادہ مانتے ہیں ، بادشاہ نے اسے خطاب دیا تھا ، انگریزی دفتر میں خانصاحب بسیار مہربان دوستانہ القاب ہے ) : جس کو گورمنٹ خاں صاحب لکھتی ہیں ( کذا ) ، اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھوں - . . یہ تذلیل . . گورمنٹ بہادر کی تودین اور ضیع و شریف ہند کی مخالفت ہے - میرا کیا بگڑا ، مولوی نے اپنا پاچی پن ظاہر کیا ، میں نے . . احمد علی کے الفاظ مذموم سے قطع نظر کر کے ان کے مطالب علمی کا جواب اپنے ذمے لیا «

۱ - صفحہ ۲ میں بعد بسم اللہ الخ ۱۰ سطر ہیں - آگے چاکر دیباچہ کے ابتدائی عبارات جو نقل ہوئے ہیں ، ان میں سطر اول » ظلم کی « پر ختم ہوتی ہے - تیغ تیز کے باقی صفحات میں عموماً ایسی ۱۷ سطر ہیں -  
۲ - قاطع برہان دوسری بار ۳۵۵ ہی ، تو نام یہی رہا ، لیکن ، غالب نے اس کا لقب درفش کاویانی قرار دیا - اشاعت ۱ کو درفش کاویانی کہنا صحیح نہیں -  
۳ - رابعہم ، کلیم رابعہم ، کی طرف اشارہ -  
۴ - احمد علی کی کوئی عبارت ، اگر فحش کی وہ تعریف جو غالب کی لطائف غیبی میں ہے ، صحیح ہے ، نعت نہیں کہی جا سکتی -



اس کے بعد ۱۷ فصلیں ہیں، جو ص ۴ سے شروع ہو کر ص ۲۹ پر تمام ہوتی ہیں۔

فصل ۱ کے آغاز میں ایک مختصر سی مثنوی ہے، جس کے ۴ شعر یہ ہیں:

بر آنم بنیوی این تیغ تیز      کہ مغز عدو را کنم ریز ریز ..  
اگر گفته آید کہ او مرد و رفت      زمغزش چہ خواہی ہمی اے شکفت  
زمغزش خرد جستم اماچہ سود      کہ در زندگی نیز مغزش نبود  
زہی نامہ کز فر اقبال او      یکے تیغ تیز آمدہ سال او

» یکی تیغ تیز « سے ۱۸۶۷ نکلتا ہے، اور یہی اس کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس فصل کا

ایک ٹکڑا یہ ہے :

» ہف بالفتح ایک لفظ ہے ثنائی، اس میں سے ایک سو کئی لغت پیدا کئے، مزایہ کہ

» برہان قاطع « میں بھی لکھے، اور پھر سواد ملحقات میں بھی رقم فرمائے، مولوی صفحہ

۴۰۲ میں اس لفظ کے باب میں ایک صفحہ پورا سیاہ کرتے ہیں۔ ایک لفظ سے

سو لغت بنانے کا عذر کہاں، .. اس عذر نہ کرنے کو میں نے معاف کیا، دوبارہ

ملحقات میں انہیں سو لغت کے لکھنے کا تو مولوی جی جواب دیں»

غالب نے » قاطع برہان « میں » ہف « پر اس کے سوا کوئی اعتراض نہیں کیا کہ غریب

ہے، ایک سے ایک سو کئی لغت پیدا کرنا » ہفت « کے متعلق لکھا تھا، اور ان کی

نسبت یہ رائے ظاہر کی تھی کہ » کمتر معقول و بیشتر نامقبول «۔ لطف یہ کہ غالب ہف سے متعلق

عبارت حوالہ قلم کرنے کے بعد » قاطع برہان « ( قاطع ) کے الفاظ نقل کرتے ہیں، جن

سے صریحاً معلوم ہونا ہے کہ اعتراض کا تعلق ہفت سے ہے۔ احمد علی نے » مؤید برہان «

( مؤید ) میں ملحقات » برہان قاطع « میں دوبارہ ہفت سے پیدا ہونے والے سو سے زیادہ

کناہیات کے مندرج ہونے کا جواب دیا تھا، وہ » شمشیر تیز تر « ( شمشیر ) میں جو » تیغ تیز «

کا جواب ہے لکھتے ہیں: » ملحقات برہان ہر گز و ہر آئینہ از .. محمد حسین .. نیست

از اہل مطمع است، چنانچہ در صفحہ ۲۱۰ و دو صفحہ ۴۰۸ از مؤید برہان حقیقت

حال ملحقات مرقوم شدہ، و قطع نظر ازین در ملحقات ہفت خم و ہفت کہنہ ہمیں

دو کناہیہ کہ در برہان مسطور است، مرقوم است، و این یک صد و چند کناہیہ یا التکرار ہر گز

ثبت نیست، و مشاہدہ شاہد « ص ۳۴ ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے مرکبات جن کا جزو اول ہفت ہے، » برہان قاطع «

( برہان ) میں ۱۰۵ ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں کہ یہ » سراسر .. ہفت سپہر « و ہفت

کشور و ہفت پردہ چشم کا کناہیہ ہیں « ( قاطع ) جس کی عبارت تیغ تیز ص ۵ میں منقول

ہے ) ۔ غالب کا یہ قول بالکل غلط ہے کہ یہ سب کے سب ملحقات میں مندرج ہیں،

احمد علی صحیح کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک بوی ملحقات میں نہیں۔ جہاں تک ملحقات

کا تعلق ہے، سچ یہ ہے کہ بہت سے الفاظ » برہان « کے خطی نسخوں کے حواشی میں

۱۔ مثلاً ہفت الزان کناہیہ از طامہائے گونا گون .. ہفت انعام عبارت از سر و سپنہ وغیرہ۔ غالب کو سراسر نہ لکھنا تھا ۔



درج تھے، انہیں »برہان« کے انطباع کے وقت اس کے مرتب روبک نے اضافات کے ساتھ بنام ملحقات »برہان قاطع« شامل کتاب کرایا۔ اس نے حواشی کے الفاظ اور اضافات میں تمیز کرنے کی یہ صورت نکالی ہے کہ اضافات کے ماخذ کا ذکر کر دیا ہے۔ ملحقات میں جیسا کہ احمد علی نے بتایا ہے ہفت سے شروع ہونیوالے صرف دو کتابے ہیں، جو اصل کتاب میں نہیں۔ ان کے ساتھ ماخذ کا ذکر نہیں، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ حواشی »برہان« سے لے گئے ہیں۔

غالب نے فصل ۱ میں یہ بھی لکھا ہے: »مولوی جی پہلے تو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح کے مقابل غلط ہے نہ غریب (عبارت برہان »این سہ لغت اگر غریب است ور صحیح«) پھر نظائر کا حوالہ دیکر ہفت کشور وغیرہ کی صحت میں غلو کرتے ہیں۔ کوئی پوچھے کہ غالب نے ان الفاظ کو کب غلط لکھا ہے جو تم اس کی صحت کے گواہ گزراتے ہو« (ص ۵)

احمد علی نے »شمشیر« میں اس کا جواب دیا ہے: »از جواب این اعتراض کہ مقابل صحیح است، نہ غریب باوجود ذکر سکوت چراست و اگر غریب بمعنی غلط بود، سند کجاست و در »مؤید برہان«... ہمیں نوشتہ شد کہ »یک صد و چند لغت کہ دانای تبریز... آوردہ همه معقول است و قول معترض نامقبول« و این جواب آن قول معترض است کہ »درین یک صد و چند کنایہ کمتر معقول و بیشتر نامقبول« پس این جملہ کہ »غالب نے ان کو کب غلط لکھا ہے«، یعنی چہ؟ اگر ہمہ را غلط نگفتہ است یشتیری را نامقبول خود نوشتہ است« (ص ۳۲)

اسی فصل میں نظامی کا یہ شعر فتحہ نامے آتش کی سند میں پیش کیا ہے:

مشی کرسٹ حلوائی ہر غمکشی ندیدہ بجز آفتاب آتشی (ص ۶)

اس سے قطع نظر کہ آتش مفتوح الٹا ہے یا نہیں، یہ شعر اس کی سند نہیں ہوسکتا، اس کی وجہ یہ کہ شین آتش حرف وصل (ی) سے ملکر متحرک ہو گیا ہے، اور اس صورت میں جیسا کہ »المعجم فی معاییر اشعارالعجم« وغیرہ میں ہے، حرف ما قبل روی (اس شعر میں ش سے قبل کا حرف ت) کی حرکت داخل قافیہ نہیں، یعنی یہ کہ مضموم، مفتوح، مکسور سبھی ہوسکتی ہے۔ فصل ۲ کی عبارت ہے: »اچھا مولوی صاحب اگر اس (محمد حسین) کو تبریزی مولد کہتے ہیں، اور صاحب تخلص تھا، تو اس کا دیوان دکھائیں« (ص ۷) مقتضائے مقام یہ تھا کہ »تبریزی مولد« ہونے کی سند بھی طلب کرتے۔

فصل ۳ کی ابتدا یوں ہوتی ہے: »لوطیان ایران میں رسم ہے کہ چند بدمعاش... ایک امرد کو کچھ دیکر باغ میں یا کسی مکان میں لیجاتے ہیں، اور نوبت نبوت اس سے اغلام کرتے ہیں، اسی جماعت میں سے ایک شخص اس امرد کا سر پکڑے رہتا ہے سو »مؤید« کے پانچویں صفحے میں مولوی جی لوگوں کی متیں کرتے ہیں، اور بلاتے ہیں کہ آؤ اور دکنی کا سر پکڑو« (ص ۷)



یہ عبارت بالکل غالب کے شایان شان نہیں۔ اسی فصل میں ہے :

”مولانا... اسدی طوسی اور حکیم قطران کو دو فرہنگوں کا مولف بتاتے ہیں۔ بھلا صاحب، اگر اسدی... نے فرہنگ لکھی ہوئی تو محمود غزنوی کے عصر سے آج تک سب فرہنگ نگاروں کا ماخذ وہی ہونا اور اختلاف لفظ و معنی کسی لغت میں راہ نہ پاتا، ایس فلیس، (ص ۸) غالب کے استدلال کا ضعف ”غالب بحیثیت محقق“ طبع ۲ (نقد غالب ص ۳۶۵) میں دکھایا جاچکا ہے، یہاں پر صرف اس امر کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے کہ غالب نے فرہنگ قطران کا نام لیا ہے، لیکن پھر یہ کہنے کی ضرورت متصور نہ کی کہ اس کے وجود خارجی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

۱- قطران کی فرہنگ سے ابو صاحب فرہنگ جہانگیری نے کام لیا تھا، اچکل ناپید ہے۔ اسدی کی فرہنگ تین چار بار چھپ چکی ہے۔

فصل ۴ ”جناب مولانا... حکم دیتے ہیں کہ پیدائی و زیبائی صحیح، پیدایش و زیبایش غلط۔ اقول آخر حاصل بالمصدر بنانے کے لئے دو ہی حرف موضوع ہیں، یا آخر میں شین یا تجتانی؟ موافق موالوی جی کے اجتہاد کے سیکڑوں لفظ متروک مطرود ہو جائینگے۔ ہم کہتے ہیں... زیبائی و پیدائی و گنجائی بھی کہہ سکتے ہیں مگر آرایش و آسایش و کاوش و رنجش کے آگے بے ترکیب شین کی ’جگم یاے‘ حطی نہیں لاسکتے، اور یہ مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے، نہ نظائر کا حاجتمند، (ص ۸)

”شمیر“ میں اس کا جواب یہ ہے: ”من در نظائر غلط عوام نوشتم کہ پیدایش و زیبایش بجائے پیدایی و زیبایی ازین کجا معلوم میشود کہ از برای ساختن حاصل بالمصدر یا و شین ہمیں دو موضوع است۔ موافق اجتہاد من کدام صدھا لفظ متروک... خواهند شد نشان باید داد... گنجایی خود موافق قیاس و مستعمل، اما پیدایش و زیبایش کہ در فارسی محتاج دلائل است و خواہاں نظائر تا حال در شعر اہل زبان بنظر فقیر نرسیدہ“ (ص ۴۰)

احمد علی نے واقعی کوئی بات ایسی ”مؤید“ میں نہیں لکھی تھی جس کی بنا پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ ان کے اجتہاد کے موافق سیکڑوں الفاظ متروک ہو جائینگے۔ پیداییدن مصدر نہیں کہ اس کے حاصل بالمصدر کا سوال ہو، پیدایی پیدا کا اسم مجرد ہے، اور فارسی میں کثیر الاستعمال، اگر پیدا سے خلاف قاعدہ پیدایش بوی بتتا ہے تو غالب کو اس کی سند پیش کرنی تھی۔ یہ کہنا کیا کہ یہ ”مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے“ نہ نظائر کا حاجتمند۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ خلاف قاعدہ عہد اکبری سے فارسی میں آنے لگا ہے، اس کی بحث ”نقد غالب“ ص ۴۱۱ میں دیکھی جائے۔ زیبایش کسی ایرانی کے یہاں بچھے نہیں ملا۔ گنجایی کا ذکر ہی بیکار تھا، اس کی صحت معرض بحث میں نہ تھی۔ غالب کی عبارت ”آرایش... نہیں لاسکتے“ محل تامل ہے۔ اضافہ ی شین کے بعد نہیں، بلکہ حذف شین کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس پر ہوتا ہے۔ ”کے آگے“ پر اعتراض دے۔ اسی فصل میں ہے: ”کندن کو صحیح اور کندیدن کو غلط بتاتے ہیں، یارب“



کندن مصدر اصلی اور کندیدن مصدر فرعی بنا ہوا مضارع سے ، جیسے آوردن اور آوردن ، یا رستن . . اور روییدن » (ص ۹)

غالب کو کندیدن اور آوردن و روییدن میں فرق نظر نہیں آتا ، لیکن ، کندیدن ان سے مختلف ہے ، آوردن اور روییدن سے بدن نکال دیا جائے تو آور و روی بچ جاتا ہے ، کندیدن میں بدن نہ ہو ، تو کند رہ جاتا ہے ۔ آوردن و آوردن کا امر آور ہے ، اور رستن و روییدن کا روی ، کندن کا امر کن ہے ، کند نہیں ۔ اگر خلاف قاعدہ کندن سے کنیدن ہی جگہ کندیدن بنا ہے ، تو غالب کو اس کی سند دینی تھی ، اظہار حیرت سے کیا ہوتا ہے ۔ یہاں میں اس بحث سے گریز کرتا ہوں کہ مصدر اصلی اور مصدر مضارعی صحیح اصطلاحات ہیں ، یا نہیں کہا صرف یہ ہے کہ کندیدن کی سند ایرانیوں کی نظم و نثر میں مجھے نہیں ملی ۔ فصل ۵ میں ہے » اگر برعایت قافیہ نثر یا نظم میں منشی یا شاعر نویسد و فریسد لکھ جائے ، تو ایسی قباحت لازم نہیں آتی « ص ۱۰

فریسد نویسد کا قافیہ آسکتا ہے ، تو فرستد کا قافیہ نوشتد ہو سکتا ہے ۔ اس قسم کا تصرف جائز نہیں ۔ فریسد ہندوستانی فارسی نویسوں کے یہاں ملتا ہے ، اس کی بحث بھی » نقد غالب « ص ۳۹۳ میں ملیگی ۔

اسی فصل میں احمد علی پر اعتراض کیا ہے کہ ان کی عبارت میں » چشم عیب ساز « آیا ہے (ص ۱۰) اس کا جواب » شمشیر « میں یوں ہے » دیدہ (چشم نہیں) عیب ساز در عبارتیکہ واقع است ، از احمد نیست ، از زبان . . محمد حسین تبریزست « (ص ۵۰) ۔ جواب صحیح ہے ، » دیدہ عیب ساز « اس عبارت میں آیا ہے جو » مؤید « میں دیباچہ » برہان « سے نقل ہوئی ہے ۔ میں نے » غالب بحیثیت محقق « طبع ۲ میں دیدہ عیب ساز کے متعلق لکھا ہے کہ » یہ ترکیب ظاہرا نظامی کے شعر ذیل (مخزن اسرار ص ۱۴۴) کو دیکھ کر بنائی گئی ہے :

دیدہ ز عیب دگراں کن فراز صورت خود ہیں و درو عیب ساز « (ص ۴۰۲) ۔ اس فصل میں غالب نے احمد علی پر اعتراض کیا کہ انہوں نے میری عبارت » غم تباہی آئین گفتار پارسی خورد « سرقہ کیا ہے اور » مؤید « میں لکھا ہے : » غم گفتار پارسی زبان خورد « ۔ سرقے سے قطع نظر ، غالب یہ کہتے ہیں » یمنی کر کے لکھا ہے ، بھلا غم گفتار پارسی زبان خورد کے کیا معنی ؟ « (ص ۱۱) ۔

» شمشیر « ص ۵۳ میں اس کا جواب یہ ہے کہ » مؤید « میں ہرگز » غم گفتار پارسی زبان خورد « نہیں » غم تباہی گفتار پارسی خورد « ہے ۔ رہا سرقہ تو اس کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں » فقیر را ہنگام نگارش این مقام بخداے لایزال .. فقرہ غالب . . ہرگز زیادہ نبودہ است « میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ » مؤید « میں اسی طرح ہے جس طرح » شمشیر « میں نقل ہوا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عبارت سقم سے خالی ہے ۔ چوری کا الزام ہرگز قابل قبول نہیں ، غالب کے فقرے میں کوئی خاص بات ایسی نہیں ، جس کا کوئی سرقہ کرے ۔







آرایش نزاری نے لکھا ہے .. نمیساید برافزودن اگر مشاطة فطرت  
جمالی را بزبانی نگارے کردا و آرائے

فقیر عرض کرتا ہے کہ .. لعنت الله على الكاذبین - یہ جھوٹ ہے ، نزاری  
نے آرا کو بمعنی آرایش نہیں لکھا ، آرائی کو بمعنی آرایش لکھا ہے « (ص ۱۲)

غالب اس جگہ آرائی = آرایش کے وجود پر رور دیتے ہیں ، حالانکہ  
» تیغ تیز « کے ص ۹ میں وہ یہ کہ چکے ہیں کہ آرایش و آمایش و کاہش و ربخش کے  
آگے ، بے تر کیب ، شین کی جگہ یا ، حطی نہیں لاسکتے «

دوسرے الفاظ میں یہ کہ آرائی = آرایش صحیح نہیں - تفصیل کے لئے » نقد  
غالب « ص ۴۱۷ کی طرف رجوع ہو -

اسی فصل میں غالب آرازش = خیر و خیرات کے وجود خارجی کے منکر ہیں  
اور اس بنا پر کہ بقول ان کے فردوسی نے ہزار جگہ آرازش کو بمعنی خیر و خیرات  
استعمال کیا ہے ، فرماتے ہیں کہ » دکنی اور آرزوے دہلوی ( ان کا بیان مؤید میں پیش  
ہوا تھا ) کون ہوتے ہیں کہ ان کا وہ قول جو شہنشاہ قلمرو زبان دری و پہلوی کے خلاف  
ہو ، اس کو کوئی زبان پر لائے « ( ص ۱۳ )

فردوسی کے یہاں آرازش کا بمعنی مذکور بکثرت پایا جاتا ( ہزار بار میں بہت  
مبالغہ ) صحیح بھی ہو تو وہ اس سے مانع نہیں کہ آرازش اس کا مرادف نہیں - فردوسی نے  
اس کی تردید کی ہوتی ، تو اور بات تھی - یہاں مجھے اس سے بحث نہیں کہ آرازش = خیر  
و خیرات واقعی ہے یا نہیں -

فصل ۸ میں ہے » اروند کے معنی میں میرا اور مولوی جی کا بیان ایک ہے ، الفاظ  
میں تغیر بالمرادف ہو تو ہو « ص ۱۳ - » شمشیر « ص ۵۹ میں اس کا جواب یہ ہے : » در معنی  
اروند نیز بیان من و او یکی نیست ، تغایر بالمبتاین است - غالب در قاطع برہان لفظ  
اروند را بمعنی بسیط مقابل مرکب نوشتہ بود ، و اینجا گفتہ کہ اروند .. لہوس  
.. ہے « ۵

غالب نے » قاطع « میں لکھا تھا » اروند بضمة الف خلاصہ وزبدہ و بسیط را گویند  
کہ مقابل مرکب است و ساسان پنجم .. بمعنی چیزی آورده است کہ هیچ چیز از خارج  
داخل آن نتواند شد .. عبدالصمد گاہ گاہ .. خود را اروند بندہ نوشتی ، چون پژوہش رفت  
فرمود کہ اروند بندہ مضاف و مضاف الیہ مقلوبست ، یعنی بندہ اروند ، بندہ ترجمہ عبد  
و اروند ترجمہ حمد «

اروند » دساتیر « میں عین و زبدہ و خلاصہ کے معنی میں ہے جیسا کہ ملا فیروز نے  
» فرہنگ دساتیر « ص ۴ میں لکھا ہے - یہ لفظ » دساتیر « میں کئی جگہ آیا ہے ، ار آن جملہ

۱ احمد علی کہتے ہیں کہ نصبتہ نزاری کے دوسرے اشعار موجود ہیں ، آرائے ہے ، آرائے بھی ، میں اس کو  
تصدیق یا تکذیب سے قاصر ہوں -



صفحات ۲۲۷، ۲۳۷، ۲۴۱۔ غالب نے «دساتیر» کی جس عبارت کا مطلب غلط سمجھ کر اروند کو حمد کا ہم معنی بتایا ہے، وہ غالباً یہ ہے :

آن چنان کہ نکراند و نیبوند بتو چیزی و نگسلد نہ جدا شود از تو چیزی،  
میپر ماید یابہ یزداں اروند گوهر اوست، وزو بیرون و جدا نیست، چنانکہ هستی او اروند  
گوهر وی است، تاهیچ رو درو پیوند و پیوست و شمرد و پیکر نبندد» (ص ۸۳، ترجمہ  
انگریزی ص ۵۵)

اسی فصل میں «چشم مخالفان بیاضن بتیر» کو ناموزوں کہا ہے اور طنزاً  
لکھا ہے : «جس طرح حکم ہو اس طرح پڑھوں، جانتا ہوں کہ کاپی نگار کی شامت  
آہنگی، اور غلطی اس سے منسوب ہو جائے گی، لیکن مجھے مدرس صاحب سے استفادہ  
منظور ہے» ص ۱۴

«شمشیر» ص ۶۰ میں احمد علی نے اسے موزوں ثابت کیا ہے، اور میں نے اس  
سے مفصل بحث «ندیم ڈھاکہ» کے شمارہ اول میں کی ہے۔ احمد علی کا جواب  
صحیح ہے۔

فصل ۹ میں احمد علی پر یہ اعتراض ہے کہ خارج از بحث باتیں بہت  
لکھتے ہیں، لیکن ضروری باتیں قلم انداز کرتے ہیں۔ احمد علی نے بقول غالب ان کے اس  
«فقرے کا جواب» نہیں دیا کہ «ہر آئینہ ماضی (آہنگیدن) آہنگید خواہد بود،  
نہ آہنگ» ص ۱۵

«مؤید» میں اس کا جواب موجود ہے۔ احمد علی کہتے ہیں کہ اگر کاتب کی  
غلطی نہیں، تو محمد حسین نے خطا کی ہے۔ فصل ۱۰۔ احمد علی نے لکھا تھا کہ  
فازہ و خمیارہ کی بحث میں غالب نے «غیاث اللغات» سے دھوکا کھایا ہوگا۔ غالب اس کا  
جواب یوں دیتے ہیں :

«عیاذاً باللہ اگر غالب جامع «غیاث اللغات» کو آدمی جانتا ہو تو وہ خود آدمی نہیں۔  
ایک بار.. اس.. کو سراسر دیکھ لیا، جب دیکھا کہ جابجا قتل کے کلام کا حوالہ  
دیتا ہے اور ماخذ اس کا فن لغت میں «چار شربت» اور «نہر الفصاحت» ہے، کتاب پر  
اور مولف پر لعنت بھیجی۔ مدرس جی اتنا نہ سمجھے کہ جو میاں انجو کو نہ مانیکا،  
وہ میانجی غیاث الدین کو کیا جانے گا۔ رامپور جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے  
صاحبزادگان عالی تبار اور رؤسائے نامدار سے ملاقاتیں... رہیں تو... معلوم (ہوا) کہ  
ایک ملائے مکتبدار تھا، نہ رئیس کا روشناس، نہ اکابر شہر کا آشنا، ایک گمنام ملا  
مکتبدار، چند صاحب مقدور لڑکے اس کے مکتب میں پڑھتے تھے، انہوں نے صرف  
زر میں اس کو مدد دی، مثل بندر کے کہ جس نے نجار کی تقلید کی تھی، ایک فرهنگ  
چھپوائی» ص ۱۶

غیاث اللغات «فرہنگ نفیس» (قول قزوینی) کہے جانے کی مستحق ہو یا نہ ہو،



غیاث الدین اس کے مولف کے متعلق یہ بات کہ وہ ایک گمنام ملائے مکتبدار تھا، ہرگز نہ سنی ہوگی، اس لئے کہ امیر مینائی کے بیان ۱ کے مطابق جسے خود کلب عابینوں کا قول سمجھنا چاہئے، وہ خود ان کے اوربان کے والد کے استاد تھے۔

کسی فرہنگ نگار کے مرتبہ علمی کا تعین اس امر سے نہیں ہو سکتا کہ اس کے تعلقات حکمرانوں اور امیروں سے کس نوع کے تھے؛ یہ صحیح معیار ہوتا تو اکبر و جہانگیر کے عہد اور ظفر کے زمانے میں جو فرق ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے، انجو کے سامنے جو اکبر و جہانگیر کے دور کے بڑے امیروں میں تھا، اور جس کی فرہنگ کا ذکر جہانگیر نے خود اپنی «تزک» میں کیا ہے، غالب کی کچھ حقیقت ہی نہیں رہتی۔

احمد علی نے صاحب «غیاث اللغات» کی حمایت میں کچھ نہیں لکھا، یہ سوال کیا ہے کہ غالب کی گمراہی کا باعث وہ نہیں، تو انہوں نے فائزہ و خمبازہ کے متعلق میرے اعتراض کا جواب کیوں نہیں دیا (شمشیر ص ۶۶)۔ غالب فائزہ نہیں، فائزہ کو صحیح سمجھتے تھے اور یہ ان کے نزدیک عربی تھا۔ اس امر میں کہ فارسی ہے اور زامے فارسی سے ہے، شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں (لقد غالب ص ۴۱۴)۔ غالب کا یہ دعویٰ بھی کہ خمبازہ صرف انگریزی کو کہتے ہیں، جماہی کو نہیں، غلط ہے (نقد غالب ص ۳۹۶)۔ فصل ۱۱ میں ہے «راقم مؤند... پاجاہ کو اسی معنی پر کہ دکنی نے ٹھہرائے ہیں (بول و غائط)، از روئے فرط رغبت مزالے لیکر استعمال کرتا ہے» اس کے بعد غالب کو اس پر اصرار ہے کہ یہ پاجاہ ہے اور پاخانہ اس کا مصحف ہے بد مذاقی سے جس کا اظہار «راقم... ہیں» میں ہوا ہے، قطع نظر، پاجاہ دساتیری لفظ ہے، «پاخانہ» کو اس سے کیا تعلق؟

فصل ۱۲ گرفتن کے مفتوح الرا ہونے کے ثبوت میں ایک شعر فردوسی کا (قوافی برفت و گرفت) اور ایک خاقانی کا (قوافی گرفتہ و رفتہ) پیش کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے «جواز اختلاف حرکت ما قبل روی سے قدما کے دیوان بھرے پڑے ہیں، خصوصاً «قصہ ویس و رامین» میں... قید حرکات ثلاثہ الٹھادی ہے، گشتہ و کشتہ قافیہ، وہ مثنوی منطبع ہو گئی ہے جو چاہے دیکھ لے» ص ۱۹

شعر خاقانی سے فتحہ را کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا، شعر فردوسی ان کے مفید مطلب ہے، لیکن انہیں خود اقرار ہے کہ فردوسی کے یہاں ہزار جگہ گرفت شکفت (تعجب) کا قافیہ آیا ہے۔ غالب کے نزدیک شکفت مفتوح الفا ہوتا تو وہ «قاطع» میں یہ نہ لکھنے «گروہے... گرفتن را بکسرتین صحیح انگارند و شعر زا... (قافیہ گرفت و شکفت) ... سند آرد»۔ ظاہر ہے کہ اگر اسے مفتوح الکاف سمجھتے تو بیانگ دھل اس کا اعلان کرتے۔ «ویس و رامین» میں احیاناً کوئی غلط قافیہ آگیا ہو لیکن عموماً اس کا مصنف ان قواعد کا جو اس کے عہد میں رائج تھے پابند تھا۔ قوافی پر اس کے زمانے

۱ انتخاب یادگار میں ہے کہ اس کتاب کا مواد کلب دبستان سے حاصل ہوا۔  
۱ فصل ۱ کی مثنوی میں شکفت قافیہ رفت آبا ہے، اس اقرا سمجھنا چاہئے۔



کی لکھی ہوئی کوئی کتاب موجود نہیں، لیکن، قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح صاحب «المعجم» اختلاف حذو و توجیہ کو ناروا قرار دینا ہے، فخر گرگانی بھی ناجائز سمجھتا ہوگا۔ رہا گشتہ و کشتہ کا قافیہ، یہ ہر زمانے میں صحیح مانا گیا ہے۔ روی سے قبل کا حرف ساکن ہو تو اسے حرف قید کہتے ہیں، اور اس سے پیشتر جو حرف ہے، اس کی حرکت اصطلاحاً حذو کہی جاتی ہے۔ گشتہ و کشتہ میں روی ت ہے، اور ش حرف قید، روی حرف وصل ہائے مختلف سے مل کر متحرک ہوئی ہے، اس لیے اختلاف حذو بالاتفاق روا ہے۔ اگر روی ہائے مختلف سے مل کر متحرک نہ ہوئی ہوتی، تو گشت و کشت کا قافیہ نادرست ہوتا، اور اسی عیب کو اقوا کہتے۔ احمد علی کا اعتراض «جواز اختلاف حرکت ماقبل روی» پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ غالب کی عبارت سقیم ہے۔ کہنا یہ چاہیے تھا کہ دواوین ایسے اشعار سے بناو دیں، جن سے جواز ثابت ہوتا ہے۔

فصل ۱۵ درباره پوله «حضرت کا فقرہ کہ بمعنی میان و میاں تہی بنظر آمدہ، نہ نرم بخصوصیت میوہ، یہ فقرہ یہاں تک تو مکذب قول دکنی ہے کہ بمعنی خربزہ مضحمل نوشت» ص ۲۳

«شمشیر» میں اس کے متعلق یہ مرقوم ہے . . «ابن فقرہ فقیر . . ہرگز مکذب قول حکیم تبریزی نیست، چہ معترض در «قاطع برہان» گفتہ بود کہ پوله بروزن لولہ . . خربزہ مضحمل نوشت، چون در ہندی نیز بدین معنی شہرت دارد، عجب از جامع کہ بتوافق لسانین اشارت نکرده۔ فقیر جواب دادم کہ در لغات ہندی . . پولا . . بمعنی نرم و میان تہی بنظر آمدہ، نہ نرم بخصوصیت میوہ و بتقدیر توافق اشعار نکردن بآن از آدم غیر ہندی . ہرگز خطا نباشد کہ جائے تعجب تواند بود» ص ۸۷

پولہ لفظ فارسی کے متعلق «مؤید» میں سروری کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ ماوراءالنہر کی زبان میں خربزہ مضحمل کو کہتے ہیں جو کھانے کے قابل نہ رہا ہو۔

اسی فصل میں غالب لکھتے ہیں «بس اب میں عاجز آگیا، کہاں تک لغت بعد لغت دیکھے جاؤں، خرافات و اہیات، جھوٹ، لغو، مہمل - اب ورق و ورق، اور صفحہ صفحہ کہاں تک دیکھوں گا۔ دیکھوں گا تو سہی مگر چھوڑنا جاؤں گا، جستہ جستہ جواب لکھوں گا، آخر مجھ کو آغا محمد حسین کی خدمت میں بھی حاضر ہوا ہے اور وہ لغات لکھنے میں جو «پنج آہنگ» کے بعد «درفش کاویانی» میں مندرج ہوئے ہیں۔ فصل کا اشارہ بنا رہیگا اور ہر لغت کا جواب الجواب نہ لکھوں گا» ص ۲۳

«اب . . چھوڑنا جاؤں گا» محل تامل ہے۔ «مؤید» ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں «قاطع برہان» کی مکمل تنقید ہے، شاید ہی کوئی ضروری بات قلم انداز ہوئی ہو۔ غالب نے اس کا جواب صرف ۲۳ صفحات میں لکھا ہے جس میں دیباچہ بھی شامل ہے۔ «جستہ جستہ جواب لکھوں گا» سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ فصل ۱۵ کے بعد بھی وہ «مؤید» کے مندرجات سے بحث کریں گے، لیکن، انہوں نے بالکل اس وعدے کا لحاظ نہیں کیا۔



» پنج آہنگ « سے » قاطع « طبع اول مراد ہے۔ » درفش کاویانی « میں جو تھے اعتراض » برہان « پر ہیں ، » تیغ تیز « میں ان کا ذکر بالکل فضول تھا ، » درفش کاویانی « » تیغ تیز « سے بیشتر طبع ہو چکی تھی ۔ » ہر لغت ۔ نہ لکھونگا « محل تامل ہے ۔

فصل ۱۶ میں پہلے یہ لکھا ہے کہ سعادت علی » تھا کوڑیالا ، یعنی مالدار ۔ بھلا اگر دستبرد تحریر نہیں ، نہ سہی صرف مطبع و کاغذ اپنے بیت المال خاص سے بھجوادیا ہوگا ۔ خیر ، اب منشی جی کے واسطے دعائے تخفیف عذاب اور تمہارے واسطے دعائے سلامت ذات اور توفیق انصاف مانگتا رہونگا « ص ۲۴ ۔

» کوڑیالا « سے سانپ مراد ہے ، کسی شاعر کا مصرع ہے » تمہارے گیسوؤں کے بال اب تو کوڑیالے ہیں « سعادت علی جیسا کہ غالب کی اس تحریر سے ثابت ہے ، اشاعت » تیغ تیز « سے قبل مرجکے تھے ، غالب نے جن الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے ، ان کے لئے زیبا نہ تھا ۔ یہ بھی حد درجہ دور از قیاس ہے کہ سعادت علی نے .. » صرف مطابع و کاغذ « احمد علی کو جو کلکتہ میں رہتے تھے ، بھجوا دیا ہو ۔

اسی فصل میں ہے » جو علما و شعرا ایران سے آئے ، لب و لہجہ ان کا ہندی نہیں ہوا ، املا اہل ہند کی املا کے موافق رہی ، مثلاً تھوڑا ، گھوڑا جان جائینگے کثرت سماعت سے کہ یہ دونوں ترکیبیں ہندی ہیں ، مگر تلفظ میں تورا اور گورا کہیں گے ۔ چو کھنڈی شعر میں اسی صورت سے لکھیں گے ، مگر بولیں گے چو کندی « ص ۲۴ ۔

ایرانی ہندی الفاظ کو عموماً مفرس ' کرایتے تھے ، اور انہیں مفرسی شکل میں لکھتے تھے ، ظاہر ہے کہ اس صورت میں املا بدل جائیگا ۔ یہ بات کہ » املا اہل ہند کی املا کے موافق رہی « بطور کلیہ غالب نے کہاں دیکھی اس کی خبر نہیں ۔ » مثلاً .. ہندی ہیں « سے مستفاد ہوتا ہے کہ غالب کے نزدیک ایک لفظ مفرد کو بھی ترکیب کہنا روا ہے ۔

فصل ۱۷ میں غائب نے بقول خود » برہان « کی وہ » قباحتیں « دکھائی ہیں جو » بعد اتمام » پنج آہنگ « » بہم « پہنچیں ، اور » صرف درفش کاویانی میں لکھی گئی ہیں « ص ۲۵ ۔

غالب نے جن باتوں پر اعتراض کیا ہے ان میں یہ بھی ہیں کہ » برہان « میں

کرگدن کا کاف اول عربی درج ہے اور اس کی ایک شکل » ظاہرا بر وزن گلبدن بھی قرار دی ہے ص (۲۷) ۔ کاف 'ول کو فارسی کہنے میں غالب مفرد ہیں » بر وزن گلبدن « ہر گز صحیح نہیں ، » برہان « میں کرگزن تشدید زا کے ساتھ معرب کرگدن بتایا گیا ہے ۔

بحث کرگدن کے بعد یہ عبارات ہیں : » مولوی احمد علی صاحب تم صورت پرست ہو اور فرہنگ نگاروں کے قرار دینے ہوئے (باہمزہ ، جس سے صور مذکر ہو گیا ہے) الفاظ کو مانتے ہو ۔ اب یہاں ایک صورت کے باب میں کہ ہر صورت کے معنی میں کچھ کچھ تفاوت بھی ہے ، کیا ارشاد کرتے ہو ؟ مولوی اور کیا ارشاد کریگا ، چونکہ مخالفت قول دکنی کو کفر جاننا ہے ، میری تکفر کریگا اور کافر کہیگا پھر کہ بھائی ، جہاں اور

۱۔ یہاں تقریب کی مطلقاً ضرورت نہ ہو ، وہاں اصل صورت میں بھی لکھنے ہونگے ۔



برے برے خطاب دئے ہیں، کافر بھی کہہ لے۔ میں تو اس حالت میں بھی مولوی کو مسلمان کہے جاؤنگا، بقول استاد مصرع »تا ہر دو دروغ گفتہ باشیم« ص ۲۸۔

»اب... ارشاد کرتے ہو،« کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا۔ احمد علی نے غالب کی تکفیر نہیں کی، مگر غالب نے خود انہیں کافر قرار دینے کی صورت نکال لی۔ اس فصل اور اصل کتاب کا خاتمہ عبارت ذیل پر ہوتا ہے :

»پرسشیں بہت باقی ہیں، لیکن، بڑھاپا اور امراض اور ضعف مفرط نہیں لکھنے دیتا۔ صبح سے شام تک پڑا رہتا ہوں، لیٹے لیٹے مسودہ کیا اور احباب کو دیدیا، انہوں نے صاف کر لیا... صاحب نفسانیت کا براہو، اکابر امت میں باہم کیا کیا ناخوش و ناشایستہ کلام درمیان آئے ہیں... شفائی... نے عرفی کی... کیا کیا مذمتیں کی ہیں... اور یقین ہے کہ عرفی و شفائی کے زمانے<sup>۱</sup> میں اسی قدر تقدیم و تاخیر ہو، جتنی »برہان« و غالب کے عہد میں تھی۔ علمائے ماوراء النہر اور علمائے مشہد میں ایسے مکاتبات کی آمد و رفت درمیان رہی ہے کہ فریقین کی توہین و نفرین سے مملو ہے بلکہ خود شاہ ایران اور سلاطین روم کے درمیان وہ نامے جاری ہوئے ہیں جس (کذا) میں سراسر مغالط گالیاں مرقوم ہیں۔ غرض اس اظہار سے یہ ہے کہ جہاں غمائد اہل اسلام و سلاطین اہل اسلام کی وہ باہم ناسزا تحریریں صفحہ روزگار پر یاد رہیگی، وہاں تمہارے بدکھاؤ صفحہ دہر پر نمودار رہینگے۔ نہیں نہیں، صرف اللہ کا نام رہ جائیگا اور کچھ نہیں۔ بقی وجہ ربک ذی الجلال والاكرام« ص ۲۸ و ص ۲۹۔

انسان سمجھتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ غالب نے »قاطع برہان« لکھی تو انہیں یہ گمان بھی نہ ہوگا کہ لوگ اس قدر ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائینگے، دشنام طرازی سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ لیکن غالب نے جو افراسیابی و ساجوقی ہونے کے مدعی تھے، اپنے دل کو خوش کرنے کی ایک صورت نکال لی اگر مجھے لوگوں سے... گالیاں دی ہیں، ایران و روم کے بادشاہ عرفی سا بلند پایہ شاعر اور علمائے ماوراءالنہر و مشہد کب اس سے بچے ہیں۔

ص ۳۰ تا ص ۳۲ ایک استفتا<sup>۱</sup> غالب کی طرف سے بعنوان »اللہ اکبر« ہے۔ غالب نے ۱۶ سوالات کے جواب مانگے ہیں تمہید یہ ہے۔

»... احد (احدی ہونا چاہئے) الفتن میں سے جو لغت<sup>۲</sup> صحیح ہو اس کی صحت اور لغت کی غلطی لکھ کر خاتمہ عبارت پر اپنا نام لکھ دیں، مثلاً جہاں میں نے لکھا ہے کہ چشم عیب ہیں صحیح ہے یا چشم غلط ساز (دبیدۃ عیب ساز چاہئے) اس کے جواب میں رقم فرمائیں کہ چشم عیب ہیں صحیح اور چشم عیب ساز غلط ہے...« غالب نے »مثلاً... غلط ہے« لکھ کر مفتیوں کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ کیا جواب دینا چاہئے۔



سوالات کے جواب محمد المدعو بہ مصطفیٰ (یعنی مصطفیٰ خاں شیفتہ) نے لکھے ہیں اور ہر معاملے میں غالب کی تائید کی ہے۔ آخر میں الطاف حسین (حالی)، محمد سعادت علی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی اور محمد الملقب بہ ضیاء الدین (ضیاء الدین احمد خان، نیر) نے جوابات سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے۔ جوابات میں کہیں کسی کتاب کی سند نہیں، صرف یہ اکھا ہے کہ میری رائے ہے۔ غالب اپنے سوا کسی ہندوستانی کی فارسیدانی کے قائل نہ تھے، اور «قاطع» میں بیانگ دہل اس کا اعلان کرچکے تھے اس صورت میں شیفتہ وغیرہ سے جو خود ان کے شاگرد یا معتقد ہیں اپنے اقوال کی تصدیق کرانی مناسب نہ تھی، انہیں ایرانیوں کی رائیں پیش کرنی تھیں۔

ص ۳۲ کی آخری سطر یہ ہے «... تیغ تیز در مطبع اکمل المطابع باہتمام فخر الدین مطبوع گردید» اس کے بعد کے صفحے میں جس پر ہندسہ نہیں، غلطنامہ ہے جو بہت بے پروائی سے تیار ہوا ہے، بکثرت اغلاط صریح کی تصحیح نہ ہو سکی۔ غالب نے جس زمانے میں «تیغ تیز» لکھی ہے، ان کی صحت بہت خراب تھی، اور ایسا معاموم ہوتا ہے کہ ان کے قوائے ذہنی بھی اچھی طرح کام نہ کر رہے تھے، معلومات کی کمی بیشی اور بات ہے، وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کی کچھ اصل ہی نہیں۔ ان کے دوستوں کو اشاعت سے قبل اسے اچھی طرح دیکھ لینا تھا، وہ اپنے فرض کی انجام دہی سے قاصر رہے۔

۱۔ اس سے مفصل بحث تاثر غالب کے حواشی میں ہو چکی ہے۔ ۲۔ سوالات صرف لغت سے متعلق ہیں۔ ۳۔ نام کے «عفی اللہ عنہ» پر احمد علی کا اعتراض ہے کہ صفحہ کی جگہ غلط چھاپی، شمشیر۔

(فکر و نظر، علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء)

(فکر و نظر، علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء)



## شمشیر تیز تر

شمشیر تیز تر احمد علی کا وہ رسالہ ہے جو انھوں نے غالب کے رسالے تیغ تیز کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کے صفحہ نمبر ۱ میں جو کچھ مرقوم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ دشمشیر تیز تر = ۱۸۶۷ء میں بسعی عبد اللہ خاں مطبع نبوی "مبولوی غلام نبی خاں" میں چھپا تھا۔ صفحہ ۲ تا ۱۱ میں غالب، عبدالصمد، فدا شاگرد احمد علی، باقر علی باقر، فخر الدین حسین سخن تلامذہ غالب کے قطعات اور فنکار کی طرف سے باقر و سخن کے قطعوں کا جواب بطور قطعہ ہے۔ یہ سب قطعات ایک ہی زمین میں ہیں۔

صفحہ ۵ کی پشت پر جو صفحہ ہے، وہ مقررہ دیا گیا ہے اور اصل رسالہ وہاں سے شروع ہو کر صفحہ ۱۰ میں تمام ہو جاتا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۱ میں بسم اللہ.... الخ کے بعد دس سطور ہیں لیکن علی العموم فی صفحہ ۷ اسطری ہیں۔ پہلی سطر یہ ہے:

"الحمد لله رب العالمین، حافظ العباد عن سیف لسان المتقین"

تیسری سطر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معنی سنی تھا۔

دیباچہ شمشیر تیز تر = ش کی عبارات ذیل ملاحظہ ہوں:

"چوں..... مؤید برہان مطبوع گشتہ بنظر.... غالب.... رسیدہ، مبرور مدتی  
پراگندہ گفتاری چند اتمام بر بعض مواضع اس بطریق القاطع جمع کرد و موجز رسالہ سنی  
بر تیغ تیز نہ بغاری بل حکم آں کہ ترکی و مقام شد، بزبان خودش اردو برقم آورد....  
و پیش ازین برہان قاطع را پس از مطالعہ جو ابہا چیز می نمود اثبات نمودہ بار دیگر  
بطبع آوردہ و نقش و نقش کاویانی کردہ.... و نیدر شید کہ چوں بدست احمدی  
کیشان اقتدیا رہ پارہ شود.... و وقتی تیغ تیز بر آورد و نفہید کہ اس پیش جو ہر  
شناسان تیغ چوینو، بیش نیست۔ بمانا، ہماں مثل است کہ گفتہ اند، میثم ابن ربیع کہ  
شخصی جہان و کذاب بودہ است۔ تیغی داشت کہ درود در چوب فرقی نہ بودہ است  
داد و بخواہی ع۔ بر عکس نہند نام زگی کا فور، "آں تیغ را العابد المنیہ نام کردہ بود  
..... اگرچہ مرا احتیاج گفتگو در خصوص اس رسالہ ہندی بود زیرا کہ آنچہ دریں سالہ

است با جواب مؤید برہان تعلق ندارد.... لیکن از برای آنکہ کوتاہ اندیشاں فریب

نخورند.... سکوت دریں مقام نا ملائم نمود" ص ۷ تا ص ۸

غالب نے قاطع برہان کی اشاعت اول میں تو نہیں، لیکن اس کی اشاعت ثانی میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہندوستانیوں کے سوا کسی نے فارسی لغت نہیں لکھا۔ احمد علی نے اسے دیباچہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ سروری صاحب مجمع الفرس ایرانی تھا۔ اس کے بعد اس نے فرہنگ جہانگیری اور اس کے جامع سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

"شہادت سروری.... کہ شاعر فاضل است بر جلالت قدر میر جلال و جمال، الدین حسین  
انجو و فرہنگ او حجت ہیں است مرا سکا ت منکراں را.... در.... مآثر الامر...."



مرقوم است میر جمال الدین انجو.... از اعیان سادات شیراز اند.... بولایت دکن  
وارد شدہ حکام آنجا مراکم احترام.... بجا آورده.... بملازمت مرشد آشتیانی  
(اکبر) رسیده.... با شاہزادہ سلیم خصوصیت تمام داشت، پس از جلوس منصب  
چهار ہزاری در محنت تقارہ و علم پایہ برتر از اہل تخت پس منصب پنج ہزاری پیرانان بکومت ہمارا مقرر شد

مگر جمال الدین حسین انجو کا باپ ایران سے آیا تھا۔ وہ خود ہندوستان میں متولد ہوا تھا۔ احمد علی نے لکھا ہے کہ انجو نے زردشتیوں سے  
بھی تحقیق لغات کی تھی اور یہ صحیح ہے۔ اس نے سروری و انجو دونوں کے مانڈ کی فہرست بھی دی ہے جس میں بہت سی فرہنگیں  
ایرانیوں کی لکھی ہوئی شامل ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب عربی لغات صحاح، قاموس، صراح جو اہل زبان کی تالیف نہیں مستند  
کھے جاتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہندوؤں کی فارسی فرہنگیں یک قلم غیر معتبر منظور ہوں، (ص ۲ تا ص ۲۸)

احمد علی نے منہ جات تیغ تیز سے بحث کرتے ہوئے امور ذیل کی خاص طور پر تردید کی ہے:

(۱) غالب نے لکھا تھا کہ قاطع برہان کے خلاف جو کتبیں لکھی تھیں، ان میں تیسری قاطع الفاطح اور چوتھی مؤید برہان تھی۔  
وہ دونوں کے سینس طبع دے کر ثابت کرتا ہے کہ قاطع الفاطح جو تھی اور مؤید برہان تیسری ہے۔

(۲) غالب نے الزام لگایا تھا کہ احمد علی نے ان کا ایک فقرہ چرایا تھا اور اسے مسخ کر دیا تھا۔ غالب جو فقرہ اس  
کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ ہے ”غم گفتار پارسی زبان خورد“ خود ان کا فقرہ یہ ہے: ”غم تنہای آہنیں گفتار پارسی خورد“ احمد علی  
کہتا ہے کہ میرا فقرہ دراصل یہ ہے ”غم تنہای گفتار فارسی خورد“ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ سقم نہیں۔ سہرتے کے متعلق وہ بقسم کہتا ہے  
کہ وقت تحریر غالب کا فقرہ مجھے یاد نہ تھا (شمیر ص ۵۳)

(۳) غالب کا اعتراض یہ ہے کہ دال و ذال سے متعلق ایک بالکل نئی بات جو عبد الصمد نے مجھ سے کہی تھی اور کوئی  
دوسرا اس سے واقف نہ تھا، احمد علی نے چرائی اور اپنے قول کی حیثیت سے پیش کی۔ احمد علی کا جواب یہ ہے کہ وہ عبارتیں  
جن میں یہ مطالب ہیں، اس کی نہیں صراحتہ فرہنگ جہانگیری سے منقول ہیں۔ ظاہر ہے کہ چوری کا الزام نہ صاحب فرہنگ پر  
ہو سکتا ہے۔ نہ احمد علی پر۔

(غالب) ”درس صاحب کا یہ قاعدہ کہ سہال کا جواب نہ دیں اور خارج از بحث دفتر کے دفتر لکھے جائیں“ ایسا

استوار ہے کہ کبھی چوتھے نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶ اور صفحہ ۱۶ میں پانچ کی بحث میں حضرت نے کیے کیے کنز جہانکے ہیں مذاج کو حیم سے  
بھی جائز رکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کبھی نہیں ہو سکتا۔ زچہ بحیم سہ نقطہ لفظ زاجی بحیم سہ نقطہ ہے۔ جو اس کو بحیم ابجد سے کہے وہ غلط گو اور  
اس کا قول مردود۔“

(احمد) مضمون در قاطع برہان گفتہ کہ ہے بے پازراج وایہ شیر و ہند را کجا گویند پازراج زنہ را گویند کہ خدمت زنان  
باردار کند و بچہ از شکم بردن آرد و در عربی آن را قابلمہ و در ہندی وائی و عجیب در مؤید برہان نوشتہ کہ در ثمر فناء مستندہ غالب  
مرکز مت و پازراج وایہ نافت کہ معقد زچہ کند و قیل با بحیم فارسی و مؤید بحیم تازی ایں بیت منصور شیرازی سے

بنازہ در ایام طفل بخت ترا

بزدگ بکنند اندر چوں پازراج

انتہی و کذا فی مؤید الغضلا و مدارا لافضل و سروری کا شانی میفرماید پازراج بڑا سے معجم و بحیم تازی بیزن تاراج دایہ  
باشد مشافش منصور شیرازی گوید سہ بنازہ در ایام..... الخ و در فرہنگ (فرہنگ جہانگیری) بمعنی قابلمہ آورده کہ نام نافت و  
مادہ چہ نیز گویند و بایں بیت سوزنی تمسک شدہ سے

گفتہ من سلال زادہ بطبع

نبود ہر خشتک را پازراج

و فرمودہ کہ منصور شیرازی سہو کردہ کہ بمعنی دایہ نظر کردہ۔ اما بخاطر ایں بے بفاعت میرسد کہ چوں زاج زن نایندہ باشد پازراج



یعنی زسنے کہ خدمت ادا کند۔ پس دایہ را پازارت تو اں گفت چہ او نیز مفہم ندان را بندہ می کند۔ تم کلام السروری و در رشیدی نیز گفتہ  
حق آنست کہ پازارج بحکم تازی ہمپائی کنند بازن نوزای اعم از آنکہ موضع باشد یا قابلہ۔ پس تخطہ جہانگیری فرق است انتی۔ و خان آرزو در  
سراج از قوسی ایرانی وغیرہ ہر دو معنی نقل کردہ و نقتہ کہ تخطیہ بمعنی شیرہ خطاست تم کلامتہ پس تخطیہ غالب ہم بمعنی شیرہ خطا باشد۔  
تمام شد اینجا نقل مؤید برہان۔

اسہ اہل قیصر الفصاحت اخذ ادا در بیان معترض و مجیب نگاہی و مصداق ایں مقولہ "کیسے کیسے کنویں جھلکے ہیں" یکدست و  
جواب سوال دادہ شد یا خیر و کلام خارج از بحث کردہ شد یا نہ۔ از شادی دکنڈا و منصور شیرازی و سروری کا شنائی و قوسی ایرانی وغیرہ ہم  
کہ پازارج بہ کافیہ تاراج و مانند اُن بحکم ابجد آوردہ صادق اند یا معترض و از روی ایں فتویٰ کہ "ہندوستانی اہل زبان کے برخلاف  
لکھیں تو تہجوٹے" بمخالفت ایں اہل زبان گفتار غالب ہندی مقبول است یا مردود۔ و ازینکہ معترض دریں رسالہ ہمیں از حیم پاناج  
سخن را ندو از معنی اُن لفظ حرفی نزد معلوم میشود کہ اُن افکار معنی موضع کہ اورا در قاطع برہان بود بعد از مطالعہ مؤید برہان نماید و  
نماکہ سروری کا شنائی را تسلیم نمود۔ کاش لفظ اورا ہم مثل معنی صحیح داشتی و حیم ابجد را درست پنداشتی "ص ۶۸

احمد علی نے غالب کے ان نئے اعتراضات پر بھی توجہ کی ہے جو قاطع برہان کی اشاعت قدم میں بڑھائے گئے تھے۔  
اور غالب نے اشاعت دوم میں جو مطالب کی ترمیم کی ہے، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

آخر میں یہ عبارات ملتی ہیں :

"کاش خدمت مرزا فوشہ بدیں جنیں امور اقدام نکردی و طرح قاطع برہان و تعلقات اُن مینداشتی  
کہ پیش ہر کی ستودہ و محمود بوی آری عجب بر کتابہ آبرد کا ایکہ مرزا کردہ است" "چوں معترض بردہ  
منالظرہ سخن نمی کند و بیشتر بکا برہ در میتابہ۔ ہمیں قدر اکثاف نمودم و مادہ نموشی بیچودم۔ انشاء اللہ  
دیگر با او دریں باب سخن نکشم۔ سخن بیایاں انجامید و رسالہ با اختتام رسید"

اس کے بعد ایک قطعہ تاریخ ہے اور اس کے بعد "صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین" تحت مرقوم ہے۔

صفحات ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ میں تین قطعات تاریخ ہیں۔ پہلے قطعہ (۱۸۶۷ء) کے جو محمد اشرف خاں یکے از معلمین مدرسہ احمدیہ

کا ہے دو شعر یہ ہیں :

ہر آنکس نہ احمد بود مخرف      نہ غالب کہ مغلوب و مرتد بود  
ہر آنکس پیش خود کا فر است      کہ او مبطل قول احمد بود

دوسرا قطعہ امداد علی منظر کا ہے (۱۸۶۸ء) آخری کاتب کتاب کا ہے۔ "مصرع تاریخ یہ ہے" ترکی دادہ جواب

ترکی "۱۸۶۷ء۔ غالب ۱۲۸۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اس رسلے کا انطباع ان کی زندگی میں شروع ہوا تھا۔ ختم اس وقت  
ہوا جب وہ اسی دنیا سے رحلت ہو چکے تھے۔



## آغا احمد علی اور غالب

غالب کی قاطع برہان کے رد میں جو کتابیں ان کے معاصرین نے لکھی تھیں ان میں سب سے زیادہ قابل اعتناء مؤید برہان مصنفہ آغا احمد علی تھی۔ غالب نے اس کا جواب تیغ تیز کے نام سے لکھا، اور آغا احمد علی کے جواب الجواب کا نام شمشیر تیز ہے۔

ذیل میں تین الفاظ سے متعلق جو کچھ قاطع و برہان میں ہے اس کا آزادانہ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے آغا احمد علی اور غالب کے معلومات، لہجے، طریق فکر اور طرز استدلال کا کسی حد تک اندازہ ہوگا۔ قطعاً سندہ میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔

(۱) برہان قاطع "ایشارہ بخش با ثنائی مثلثہ و خای نقطہ دار بر وزن بیمار نقش ہوشنگ پسریا یک را گویند"

قاطع برہان "ہموزن ہل و لغو! بیمار نقش کی جگہ دینار بخش یا دیدار بخش کھنا تھا۔ اس خط سے قطع نظر ایشارہ بخش ہوشنگ کا نام کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس لئے اس میں (مردم) میں مثلثہ کہاں معنی؟ اس سے بھی قطع نظر، ایشارہ بخش کے کیا معنی ہیں؟ یہ مان بھی لیا جائے کہ اس عہد میں ایشارہ بمعنی بخش متعلق تھا، بخش کے کیا معنی ہیں؟ بخشی ترکی میں بمعنی نیک آتما ہے اور پیشدادی کہ ہوشنگ بھی ان میں سے ایک ہے، نہ عربی جانتے تھے، نہ ترکی۔ سیامک نے کہ بادشاہ، اور بقول ساسان پنجم مترجم دساتیر پیمبر نامہ اور نامہ آور بھی تھا، اپنے بیٹے کے نسب میں عجیب رنگ آمیزی سے کام لیا، ایک ترکی لفظ کی سی حذف کردی، اس کے آگے ایک عربی لفظ لایا، اور اس مرکب کے معنی بخش نیک سمجھا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مؤید برہان "برہان نے چھپے حوت کو سی سے نہیں لکھا اور اس کے جزو ثنائی کو ترکی نہیں بتایا۔ اس کے نزدیک بخش ب سے ہے۔ جو بخشیدن مصدر زبان فارسی سے نکلا ہے۔ ہوشنگ بڑی داد و دہش کا بادشاہ تھا، اس بنا پر اسے ایشارہ بخش کہلے اور یہ ستمیہ فرہنگ جہانگیری کی عبارت ذیل کے موافق ہے۔

ہوشنگ یا واو مجہول کی از سلاطین پیشدادی بودہ و پیدش سیامک و جہش کیو مرت نام داشتہ، و گویند در زمان او آتش پدید آمد۔ و در کتاب کنوز الودیعۃ امام راغب صغہانی آویدہ کہ ہوشنگ پیشدادی کہ بقول بعضی از مورخان ارغند بن سام است

و بر وقت مدعا ہی جمعی پیغمبر بودہ، و از وی کتاب جاوید نامہ خرد یادگار ماندہ۔ مولانا فضل اللہ نیشابوری صاحب تاریخ معجم گوید کہ بحکم الاسماء تنزل من السماء، ہوشنگ بہ پیشدادی آن شہرت یافتہ کہ ہولہ از اشاعت عدل و افاضت احسان سخن راندی و خلق اورا بداد و دہش ایشارہ بخش خواندند و تحریریں ملازمان درگاہ و ترغیب مقیمان بر رویش پروری و سخا گسری کردی۔ انتہی۔

لیکن مجھے حق پوشی منظور نہیں اس لیے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس نقل سے استنباط اسمیت ایشارہ بخش صحیح نہیں اور غلطی کا سبب عبارت کا نقص ہے (غلطی عبارت) جس کا ذمہ دار جہانگیری کے بعض نسخوں کا کاتب ہے۔ صحیح عبارت جو اکثر نسخوں میں دیکھی گئی یہ ہے:

"ہمواہ از اشاعت عدل و افاضت احسان سخن راندی و خلق را بداد و دہش و ایشارہ بخش خواندی و تحریریں ملازمان درگاہ و ترغیب مقیمان بر رویش پروری و سخا گسری کردی۔ راندی و خواندی و کردی کل افعال کا فاعل ہوشنگ باہوش و ہنگ ہے۔" ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹

(۲) برہان قاطع "ابدام یا دال (قاطع و برہان میں بی، مؤید میں یائی) ابجد بر وزن بدنام بمعنی جسم است کہ در مقابل جوہر باشد۔" قاطع برہان "ابدام بمعنی جسم ہو تو ہو جوہر مقابل جسم کس طرح ہو سکتا ہے؟ جسم کا تقابل روح اور عرض کا تقابل جوہر سے ہے۔ اس فقرے سے قطع نظر، ابدام بمعنی جسم کے کیا معنی ہیں؟ ابدام یا تو ابدام ہے جو عربی میں جمع بدن ہے یا اندام کہ لغت فارسی، مؤید برہان "غالب کی عبارت میں امور معترض علیہ کی خوبی ترتیب ("خوبی ترتیب منحہا") دیکھنے کے قابل ہے۔ خان آرزو سے ابدام کے متعلق غلطی ہوئی ہے، انھوں نے کھلے کہ ابدام بمعنی جسم کسی معتبر فرہنگ میں نہیں ملا۔ یہ تصحیف اندام ہے حقیقت یہ ہے کہ ابدام بیائے موصوہ تن دساتیر کا لفظ ہے جو نامرشد و خستوان و خستورمہ آباد کے گیارہویں فقرے میں آیا ہے:

"بیرزات لاتین، و نذر مناتین و ساتین نواز سیامک و کاموس فرسوز سینی لی جو رکند و فات جو رکاز و ابدام و ابدامانی دنیاں دزدن و راب و ذاب بہنام نداد و فرو ہو شبد نہاد افسر ہے۔"

لہ عبارت نادرست ہے، وضاحت کرنی تھی کہ کس ملک میں اور کس عہد میں نامے مثلثہ نہ تھی۔ لہ غالب کی فارسی نثر میں "غلطی املا" آیا ہے (آثار غالب ص ۱۱) اور ان کا یہ مصرع ہے "غلطیہاے مضامین مت چوچہ"، آغا احمد علی نے ایک سے زیادہ جگہوں میں غلطی کو استعمال کیا ہے لیکن میں نے کسی ایرانی کی نظم و نثر میں غلطی (غلط + یای زائد) نہیں دیکھا۔ ایک چند بہار نے جو اہر الحدوث یا الباطل ضرورت میں اس کی جو سند دی ہے اس میں غلط کے بعد یاے مجہول ہے۔







متروک ہے۔ صاحب بہار عجم و مصطلحات الشعر نے لکھا ہے: حق تحقیق یہ کہ خمیازہ عام ہے، اس کا اطلاق دہندہ اور کشیدی و غضا دونوں پر ہوتا ہے۔

اشباع سے خمیازہ خامیازہ ہو جاتا ہے، مرکب از خم و یاز جو یازیدن بمعنی دراز کردن ہے۔ شعر رومی

این نمیدانم ولی مستی تن میبشاید بر مراد من درین  
آنچنان کرد عطسه و از خامیاز درین دهن گردد بنا خواہ تو باز  
ظہوری، نباشد صراحی چو اعطر بنیکہ کام و دہان گشت خمیازہ خیر

صائب طاعت ز یاد رومی بود اگر کیفیت

مہر می زد بر دہن خمیازہ محراب

می کند چرخ شکر خندہ حساب

لب غمخور بنخمیازہ اگر باز کم

یہ بات کہ ہندی میں جمہی اور عربی میں ثائب و تمطی ہے غیر حقیقہ ہے، اس لیے کہ نہ تمطی و ثائب ایک ہیں اور نہ جمہی کو عربی میں تمطی و ثائب کہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جمہی عربی میں ثائب بالتحریک اور ثوبا بالضم ہے اور عربوں کی مثل ہے "لمحی من الثواب" جمہی لبینا مصدر ہے اس کا ترجمہ ثائب از تفعل اور ثادب از تفاعل ہے، اسی طرح انگریزی عربی میں مطوا بالفتح ہے اور تمطی اس کا مصدر ہے، یعنی انگریزی لبینا۔ ظن غالب یہ کہ غالب عربی مدان کو غیاث نے گمراہ کیا ہو گا جس میں یہ مرقوم ہے کہ ثائب دہندہ جسے ہندی میں جمہی کہتے ہیں، اور تمطی خمیازہ ہے جو ہندی میں انگریزی ہے، خط اسم ذات و اسم حدث داناسے بعید ہے۔ ۹۵ تا ۱۰۱

ادات الفتلا میں ہے کہ بعض کے نزدیک آسا و اسما میں فرق ہے۔ آسا آسایش و مانند ہے، آسا فائزہ۔ بہار عجم میں ہے کہ آسا بمعنی آسائش دادن بدل ہے جہاں گبری و سراج میں ہے۔ آسا بوزن رسامہ کا کھنا ہے بسبب خواب یا کاپی، جسے فائزہ و فائزہ دہندہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بالف ممدوحہ بھی ہے۔ سروری و رشیدی میں مرقوم ہے کہ آسا امر و آسائش و آسائندہ و مانند اور اس معنی میں بغیر یہ بھی آیا ہے شعر ابوالفرج

عزم جزمش بجنبش و سکون آسان و زمین آسا باشد

سراج میں بھی اسی طرح ہے، یہ اعتراضات کہ آسا بمعنی

مصدر کہانی متعل ہے، اور آسا بالقصر بمعنی مانند و دہندہ

مسموع نہیں۔ دعوای زبان دانی اور فائزہ کو جوڑنے فارسی سے

ہے عربی لفظ سمعنا عجب سے ہے۔ مجمع الفرس و رشیدی و سراج

و نوادر المصا در میں فائزہ یرن بنائے فارسی بمعنی خمیازہ کشیدن

جمہی لینا بھی آیا ہے۔ پسند شعر ابو اشل

شراب شب و نشاء آن نیرزد بناثرین و باہاد و خمارش

شعر طیان "میکند چون زبید ماعنی فائزہ

بردانش نہادہ باید تراژ

قول معترض ہے کہ دہندہ اور خمیازہ ایک نہیں، خمیازہ

انگریزی اور دہندہ جمائی ہے، اس کا جواب یہ ہے:

سراج میں ہے کہ فائزہ و فائزہ بزلے فارسی دہندہ و خمیازہ

کو کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ قدما فائزہ کو بمعنی دہندہ استعمال کرتے

تھے، اور خمیازہ کو بمعنی نشخ و غوش و غیرہ بسبب خمار و تب، لیکن

صرف متاخرین عراق میں خمیازہ کا اطلاق دونوں پر ہے اور فائزہ

( تحریک دہلی نومبر ۱۹۶۵ء )





مقالہ ہذا کی قسط اول میں تین الفاظ سے متعلق غالب اور آغا احمد علی کے اقوال درج ہوئے ہیں۔ قسط ثانی میں بعض دیگر الفاظ کی نسبت جو کچھ ان دونوں کے قلم سے نکلے ہے۔ اس کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔ اور قسط ثالث میں ان سب کے بارے میں میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔

ماہوچی شمرہ خضر

قانع: برہان میں ماہوچی شمرہ خضر، نوربان و زبان حشوق کا کنا یہ لکھا ہے۔ برہان کے قلم مطبوعہ میں یہ ہے، خدا جانے ماہوچی شمرہ خضر کیلئے۔ کچھ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماہوچی شمرہ خضر کا یہ ایک مضرب بطریق استعارہ بالکنایہ ہے جو کسی شخص کو نہ بہت ساجون جگر کا کڑا خیر لکھا ہے۔ اب اگر کوئی دوسرا اسے استعمال کرے تو نہ ہے، بشرطہ کی طرح کنا یہ مشہور ہوتا تو بوجہ اسے اپنی نظم و نثر میں لاسکتا، ایسا منہیون لغت مستحق نہیں کہ فرمایا میں مجھے پائے کا خدا پرورد

مؤید: کل نسخ مطبوعہ میں جو میرے پیش نظر ہیں ماہوچی شمرہ خضر ہے۔ یہ اندر ماہوچی شمرہ خضر اور ماہوچی گو یا میان شمرہ خضر مؤید الفضل دارالافاضل و فرہنگ جہانگیری وغیرہ میں ہیں۔ ماہوچی شمرہ خضر کسی نسخہ میں چھپ لیا ہے تو یہ کارپردازان مطبع کا سہو ہے۔ مؤلف برہان کو اس کا ذکر کلمہ انوار اس کا حکم کیا ہے شمرہ خضر تجویز کرنا یعنی جو ہر

قانع: برہان میں مندرجہ بالا کے جو معانی درج ہیں۔ ان میں یہ بھی ہے کہ برہان ہندی نوعی ازدہل لا حول ولا قوۃ الا باللہ عند اللہ ناری الا لہ ہندی میں مندرج کو کچھ اور کہتے ہیں۔

مؤید: غالب ہندی میں یا بنگالی کہ الفاظ ہندی سے بھی واقف نہیں۔ فرہنگ جہانگیری و فرہنگ رشیدی و مطبوعات اشعار میں ہے کہ ہندی میں دہل کا ایک قسم ہے جسے کچھ اور بھی کہتے ہیں۔ دلیل راطع میں جو لغت زبان ہندی ہے اسے لفظ سنسکرت بتایا گیا ہے۔ اور بہار عجم و سراج اللغات کے مطابق یہ مخفف مندرجہ مرقوم ہے۔

ماہندر

قانع: برہان میں ماہندر و ماہندرہ زن و دو میں پذیر ہے اور یہ قابل قبول ہے، لیکن اس کی ایک فصل میں ماہندر ہے اور یہ صاحب برہان کا قیاس ہے۔

مؤید: برہان: مجمع الفرس سروری اعظمی میں ماہندرہ زن پذیر ہے شعر و دگر اور دار اندر بند سانی فی الاسامی درج ہے اور فرہنگ جہانگیری کے حوالے سے مرقوم ہے کہ معنی زن پذیر ماہندر و ماہندرہ ہے۔ دارالافاضل میں بھی ماہندرہ ماہندرہ ہے اس لئے یہ غلط ہے کہ یہ برہان کا قیاس ہے۔ فرہنگ رشیدی میں ماہندرہ درج ہے۔

رومی: ..... مائندہ این عشق تر اور ویر نیست پو شیدہ نہ ہے کہ لفظ اندر اندر پذیر و پسر و خمر جہاں اور برادر کے ساتھ ترکیب پاتا ہے تو اس سے معنی غیر سیت پیدا ہوتے ہیں۔

ماہی شور

قانع: برہان میں ماہی شور نام یکے از ہمیں ان ہند درج ہے۔ یہ بڑی خندہ آوریات ہے جہیشتر جانی ہے جو کہا جاتا ہے کہ سنسکرت میں ہیندر ابوزن لسی زور ہے۔

مؤید: برہان: کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مردم ولایت سے الفاظ ہندی میں خطا ہو تو وہ معذرت میں۔ ذیل آئے وہ کاتول ہے کہ ہر چند اہل ولایت معذور ہیں لیکن بغیر تحقیق کچھ لکھنا محض خطا و غلط ہے، اور منہا صاحب برہان سے یہ غلطی نہیں ہوئی۔ صاحب مل و نخل اور در سرسہا ہل تواریخ سے بھی اس لفظ کے بیان اور مذہب ہندو ان کی تحقیق میں فاحش غلطی سرزد ہوئی ہے۔ لفظ صحیح ہیشتر لفتح اوں و پای اوں بیا ی تحتانی رسیدہ و شین مضموم غلو طالع لفظ بوا و ورا کے پہلے معنی خداوند بزرگ یا خداوند زمین ہے۔ یا ختن

قانع: یا ختن = برون کشیدن برہان میں ہے، مؤلف اسے وقف نہیں کہ یہ آختن ہے۔ اس کے مضارع: از کوہ و از کوہ ہونے سے از روی قیاس یا ختن مصدر قرار دیا۔

مؤید: سجان اللہ مصدر کچھ مضارع کچھ: معترض مضارع بالیا روا رکھتا ہے۔ لیکن مصدر بالیا کو ناجائز جانتا ہے۔ یا زد میں الف بای سے بدلنا ٹھیک ہے تو آختن میں کیوں منبر ہے؟ اصل یہ ہے کہ آختن و یا ختن دونوں مستعمل ہیں، جیسے آستن و یا رستن = توالتن۔ یا زد مضارع یا ختن۔ فردوسی زمان تازای دست بر یا ختی جہا گیری و رشیدی و مدار و زادرا لافاضل وغیرہ میں سی طرح۔ مجمع الفرس میں یا زد و یا زیدن و یا ختن تینوں موجود ہیں۔ سوزنی: تا نیا بوزد خرامان کبک یا زیدن ز باز۔

نادر

قانع: برہان میں نادر = نمود داضی نمودن اور معنی ظاہر کنندہ۔ نادر

مقالہ قسط اول شمارہ نومبر میں شائع ہوئی تھی۔



کو حذف کیلئے۔ اس غلط فہم تیرہ رائے نے اس بنا پر کہ عین آخر ٹھیک طور پر تلفظ میں نہیں آتا (اور اس میں ایران کی قید نہیں، ہندی کا بھی یہی حال ہے) قیاس سے کام لے کر نہ تو ایک لغت سمجھ لیا ہے یہ وہ نہ کاغذ سے تعلق نہیں، یہ ایک مشہور چڑیا کا نام ہے، لغت کو فارسی میں پودہ میں بوزن مونیہ کہتے ہیں۔ صاحب کشف اللغات بھی لغت کو عربی اور لغت کو فارسی بتاتے ہیں۔ "کلمات عین اول را... الف ساخت و... لغت نیست تا این اسم مغرب میں لغت ہندی نیز وجود میں دریافت، یعنی جہ فاسد۔"

نوید: لغت کا مدار قیاس پر نہیں۔ شرف نامہ میں ہے۔  
 لغت پودہ، اصل اس کی لغت ہے، اور یہ عربی ہے، ایرانی لغت کو بغیر عین استعمال کرتے ہیں۔ سیاق اظہر۔

"منہم از شرح رزقان زلف بر روی پیر میکشم از برگ لغت و سمنہ بر روی نان" نوید الفضا و مدارا فاضل میں بھی اسی طور پر ہے، سلوی کو جس کی ہندی جیر ہے، فارسی میں پودہ بے عربی کہتے ہیں۔ جب کہ سراج اللغۃ وغیرہ میں ہے، پودہ البتہ بے فارسی ہے۔ اے غالب غلط فہم چرا پی تحقیق زبان پہرہ کشادی و مفت آبروی خود برباد دادی کیا تو نے لصاب الصبایں بھی نہیں پڑھی جس میں یہ شعر ہے: ..... لغت پودہ است و اثاث و متاع رحمت"

مصدر موجود نہیں، تو نہ اس کا مانگی کہاں سے آگیا بلکہ مغلیہ میں جان جون ہے، نوید سنا دس طرح ہو گیا چہ حیرت و حیرت یہ کہ معنی فاعل بھی لکھتا ہے۔ عینہ ماہی معنی مصدری مستعمل ہے نہ معنی فاعل۔

نوید: مجمع الفرس میں سنا د = بحوالہ تحفہ درج ہے۔ سنا د بنیو کی ایک شکل ہے، جیسے کشاد و کشور۔ سنا د اور المصادر میں بھی ہے۔ خان آرزو کا قول ہے کہ سنا د معنی نوید کی صحت ظاہر ہے، حذف علت کا ایک دوسرے سے بدلنا مسلمات سے ہے۔

یورغ

قانع: ایران میں یورغ و چون دونوں = جوا۔ صحیح مقدم الذکر ہے۔  
 یورغ کو یورغ کی ایک شکل قرار دینا تحقیق سے اپنی بیگانگی کا اعلان کرنا ہے۔  
 نوید فرہنگ رشیدی میں جنج، یورغ، یورغ تینوں موجود ہیں فرہنگ جہاگیر و مدارا فاضل و میر افضل میں بھی جنج ہے، جواہر الحروف میں ہے کہ بعض متبعین کا قول ہے کہ ج حرف فارسی نہیں، اور کسی کلمے میں پایا جائے تو دراصل ت، جی، رخ، دماز، تریاگ ہے۔ جیسے کالیوش و کالجوش، یورغ و جورغ جس کا مخفف جنج ہے۔

لغت پودہ

قانع: برائے میں لغت نوعی از پودہ "اصل اس کی لغت ہے۔  
 فارسیوں نے عین آخر کو حذف کر دیا۔ پہلے لغت لکھنا تھا۔ اس کے بعد حذف حرف آخر کا ذکر کرتا تھا۔ یہ بھی غلط ہے کہ پارسیوں نے حرف آخر

(تحریر دہلی جنوری ۱۹۶۶ء)



# غالب — زبانِ ہسلوان

زخویشاں بہ بیگانگی شادمانم      نماںم بکس چوں بکس می نماںم  
بہ میدانِ معنی خداوند رخشم      بہ مضمارِ ہسلو زبانِ ہسلوانم

(دیباچہ جدید، قاطع ۲)

قاطع برہان (۱، قاطع) کی اشاعت کے معاً بعد غالب نے اپنی فارسی تحقیقات کے بارے میں جو قاطع میں ہیں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”اس سے بڑھ کر متصور نہیں“ (مکتب اُردو بنام قدر) لطائفِ غیبی (= لطائف) میں وہ بے تکلف اپنے ”محققِ اکمل“ ”محققِ مدق“ اور ”ہمدانِ عدیم النظر“ کہتے ہیں (ص ۲۰۶، ۲۳۲، ۲۰۵) اور اپنی ”شکارِ سابق و حال“ کی ”نثر سے بہتر بتاتے ہیں“ (ص ۱۹۴) پنج آہنگِ طبع (= ط) کے سرورق میں انھیں ”شہنشاہِ ممالکِ علومِ عربی و فارسی“ کا لقب دیا گیا ہے، یہ دہلی میں چھپی تھی اور یہ باور کرنا مشکل ہے کہ پہلے سے انھیں اس کا علم نہ ہو، خاتمہ کلیاتِ نظم فارسی کی ایک باغی میں غالب نے یہ کہا ہے کہ اگر ”شاعری“ دین ہو تو ”نومیرِ کلیات“ اس کی ”ابردی کتاب“ ہو، ”اسطورِ بالا سے یہ واضح ہے کہ غالب ایک ”محقق“ ایک ”شاعر“ اور ایک ”شاعر کی جہتیت سے اپنے کو دنیا کے سامنے کس طرح پیش کرنا چاہتے تھے۔ غالب بقول خود ہندوؤں میں خسرو کے سوا ”سب کے منکر“ تھے (خود ہندی، ط ۱۷۷)۔

۱۔ خداوندِ رخشم = رستم      ۲۔ زبانِ ہسلوان، جہاں ہسلوان، القب رستم کے ڈھنگ پر ہے۔



مگر گناہ معاصر فارسی گویا بے ہندگی مدح میں اُن کے قلم سے یہ الفاظ بھی نکل سکتے تھے "مولانا تعلق (استاذ مکتوب الیہ الورد الدولہ شفیق) نے... خسرو سعدی دہلوی کی روش کو سرحدِ کمال کو پہنچایا ہے... اور مولانا شفیق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری... صاحب و عظیم وقت سی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تمیلن سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو" دعوہ ص ۵۰۔ ایک ہندی فرہنگ نگار و تارح و سائیر کی فارسی دانی کی وہ تعریف کی ہے کہ اس سے زیادہ مشکل ہے (تقریظ سفرنگ و سائیر باغ و دودر)

ادامہ خیرۃ ۱۹ میں عالی کی یادگار غالب نگلی تو فارسی کا بازارِ سرد ہو چکا تھا اور اس وقت شاید ہی کوئی ایسا شخص رہ گیا تھا جس نے قاطع یا اس کی مخالفت یا مدافعت میں جو کتابیں شائع ہوتی تھیں، ان کا باللاستیعاب مطالعہ کیا ہو اور امور متنازعہ فیہ سے متعلق آزادانہ رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ حال کی اُستاد پرستی نے جو کچھ اُن سے لکھوایا وہ عام طور پر آئناؤ صدقنا کہہ کر قبول کر لیا گیا۔ حالی کا قول ہے کہ چند مقامات کے سوا جہاں فی الواقع غالب سے غلطی ہوئی تھی اور جن میں سے بعض کا اعتراض بھی انھوں نے کیا تھا، قاطع میں جو کچھ ہے صحیح ہے۔ حال یہ بھی کہتے ہیں کہ برہان قاطع (برہان، یہ مولف کا تخلص بھی ہے) پر جو غالب کے اعتراضات ہیں ان کی تائید جابجا فرہنگ انجن آرائے ناصری (= ناصری) میں کی گئی ہے۔ "جو غلطیاں اور بے ربطیاں میر نے بتائی ہیں، ان کے علاوہ بیشمار غلطیاں صاحب

۱۔ قاطع کے رد میں کتب ذیل شائع ہوئیں: محرق قاطع برہان (محرق)، ساطع برہان، موبد برہان (موبد)، قاطع القاطع۔ غالب نے سوالات عبدالکریم (سوالات) اور لطائف غیبی دوسروں کے نام سے محرق کے جواب میں لکھے۔ ساطع کا جواب نامہ غالب کے نام سے دیا۔ اور موبد کا جواب تیغ تیز تیغ، لکھا۔ محرق و ساطع کی اشاعت کے بعد غالب نے قاطع کو دوبارہ چھپوایا "قاطع برہان در سائل متعلقہ" مرتبہ قاضی عبدالودود میں غالب کی پانچوں کتابیں شامل ہیں اور اس مقالے میں حوالہ اسی کے صفحات کا دیا گیا ہے۔ صاحب موبد نے جواب الجواب بنام "شمسیر تیز تیغ" شائع کیا تھا۔ نجف علی خاں نے غالب کی حمایت میں ایک کتاب بنام "دافعہ بربان" لکھی تھی۔



...ناصری نے اس میں نشان دی ہیں۔ اس سے زیادہ ایک ہندوستانی محقق کی سلاط طبع کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

اس صدی کے عشرہ ۴ میں جناب مہر کی کتاب "غالب" نکلی تو انہوں نے دیباچہ ناصری کی عبارت جس کا خاتمہ "فقیر تصدیق میکنم کہ حق با معترضت" نقل کی اور اس کے بعد فیصلہ کن انداز میں کہا "اس کے بعد اس ہنگامے کے لیے کوئی وجہ جو از باقی رہ جاتی ہے جو... قاطع... کے خلاف ہندوستان کے دعویداروں نے بپا کیا تھا۔

ابوالکلام آزاد جو قاطع ۱ و ۲ اور قاطع کی مخالفت یا موافقت میں جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں سب کے مطالعے کے مدعی ہیں کہتے ہیں "مرزا غالب نے یہ چند اجزا (قاطع) لکھ کر علم و تحقیق کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ برہان کی جو خرافات انہوں نے نقل کی ہیں، انہیں پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کہ کوئی صاحب علم و بصیرت کیونکر ان کی تائید کر سکتا ہے، مگر مصیبت یہ ہے کہ سارا معاملہ ایک قسم کا منطقی مصادرہ تھا، اعتراض ہندی لغت نویسوں پر تھا، اور ہندی لغت نویسوں ہی کا کام بطور دلیل... پیش کیا جاتا۔" (نقش آزاد ص ۳۳)

ہدایت صاحب ناصری نے تذکرہ شعرا پر بھی لکھا ہے اور اس میں کچھ ہندی فارسی گو بھی شامل ہیں لیکن غالب کا نام تک اس میں نہیں آیا، اور قریب بہ یقین ہے کہ وہ ان سے واقف بھی نہ تھا، یہ خارج از بحث ہے کہ وہ برہان پر غالب کے اعتراضات کی تائید کرتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ناصری میں کچھ امور مذہب غالب کے مطابق ہوں اور کچھ ایسے اعتراضات بھی اس میں ہوں جو قاطع میں نہیں۔ دیباچہ ناصری میں صاحب برہان جامع کے محل اعتراضات کی تصدیق ہوئی ہے، رہا موقوف الذکر تو اسکی فرہنگ قاطع سے چند سال قبل ہی اشاعت پذیر ہو چکی تھی۔ میں نے معاصر پٹنہ میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ دکھایا تھا کہ ناصری میں کوئی باتیں مسلک غالب کے مطابق ہیں اور کن امور میں ہدایت برہان کا ہمنوا ہے۔ اس مضمون میں جو فہرستیں ہیں ان سے واضح ہے کہ ۸۰ فی صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملات میں برہان کے ساتھ ہے، مؤلف برہان جامع تو برہان سے اتفاق میں ہدایت سے بھی آگے ہے۔

غالب اور حامیان برہان میں یہ بحث تھی کہ برہان محقق ہے یا نہیں۔ اس مقالے میں اہلی



سوال یہ ہے کہ غالب کا شمار بھی محققین میں ہو سکتا ہے یا نہیں، میرا مقالہ "غالب بحیثیت محقق" (کم و بیش ۴۰ صفحات پر مشتمل) غالب نمبر علی گڑھ میگزین میں شائع ہوا تھا، بعد ازاں اسی نام سے ایک دوسرا مقالہ (ذخ م، کم و بیش ۲۴ صفحات) میں نے لکھا جو نقد غالب میں شامل ہے۔ زبان پہلوان، کا نام بھی یہی ہو سکتا تھا مگر میں نے نام بدل دیا۔ اس کی ضخامت مقالہ ثانی سے بھی بہت زیادہ ہو سکتی تھی لیکن جس مجموعے میں یہ شامل ہونے والا ہے وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ ۵۰۰ صفحات سے زیادہ کا مقالہ ہو، بہت سے مباحث قلم انداز ہوں گے اور بہت سے مقامات میں اجمال سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے اس کا افسوس ہے کہ کئی جگہ صفحات یا اوراق کے ہند سے نہ دیے جاسکے۔ اس کے لیے معذرت طلب ہوں۔

## باب اول

ذیل میں ایک میزان پیش کی جاتی ہے جس میں غالب کے اسلوب بیان، طرز استدلال، طریق استدلال، معیار اخلاق وغیرہ کو تولد ہے۔

بات بجائے خود غلط ہو یا صحیح، ایسی عبارت میں ہو کہ اس کے مفہوم کے متعلق شے کی گنجائش نہ رہے۔ ترتیب مطالب منطقی ہو۔ مقدمات سے نتائج نکلیں من چہ می سرایم و طنوۃ من چہ می سرے کا معاملہ نہ ہو۔ کسی بات کے لیے مقدمات ضروری ہوں تو ان کے بغیر پیش نہ ہو۔ کسی بیان میں کوئی امر جو اس کے واسطے ضروری ہے، چھوٹنے نہ پائے اور زوائد داخل نہ ہوں، تکرار مطالب سے بے سبب نہ ہو، اور مرادفات بے ضرورت نہ لائے جائیں، کلیات قائم ہوں تو مستثنیات فراموش نہ ہوں۔ مختلف بیانات میں تفاوت حقیقی تبدیل رائے کی وجہ سے ہو تو اور بات ہے، ورنہ یہ کسی مصنف کے لیے برا عیب ہے۔ حسب ضرورت تبدیل رائے کی وجہ لکھنی چاہیے، علمی مباحث میں نامانوس الفاظ اور طرق استعمال سے احتراز واجب

۱۔ یہ مقالہ ایک امر کی ادارے کی طرف سے شائع ہونے والے مجموعے کے لیے لکھا گیا تھا۔ بوجہ

وہ مجموعہ شائع نہیں ہو سکا (ادارہ)



ہے۔ آرائش گفتار کی بہت زیادہ فکر ہو تو قوی اندیشہ ہے کہ اُن امور کا لحاظ جیسا چاہیے نہ ہو سکے

راستی کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے نہ چھوڑے اور دوسروں کا حق بہر صورت ادا ہو۔  
اپنی سبت غلط گوئی سے کام نہ لیا جائے، اور اس کی کوشش رہے کہ دوسروں کے متعلق بھی کوئی خلاف واقع بات قلم سے نہ نکلے۔ اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے تو اس کا علم ہو ہی نہ کر دیکر چاہیے۔ دوسروں کی نشاندہی کے بعد بھی غلطی کی تصحیح نہ کرنا ایک سنگین جرم ہے، کبھی کسی بات کی خواہ اپنی ہو یا دوسرے کی غلط تاویل نہ کی جائے، اپنی غلطی کی خواہ مخواہ تخفیف کی کوشش فائدہ مند نہیں، مضرت رساں ہوتی ہے۔ اعتراض سے قبل عبارات کا اسی مفہوم معین کرنا چاہیے، اگر اسلوب کے سقم کی وجہ سے کسی کے مدعا کے خلاف مطلب نکلتا ہے، تو اسے اس کا اصلی مطلب نہیں قرار دینا چاہیے، اسلوب پر اعتراض امر دیگر ہے، عبارات نقل ہوں تو اُن کا کوئی ضروری جزو حذف نہ ہو اور اگر بضرورت کچھ تصرف ہوا ہے تو اس کی اطلاع دی جائے۔ اپنی عبارت میں مطلب پیش ہو تو لکھنے والے کی ترجمانی صحیح طور پر کرنی چاہیے۔  
مصریح اغلاط کو جن کا ذمہ دار کاتب یا مطبع ہے مصنف کے اغلاط نہیں کہنا چاہیے، اور اس کا امکان ہو تو نسخہ پیش نظر کے علاوہ دوسرے نسخے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ سو قیامہ لہجہ اختیار کرنا، خود اپنی بدذوقی کا اعلان کرنا ہے، علمی مباحث میں سب دہشتم کی تو گنجائش ہی نہیں۔ دوسروں سے استفادہ ہوا ہے تو اس کا مناسب اعتراف لازم ہے، کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری، تو اس کا حوالہ اس طرح نہ دیا جائے کہ قاری اس کے خلاف سمجھے۔  
دوسروں سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ جو امور ہم اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں وہ اپنے واسطے ناجائز قرار دیں۔

۱۔ "نام آوران پارس از دانا تے فرزند بود و دارائے فرجود، حکیم جاماسپ تاسر آمد خدا شناسان پنجمین ساسان و دروایشان بجز العلوم آذر کیوان، و در سخن گستران ایران آن سخن جہانگیران کہ پس از آن روشن ضمیران و پیش از مافروغ پذیران بودہ اند از آدم الشعر ابو الحسن رودکی، نشا نگران، و نامہا شمران، فردوس میروی، و تادومین فاتانی



فرزاند قانی کہ بر مردنش بسی روزگار گذشتہ، بیانی و بیانی و بنشین و بین کہ هیچ کس  
فرہنگ طراز نگشتہ، (وہاچہ حدیث طاع)

پارس خود ایران ہے، تو دیگر وہوں (نام آوران، اور سخن گستران) میں تقابل نہیں،  
نام آوری اور سخن گستری میں مطلقاً منافات نہیں اور دوسرے گروہ کے کل سخن گستر بلاشبہ  
نام آوری ہیں، اگر پارس ایران کے ایک خاص علاقے کے لیے آیا ہے، تو کل وجہ و کاتقابل  
درست نہیں، مزید یہ کہ جاماسب باشندہ پارس نہ تھا۔ ہند میں پارسیوں سے زردشتی مراد  
لیے جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غالب کے ذہن میں یہی بات تھی اور وہ یہ سمجھے کہ نام آوران  
پارس کام چل جائے گا، ایک بات اور ہے، ساسان پنجم کی طرف سے دعوتِ نبوت ہوا ہے،  
وہ ویسا ہی دساتیری نبی ہے، جیسا کہ زردشت ہے، ہاں یہ فرق البتہ ہے کہ اس کا کوئی ثبوت  
موجود نہیں کہ جس عہد کا وہ نبی بتایا جاتا ہے (عہد خسرو پرویز) اس میں اس نام کا کوئی نامور  
شخص موجود بھی تھا۔ آذرکیوان کو بھی زردشتی نہیں کہا جاسکتا، اس کے معتقدوں نے خود اس  
کو نبی کہا ہے۔ پہلے گروہ کے آخری فرد کو متاخرین میں شمار کیا ہے تو باقی کو ان کے زمانے کے لحاظ  
سے متقدم یا متاخرین میں محسوب کرنا تھا۔ غالب کا بیان ہے کہ "زبان پارسی بدلت پارسیان  
بافرنیش عالم توام است، و مورخین اسلام نیز از عصر کیومرث گیرند،" (قانع بحث نبی) میرے  
علم میں ایسی پارسی نہیں اور دساتیر بھی یہ نہیں کہنتی کہ پارسی زبان آغاز عالم سے موجود ہے بالقرائن  
ایسا ہے تو یہ لکھنے سے کہ جاماسب کے عہد سے آذرکیوان تک کوئی نامور پارسی فرہنگ طراز  
نہیں ہوا۔ اس کی تردید کس طرح ہو گئی کہ جاماسب سے قبل جو بے شمار سنین گزرے ہیں، ان میں  
کسی نے فرہنگ نہیں لکھی؟ ایسے مورخین اسلام بھی جن پر غالب کا قول صادق ہو سکے، میرے  
علم میں نہیں، اگر ہیں تو کیومرث و جاماسب معاصر زردشت کے درمیان ہزاروں سال ہیں  
اور عبارت مذکور سے ان کی تردید نہیں ہوتی کہ جاماسب سے قبل فرہنگ کا وجود نہ تھا، واضح

۱۔ دساتیر جلی کتاب ہے اور زردشت کے سوا، اس کے پیغمبروں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جسے زردشتی نبی  
مانتے ہوں، دساتیر میں زردشت کو چہاں اہمیت حاصل نہیں۔



رہے کہ زردشتی عقیدہ یہ ہے کہ کیومرث ابوالبشر تھا، مگر عمر بھر تنہا رہا۔ اس کی نسل ایک خاص طور سے جو مرقوم ہے اس کے بعد چلی، اس کے عہد کی پارسی کا کیا سوال ہے! غالب زردشت کو نبی کا ذب کہتے ہیں (مہر نیمروز) مگر اس کے متبع جہاں اسپ کی کرامت (فرجود) کے قائل ہیں، یہ عجیب بات ہے اور عجیب تریہ کہ ساسان پنجم سے عقیدت رکھتے ہیں، حالانکہ وہ عین اس زمانے میں جب ظہور اسلام ہوا تھا، مدعی نبوت تھا اور دساتیری خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں پیغمبری رہے گی۔ غالب جو ختم نبوت کے قائل ہیں اس کے معتقد اسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ وہ کسی نبی کی نبوت کا اقرار ہی ضروری نہ سمجھتے ہوں۔ آذرکیوان سے ہیں انھیں بلا سبب عقیدت ہے۔ یہ بات بھی حیرت کی ہے کہ جہاں اسپ و ساسان پنجم اور آذرکیوان سے وہ فرہنگ نگاری کی توقع کیوں رکھتے تھے، اُن میں سے ایک کی حکمت مشہور ہے، وودعی نبوت ہیں۔ آذرکیوان کا لقب جو دبستان میں ہے، بحر العلوم نہیں، ذوالعلوم ہے۔ یہ کہنے سے کہ رود کی سے لے کر تا آنی تک کسی ایرانی سخن گستر نے فرہنگ نہیں لکھی، اس کی تردید نہیں ہوتی کہ رود کی سے قبل اور تا آنی کی موت کے بعد بھی یہی لکھی گئی تھی۔ رود کی کو آدم الشعر کہنا صحیح نہیں۔ اس کا نام جعفر اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ پیش از مابودہ۔۔۔۔۔ اند اس پر شعر ہے کہ پہلے گروہ کا ہر فرد، دوسرے گروہ کے ہر فرد سے زماناً مقدم ہے اور جہاں تک رود کی اور آذرکیوان کا تعلق ہے، بحر غلط ہے اور رود کی کا مؤخر ہونا غالب کے مافی الضمیر کے خلاف بھی ہے، وودوں کے زمانے سے واقف تھے، اس عبارت سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ تا آنی غالب سے قبل گزرا ہے حالانکہ وہ اُن کے بعد پیدا ہوا تھا۔ یہ ممکن ہے انھیں معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ تو ضرور جانتے تھے کہ تا آنی اُن کے زمانے کا آدمی ہے۔ تا آنی نے کہیں کہیں اپنے کو خاتانی ثانی کہا ہے مگر دونوں کی طریزیں مختلف ہیں، غالب کو اُسے قبول نہ کرنا تھا۔ فرز بود و فرجود فارسی نہیں، دساتیری ہیں۔ فروغ پدیراں کی جگہ 'فروغ پذیر' ہونا چاہیے۔ نامہا۔۔۔ پیروی، بیکار ہے۔ فروسو کا استعمال شاید اس لیے ہوا ہے کہ اُن کے عہد میں لوگ اس سے چنداں مانوس نہ تھے، بیانی، بینا تری تانیہ بندی ہے۔ غالب جو کچھ کہنا چاہتے تھے اس طرح ادا ہو سکتا تھا، کسی ایرانی نے خواہ وہ کسی زمانے اور مذہب کا



ہولانت فارسی نہیں لکھی۔ مگر قاری اس سے مرعوب نہ ہو سکتا۔

۲۔ موبد کی بحث آرائیں اس کی نسبت سروری کا مکمل بیان درج ہے جس میں یہ شعر شامل ہے: "چوں توئی آفتاب بزم آرا" یہ اس کی سند ہے کہ "آرا" دوسرے لفظ سے مل کر اسم فاعل بن جاتا ہے۔ "آرا" کے حاصل بالمصدر ہونے سے اس کا تعلق نہ تھا، مگر غالب تیغ میں فرماتے ہیں "یہ بہت تو میرے مفید مطلب ہے۔ پھر کیوں لکھی؟۔۔۔ نہ بر محل دیکھنا، نہ بے محل دیکھنا، نہ کے اشعار لکھ دیتے"۔ "آرا" کا طریق مذکور سے بطور فاعل آنا معرض بحث میں نہیں۔ "آرا" کے حاصل بالمصدر ہونے نہ ہونے کی بحث میں غالب کو اس شعر سے کیا مدد مل سکتی ہے، میں نہیں سمجھ سکتا

۳۔ "پارچہ جامہ نیز زائد" قاطع ص ۹۔ کہنا یہ تھا کہ دونوں میں سے ایک زائد ہے، قلم سے نیکل گیا کہ دونوں زائد ہیں۔

۴۔ مولغیست باستانی، کافی تھا، مگر اس کے معابد لفظیست قدیم، لاتے ہیں (قاطع ص ۵) ایک کے بعد دوسرے کی ضرورت نہ تھی۔ غالب نے برہان پر اعتراض کیا ہے کہ شرح الفاظ میں مرادفات لاتا ہے (قاطع ص ۱۳ وغیرہ) فرنگ میں تو اس کی وجہ جواز بھی ہو سکتی ہے، قاطع میں کیا ضرورت تھی کہ "قطیست قدیم" لائے جس سے معنی میں مطلقاً اضافہ نہ ہوا؟

۵۔ غالب برہان پر معترض ہیں کہ لغات غریب لاتا ہے (دیباچہ قاطع) حالانکہ جامع فرہنگوں میں ان کا ہونا لازم ہے (غریب کو غلط سمجھنا صحیح نہیں)، لیکن خود غالب بے تکلف و سائری الفاظ استعمال کرتے ہیں جو دساتیر کے سوا کہیں نہیں ملتے اور اس بنا پر کہ غالب کے نزدیک عمدہ خسرو پر ویز کی کتاب میں ہیں اور ان کے عمدہ میں مدتوں سے متروک استعمال ان کی غرابت میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ ایک مثال لفظ آرنک بمعنی ہرگز کا استعمال ہے آرنک کے معانی جو برہان میں ہیں، ان میں "گمان بری" بھی ہے، پہلے غالب نے لکھا تھا کہ یہ سند طلب ہے، محرق میں رودکی کی بیت "آرنک نخواہد کہ شود شاد دل من" دیکھی تو قاطع ص ۱۹ میں اضافہ کیا کہ یہ مفید مطلب نہیں، اس لیے کہ یہاں بمعنی ہرگز ہے



غالب نے خود یہ لفظ قاطع ص<sup>۲</sup> میں استعمال کیا ہے: آرنک نباید کہ این را ز زبدین...  
نام نہند "آرنک خواہ بمعنی "گمان بری" خواہ بمعنی ہرگز اس بیت کے  
سوا کہیں نہیں ملتا اور بلاشبہ اس مفہوم میں غریب ہے۔

۶۔ "نہادند... مرکب است از نہادند" قاطع ص ۱۳۹ (ہر دو اشاعت) اس سے قبل  
یہ کہ برہان میں ہے مگر برہان میں یہ الفاظ جو مہمل ہیں، نہیں ہیں یہ ہے کہ نہادند  
نہ و آوند سے مرکب ہے۔

۷۔ "میرا قول خاص ہے، نہ عام ہے، مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے"  
نامہ غالب ص ۲۴۸ "میرا... عام ہے" اس پر شعر ہے کہ خاص ہے عام نہیں، لیکن بعد  
کے جملے سے عمومیت ظاہر ہے۔

۸۔ "تالش فراہم آورندگان لغات گزافہ دیانہ بیش نیست، دروغ و ترند چہرہ زبان  
رود ۶ آرمی، جزاں... مرد کہ پیہ دوزی برہان قاطع کرد" قاطع ص، پیہ دوز  
نے کیا کیا، غالب نے نہیں بتایا و گزافہ، دیانہ میں سے ایک زائد، دروغ و ترند کا بھی  
یہی حال ہے۔

۹۔ سیمناد بمعنی سورہ بروایت عبدالصمدان الفاظ میں سے جو بعد استبدالے اسلام  
منافقین ایران نے گڑھے تھے۔ قاطع ص ۱۵۰۔ مگر یہ لفظ دساتیر میں ہے، اور  
فرہنگ ملا فیروزی میں اس کے یہی معنی ہیں۔ اگر غالب کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں، تو  
عبارات دساتیر جن میں یہ لفظ آیا ہے نقل کر کے بتانا تھا کہ اُن میں کس مفہوم میں مستعمل  
ہوا ہے اور اگر اُن کی رائے میں عبارات دساتیر میں دراصل یہ لفظ نہ تھا، بعد کو منافقین  
نے بڑھا دیا ہے تو اس کا ذکر ضروری تھا

۱۰۔ "اہدام بمعنی جسم اگر باشد، گوباش جو ہر مقابل جسم چگونہ تواند بود؟ اس کے بعد یہ کہ اندام  
کوئی لفظ نہیں، یہ ایدان ہے یا اندام قاطع ص ۳۰۔ اہدام بمعنی جسم متن دساتیر میں ہے  
اور آذر کیوان کی ایک فارسی مثنوی میں بھی آیا ہے جس کے کچھ اشعار دبستان میں ہیں  
یہ ہے غالب کی دساتیر سے واقفیت مگر اس جگہ کہنا یہ ہے کہ اہدام کوئی لفظ ہی نہیں، تو



پہلے یہ کیوں لکھا کہ ”ابدام.... باش“

۱۱- دربارۃ مولفین کشف اللغات و برہان قاطع: ”ایں ہر دو بزرگ دریں صفت کہ مدارِ صِل لغت برائے و قیاس خویش نہند... چہ قدر باہم ماسم اند: و دریں بارہ کہ قیاس بیچ گاہ صحیح نہو چہ مایہ یا یکدگر انباز“ قاطع ص ۲۴-۲۵ کم و بیش میں نہر لغات برہان میں ہیں، مولف اپنے کوناقل و متبع ارباب لغت کہتا ہے (دیباچہ برہان) اور بطور شاذ ذاتی قیاس سے کام لیتا ہے۔ رہا قیاس کا ہر جگہ غلط ہونا، اس کے معنی یہ کہ ایک لغت بھی صحیح طور پر درج نہیں، حالانکہ دیباچہ قاطع میں یہ ہے کہ دساتیری لغات اور تھوڑے غیر دساتیری لغات درست ہیں۔ یہ بھی غلط ہے، غلطیاں برہان میں بہت ہیں، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بیشتر لغات غلط درج ہیں۔

۱۲- ”کندن کو صحیح اور کندیٰ کو غلط بتاتے ہیں۔ یارب کندن مصدرِ اصلی اور کندیٰ مصدرِ فرعی، بنا ہوا مضارع سے جیسے آوردن اور آوردین، یارستن... اصلی اور روئیدن مصدرِ فرعی نکلا ہوا روید سے جو رستن کا مضارع ہے“ تیغ ص ۶۹-۷۰ غالب اعتراض پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور تاری کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ آوردین و روئیدن جس طرح مضارع آوردن و رستن سے بنے ہیں، اسی طرح کندیٰ مضارع کندن سے بنا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ آوردین و روئیدن میں مصدرِ اصلی (یہاں اس سے بحث نہیں کہ اصلی و فرعی کتنا صحیح ہے یا نہیں) کے مضارع کی علامت ’و‘ کے استقاط کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس پر اضافہ دیدن سے بنے ہیں۔ کندیٰ کندن کے مضارع ’کند‘ کی ’وال‘ کے استقاط کے بعد جو کچھ باقی رہا اس پر ’دین‘ کے اضافے سے پیدا ہوا۔ اصلی و فرعی مصادر میں اس قسم کا فرق کہیں اور نہیں دیکھا۔ دعویٰ یہ ہے کہ خلاف قاعدہ ہونے کے باوجود یہ صحیح ہے تو ایرانیوں کی سند پیش کرنی تھی۔

۱۳- ”چنینو با عراب ہولہ، یعنی بلطراط نتیجہ لفظ آفرینی این گروہ (منافقین ایران) است“ بحوالہ عبدالصمد قاطع ص ۱۵۰۔ لطائف میں فرماتے ہیں ”استلاد شاگرد کو لفظ



بتائے اور اعراب چھپا رکھے " ص ۲۲۲-۱ اس جگہ صریحاً اس سے انکار ہوا تھا کہ یہ لفظ عبدالصمد سے معلوم ہوا تھا۔ استاد لفظ بتا سکتا ہے اور حرکات و سکنات کے متعلق اپنی بلا علمی ظاہر کر سکتا ہے، مثلاً وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ منافقین کا اختراع کردہ لفظ جی ن و د سے مرکب ہے مگر اس کے حرکات و سکنات سے میں واقف نہیں۔ برہان میں چنیود اور بہت سے الفاظ جو محض غلط خوانی کی بدولت فرہنگوں میں داخل ہوئے ہیں، دیے ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ ان کے نکالنے میں اتنی محنت کی کہ پیشانی سے پسینہ ٹپک نے لگا، لیکن قاطع میں اور الفاظ تو لکھے لیکن چنیود پل نہ لکھ سکے جو برہان میں ہے، غالب چھ الفاظ لکھ کر لوپو جھتے ہیں کہ ان میں سے صحیح کون ہے، حالانکہ اگر انھوں نے دستان کی طرف بھی رجوع کیا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ اصلی لفظ چنیود ہے، آرنڈاک کی متعدد شکلیں صحیح یا غلط، برہان میں ہیں۔ غالب کا یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ صحیح شکل کیا ہے، شرمناک ہے (قاطع ص ۱۲۱) مگر اس جگہ غالب کو اس کا احساس نہ ہوا کہ وہ خود تنگ عدم تحقیق سے بچ نہ سکے۔

۱۴۔ "قاطع برہان میں جا بجا لکھتا آیا ہوں مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھتا ہوں کہ..... فرہنگ لکھنے والے جتنے گزرے ہیں، سب ہندی نژاد ہیں.... نہ آپ شیرازی، نہ استاد صفہانی، نہ ہی رگ گردن و خسی دعویٰ زبان دانی! میرا یہ قول خاص ہے نہ عام ہے۔ مجموعہ فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے" (نامہ غالب ص ۲۴۸۔ انطباع ساطع سے قبل، قاطع صرف ایک بار چھپی تھی، ظاہر ہے کہ طبع ثانی کے مندرجات کا علم تحریر ساطع کے وقت اس کے مؤلف کو نہیں ہو سکتا تھا۔ لغاتِ نارسہ کے متعلق وہ بات جو عبارت بالا میں ہے، (یعنی کل فرہنگ نگاروں کا ہندی اور معتبر ہونا)، قاطع طبع (۱)، میں مطلقاً نہیں۔ یہ باتیں پہلے پہل لطائف میں غالب کے قلم سے نکلیں۔ اور قاطع طبع ۲ میں ان کا اعادہ ہوا۔ قاطع طبع (۱) میں برہان مورد اعتراض رہا ہے، اور ایک جگہ صاحب کشف اللغات کی خاص طور پر

لحہ: ماشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے۔



خدمت کی ہے، قاطع کے فوائد میں متعدد ذرا سی دانان ہند کے خاص اقوال کی تردید کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا جو عبارت بالاسے نکلتا ہے، غالب نے قاطع طبع (۱) میں شرفنامہ (ص ۳۱۸، ۳۸، ۴۶۰، ۱۳۵) اور فرہنگ جہانگیری (ص ۷۹) سے استناد کیا ہے۔ ”ائمہ فن کلام“ (کلام = زبان دانی) اور ”ائمہ فن لغت“ (ص ۴۴، ۴۷) کا وجود تسلیم کیا ہے، انہوں نے جابجا فرہنگوں کی سند مانگی ہے (قاطع ص ۷۷۷...) بحث آسیم میں ان کا قول ہے ”مارا سخن در صحت لغت آسیم است، اگر از روی زند و پا زند نباشد از روی فرہنگہا دیگر“ ص ۲۹، اگر سب فرہنگیں نامعتبر ہیں، تو صحت لغت میں ”از روی فرہنگہا دیگر“ کلام کے کیا معنی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ صرف ہندیوں کا لغت فارسی لکھنا اور ان کا قطعاً نامعتبر ہونا، نکات بعد الوقوع ہیں۔ قاطع کی اشاعت کے بعد حامیان برہان نے فرہنگوں کی مدد سے غالب کے اعتراضات کی تردید کی، غالب نے ان سے استناد کی جڑ ہی کاٹ دی۔ رہی یہ بات کہ قاطع طبع میں خود بھی استناد کیا تھا، انہیں پریشان کرنے والی نہ تھی، تناقض و تضاد سے بچنے کی انہیں کبھی زیادہ فکر نہیں رہی۔ یہاں یہ بھی لکھ دیا جائے کہ مولف فرہنگ جہانگیری ممکن ہے کہ ہندی المولد ہو، لیکن اس کا باپ ایران سے ہند آیا تھا اور ایرانیوں سے ملنے جلنے کے جو مواقع اسے حاصل تھے ان کا عشر عشیر بھی غالب کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ مزید یہ کہ جو مواد اس کے پیش نظر تھا، وہ زمانہ حال کے بعض فرہنگ نگاروں سے قطع نظر، کسی کے سامنے نہ تھا۔ بروری جس کی فرہنگ سے مولف میں کام لیا گیا تھا، بے شائبہ ریب ایرانی المولد تھا اور

---

(صفحہ گزشتہ کا حاشیہ) غالب کا قیاس ہے کہ مولف کشت برہان سے زماناً مقدم ہے۔ اگر کشت کے مآخذ پر غور کرتے اور دیا چہ فرہنگ جہانگیری پڑھتے جس میں اس کا ذکر فرہنگ عبدالرحیم بہاری کے نام سے ہے، تو یہ نہ کہتے۔ لہذا اگر میں نے کہیں اس کے خلاف لکھا ہے تو اسے غلط سمجھنا چاہیے



غالب تیغ تیز میں شاکہ ہیں کہ احمد علی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا "اگر.. است" جواب نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہا جاتے کہ "اگر از جامع است" کیوں لکھا، یہ کیوں نہ مان لیا کہ غلطی جامع کی ہے، نہ غلطی ایسی ہے کہ ایک طفلِ مکتب سے بھی سرزد نہیں ہو سکتی اور احتمال قوی ہے کہ سہو کا تلب ہو۔

۲۷۔ غالب نے قتیل پر اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ایک نواب زادہ کا لپی کو خواہ مخواہ جا گزاشتق کے استعمال میں احتیاط کی تاکید کی تھی (محد ص ۴۴) مجموعہ رقعات قتیل مرتبہ امی یکی از نواب زادگان کا لپی میں جو غالب کی زندگی میں طبع ہو چکا تھا، ایک خطا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ نے اودھ کے کسی بااقتدار شخص کی وفات کی افواہ سن کر قتیل کو اس کی اطلاع دی تھی اور اس موقع پر "جامہ گزاشت" لکھا تھا۔ قتیل نے ہدایت کی ہے کہ ہر چند اس اصطلاح سے کم لوگ واقف ہیں، لیکن قرینے سے معنی دریافت کر سکتے ہیں، کسی کا نام لے کر ایسی خبر نہ لکھو، کنا یہ ہو تو مضائقہ نہیں، اس لیے کہ خبر جھوٹ نکلی تو اُس کے لکھنے والے پر آنت آ سکتی ہے۔ رقعات ط ۱۵۱ ص ۳۳، رقعہ ۱۶۔

۲۸۔ غیاث اللغات اور اس کے مولف پر لعنت بھیجنے کے بعد فرماتے ہیں "رامپور جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے صاحبزادگان عالی تبار اور روسائے نامدار سے ملاقاتیں رہیں تو.. معلوم ہوا کہ ملائے مکتب دار تھا، نہ رئیس کا روشناس اور نہ اکابر شہر کا آشنا ایک گننام مکتب دار" تیغ تیز ص ۲۷۷۔ انتخاب یادگار ص ۲۲۶ میں امیر مینائی نے لکھا ہے کہ صاحب غیاث اللغات رامپور میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور وہاں کے دو حکمرانوں یوسف علی خاں و کلب علی خاں کے استاد تھے۔ اس کتاب کے متعلق خود اس کتاب میں اور ایک خط میں امیر مینائی کا بیان ہے کہ کل مطالب کے ذمے دار کلب علی خاں ہیں اس لیے اقرار تلمذ خود ان کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ غالب نے وہ باتیں جو ان کے قلم سے نکلی ہیں، رام پور میں سنی ہوں؟ ۲۹۔ قاطع اشاعت را، منظمین مطبع لے جا بجا حاشیے لکھے ہیں اور برہان کی غلطیاں



بطور سند آئے ہیں۔ مصرع فردوسی، شعراستاد (نام نہیں) ۱۲، شعر خسرو، شعر خاقانی ۱۴، شعر زلالی ۱۶ شعر منسوب بہ نظامی (دور اصل شعر خسرو) ۳۲، قطعہ دو بیتی سعدی ۳۴، شعر ظہوری ۳۴، شعر ناصر خسرو ۴۹، ایک شعر (۱) سے رباعی سلیم کہا ہے، ۷۰، سنائی ۸۴، فردوسی ۸۸، شعر عرفی ۹۰، شعر فردوسی ۹۱، مصرع نظامی ۹۰، شعر سعدی ۱۰۲، شعر حافظ ۱۰۳، شعر طائی (دور اصل نظامی) ۱۰۹، شعراستاد (نام نہیں) ۱۱۴، شعر حافظ ۱۲۶۔ ان میں سے بعض اسناد مسائل متنازعہ فیہ سے سرور کار نہیں رکھتے، بعض تعلق رکھتے ہیں، مگر اثبات دعویٰ میں ان سے مدد نہیں مل سکتی۔ غالب نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ کثیر المعانی الفاظ کے کوئی خاص معنی چند اشعار میں نہیں ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہیں ہی نہیں۔ ابوالکلام کا قول متعلق اسناد پیش کردہ خالفین غالب نقل ہو چکا ہے اور میں فرہنگ سروری سے استناد کا ذکر کر چکا ہوں، فرہنگ جہانگیری، فرہنگ رشیدی، چراغ ہدایت، مصطلحات شعرا، بہار عجم وغیرہ جو ہند میں لکھی گئی ہیں، اسناد سے معمور ہیں اور یہ زیادہ تر ایرانیوں کی نظم و نثر سے ہیں، انہیں نامعتبر کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ ہاں یہ ثابت کیا جائے کہ غلط انتساب ہے، جعلی اسناد ہیں، یا ان کے معنی غلط بتائے گئے ہیں تو ادبیات ہے۔ غالب جلال اسیر کی طرف منسوب شدہ سند کو نہیں مانتے (جوع بحث بے پیر) مگر رامپور میں عرفی کے بعض اشعار پر اعتراض ہوا تو انہوں نے اور ظہوری کے مستعملہ گوش شگفتن کو تسلیم نہیں کرتے۔ شرفنامہ سے ان کے استناد کا ذکر آچکا ہے۔ سوالات ص ۱۸۲، میں ایک ہندوستانی کی کتاب، بہار دانش کا شعر بطور سند پیش کیا ہے۔ اس رسالے کے آخر میں بعض امور سے متعلق استفتاء ہے، مفتی سب ہندی ہیں اور باستثنائے نجف علی خان سب قطعاً قابل اعتنا۔ تیغ کے آخر میں خود غالب نے سوالات کئے ہیں جن کا جواب شیفتہ نے دیا ہے اور ۳ موبدین سے ۲، حالی و نیر تلاذہ غالب ہیں غالب کو یہ نہ سوچا کہ جو لوگ مجھے نہیں مانتے، میرے شاگردوں کو کب خاطر میں



لا تیں گے۔

۱۷۔ غالب نے ہر مزدوم عبدالصمد کے بارے میں لکھا ہے کہ ساسان پنجم کی نسل سے تھا۔ اور علوم عربیہ و معقولات میں تبحر رکھتا تھا۔ بعد قبول اسلام ہند آیا اور دو سال غالب کے یہاں رہا، اور غالب نے اُس سے استفادہ کیا۔ یہ ایک فرضی شخص ہے، جس کی تخلیق کی وجہ یہ ہے کہ غالب دوسرے ہندی فارسی دانوں پر اپنا تفوق جاسکیں، اور اس کے حوالے سے جو چاہیں سپرد قلم کریں۔ انہوں نے صراحتاً اس سے جو اقوال منسوب کیے ہیں وہ یا تو لغو محض ہیں یا پیش پا افتادہ ہیں۔ (میں نے ایک مقالے میں جو احوال میں شامل ہے، اس سے مفصل بحث کی ہے، ذال فارسی کا نہ ہونا، چینود کا لفظ اختراعی ہونا، لیتن کا لیتن ہونا اور دوسری باتیں اُس کے حوالے سے لکھی ہیں۔ بروایات صحیحہ یہ بھی ثابت ہے کہ غالب زبانی گفتگو میں اس کا انکار کرتے تھے کہ یہ فرضی شخص ہے۔

۱۸۔ ”صدرہ آں مبینی کہ مصدری را با برخی از مشتقات جلوہ داد۔؛ چوں بدیں مایہ پرگوئی دلش از غصہ خالی نہ شد“ قاطع ص ۴۔ یہاں غصہ بے محل ہے۔

۱۹۔ ”ابن فرازمان را با زمان نپسندہ“ قاطع ص ۵۔ فرازمان و بازمان ہر دو سائیری الفاظ۔  
۲۰۔ ”بیشتر الفاظ غریب می آرد“ و ”آنچہ تمکاشتہ اند، می نگارد“ ایضاً ص ۴۔ ایں سعادت اگر غریب است و ”صحیح“ ص ۱۴۳۔ ظاہر ہے کہ غالب ”غریب“ کو ”صحیح“ کا مقابل سمجھتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

۲۱۔ ”انبہ ہی بیابنای رشولیدہ جامع، ایضاً غرض کثرت اغلاط سے ہے اور یہ ان الفاظ کا مفہوم نہیں۔

۲۲۔ ”رعایت لفظ سومیں و چار میں از بر لغت“ ص ۴۔ لفظ کی جگہ ”حرف“ چاہیے۔ یہ غلطی اور جگہ بھی ہے

۲۳۔ ”اشعار... درست ہو گئے... اوں اصلاح اور اشارے اور فوائد جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا“ خطوط غالب ص ۵۔ فعل میں ’فوائد‘ کی رعایت ہونی تھی۔ اس سے قطع نظر



اصلاح عمل میں آئی ٹھیک، اور اشارے عمل میں آنا بھی تکلف صحیح فوائد عمل میں آنا، چہ معنی وارد؟

۲۴۔ پاخانہ تصحیف پاجا یہ، قاطع ص ۵۳۔ درجوع یہ پاجا یہ، یہ وساتیری لفظ ہے، اور اس کے سوا قطع نظر از برہان و فرہنگائے مابعد کہیں نہیں ملتا۔ پاخانہ ہندی فارسی ہے، تصحیف کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاجا یہ ہندوستان میں مستعمل رہا ہو اور یہ ہندو کنار کہیں بھی استعمال میں نہ تھا۔ صاحب وساتیر کے اختراعات سے ہے۔ غالب فرہنگ نگاران ہند کے قیاس کے علی العموم غلط ہونے کے شاک میں، مگر حقیقت یہ ہے کہ جس قدر اس کا اطلاق غالب پر ہوتا ہے کسی اور پر نہیں ہوتا۔

۲۵۔ اردوند نہ چیری از دی بروی رود و نہ چیری بدرون درآید نہ زیادہ شود، و نہ کم گردد، تیغ ص ۲۷۴، عبد الصمد کی زبانی۔ یہ لفظ وساتیر ص ۲۲۷ و ۲۳۷ و ۲۴۱ وغیرہ میں آیا ہے اور ملا فیروز کی فرہنگ وساتیر ص ۲ میں اسی کے معنی ”عین وزبدہ و خلاصہ“ درج ہیں، اور عبارات کے مطالعے سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ مطلقاً خارج از بحث ہیں۔ جس عبارت سے ظاہر غالب نے وہ مطلب نکالا ہے جو اوپر درج ہے، یہ ہے ”آنچنان کہ نکراند و نہ پیوند و نہ پیوستگی و نگسار و نہ جدا شود از تو چیزی، می پر ماید یا بدین دان اردوند گوہر دست، و زو بیرون و جدا نیست، چنانکہ هستی او اردوند گوہر دست، تا ہیج دو پیوند و پیوست و ستمرد و پیکر بند و ص ۸۳۔ ترجمہ انگریزی ص ۵۵، غالب کے بیان کردہ معنی پر موبد میں صحیح اعتراض ہوا تھا، غالب نے تیغ ص ۲۷۴ میں جواب دیا کہ میرا اود صاحب موبد کا بیان ایک ہے ”تغیر بالمرادف ہو تو ہو“ شمشیر تیز تر میں اُس کی تردید ہوتی تھی۔ غالب نے عبارت نا فہمی کا ثبوت دیا تھا، بعد کو ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ یا یہ = صفت۔

۲۶۔ آہنگ کو برہان نے ماضی بھی لکھا تھا اور غالب کا اس پر بجا اعتراض تھا، قاطع ص ۲۹۔ موبد برہان میں اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ ”اگر از جامع است البتہ خطا کردہ است۔“



تقی اودھی (صاحب سُرہیلیانی) کا بھی یہی حال ہے۔ یہ تینوں فرہنگیں برہان کے مآخذ خاص میں ہیں۔ غالب نے اپنی بعض تحریروں میں جو اشاعت کے لیے تھیں سروری و تقی اودھی کے ایرانی المولد ہونے سے انکار کیا ہے۔ دیباچہ فرہنگ جہانگیری میں ایسی متعدد فرہنگوں کا ذکر ہے جو ایرانیوں نے لکھی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ غالب کی نظر سے نہ گزرا ہو لیکن اس مآخذ کا مفصل ذکر محرق میں بھی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ غالب نے نہ دیکھا ہو۔ فرہنگوں (بشمول برہان) کی مفصل بحث غم، ص ۳۵۸ تا ۳۸۲ میں ہے۔

۱۵۔ ”مولانا احمد علی، .... اسدی طوسی اور حکیم قطران کو دو فرہنگوں کا مؤلف بتاتے ہیں۔ اگر اسدی .... نے فرہنگ لکھی ہو تو محمود غزنوی کے عصر سے آج تک سب فرہنگ نگاروں کا مآخذ وہی ہوتا، اور اختلافات لفظ و معنی کسی لغت میں راہ نہ پاتا۔ لیس ”فلیس“ تیغ ص ۲۶۸۔ متعدد فرہنگ نگاروں نے اس سے کام لیا ہے۔ از انجملہ سروری و مؤلف فرہنگ جہانگیری۔ اسدی فرہنگ نگار، صاحب گر شاہ سب نامہ، عمید محمود میں پیدا ہو گا لیکن اس کی فرہنگ اس کے بہت بعد میں لکھی گئی اور زمانہ فرہنگ قطران سے بھی موخر ہے جیسا کہ دیباچہ فرہنگ اسدی سے ظاہر ہے۔ اختلافات صورت و معنی کی وجہ سے فرہنگ کے وجود ہی کے منکر ہو گئے، عجیب و غریب استدلال ہے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ فرہنگ قطران کا ابتدا میں ذکر کیا، اور پھر اس کے ہونے نہ ہونے سے مطلقاً بحث نہ کی۔

غالب نے برہان پر سختی کیا تھا اعتراض کیا تھا کہ وہ سند نہیں دیتا اور اس کی وجہ بتائی تھی کہ الفاظ اختراع کرتا ہے۔ سند لائے تو کہاں سے لائے۔ قاطع ص ۹۔ برہان میں شعر کی سند برائے نام ہے، مگر متعدد مقامات پر فرہنگوں سے استناد کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اختصار مد نظر ہے (دیباچہ)، الزام اختراع بے اصل ہے مگر یہاں اس سے بحث نہیں، کہنا یہ ہے کہ قاطع کے اس حصے میں جس کا تعلق برہان پر اعتراضات سے ہے، اس میں حسب ذیل اشعار یا مصرع



دکھائی ہیں۔ لیکن سب ذمہ، اعتراض لغات عربی سے متعلق ہیں، ص ۸۳ بحثی کے ۸۱، اعتراضات ہیں سے بیشتر کا عربی سے سروکار نہیں۔ مخالفین نے کہا کہ قاطع کے بہت سے اعتراضات حواشی مذکور سے ماخوذ ہیں، تو غالب نے اشاعت ۲، میں 'بہ کو' اکثر 'نہا دیا۔ اور جابجا اس پر اظہارِ طمانیت کیا۔ فاضل معشیاں برہان میرے ہنجیال ہیں۔ حقیقت سے کسی قدر انحراف اب بھی رہا اور ایسے مقامات بھی رہے جہاں حواشی کا مطلقاً ذکر نہیں، گو زیر بحث سے متعلق حواشی موجود ہیں۔

۳۰۔ غالب نے برہان پر اعتراض کیا ہے کہ 'آہو باد چہ'، 'تپ'، 'یا قوت' (۳)، الفاظ دیے ہیں، سے مشہور الفاظ کو لغت قرار دیکر ملحقات میں داخل کیا ہے۔ تپ ملحقات میں تب ہے اور یا قوت یا قوب۔ ان ۳ میں سے زائد از نصف ملحقات قدیم سے سروکار نہیں رکھتے، بلکہ رو بہ مرتب برہان کے اضافات ہیں۔ صاحب موبد نے ملحقات کے متعلق صراحت لکھا تھا لیکن غالب نے تیغ میں اعتراض واپس نہیں لیا۔ ۳۱۔ 'برہان۔۔۔ در شرح لفظ خانہ گیر می فرماید کہ آن فارو، زیاد، ستارہ، خانہ گیر، طویل، ہزاران منصوبہ باشد' کیست تا معنی این فقرہ را خاطر نشان من کند؟ 'قاطع ص ۷۰۔ عبارت منقولہ سے قبل، برہان میں یہ الفاظ ہیں: 'بازی چہ راست از جملہ سہت بازی نرد۔ فارو تا منصوبہ، سات بازیوں کے نام ہیں اور یہ اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ بھی برہان میں موجود ہیں عبارت صحیح اور آسان ہے۔ موبد برہان میں دکھایا گیا تھا کہ غالب کا اعتراض غلط ہے لیکن تیغ میں غالب نے اپنی غلطی کا نہ تو اقرار کیا اور نہ جواب میں کچھ لکھا۔

۳۲۔ موبد برہان ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں قاطع برہان سے مفصل بحث ہے اور شاید ہی کوئی بات قاطع میں ایسی ہو جس کے متعلق آخا احمد علی نے کچھ لکھا نہ ہو۔ غالب نے تیغ تیز محض چند امور سے بحث کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: 'بس اب میں عاجز آگیا۔۔۔ کہاں تک لغت بعد لغت دیکھے جاؤں، خرافات، واجیات، جھوٹ، لغو، مہمل! اب ورق ورق اور صفحہ صفحہ کہاں تک دیکھوں گا۔ دیکھوں گا تو سہی'



مگر چھوڑنا جاؤں گا، جیتے جیتے جواب لکھوں گا۔“ ص ۲۸۴ مگر اس کے بعد قنازعہ فیہ امور میں سے کسی ایک سے بھی بحث نہیں کی، قاطع کی اشاعت ثانی میں بُرہان پر جو اعتراضات کیے ہیں، انہیں باتشنائے بعض نقل کیا ہے، اور ان کا جواب طلب کیا ہے۔ یہی مد نظر تھا تو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ جسٹہ جیتے جواب لکھوں گا؟

۳۳۔ غالب نے قاطع ص ۴۶ میں لکھا تھا: ”غم تباہی آئین گفتار پارسی خورد“ احمد علی کی مرید برہان میں ”غم تباہی گفتار پارسی خورد“ غالب تیغ تیز ص ۲۷۱ میں اس جملے کو تحریف یوں لکھتے ہیں ”غم گفتار پارسی زبان خورد“ وہ اسے مہمل تو بتاتے ہی ہیں، احمد علی کو چوری کا الزام بھی دیتے ہیں۔ عبارت بدل دی جائے گی تو مہمل ہو ہی جائے گی۔ رہا سرقہ تو غالب کے جملے میں کونسا ایسا نکتہ ہے یا بیان کی کونسی ایسی خوبی ہے کہ چرا بابا جاتا؟

۳۴۔ غالب نے فارسی میں وجود ذال معجمہ کی یہ وجہ بتائی تھی کہ وہ پیرانِ پارس دالِ ابجد پر نقطہ دیا کرتے تھے اور اس طرح دالِ مہملہ کا خاتمہ ہی ہو رہا تھا۔ اکابرِ عرب نے دونوں میں تفرقے کے لیے قاعدہ بنایا، قاطع ۱، ”مرید برہان ص ۲۴۲ میں یہی بات کچھ اختلاف کے ساتھ یوں لکھی ہے :

”بخط فاطر جنس می رسد کہ چون در زمان قدیم و عند پاستان برز بر دال نقطہ می نہادہ اند، متاخرین کہ این قاعدہ آگاہ نیستند، آنرا خیال ذال منقوطہ کردہ اند۔“

غالب کہتے ہیں کہ میں نے ایک بالکل نئی بات کہی تھی جو عبد الصمد سے سنی تھی، کوئی اور اس سے واقف نہ تھا، احمد علی نے اُسے چُرا لیا، تیغ تیز ص ۲۷۱۔ بخاطر سے قبل احمد علی نے یہ لکھا تھا ”صاحبِ جہانگیری شیرازی چنیں افادہ فرمودہ“ اور ”کردہ اند“ کے بعد انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ”تم افاختہ“ ظاہر ہے کہ چور اگر ہے تو صاحبِ فرہنگ جہانگیری جس کی کتاب گیارہویں صدی ہجری کے نصف اول میں تالیف ہوئی تھی۔ غالب نے اس پر غور نہیں کیا کہ نقطے والی بات کا عبد الصمد کے سوا کسی کو معلوم نہ ہونا، اثباتِ دعویٰ کے لیے مضر ہے مفید نہیں۔ اگر ایسے مخطوطات تھے جن میں نقطہ







ہماں صد لغت باز آورد“ ص ۱۴۸۔ ایسے مرکبات کی تعداد صرف ۶۲ ہے۔ ملحقات میں ایسے مرکب جن کا ایک جز و ہفت ہو، صرف دو ہیں: ہفت خم کنایہ از ہفت آسمان، ہفت کہنہ یار و مصاحب کہنہ، و کتاب کہنہ و شراب و جام کہنہ و شمشیر کہنہ و چینی کہنہ، دونوں اصل کتاب میں نہیں۔

۳۰۔ آغا احمد علی نے مرکبات ۳۷ کے بارے میں لکھا تھا: ”یکصد و چند لغت کہ... آوردہ۔ ہمہ معقولست و قول معترض نامقبول“ ص ۴۰۲۔ غالب نے اس کا جواب تیغ تیز میں یہ دیا ہے: ”پھر نظائر کا حوالہ دیکر ہفت کشور و غیرہ کی صحت میں غلو کرتے ہیں، کوئی پوچھے کہ غالب نے ان الفاظ کو غلط کب لکھا ہے جو تم اس (کذا) کی صحت کے گواہ گزرا تے ہو“ ص ۲۶۶۔ اس کے بعد دوبارہ ملحقات میں انہیں لکھنے کا جواب مانگا ہے۔

اگر ”ہمہ... نامقبول“ یہ نہ صحت میں غلو کرنا ہے، نہ گواہ گزرا نا ہے۔ غالب نے سب تو نہیں یسین بیشتر لغات کو نامقبول“ کہا تھا، جسے غلط کا بدل کا جاسکتا ہے۔ دوبارہ لکھنے کا جواب اس طرح مانگا ہے کہ گویا یہ اعتراض اشاعت (۱) میں نکلا اور آغا سے جواب نہ بن سکا۔ تعداد مرکبات زیر ہفت ۷۰ سے بھی کم ہے۔

۳۹۔ ۵۳۹ دیا چہ جدید اشاعت ۲ میں مخالفین کے اعتراضات کی طرٹ اشارہ کر کے فرماتے ہیں ”حاشاکہ در بیچ محل از عقیدہ خویش رجوع کردہ باشم“ ص ۸۔ وہ اصحاب جنہوں نے صرف اشاعت ثانی دیکھی ہے لازماً یہ سمجھیں گے کہ غالب نے کسی جگہ اپنی رائے نہیں بدلی۔ مگر نامہ غالب میں آویزہ و افسوس سے متعلق تبدیل عقیدہ کا صریحاً اعتراض کیا ہے۔ ص ۲۴۹، اور اشاعت ثانی میں اور جگہ بھی بدون اعلان رائے بدلی ہے۔

۴۰۔ افسوس بے الف مفتوح و واو مجہول عربی ہے اور تاسف و متاسف و واسفہ اس سے مستخرج ہیں۔ اس کے معنی صرف دریغ ہیں، یہ قاطع کی اشاعت (۱) میں نکلا۔ ص ۱۰۶ فعلول کے وزن پر جو عربی الفاظ ہیں وہ ایک دو کو چھوڑ کر سب کے سب مفہوم الاول ہیں اور وہ ایک دو فارسی میں مستعمل نہیں لیکن فارسی میں جو الفاظ آتے ہیں ان میں سے بکثرت مفتوح الاول تلفظ میں آتے ہیں۔ افسوس اگر عربی ہوتا تو



مفہوم الاول ہوتا۔ یہ عربی ہوتا تو اسم جامد ہوتا۔ اس سے کسی دوسرے لفظ کے استخراج ہونے کے کیا معنی؟ تاسف کا مادہ اسف ہے اور تاسف تاسف کا اسم فاعل، و الاسفہ میں بھی اسف ہے۔ لیکن یہ ایک سے زیادہ کلمات سے مرکب ہے۔ کسی ایک سے اس کا استخراج کیا۔ مزید یہ کہ عربی میں واؤ مجہول نہیں۔ ان میں سے ہر ایک غلطی اتنی فاحش ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد اس کا حق باقی نہیں رہتا کہ عربی زبان کے متعلق غالب کے کسی قول کا کچھ بھی وزن ہو سکے۔ سخت لے دے ہوئی تو لطائف میں اس کا اقرار کیا کہ عربی نہیں اور اسف کے مشتقات کو افسوس کے مشتقات لکھا ہے۔ ص ۲۰۶۔

لیکن اس سلسلے میں اپنی اور کسی غلطی کا اعتراف نہیں کیا، اور معنی کے متعلق اپنی باقی راستے پر قائم ہے (رجوع ببحث فسوس) اپنی غلطی کی اہمیت گھٹانے کے لیے انھوں نے بڑا اہتمام کیا، اپنی عمر زیادہ کر کے دکھائی (۷۰ برس) ہر چند کہ تحریر قاطع کے وقت وہ ۶۰ برس سے کچھ ہی زیادہ تھے اور کتاب عجلت میں نہیں بلکہ بار بار رد و بدل کے بعد شائع ہوئی تھی، اپنی غلطی کو اسہو طبیعت کہا، اس کے قصور فہم ہونے سے انکار کیا اور اسہو طبیعت کو ماہرین فن کے نزدیک قابل درگزر بتایا۔ انھوں نے اسی پر قناعت نہ کی، تفتازانی و صاحب متن کیدالی و سعدی و جامی (جامی کی طرف جو شعر منسوب کیا ہے ”بروایں دام آشیانہ“ وہ دراصل حافظ کا ہے، اور غلطی سے قطعاً میرا) کے اصلی یا فرضی اغلاط کا ذکر کیا اور یہ لکھا کہ جس طرح یہ اصحاب مورد اعتراض نہیں ہو سکتے، غالب پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لطائف ص ۲۰۵، ۲۰۶۔ انھوں نے یہ بھی کمال کیا کہ افسوس کی عربیت کے متعلق قاطع کی عبارت قاطع ۱ میں بجنہ رہنے دی اور بے بے پروایانہ انداز میں لکھا ”افسوس، اگر عربی نباشد، گو مباشش“

ص ۲۰۶ -

۴۱ - ہوس بواؤ مجہول بہان میں ہے، اعتراض غالب یہ کہہ، اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔ قاطع ص ۱۴۴۔ سند میں ابن یمن کا شعر پیش ہوا تو اشاعت ۲ میں لکھا: ”یہ مطلع نہیں فرد ہے مطلع کو بھی فرد کہہ سکتے ہیں۔ اصطلاحات سے واقفیت ہوتی تو



تو یہ کہتے کہ بیت غیر مصرع ہے، یعنی یہ کہ ایک ہی مصرع میں قافیہ آیا ہے، ایک قطعے کی جس کے قوافی قوس و فردوس ہیں، بیت زیر بحث:

رزم برازم رکذا، افیاء رکن ہست مارا بخود ہزاراں ہوس  
لفظ مستعملہ ابن مبین، ہوس بفتح ہا و سکون واو ہے۔ لطائف ۲۳۰ میں لکھا کہ ابن کا قطعہ سہ بیٹی نظر سے گزرا ہے مگر اس وقت یاد نہیں۔ اس میں ہوس، بفتح ہا و سکون واو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیت ایک غزل میں آئی ہے جو دیوان قطعات رباعیات وغیرہ طبران میں نہیں، لیکن کتاب خانہ خدابخش پٹنہ کے نسخہ کلیات، ۱۳ میں غزل کے دیگر ابیات کے ساتھ ہے:

اے دریا کہ عمر شر بفوس از بہت تا ستاندہ داد بوس  
ساقیا گلشن از نسیم ہزار گشت آراستہ چور و تے عروس  
درد چکن ز خلق بطخونی ہجور و تے عقیق و خون خروس  
رزم بر بزم اختیاریا ممکن ہست مارا بخود ہزار افسوس  
ہرگز ابن مبین عوض نکند نغمہ چنگ را بنغمہ کوس  
غالب نے کلیات دیکھا ہوتا تو یہ کہتے کہ ہوس کسی شکل میں شعر زیر بحث میں آیا ہی نہیں، اس لیے ہوس ہواؤ مجہول کی کوئی سند نہیں، لیکن لڑائی جیتنی تھی اور محنت کی طرف طبیعت مائل نہ تھی، ایک فرضی قطعے کا حوالہ دے دیا۔

۴۲ - برہان میں آرنڈاک کی کئی شکلیں ہیں اور آرنڈاک کی بھی غالب کا قول ہے قطع نظر از تنگ عدم تحقیق، عذرا این خطا کہ در شرح دولت... بہشت فصل آوردہ، و یک ورق ضائع کردہ است، چہ خواہد بود؟ قاطع ص ۲۱ - برہان میں باب گفتار ہے اور فصل بیان، بہشت کی شرح کو فصل قرار دینا غلط ہے۔ مؤید میں یہ دکھایا گیا تھا انگریز میں اعتراض واپس نہیں لیا گیا۔ ایک ورق کی بات بھی بے اصل ہے۔ نسخہ حکیم عبدالحمید (قاطع ۲، میں اسی کا حوالہ) میں عموماً ایک ورق میں ۴۴ سطور ہیں، اور ان لغات نے صرف ۱۳ سطریں لی ہیں۔ آرنڈاک (حرث ثانی) جو بقول



غالب برہان میں ہے، اس میں نہیں۔

۴۳۔ غالب معترض ہیں کہ برہان نے 'سرایاں' کے معنی خواندگی و گویندگی لکھے ہیں، قاطع ص ۹۰۔ برہان نے "خواندگی و گویندگی و نغمہ سرائی کناں یعنی خواندگی کناں و گویندگی کناں و نغمہ سرائی کناں لکھا ہے۔

۴۴۔ تیزی "عربی نثر اداں نارسہ زبانان" برہان میں ہے غالب نے زبانان کی جگہ "داناں" کہا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے۔ ص ۶۵۔

۴۵۔ ماہوچی چشمہ خضر پر غالب معترض ہیں، قاطع ص ۱۲۰۔ مگر برہان میں ماہی و چشمہ خضر ہے۔

۴۶۔ غالب معترض ہیں کہ برہان نے آذر م کے متعلق یہ مہمل بات لکھی ہے کہ "ا سپے را گویند کہ نمد زین آں دو نیم باشد" قاطع ص ۱۱۷، مگر اس میں "زین ا سپے ....

۴۷۔ اعتراض ہے کہ برہان میں نا طور سی یعنی مزارع ہے، قاطع ص ۱۲۸، مگر اس میں یہ عبارت ہے:

"کشت بان را گویند کہ زراعت نگاہ دارند باشد"

۴۸۔ آذر بوزن مادر درہان "چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بے جاتی ست" قاطع ص ۱۲۰۔

۴۹۔ بزغم غالب ایک نوع کی دو غلطیاں برہان سے سرزد ہوئیں، اسی طرح کی ایک تیسری غلطی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں "ایں خطائے سوم است و مثل ہندی مشہور اینجا صاوت" قاطع ص ۳۷۔ مثل مشہور وہ جو تیسری خطا مادر بظاہر نے سے متعلق ہے مثل نہیں لکھی، مگر اشارہ صریح ہے۔

۵۰۔ انباشتن و انباشت برہان میں ہیں، انباشتہ نہیں، ارشاد ہے کہ "دریں بحث علم مفعولیت نیقراشت"۔ قاطع ص ۳۸۔

۵۱۔ "پاچاہیہ بول و غلط" (برہان) بیچ کس نمی بیند کہ از دہان ایں مرد چہ فرومی ریزد قاطع ص ۵۳۔



۵۲۔ ”لو طیان ایران میں رسم ہے کہ چند بد معاش جمع ہو کر ایک امر کو کچھ دے کر باغ یا کسی مکان میں لے جاتے ہیں اور نوبت نوبت اس سے اعلان کرتے ہیں۔ اس جماعت میں سے ایک شخص اس امر کا سر پکڑے رہتا ہے۔ مولوی جی (مصنف موبد) لوگوں کی منتیں کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آؤ اور دکنی کا سر پکڑو۔“ تینہ ۲۶۸۔

## باب دوم

۱۔ افسوس کے عربی نہ ہونے سے متعلق غالب کے اعتراف کا ذکر باب اول میں ہے غم میں بحث افسوس و فوسوس ص ۴۴۲ تا ۴۵۲ میں ہے۔ غالب آخر آخر تک اس پر مصر ہے کہ افسوس بمعنی حسرت و حیف و مرادت دریغ ہے۔ اور استہزا سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پہلوی میں صرف استہزا اور مماثل معنی کے لیے آتا تھا۔ فارسی میں نئے معانی پیدا ہوئے اور لفظ پرانے اور نئے دونوں معانی میں استعمال ہوتا رہا۔ اردو کا معاملہ جدا گانہ ہے، اس میں صرف وہی معنی ہیں جو غالب کہتے ہیں۔ منجملہ اسناد غم:

(ز) ”آں قوم بروے خندید و افسوس کردند“ ترجمہ تاریخ طبری از بلعی ص ۴۱

(ب) بخندید و آنگہ با فوسوس گفت کہ ترکان زایماں نیابند جفت

شاہ نامہ جلد ۱، ص ۱۸۹

(ج) بروعدہ ہر کس مگر افسوس کند بس و افسوس کند وعدہ خسرو بگرہ

دیوان عنصری، ص ۶۵

(د) و گر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس ز حقہ دہش چوں شکر فروریزد

حافظ

۲۔ آہست کوئی لفظ نہیں (خطوط ۱۸۱) منجملہ اسناد غم ”حاملہ چوں مریم آہست

نیست“ (دیوان رومی ص ۱۸۶)

۳۔ ابنوزن بمعنی اصل کائنات و آفرینش ”برہان میں ہے، غالب کی قطعی رائے ہے کہ



ان معانی میں فارسی نہیں، عربی ہو، تو ہو۔ (قاطع ص ۲۹)

فرنگ اسدی میں بمعنی انبوسش لبند بشعر و دکی:

”بودت در خاک باشد یافتی ہمنہاں کز خاک بودا بنودنت“

۴۔ الفنجیدن (حرف ۳ ن)، مصدر مضارع الفنجتن، الفنج مضارع الفنجتن (ک ن ص ۲)

مؤید میں اعتراض ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے، غالب نے نہ اپنی غلطی کا اقرار کیا، نہ کوئی ثبوت پیش کیا۔

۵۔ انتقام گرفتن صائب اگرچہ اصفہانی نثر ادتھا، مگر وادشا ہمنان آباد تھا۔ انتقام کشیدن

انتقام گرفتن دونوں بول گیا (عجوبہ نثر) یہ واضح نہیں کہ غالب دونوں میں کسے ہندی

روزمرے کا ترجمہ سمجھتے تھے، لیکن انتقام کشیدن فارسی میں مقابلہ بہت زیادہ آتا ہے۔

اور اردو میں انتقام لینا مستعمل ہے، یہ متیقن ہے کہ اُن کی مراد انتقام گرفتن ہی سے

ہے۔ لطف یہ کہ خود کلیات نظم غالب ہیں ہے:

از خضر انتقام سکندر گرفتہ ایم ص ۲۰۳

منجملہ اسناد

۱۔ ”انتقام راہ رامی باید از صحر اگر گرفت“ دیوان فرخ شوستری ورق ۴۰

ب۔ ”پرا انتقام ہاز فلک میتوان گرفت“ دیوان جلال اسیر ص ۱۷۹

ج۔ ”انتقام ترا دار غش را میگرم“ رموز حمزہ ص ۶

د۔ ”قہر تو روز و شب زعد و انتقام گیرد“ دیوان قانی ص ۵۸

۵۔ ”انتقام خون پاک از مغان خواہم گرفت“ وحید دستگردی، مجلہ ارمغان جلد ۴ ص ۱۸

۶۔ غالب اجنبان کو جو مصنوعی لفظ ترجمہ یا دساتیر میں ہے، اصل فارسی سمجھتے تھے۔

۷۔ یہی حال خواستی کا ہے۔

۸۔ ”اہمہ = الف ننی + ہمہ۔ غالب تقریباً سفرنگ دساتیر میں استعمال کیا ہے۔

۹۔ اوثرہ غالب کے نزدیک بمعنی ناپاک اور وثرہ بمعنی پاک ہے، مقدم الذکر کو بمعنی

پاک سمجھنا ایسا ہے کہ گلاب سے پشیاں مراد لیں۔ اسے لوگوں نے تسلیم نہ کیا، تو



”قاطع“ میں انھوں نے پیغمبرانہ شان سے ارشاد فرمایا:  
 ”یادار! اگر تعصب و رزندہ بلا تشبیہی گویند پندیر فتنِ قول .. بہرمان .. بہرستیدن  
 گوسالہ و انکار من بمنع ہارون از آں کردار ماند و آذر دہن قوم از من ہماں معاملہ ..  
 بنی اسرائیل است با ہارون“

غالب کو اس قدر تیسقن اس لیے تھا کہ عبارات مضموب بہ ساسان پنجم میں یہ الفاظ ہیں:  
 ”جوں اوثرگی و ناپازی آشکاری (نامہ یاسان ج ۹۹)

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سند کے ہوتے ہوئے انھوں نے اسے پیش کیوں  
 نہیں کیا۔ اس سے قطع نظر، اوثرگی بمعنی ناپاک و ساتیری معنی ہیں، ایران کی کسی  
 قدیم و جدید زبان سے اس کا تعلق نہیں۔ اوثرہ مسلمانوں کی فرہنگوں میں تو ہے  
 مگر فرصت شیرازی کے آثارِ عجم کے سوا کسی مسلمان کے یہاں اس کے استعمال کی مثال  
 نہیں ملتی اور فرصت کے یہاں بمعنی پاک آیا ہے۔ اس امر کا کہ فارسی میں بمعنی ناپاک  
 نہیں، خود ملا فیروز کو فرہنگ و ساتیر میں اقرار ہے۔ منجملہ اسنادِ غم (ص ۴۰۰):

۱۔ ”دین اوثرک“ آیا تکار زریہان

۲۔ ”اثرگ بگوہر“ زردشت کے لیے آئین نامہ نویسی

۳۔ درودائیز و تعالیٰ بروان اوثرہ زر السنت“ صدور ص ۲

۱۔ امیر نامیرندہ (قاطع ص ۱۶۸) اس کی سند طلب کی گئی تھی، جس کے پیش کرنے سے  
 غالب قاصر رہے۔ میری نظر سے امیر بمعنی نامیرندہ قاطع کے علاوہ کہیں اور نہیں  
 گزرا۔

۱۱۔ الفنجتن غالب کے نزدیک بضمہ فاف ہے (قاطع ص ۳) فرہنگ اسدی میں رودکی  
 کے ۲ شعر ہیں، بیت امصرع ہے، جس کے قوافی بخت و لخت ہیں، شعر ۲ کا  
 مصرع آخر یہ ہے:

ہر کہ بخورد و بداد از انک بلیخت

معیار جمالی کا یہ مصرع بھی فتحہ نا پر مشعر ہے: ”بعدل و داید نام نیک الفخت“



قوافی لخت وغیرہ ص ۱۳

۱۲۔ غالب کو آگیندین و آگیندہ کے وجود میں شبہ ہے (قاطع ص ۲۵) منجملہ اسناد  
غ م، ص ۲۰۲ :-

(۱) "آگیندہ خم سفال یود" ہفت پیکر ص ۲،

(۲) "آں را تو بنان در آگیندہ" جام جم، اوسطی ص ۱۸،

۱۳۔ "اشباع دہند" (قاطع ص ۱۳۹) اس پر اعتراض ہوا تھا۔ غالب نے سکوت اختیار  
کیا۔ 'دادن' کے ساتھ 'اشباع' کہیں اور میں نے نہیں دیکھا، 'کردن' کے ساتھ  
آتا ہے۔ غ م، ص ۲۰۲

۱۴۔ آہگاہ بمعنی آہگیر برہان میں ہے، غالب طالب سند ہیں (قاطع ص ۱۳) منجملہ اسناد  
غ م، ص ۲۰۲۔ "پائمال آرزو چوں آہگاہ لشکر است" دیوان کلیم

۱۵۔ آلفتہ "لفظیت مستور" نہ در عبارات مسطور و نہ برز باہنا مشہور" (قاطع  
اگر واقعی ایسا ہوتا تو اردو میں الفتا اس سے نہ پیدا ہوتا۔ منجملہ اسناد غ م، ص ۲۰۲؛  
(۱) تراجم فلک آلفتہ باشد۔ معیار ص ۱۱۶

(۲) کوئی الفتگاں را یار د مونس "دیوان قوتی ورق ۲۸

(۳) مستفیض ایں روان آلفتہ "دیوان قاتانی ص ۳۷، ۳۸

۱۶۔ "خاص افتادن میں دیکھو کہ نہ افتندہ مستقل ہے .. نہ افتا .. افتان صیغہ اسم فاعل  
کہاں سے آگیا۔ افتان کو ہم اسم فاعل جب مانتے کہ انت و نیست بمعنی امر اہل زبان  
... کی نظم و نثر میں آیا ہوتا۔ اصل مادۃ افتاں جو انت ہے، موجود ہی نہیں، افتان  
کہاں سے بمعنی فاعل نکل آیا، مگر باں گرنے کی حالت جس پر طاری ہو، وہ افتان ہے  
از روئے حالت نہ بحسب فعل (مکتوب غالب بنام ضیاء الدین، جس کا عکس غالب نمبر  
علی گڑھ میگزین میں شائع ہوا تھا، 'انت' موجود نہیں تو افتان خواہ اس کی حیثیت  
کچھ ہی کیوں نہ ہو، آکہاں سے گیا؟ غالب لکھتے دقت غور نہیں کرتے کہ عبارت  
کا مطلب کیا لکھا ہے، اس سے قطع نظر، افتندہ و انت دونوں کی اسناد



موجود ہیں۔ منجملہ اسناد غم، ص ۴۱۷ :

(۱) "آفتندہ و خیزندہ یود دولت مادام" "قطران" مانخو از کتاب سعید نفیسی متعلق رودکی  
جلد ۲ ص ۶۹۸

(۲) "میفست از بہر گندم و رنگ و دو" خمسہ خسرو، ورق ۵۲

(۳) "غرقہ خون بخاک باش میفت" کلیات جامی ص ۵۸۲

(۴) "درہ ادانت و خیزال میروم" دیوان سعید نفیسی، ورق ۲۰۵

۱۷۔ آرا غالب کی رائے میں حاصل مصدر نہیں، اس کی سند میں نزاری کا یہ شعر پیش ہوا  
تھا :

نمی باید برافروندن اگر مشاطہ فطرت      جمالی را بنیائی نگاری کہ دو آرائی  
غالب با وجود اس کے کہ تیغ تیز میں اس سے انکار کر چکے تھے کہ آرائی ربیائے  
مجهول، آرائش کی جگہ آسکتا ہے۔ اسی کتاب میں اُسے قطعاً فرسوش کر کے  
ارشاد کرتے ہیں :

"مولوی جی (احمد علی، احمد مصنف موبد بہان) ... فرماتے ہیں کہ آرا بمعنی آرائش  
نزاری نے لکھا ہے، اور فقیر عرض کرتا ہے کہ میں تو گستاخی نہیں کر سکتا مگر خدا  
سے میرا زور نہیں چلتا کہ وہ فرماتا ہے : "لعنت اللہ علی الکاذبین"  
(کذا) .. نزاری نے ... آرا .. نہیں .. آرائی لکھا ہے :

احمد نے شمشیر تیز تر و تیغ تیز میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قصیدہ نزاری کے دوسرے  
قوافی رائے، جائے وغیرہ ہیں۔ ختم بیانی مجہول (ص ۵۷) قصیدہ مذکور میری نظر  
سے نہیں گزرا اور احمد نے اس کے وہ اشعار جو اس کے دعویٰ کا ثبوت ہو سکتے تھے  
پیش نہیں کیے۔ یقین کامل ہے کہ غالب نے بھی یہ قصیدہ نہیں دیکھا، اس لیے  
وہ کسی طرح لعنت بھیجنے کا حق نہیں رکھتے۔ میں خود احمد کی تصدیق یا تکذیب نہیں  
کر سکتا۔ اس سے قطع نظر شعر ذیل سے جو تذکرہ اودھدی وغیرہ میں بنام رودکی  
لیکن سعید نفیسی مرحوم کو اس میں شک ہے کہ واقعی رودکی کا ہے "آرا" کا حاصل



مصدر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رو د کی کا نہ ہو جب بھی :

تدھے فزودہ جمال تو زیب و آرا  
شکستہ سنبل زلف تو مشک سارا  
شاہنامہ جلد ۳ ص ۶۲ کے شعر ذیل میں بھی میری رائے میں آرائے آرائش آیا ہے۔  
بدست چپ خولیش بر جانی کرد  
زرستم ہی مجلس آرائی کرد

اس کی مثال بہت ملتی ہے کہ امر و حاصل مصدر ایک ہوں (رجوع بہ غم ص ۴۱۹)

۱۸۔ الفقدن والفغده غالب کے نزدیک وجود خارجی نہیں رکھتے (قاطع ص ۳۷)  
منجملہ اسناد غم ص ۴۲۱:

(۱) "بیلغند باید کنوں چارہ نیست" بوشکور، مائوذ از فرہنگ اسدی

(۲) "کہ نیز آنچہ الفغدی از جاہ اوست" گرشاسب نامہ اسدی، ص ۶۸

(۳) "دریں ایام الفقدن شراب و مال و درمانہ" ص ۲۱

۱۹۔ استر برہان میں بفتح الف و تا ہے۔ مگر صحیح بضم ہر دو (قاطع ص ۳۴) فتح الف کا ثبوت شعر سے نہیں دیا جاسکتا، اس لیے کہ حرکت الف داخل قافیہ نہیں لیکن شعر ذیل میں است اس کا مخفف مفتوح الالف آیا ہے، فرہنگ جہانگیری میں بنام حسینی بعض دوسری کتابوں میں بنام طہان مرغزی :

آن خیس حرا مزادہ چو است  
بچو خرخر خسری کند پیوست  
اغلر، اختر اثر دروغیرہ کا قافیہ سیکڑوں جگہ آیا ہے اور بے خوف تہ دید کہا جاسکتا ہے کہ کسی ایک جگہ بھی مفتوح اتنا نہیں نظم ہوا۔ غالب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ اس کا مخفف ترسو بوزن پڑے ہے اور ستور مزید علیہ (اس کے بعد قطعہ سعدی، ایک قافیہ ستور، دو سر اگور) (قاطع ص ۳۴)  
منجملہ اسناد غم ص ۴۳۶:

(۱) "بجائے موکب گوہر نہاد ہر استر دیوان عنصری، ص ۶۰

(۲) "بسبک داشتن پائے با سپ و استر" دیوان فرخی ص ۱۸۰



(۳) "توازگو ہر بھی مانی باستر" ولس درابین ص ۱۳۱

۲۰۔ "آواز گشتن" یا آواز گشتن بمعنی شہرت شہرت ندارد، نہ من شنیدہ ام نہ کس شنیدہ باشد" قاطع ۱۱ میں یہی تھا، محرق قاطع برہان میں فخر گر گانی کا شعر ذیل جو اس نے فرہنگ جہانگیری سے لیا تھا، دیکھا تو قاطع ۲، میں لکھا: اگر گشتہ آید کہ فخر گر گانی میسر باید۔

اگر نوید زیں در باز گردم بزشتی در جہاں آواز گردم  
گویم این نادراست، و بر ناد حکم نتوان کرد... کلامی کہ ہیں یکجا نہ کور باشد، و آن نیز خلالت عقیدہ جمہور باشد، نہ میروفتن آن کدام دستور باشد، نہ در معاصرین فخر ازین ترکیب نشان نہ آنان را کہ بعد از وی در فن سخن کوس انا ولا غیری بلند آوازہ ساختہ اند این کلمہ غریب بر زبان (قاطع ص ۲۷)۔

یہ ولس درابین فخر گر گانی میں ایک اور جگہ آیا ہے:

گئے گشتی ہم اکنوں باز گردم بہل تا در جہاں آواز گردم  
صاحب موید برہان کا خیال ہے کہ خاقانی کے اشعار ذیل (تحفۃ العرین ص ۱) میں جو "آواز شدہ" ہے (اسے "آواز گشت" سمجھنا چاہیے) وہ بمعنی مشہور شدہ ہے، موید ص ۷۸:

چترش فلک المیٹ خوانند تختش بمجل عرش دانند  
آوازہ شد اندرین کہن فرش کالسلطانت استوی علی العرش

آواز یا آوا، جو آواز ہی کی ایک شکل ہے، بجائے آوازہ مستعمل ہوا ہے: شنیدی ہمہ نام و آواز شان "شاہنامہ" ص ۵۲ "ہمانا شنیدستی آواہی سام" ایضاً ص ۱۳۔ غالب نے بے تلافی لکھ دیا ہے کہ آواز کا جس طرح ولس درابین میں استعمال ہوا ہے خلالت عقیدہ جمہور ہے، مگر اس کی مطاق ضرورت متصور نہیں کی کہ کسی ایک شخص کا قول بھی اثبات دعویٰ کے لیے پیش کہیں "بلند آواز گشتن" کا مقابلہ کثیر الاستعمال ہونا اسے ثابت نہیں کرتا کہ آواز یا آواز گشتن صحیح نہیں درج ہے،



غ م ص ۴۳۴

۲۱۔ الف لام عربی کا غلط استعمال: ”مع الزاء الہوتہ“ (قاطع ص ۱۱۷) مؤید میں اعتراض ہوا ہے کہ الف لام غلط ہے۔ غالب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

۲۲۔ الف لام عربی چاہیے مگر غالب کے یہاں نہیں: ”مع الواو عاطفہ“ (قاطع ص ۱۲۹) ”مع الواو عاطفہ“ چاہیے۔

۲۳۔ ”العلمۃ عاتقہ“ شیونراتن نے دستبرداشت اول کے سرورق میں باجائز غالب لکھا تھا (خطوط غالب ص ۲۸۲) العلمۃ کوئی لفظ نہیں۔

۲۴۔ احد اللغین (تین ص ۲۹۲) احدی اللغین چاہیے۔

۲۵۔ ”اصلاح بین الذاتین“ (عروس ص ۱۶۳) نظم طباطبائی کا اعتراض ہے کہ ”اصلاح ذات البین“ چاہیے۔

۲۶۔ ”اجلہ بدیہات“ (ماثر غالب ص ۲۸ و ص ۶۸) اس سے قطع نظر کہ میں نے اس سلسلے میں کیا لکھا تھا، ”اجلا سی بدیہات“ چاہیے۔

۲۷۔ اعراب فارسی زبان اعراب کی نوٹڈی“ (مکتوب بنام ضیاء الدین) عبارت ”قاموس ص ۱“ ص ۱۲۰: ”العرب ... مونث“ وہم سلطان الامصار اور عام ولا اعراب منہم سكان البادیتہ، لا واحدہ غالب اعراب کو جمع عرب سمجھتے تھے، اور یہ غلط ہے۔

۲۸۔ استفہار (قاطع ص ۱۶۳) بجائے اعتذار، یہ غلط ہے۔

۲۹۔ ”استفسار“ بجائے استفہار (ماثر غالب ص ۱۳)

۳۰۔ اداس پنچ آہنگ کی فرست مفردات فارسی میں ہے مگر یہ ترکی یا مغلی ہے۔

۳۱۔ الدش مثل اداس ہے

۳۲۔ اردو دستبویں ہے اور یہ ترکی یا مغلی ہے، حالانکہ غالب نے التزام کرنا چاہا تھا کہ اسمائے خاص سے قطع نظر اس میں کوئی غیر فارسی لفظ نہ آنے پائے،

۳۳۔ آدرش ”در زبان پہلوی قدیم لفظیست ... بمعنی تعظیم و تکریم“ (قاطع ص ۱۶)۔ یہ لفظ بمعنی مذکور ایران کی کسی زبان میں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ متن و سائیر یا ترجمہ و تفسیر و سائیر میں بھی



نہیں۔ عجب نہیں اگر شہنامہ فردوسی ۴ ص ۱۳۸ کے مصرع ”بزرگی وادیش پیش من است“ میں رادیش کو آدیش سمجھ کر اسے ایک لغت بمعنی مذکور قرار دیا ہو۔

۳۴۔ اجنہ جمع جنین ہے، مگر غالب نے اُسے بطور جمع ”جنہ استعمال کیا ہے قاطع ص ۱۳۳۔ یہ اردو والوں کی بولی ہے۔ اور ممکن ہے ایران کی عوامی زبان میں بھی داخل ہو۔

۳۵۔ الف وصل ”سپید و شکم دو لغت جامد ہیں“ ان پر الف وصل لاتے ہیں، چاہو عکس یعنی شکم و اسپید کو لغت اصلی اور شکم و سپید کو مخفف کہو۔ تیغ ۶۹، یعنی یہ کہ کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ کہو یا وہ کہو، یہ بات بالکل غیر محققانہ ہے۔ ہر لفظ کی اصل کو دیکھنا پڑے گا، اور اس سے یہ معلوم ہوگا کہ الف اصلی ہے یا بعد کو بڑھا ہے۔

۱۔ بالفعل کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں یا الفعل (مکاتیب غالب)

۲۔ بالکل کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں بالکل (مکاتیب غالب)

۳۔ باللہ کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں باللہ (مکاتیب غالب)

۴۔ پیپیر ظاہر کسی نے غالب کو لکھا تھا کہ یہ لفظ جلال اسیر کے یہاں آیا ہے۔ وہ

اس کے متعلق اردو تے معنی کے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

”تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے، جب اشعار اردو میں اپنے شاگردوں

کو باندھنے نہیں دیتا تو تم کو شعر فارسی میں کیونکر اجازت دوں گا؟ اسیر کا کلام مند

ہے، میری کیا مجال ہے کہ اُن کے باندھے ہوئے لفظ کو منطکوں لیکن بہت تعجب ہے

کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے“

یہاں بحث اس پیپیر کی ہے جو بطور مرکب مستعمل ہوا ہے اس طرح کا استعمال بھی نہیں

جیسے مرغوب القلوب کے اس شعر میں ہے:

اگر بے سپہر کاری پیش گیرد ہلاکت راز بہر خویش گیرد

منجد اسناد غم ص ۴۰۹: (ص ۱۴۹)

۱۔ مرکب کسیتی اے کو دک بے پیر پیرت کو (ص ۱۴۹)

(دیوان طالب آملی)



- ب۔ اختلاط ماوا میں بے پیر برہم میشتود (دیوان صائب ص ۴۴۵)
- ج۔ دشمن جان جو انا نند میں بے پیر ہا (دیوان خالص)
- د۔ جہاں باب محمود بے پیر شد۔ (دیوان اشرف ورق ۶۴)
- ۴۔ آن نختیں پیرے پیر کلان شمشیر را او جید و نگر دین مدبر ار مغان
- ۵۔ ”بوسیدن بد و بد معنی“ عدم صراحت کے باوجود ظاہر ہے کہ دو معنی کیا ہیں، بوسیدن بے عربی، فارسی میں صرف چومنے کے لیے آتا ہے۔ دوسرے معانی کے واسطے بے فارسی ہے۔ اتفاق سے دونوں مصادر دیوان کمال خجندی مکتوبہ ۱۸۶۶ء جس کا کاتب عجب نہیں کہ ایرانی ہو، آگئے ہیں:

سالم بوسیدن پایش مراد دیدہ بود آن نشد بوسیدہ اما دیدہ بوسیدن گرت

(ورق ۳۰)

دیوان کے ایک اور نسخے میں بھی جو مآدہ دہم کا ہے، اسی طرح ہے۔ زمانہ مال کے ایک ایرانی شاعر صبورسی کے ایک شعر میں جو ار مغان جلد ۱۲ میں ہے: بوسیدگان و بوسیدگان جمع ہو گیا ہے:

ہمہ استخوان ہائے بوسیدگان زسرتا بپا خاک بوسیدگان

(ص ۴۲۷)

یہ بات کہ بوسیدن و بوسیدن مختلف ہیں، صاحب غیاث اللغات تک کو معلوم ہے، وہ بوسیدہ معنی کہنہ و فرسودہ و قدس کو باب بے عربی میں درج کر کے ناظرین کو متنبہ کرتے ہیں: دراصل بے عربی است، و بے عربی شہرت گرفتہ شرع الشعر“ (رجوع بہ غم ص ۴۱۵)

- ۶۔ بوسید و بوسیدن از مختصرات برہان (قاطع ص ۵۳)۔ برہان میں بیوس و بیوسد ہے، بوسیدہ با صنی نہیں، ہاں، بوسیدن بیوس بیلے فارسی اور نابوساں ہیں اور ان سب کے اسناد ملتے ہیں۔ منجد اسناد غم ص ۴۲۰۔

۱۔ ”بیوس طبع و انتظار کردن بچیزی“ ”فرہنگ اسدی بحوالہ شعر عنصری۔



ب "الدرل بہو سیدن" کتاب روزنی متعلق مصادد عربی

(ج) "مختی نابوسان" مرزبان نامہ ص ۲۶۵ - فردینی نے اس جگہ یا کسی اور جگہ اسی کتاب میں بحوالہ برہان نابوسان کے معنی "غیر متوقع" لکھے ہیں۔

۷۔ پر پروشان بمعنی است جو برہان میں ہے۔ غالب کے نزدیک جنیان اقصای ملک کن کی زبان ہے۔ دراصل "برساں" بمعنی است ہے مگر بے مضاف الیہ نہیں آتا۔ یعنی "برساں فلان نبی" بمعنی علی، سان، بمعنی طرز و اسلوب۔ یہ قاطعاً میں تھا، محرق میں دقتی کی طرف شعر ذیل کا انتساب دیکھ کر زبان جنیان سے متعلق عبارت نکال دی اور بغیر اس کے کہ حذف و اضافہ کا ذکر کریں، یہ عبارت بڑھادی:

"ضرورت وزن نظم لغت را صورت دیگر نمی تواند بخشید، چنانکہ پاداش و پاداشت چاہیے، و بالنت ہمان پاداش و مآش است و تبدل سین... و سین با ہمدگر اصلیت محکم در ضوابط ایران۔ لاجرم، بر پروشان ہماں برساں است باضافہ حرفے چند در وسط.... و تبدل سین... بشین" قاطع ص ۴۷، ۴۸، شعر دقتی "یکہ مصطفیٰ بردادار بر پروشان" را۔ ایک لغت کی مختلف شکلیں نہ صرف فارسی میں ملتی ہیں بلکہ دوسری زبانوں میں بھی، نصرت شاعرانہ اس سے مختلف ہے۔ غالب کی رائے میں بر پروشان ضرورت وزن نظم سے آہستہ، فارسی زبان اس کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتی کہ شاعر نے کسی لفظ کے وسط میں ۳ حروف کا اضافہ کر دیا ہو۔ شعر دقتی فرہنگ اسدی میں ہے اور لغت بر پروشان بمعنی است بھی۔ محققین ایران کا خیال ہے کہ یہ دراصل 'برویشان' (پہلوی) ہے اور یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ مجاہد جمالی کی رو سے مرتب کی بھی یہی رائے ہے۔ واضح رہے کہ بر پروشان اس کتاب میں بھی مولف کے شعر میں بمعنی است نظم ہوا ہے (غ م ص ۴۲۵)

۸۔ "برساں بمعنی است آمد" ایا لے مضاف الیہ نیارند، یعنی برساں فلان نبی، و آن خود پیدا است کہ بمعنی علی و سان بمعنی طرز و اسلوب است" قاطع ص ۴۸۔ برساں فرہنگوں میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کوئی مستقل لغت نہیں کہ فرہنگوں میں جگہ پائے غالب



کو اس پر اعتراض کرنا تھا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں: شیفۃ برسان غالب شعر میگوید:-  
عجب نہیں اگر فرنگوں میں شمول منو چہری کے شعر ذیل (نسخہ کا زمر سکی) یا ایسے ہی کسی  
دوسرے شعر کی وجہ سے ہوا ہو۔

۹۔ و رکسی گوید کہ در گیتی کسی برسان دوست گریہ پیغمبری باشد بود یا نہ درای  
ہائے زائد مصادر کے ساتھ: نوشتن مصدر با فرائش ہائے موحده از ائمہ فن کلام کہ روا  
داشتہ است؟ (قاطع ص ۴۴) مگر اس سے قبل بیچ آہنگ ہیں ان کے قلم سے  
یہ عبارت نکل چکی تھی:

”استعمال ہر صیغہ از ماضی و مضارع و امر با و ردن بائی زائدہ در اول آں رواست،  
لیکن مصدر از بی حکم مستثنیٰ است و آوردن بائی زائدہ در اول مصدر جز بضرورت شعر  
روایت۔“

انھوں نے خود بھی ہائے زائدہ مصدر کے ساتھ باد مخالف میں استعمال کی ہے خیرہ  
بگذاشتن بد اوریم ”بہار نے اپنی کتاب متعلق اسلوب ہائے نشر فارسی میں لکھا ہے:  
”بای تاکید کہ آں را صاحبان فرنگ بای زینیت نامیدہ اند، و بعضی از فضلہ بای زائدہ  
نام دادہ اند، و ما آں را بای تاکید و انیم... در دورہ اول گاہ بر تمام صیغہ جز بر اسم فاعل و اسم  
مصدر (یعنی حاصل مصدر) داخل می شدہ است مثالی آن ”بکردن، بکند، بکنند، بکن“  
بکن“ ص ۳۳۲

غ م ص ۴۲۸ - ۴۲۹ - میں بلغمی در وندی و بلخی کی کتابوں اور  
کشف المحجوب، حد در بندہش، نفحات الانس، قابوسنامہ وغیرہ سے اس کی مثالیں  
دی گئی ہیں کہ بای زائدہ مصدر کے ساتھ نشر میں آتی ہے۔ غ م میں یہ بھی بتایا گیا  
ہے کہ روزنی، لستی، بہتی کی کتابوں میں جو عربی مصادر سے متعلق ہیں بہت کثرت  
کے ساتھ مصادر بیاہی زائدہ ہیں۔

۱۰۔ غالب بخش کو بمعنی برج تسلیم نہیں کرتے (قاطع ص ۴۴) منجملہ اسناد غ م ص ۴۴:  
۱) آفتاب آید ز بخشش زمی برہ روستے گیتی سبز گرد و دیکیرہ (رد و دی)



(۲) جو پیدا شد آن چادر عا جبگون خوراز بخش دو یک بہامہ بردون

(شاہنامہ)

یہ دونوں فرہنگ سروری (ایرانی فرہنگ نگار) میں ہیں اور صاحب فرہنگ خود بمعنی برج لکھتا ہے۔

(۳) "ذیر بن طارم دوازده بخش" جام جم ص ۵۰

۱۱۔ بزرگ غالب کے نزدیک بمعنی مزارع غلط ہے (قاطع ص ۸۸) منجملہ اسناد غم ص ۴۸

(۱) بزرگبری گشت بہ راستان بکر دار فرزانہ باستان  
(بزر و نامہ از ملحقات شاہنامہ)

(۲) جو بزرگبران گشت میساختند شاہنامہ

(۳) جو بگری ہم بزرگبران ... مرزبان نامہ ص ۲۹۶

فرہنگ شیرازی سپروصال (یہ غم میں نہیں) "چنان بزرگبریوں مفلح" (جمع الفصول ص ۳۸۵)  
۱۲۔ بسم "مختار فقہائے اہل اسلام نیست بغیت باستانی ... چنانکہ خرد خود گواہست کہ وضع لفظ بسم پیش از ظهور حیوۃ بسم اللہ است۔ لاجرم پارسیان از عمد کیو مرث تا عصر نزد جود چون اسم ذبح و گفتن بسم اللہ نبود، چناندار خستہ و گلو بریدہ راجبہ میگفتہ باشند؛ اگر گویند بسم لفظ مستحدث است گویم مسلم، لیکن ... لفظ آفرینندگان را ہرگز این وجہ تسمیہ در ضمیر نگذشتہ باشد" (قاطع ص ۵)

بسم بمعنی خستہ برہان میں نہیں، یہ اضافہ غالب ہے اور یہ معنی کہیں اور نظر نہیں آتے۔ غالب نے پہلے قطعیست کے ساتھ اس کا انکار کیا تھا کہ بسم لفظ ہے، لیکن اس کے معاً بعد اس کے مستحدث ہونے کا اقرار کیا تھا، صاحب مزید نے اس پر لکھا تھا کہ اقرار ہے تو بنیانات نخستین گو کتاب سے عموکیوں نہیں کر دیا کہ تناقض نہ ہو، ص ۱۵۔ غالب نے تیغ تیر میں اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ قدامت بسم کی یہ دلیل سخت کمزور ہے کہ لفظ کی شکل قدامت کی شاہد ہے، عمو کیو مرث کی زبان کا ذکر لا حاصل ہے اس



لیے کہ وہ اساطیری شخص ہے۔ غالب نے کسی جگہ یہ نہیں بتایا کہ بسمل کا بسم اللہ الخ سے کچھ سروکار نہیں، تو اس کی اصل کیا ہے، اور ایک جگہ دستنبو میں اسے استعمال کیا ہے۔ ”اے نو بہار چون تن بسمل بخون....“ ص ۱۲ جو اس پر مشعر ہے کہ اُن کے نزدیک لفظ نارسا ہے۔ اس کی بحث غم ص ۵۰۰ تا ۵۰۴ میں دیکھی جاتی ہے۔ یہاں صرف فرہنگ اسدی کی یہ عبارت نقل کی جاتی ہے:

”بسمل یعنی کشتہ و گویند بسمل کن یعنی بکش، و این لفظ تازی است“

بسمل عربی ہے تو ظاہر ہے کہ بسم اللہ سے اس کا تعلق ہے۔

۱۳۔ باختربہرہاں میں بمعنی مغرب و مشرق برود، غالب لکھتے ہیں:

”باخترا از اعداد شمردن... علت غائی وضع لفظ را کہ حصول علم و یقین است از میاں برد“ و اعتراض صاحب مرید کہ برد کی جگہ برود چاہیے، غالب نے محرق میں باختربمعنی مغرب کے اسناد دیکھے تو جواب دیا: تین شعر میں باختربمعنی مغرب ہے، معاصرین محمود کی یہ روش بھی۔ سنائی، ناصر، خسرو، خاقانی، انوری وغیرہ اور اُن کے بعد رومی و سعدی، نظامی وغیرہ کے یہاں یہ ڈھنگ نہیں۔

ساں انجم کے یہاں بمعنی مغرب ہے۔ فارسی جدید کا آغاز ہوا تو دو تین صاحبوں نے فاور و باختر کو مخلوط کر دیا مگر چند دنوں کے بعد یہ بدعت اٹھ گئی اور معنی حقیقی میں مستعمل ہونے لگا۔ قول دکنی مردود ہے۔ لطائف۔ یہ تسلیم بھی کر لیا جاتے کہ عہد محمود کے بعد سے باختربمعنی مشرق مستعمل نہیں ہوا جب بھی بحیثیت فرہنگ نگار برہان کا فرض تھا کہ دونوں معانی کا ذکر کرتا، ہاں اگر اُس کے نزدیک یہ متحقق تھا کہ اُس کے عہد میں بمعنی مشرق مطلقاً مستعمل نہیں تو یہ لکھ دینا تھا۔ مگر برہان تاطع میں اس قسم کی تفصیلات عموماً نہیں۔ یہ اعتراض کہ یہ لفظ بمعنی مشرق و مغرب مستعمل ہوا، دراصل فارسی زبان پر ہے جس میں ایسے الفاظ جو معانی متضادہ کے حامل ہوں موجود ہیں اور یہی حال عربی کا ہے۔ فرہنگ نگار کا فرض زبان کی اصلاح نہیں۔



وہ تین اشعار جن کا ذکر آیا ہے ان میں سے ایک سکندر نامہ نظامی میں ہے۔ اگر غالب کے تحقیق کی زحمت گوارا کی ہوتی تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ نظامی معنی مشرق نہیں لاتا:

چو خورشید سر بر زوز باختر      میا ہی نجا و فرو برد سر  
غم ص ۵۰۵ تا ۵۰۹ میں باختر و خاور کی بحث ہے اس میں باختر معنی مشرق کے جو اسناد ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) چو خور بر کشیدی نجا و فرو      سوئے باختر رفتی آن ژرف رود  
چو از باختر باز بر تافتی      سوئے خاور آن آب بشتافتی

گر شاسپ نامہ ۳۰۷ - اس مثنوی میں ہر جگہ باختر = مشرق

(۲) شعر ازرقی بحوالہ مجمع الفصحا، جلد ۱، ص ۱۴۳

(۳) شعر شمالی دہستانی

(۴) فخر کن یاد کردن شروان      کہ مہا ہات خور بہا ختراست

دیوان غاتانی ص ۲۳۶

(۵) بس کا قباب طبع شود ز من      گردوں بھی خطاب کند باختر مرا

و سوال

۱۴- برہان میں بشگونہ = شگونہ ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ اسم پر بائے زائدہ دبر انگ ہے

فردوسی کے یہاں جو "بہنگام بشگونہ گلستان" ہے یہ کاتبوں کی غلطی ہے واصل

اشگونہ با صافہ الف زائد متضاد قاطع ص ۵۱) شایانہ میں یہ ایک جگہ اور آیا ہے۔

اور کل مطبوعہ اور خطی نسخوں میں جو میری نظر سے گزرے ہیں شگونہ یا لبشگونہ ہے۔

اور غالب بھی یہ نہیں کہتے کہ کسی نسخے میں اشگونہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ پارسی میں ٹنگونک

ہے۔ واؤ پہلوی فارسی میں بکثرت ب سے بدل جاتا ہے (جیسے وبار و بیمار)

اور کات آخر پہلوی کی جگہ بائے مختلف معمول فارسی میں آتی ہے جیسے کندک و کندہ

فارسی میں وٹکونک بشگونہ ہو گیا۔ دیوان منوچہری میں یہ تو نہیں مگر اس کا مخفف



بشکفہ آیا ہے۔ ”برشاخ نار بشکفہ سرخ شاخ ناز“

۱۔ پیدائش پر موبد میں اعتراض ہوا تھا، تیغ میں اس کا جواب یہ ہے: ”آخر حاصل مصدر بنانے کے لیے یہ دو ہی حرف موضوع ہیں، یا آخر میں شین یا تھانی؟“  
 موافق مولوی جی کے اجتہاد کے سیکڑوں لفظ متروک و مطرود ہو جائیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ.. پیدائش.. کو.. پیدائی، بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر آرائش و آسائش و کامش و رنجش کے آگے بے ترکیب شین کی جگہ یا تے حطی نہیں لا سکتے اور یہ مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے نہ نظائر کا جائزہ۔ ص ۲۶۹۔ مگر اس کے باوجود کہ غالب کے نزدیک ثبوت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ انھوں نے پیدائش کے وجود کی تصدیق شیفہ اور حالی وغیرہ سے کرائی۔ یہاں بحث حاصل بالمصدر کے بنانے کے مختلف طریقوں سے نہیں، سوال یہ ہے کہ پیدائش جامد سے پیدائی تو پیدا ہو سکتا ہے، پیدائش کس طرح وجود میں آ سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مصدر پیدائیدن ہو، اگر یہ خلاف قاعدہ لیکن صحیح ہے تو شیفہ وغیرہ کی جگہ ایرانیوں کی سند دینی تھی۔ یہ تو صریحاً اقرار شکست ہے۔ وہ چاہتے تو عبارت منسوب بہ سامان نجم سند میں پیش کر سکتے تھے: پیدائش را کنار نباشد“ دساتیر ۶۳۔ صاحب دساتیر کے یہاں اس نوع کے اختراعات بہت ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے ابوالفضل کا تتبع کیا ہے جس کے یہاں پیدائش ملتا ہے۔ اس سے پیشتر کی سند خواہ ہندی خواہ ایرانی میرے علم میں نہیں، بعد کے اہل قلم کے یہاں یہ لفظ موجود ہے اور ایران حاضر میں مستعمل ہے۔ اسناد: ”نثر ادما جائے پیدائش است“ غارت اکی معاصر صاحب میخانہ، میخانہ ص ۲۲۲۔ مقصود از پیدائش (اس جگہ پیدائی بھی ہو سکتا ہے) ایں کون و مکان چیست“ دیوان مخفی ص ۴۰۔ احمد نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس کی بنا پر کوئی لفظ باستثانے پیدائش و زیبائش متروک ہو سکے۔ غالب نے اس عبارت ”مگر آرائش.. لا سکتے“ پر غور نہیں کیا۔ عجیب مطلب نکلتا ہے۔

۲۔ پارسی الاصل (قاطع ص ۶۷) فارسی الاصل چاہیے۔



۳۔ پرچم مغلی یا ترکی ہے، مگر دشتیوں میں ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غالب اسے فارسی سمجھتے ہیں۔

۴۔ پرشاد، فارسی قدیم اور ہندی دونوں میں ”ترجمہ تبرک“ قاطع ص ۱۶۹، میرے علم میں یہ نہیں کہ پارسی قدیم میں یہ لفظ ہے اور اس کے یہ معنی ہیں۔  
۱۔ ”تومان .. ترکہست .. تومان نو لیسند و قمن خواتند .. و قمن در ترکی بیست را گویند“ (قاطع ص ۶۳، ۶۴) قزوینی نے مقدمہ جہانگشاہی جوینی میں بحوالہ قاموس عدن لکھا ہے: ”تومان ترکی بمعنی عدد دہ ہزار است“ انھیں نے تسلیمۃ الانخوان، مصنفہ جوینی سے یہ عبارت نقل کی ہے ”شش صد تومان را کہ شش ہزار ہزار وینار باشد“ کسی ترکی لغت میں یہ لفظ مل سکتا ہے۔  
۲۔ ترخان پنج آہنگ کی فہرست مفردات فارسی میں ہے، مگر یہ ترکی، یا مغلی لفظ ہے۔

۳۔ تمغا، دشتیوں میں آیا ہے، مگر یہ ترکی یا مغلی ہے۔

۴۔ تیمور کا مغلی تلفظ تمر ہے اور اس بنا پر غالب نے اپنے ایک شاگرد کے مصرع:

رشک کھانے لگے مرقد میں امیر تیمور

کو نظری کر دیا ہے مکاتیب غالب

اصل چیز رواج ہے اور اردو میں تمر کہنے یا بولنے والا غالب سے قطع نظر شاید ہی کوئی ہو۔ فارسی میں دونوں طرح مستعمل ہے ”رسانید بر خود تیمور تیغ“ قدسی پر تو دودمان تیموری دیوان اثرن۔

۵۔ ”در تخطیہ حقیقت یک لفظ قاطع ص ۵۳ تخطیہ غلطی کرنا نہیں، کسی کی غلطی کی گرفت کرنا ہے۔

۶۔ ”تقریظ، عبارتے را تقریظ نام منند کہ کتاب را بدان انجام دہند۔ آنچہ من بنشتہ ام تقریظ است نہ دیا چہ“ (پنج آہنگ) غالب نے قاطع کے آخر میں جو



عبارات کہے ہیں، انہیں بھی تقریباً کہہ ہے۔ تقریباً کا مدار ہرگز اس پر نہیں کہ وہ اول کتاب میں ہے یا آخر میں۔

۷۔ تمطی کے معنی غالب نے جا ہی بتائے ہیں (قاطع ص ۳۳، مویذ میں اس پر اعتراض ہوا کہ اس کے معنی انگڑائی ہیں، جا ہی نہیں۔ غالب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔  
۸۔ ترہات بروزن اُمہات برہان میں لغت عربی ہے، غالب کہتے ہیں "پناہ بخدا، ترہات لغت فارسیست، مرکب از ترہ و آت کہ لغتیت بمعنی مثل مانند اترہ پورہ" گندنا و امثال این ہا را گویند کہ بطریق تغنی خوردند، لاجرم کلمات نشاط انگیز را ترہات گویند، یعنی جز انبساط خاطر مدعاے دیگر در ضمن آن نیست" (ق، غالب نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ برہان میں ترہات بالغنم کیوں ہے، حالانکہ ترہ جو ان کے نزدیک اس کا ایک جزو ہے بالاتفاق مفتوح الٹا ہے۔ ترہ کی ہ مخفی ہے۔ اگر ترہات کا یہ ایک جزو ہوتا، تو ہ تلفظ میں نہ آتی۔ خود غالب نے بھی قادیانہ میں کہا ہے: سیر لسن، ترب مولی، ترہ ساگ، آت ہرگز فارسی میں نہ مانند نہیں۔ ترہ بقول اُصمعی ترہتہ الطریق الصغار تنشعب عن الطریق الاعظم ثم لعیو والیہ جمرة صحاح جوہری میں قول اُصمعی کے بعد یہ لکھا ہے "ترہتہ فارسی معرب ثم استعربی ابابطل" صحاح اور تعریب کی بحث خ م ص ۴۹۵ میں دیکھی جائے، جس میں سان العز تاج العروس، قاموس، المزہر، فقہہ اللغت تعالیٰ کے حوالے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اس کا معرب ہونا ثابت نہیں، اور مان بھی لیا جائے کہ اصلاً فارسی ہے، تو یہ خبر نہیں کہ فارسی میں کس طرح تھا۔ غالب کا دعویٰ صریحاً بے بنیاد ہے: فارسی میں خرافات و مہملات تشبیہات مشائخ وغیرہ کے لیے مستعمل ہے کلمات نشاط انگیز کہیں سے ثابت نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ بعض مہملات نشاط طبع کا سبب ہو سکتے ہیں۔ منجد اسادخ م: اکاذیب و ترہات، مرزبان نامہ ص ۶۲۔ این ترہات از اجملاست دبرائے جواب قرآن از میلہ، ہفت آئیم مطبوعہ ص ۵۴۔ دنیا و آخرت بر او ترہات بود۔ دیوان احوالی ورق ۱۸۴۔



۹۔ نہم کی بحث غم ص ۴۹۱ تا ۴۹۲ میں ہے۔ غالب کے نزدیک اصلاً بفتح تین ہے۔  
 سکون ہا اگر آیا ہے تو بضرورت شعری۔ غالب کا قول ہے کہ یہ پارسی قدیم میں بمعنی فلک  
 نہم ہے۔ نہم کی جو اصلی شکل ہے وہ تخم ہے اور یہ سکون خا ہے، جو اس کا بدل ہے  
 ساکن ہونی چاہیے۔ فارسی میں نہم سکون ہا و فتح ہا دونوں طرح ملتا ہے۔ غالب  
 کے پاس یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ سکون ہا بضرورت شعری ہے۔ فلک نہم کے  
 متعلق ان کا قول ظاہر افرنگ۔ دساتیر پہ مبنی ہے، مگر عبارات منسوب بہ ساسان عجم  
 میں نہم اس طرح آیا ہے: سراسر جہاں یک کس است، تنے دارد از ہمت نہا و آن را نہم  
 گویند۔ ظاہر ہے کہ یہ فلک نہم نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ تسخر مستعملہ غالب پر محرق میں اعتراض تھا، لطافت میں جواب یہ ہے کہ یہ باب تفصل  
 سے ہے، جو شاذ ہے، بحوالہ منشعب۔ مگر اس کتاب میں ہے:

ان هذا الباب شاذ من قبيل الغلط على تو هلم الميم اصلاً ص ۱۵۱  
 مصادر عربی سے متعلق جو وزن، بیہقی اور لستی کی کتابیں ہیں، ان میں مصدر کے اس  
 وزن کا ذکر نہیں، مگر بعض مصادر تمسک، تہذیب وغیرہ عربی میں ہیں جو مسکین اور مذہب  
 سے بترتیب بنے ہیں۔ تسخر عربی میں مطلقاً نہیں آیا۔ فارسی میں اس کے استعمال کی قدیم  
 ترین مثال طبقات ناصری میں ملتی ہے، جو ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے، برمن  
 تسخر میکیند، دوسری مثالوں کے لیے رجوع بہ غم ص ۴۶۰

۱۱۔ ”تان نشستید رویا ہی من“ ”من چناں تان چنین دریغ دریغ“ ہر دو باد مخالف  
 ”از غم گم دوں بنیا مید تان“ موبد میں اس پر اعتراض ہے کہ لفظ صحیح، لیکن محل استعمال  
 غلط ہے، تیغ میں اس کا جواب نہیں۔

۱۲۔ ”تھوڑا، گھوڑا... یہ دونوں ترکیبیں“ تیغ ص ۲۸۶۔ ترکیب کے لیے کم از کم دو  
 لفظ ضروری ہیں۔

۱۔ جرگہ دستبویں ہے، مگر یہ ترک کی یا منطی ہے۔

۲۔ جلو کا بھی وہی حال ہے جو جرگہ کا ہے



۳۔ جمع عربی، باضافہ علامت جمع فارسی: آمالہایہ کھلی شہرت ہے... اغلاط میں۔  
 سند کیوں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں؟.. فقیر گوارا نہیں رکھنے کا جمع الجمع کو اور برابرا نہ کیجے گا  
 حضرت صائب کو "خطوط غالب ص"، ایرانی بکثرت اسے روار کھتے ہیں تو غالب  
 کی ناپسندیدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ جن مجموعوں کے ساتھ علامت  
 جمع کی ایرانی سند نہیں ملتی ان پر اضافہ نا جائز قرار پائے گا۔ مصرع آمالہا صائب کے یہاں  
 ہے۔ غم ص ۴۹۷-۴۹۸ میں بلعمی، سنائی، عنصری، فرخی، منوچہری، رونی  
 ناصر خسرو، خاقانی، رومی، عطار، بہاء اللہ، جمال الدین اصفہانی، جامی، ناصر الدین  
 تاجار وغیرہ کے اسناد ہیں۔

۴۔ جامک = جام + ک ظہوری وغیرہ کے یہاں نہیں، اس کی جگہ ساغر یا ہے (مکتوب  
 اردو بنام قدر) غم ص ۵۱۷ تا ۵۲۲ میں دکھایا گیا ہے کہ کس کثرت کے ساتھ  
 ہر عہد کے ایرانی الفاظ کے آخر میں کاف زائد کا اضافہ کرتے ہیں۔ جامک بھی کلیات  
 طغراورق ۲۷۶ میں موجود ہے:

جامک در دست دینا در بغل مستکی در کار خود ہنشیار کی

۱۔ چین چین گردیدہ، کا مضحکہ اڑایا ہے قاطع ص ۴۷، اسناد: قتادہ زلف  
 چین چین تاباں تشدد دیوان واعظ قزوینی سے مومید ص ۱۲۶ میں منقول (تآانی  
 ک ۳ سندیں غم، میں ایک یہ: چین چین قتادہ گیسوش از فرق تا قدم دیوان ص"  
 "روی چین چین .. بروی ہم افتادہ" رموز حمزہ ص ۱۰۲۹۹ اس میں دو جگہ اور، وصال،  
 مازندرانی، سامانی پسر قاتی کے اسناد بھی غم، میں ہیں، ص ۴۰۵

۲۔ خاور آجکل بمعنی مشرق پہلے بمعنی مشرق و مغرب ہر دو مستعمل تھا، غالب اس پر مصرحتے کہ صرف  
 مشرق کے لیے ہے۔ بعد کو جب مغرب کی سند مخالفین نے پیش کی تو یہ کہنے لگے  
 کہ بہت تھوڑے دن کے لیے بمعنی مغرب آیا تھا، مگر جلد ہی صرف اصل معنی میں مستعمل ہونے  
 لگا۔ غم، میں اس کی بحث بھی باختر کے ساتھ ہے۔ اسناد از انجملہ شعرا مشعرا معاصر  
 غالب ہے جو مجمع الفصحا جلد ۲ ص ۱۳۷ میں ہے۔



آں می کہ چون ز مشرق ساغر کند طلوع از شرمش آفتاب گریبان بخاورد راست  
 ۳- خم خم پر بھی غالب کا اعتراض قاطع دا، میں تھا، مگر طبع ۱۲ میں مخدوف ہے مگر یہ اقرار  
 نہیں کہ اعتراض غلط تھا۔ خم خم، چین چین، شکن شکن سرزلفش، دیوانی قافیہ ص ۸،  
 دیگر اسناد مخم ص ۴۵-۴۶

۴- خم و خم نظم و نشر فارسی میں غالب نے نہیں دیکھا، کہتے ہیں کہ جو اپنے پیشواؤں سے  
 نہ بنا ہو اس کو کیونکر صحیح مانوں؟ "داردو کے معنی" خم و خم و خم و خم دونوں فارسی  
 میں ملتے ہیں: فرہنگ رشیدی میں تحت چام ظاہر سامانی کی عبارت نقل ہوئی ہے:  
 "بواسطہ حرکت دوری گویا خم و خم دارد ہر چند فلک تازہ ناید خم و خم را دیوان طغرا: ورق ۳۰۱،  
 زمانہ حال کے ایک ایرانی شاعر کا شعر ارمغان جلد ۱۲ ص ۱۵۱ میں ہے: "پنہاں کینم با خم و خم  
 عیب خویش را" رجوع بہ مخم ص ۴۰۶،

۵- غالب نے قاطع میں چین چین کے ساتھ خم خم پر بھی اعتراض کیا تھا، لیکن اشاعت ۲ سے  
 وہ عبارت جو خم خم سے متعلق ہے، اس پر اعتراض کے بغیر کہ اعتراض صحیح نہ تھا، نکال  
 دی ہے: سند زلف خم خم رسیدہ تا بکر" دیوان قافیہ ص ۱۰۸۔ دیگر اسناد مخم ص ۴۵، ۴۰۶۔  
 ۶- خمیازہ صرت انگڑائی ہے، جہاں نہیں، قاطع ص ۳۳، مگر برائے ہر دو مخم ص ۳۹۹،  
 سند قفانی و عرفی، موخر الذکر کے ۱۲ اشعار میں سے ایک یہ:  
 "..... لیم را دشمن خمیازہ گردان"

(دیوان ص ۵۱)

۱- دستان بر بان میں بفتح دال، غالب کے نزدیک بضم دال مرکب از دشت: زشت و  
 نجس، والے لفظوں کا یہ قاطع ص ۱۰۰۔ دشت بمعنی نجس نہیں، دستان بالفتح اوستائی  
 دشت بفتح دال سے نکلا ہے۔

۲- دالان لغت ہندی ہے، قاطع ص ۷۷۔ غالب کے سوا کسی نے اسے ہندی نہیں لکھا،  
 منجملہ اسناد مخم ص ۴۶۶، در پشت دالان رنگی بہت، اور مدہوش نمودہ روز جزو  
 ص ۱۵۵



دالان لا ابد رنبر درہ پہنچ سو گمر بردی بجادۃ الادر آریا

دیوان فیاض، ورق ۱۔

۳۔ دوسیدن "اگر غلط نہ کنم مصدر آنریدہ صاحب برہان است، تادیر کلام سخنوران یا فرہنگ دیگران از نظر نگذر دباور نتوان کرد" قاطع ص ۸۲۔ دوسیدن کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں، کچھ غم ص ۴۵۲، ۴۵۳ میں ہیں، انہاں جملہ شعر جام جم مصنفہ اوردی:  
آب گندیدہ خاک پوشیدہ در تو چون نفس و روح دوسیدہ  
(ص ۷۹)۔

۴۔ دانشگر لفظ غریب ہے، خدا کے سوا کسی پر اس کا اطلاق روا نہیں، قاطع ص ۷۹، کبھی 'گر' وارندہ و صاحب کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے 'توانگر' جسے غالب التزاماً تو نگر لکھتے ہیں، دانش گر = دادندہ یا صاحب دانش، فرہنگ جہانگیری میں طیان مرغزی کا شعر اس کی سند میں موجود ہے غم ص ۸۸۔

۱۔ وال فارسی۔ فارسی میں دو حرف متحد المخرج یکا قریب المخرج نہیں، سن ہے، ث و ص نہیں، ت ہے ط نہیں، الف ہے عین نہیں، بکر غ و ق نہیں۔ ز ہے توف و ظ و ذ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور دو حرف متحد المخرج کا ہونا کیونکر روا ہو سکتا ہے؟ ویران پارس کا قاعدہ تھا کہ دال کے سر پر نقطہ دیا کرتے تھے، متاخرین کو گمان ہوا کہ ذ ہے۔ اس طرح ذ معدوم ہوا جاتا تھا، لہذا اکا بر عرب نے دال و ذال میں تفرقے کے لیے قاعدہ بنایا۔ یہ بات میں نے عبد الصمد سے سنی تھی (قاطع ص ۱۵) قریب المخرج حرفت کے وجود سے انکار بدیہیات کا انکاب ہے۔ اکا بر عرب کو قاعدے سے کیا سروکار؟ یہ بات غالب کے سوا کسی نے لکھی بھی نہیں۔ یہ سمجھ کر کہ دال و ذال میں تفرقے کے لیے قاعدہ بنا، غالب نے خود ہی اپنے دعویٰ کی جڑ کاٹ دی، ذال ہی نہیں تو صرف یہ کہنا کافی ہوتا کہ فارسی میں کوئی نہیں آتا۔ غالب نے جو دال کے سر پر نقطہ دیا جانا لکھا ہے، اس کی تفسیق کسی عہد کے مخطوطات سے نہیں ہوتی، ترجمان میں دال کے نیچے البتہ نقطہ آتا ہے۔ اس کتاب میں جس کا عکس چھپا ہے، ذال فارسی کے سر پر التزاماً نقطہ ملتا ہے۔



راقم کا مقالہ ”غالب و ذال فارسی“ مجلہ آجکل دہلی میں شائع ہو چکا ہے، جس میں اسناد موجود ہیں۔ ایک سند جو اس میں درج نہیں حافظ شیرازی کی ہے، جس نے ایک مادہ تاریخ میں جو دیوان مرتبہ قزوینی و عبدالغنی میں ہے ”امید“ کا ۵۵ء لیا ہے۔ اگر یہ بدل مملہ ہوتا تو صرف ۵۹ لیا جاسکتا تھا۔

۱۔ رشتا و رشتاں کے مضموم الٹا ہونے کو غالب قبول نہیں کرتے (قاطع ص ۸۷) اسناد غم ص ۴۹۳ میں ہیں، از انجملہ سند تاریخ گزیدہ نسخہ نوشتہ ایران۔

۲۔ روشنائی بمعنی مداد، متصرفات غالب کی ایک خط میں آیا ہے ”امروز.. فرصت نامہ و سالی و انصاف کا غد و روشنائی و مہلت انشا آرائی بخود یانہ ام“ ص ۴۷۔ یہ لفظ معنی مکرر میں اردو والے استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض ہندی فارسی دانوں کے یہاں بھی ملتا ہے۔ کسی ایرانی کی نظم و نثر میں مداد کے لیے نہیں آیا۔

۳۔ زیبائش بجائے زیبائی پر موبد میں اعتراض ہے، غالب نے تیغ میں اس کا جواب دیا ہے۔ لیکن محض فضول اس کی اور پیدائش کی بحث یک جا ہے، زیبائش کی کوئی ایرانی سند موجود نہیں۔

۴۔ زہر کشیدن۔ تفتہ غالب کے عزیز تلامذہ میں تھے اور وہ ان کی تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ ایک خط میں انھیں لکھتے ہیں: یہ نکات سوائے تمھارے میں کسی کو نہیں بتاتا دخطوط غالب ص ۲۲۔ ظاہر التفتہ نے ”سم در کشیدہ ایم“ نظم کیا تھا۔ غالب کے اعتراض پر تفتہ نے شرف قزوینی کا مصرع ”پیما نہ ملتے زہر سم در کشیدہ ایم“ سند میں پیش کیا تھا، غالب اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور انھوں نے تفتہ کو لکھا: ”در کشیدن کو ربط پیما نہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ؟ اگر زہر در کشیدن جائز ہوتا تو وہ سم کے قافیے کو کیوں چھوڑتا؟... کیا زہر پانی ہے؟ اگر بشل زہر پانی ہوتا تو روا تھا۔ شرف زہر کیا در شہد بلکہ پیما نہ زہر در کشید۔ خیر رہنے دو ہند میں اسے کون سمجھے گا؟“ واضح رہے کہ یہاں بحث ”کشیدن و در کشیدن“ کی نہیں ہے۔ اور محض کشیدن کے ساتھ زہر یا سم ہو تو یہ سند کافی ہے، غم ص ۳۹۷ میں متعدد اسناد ہیں،



ایک جہاں میں نہیں ہے، یہ ہے:

در کشیدم زہرا این چہا نہ خوش

(دیوان نظیری ۱۸۸)

۱- شاد (ماضی) مخفف تانہ ہے۔ غالب اس سے منکر ہیں۔ قاطع ص ۸۸۔ غم میں اسناد

رومی و نقی کمرہ و حبیب اللہ خاتانی۔ اس کی ایک شکل ستیدن ایک زمانے میں کثیر الاستعمال

تھی۔ غم میں اسناد دیوان مسعود سعد سلمان و نفحات الانس۔

۲- سندن، ستادن و ستاندن کی ایک شکل ہے۔ غالب کے نزدیک 'س' و 'ت' منہوم

قاطع - باتفاق فرہنگ نگاران س مکسور اور ت مفتوح ہے اور تار بنج گزیدہ

ص ۷۷ میں انہیں حرکات کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ کسرۃ سین کی سند شعر سے نہیں

دی جا سکتی۔ منجملہ اسناد غم ص ۴۱۳:

’یکے دستخطی بیاید ستند کہ سر باز گرداند از راہ بد‘

شابنامہ ۲- ص ۲۷۵

۳- ستر مخفف استرس و ت ہر دو منہوم قاطع ص ۴۳۶۔ قطعہ پور لہای جابی سے جو

فرہنگ سروری میں ہے، فتح ثابت ہے، ظاہر ہے کہ حرکت 'س' کی سند شعر سے

نہیں دی جا سکتی۔ سروری ستر کو مفتوح السین لکھتا ہے، غم ص ۴۳۷ (رجوع

یہ بحث استر)

۴- ستور بضم تیں مزید علیہ، ستر مخفف استر، سند میں قطعہ ذیل سعدی:

آں شنیدستی کہ وقتی تا جبرے در بیا بانے بفتاد از ستور

گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

قاطع ص ۳۲ - اس قطعے سے ہرگز ثابت نہیں کہ ستور ستر کا مزید علیہ ہے اور ستانی

زبان میں ستور (س ساکن، ت، مفتوح، بمنزہ بضمہ کوتاہ، مفتوح) چار پایاں

بزرگ مثل شتر و استرو اسپ و گاد و خر کے لیے آتا ہے (بشتیاں ص ۳۷۲)۔ یہ فارسی

میں ستور اور استور ہو گیا، مقدم الذکر زیادہ اور مؤخر الذکر کم مستعمل ہے۔ شعر ذیل غفری



سے ثابت ہے کہ خرد و اسب پر ستور کا اطلاق ہو سکتا ہے، دوسرے چار پایوں سے اس شعر میں بحث نہیں:

اگر بجنس ستوری کی بُود خرد و اسب      باسب تازی ہرگز چکونہ ماند خمر

(دیوان ص ۶۱)

فردوسی کے شعر ذیل سے جو داستان رستم و سہر اسب میں ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ستور سے مراد استر نہیں۔ اس لیے کہ استر کے بچہ نہ ہونا مسلمات شعر سے ہے۔

ہمی بچہ باز داند ستور      چہ ماہی بدریا چہ در دشت گور

(ص ۲۰۱)

بزر و نامہ (شال طحقات شاہنامہ میں اس کے اشعار) کے شعر ذیل میں استور سے رخش رستم کی طرف اشارہ ہے، رخش کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے:

بد و گشت کاین مایہ جنگ و سور      چہ تازی بریں دشت ہرزہ ستور

یہ ہرگز ستر کا مزید علیہ نہیں، غم ص ۴۳۔

۵۔ سرشار، غالب کے نزدیک شارب کو نہیں کہہ سکتے۔ (عود) غم ص ۲۲۱-۲۲۲)

میں دکھایا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی میں کس کس طرح آتا ہے۔ کلیات حزین کی یہ سند

ملاحظہ ہو: "زین ساغر مردان گن سرشار نباید شد" ص ۲۰۱۔ ثنائہ حال کے ناول 'ہما'

میں ہے۔ "حسین علی خان از جام نشاط سرشار بود" ص ۶۸ اور بہت سی مثالیں جن

سے دعویٰ غالب کی تردید ہوتی ہے۔

۶۔ سدا ب عربی الاصل ہے (اردو کے معنی ص ۲، ۳) جہزۃ العرب جزء ص ۲۵۰ میں

ہے کہ سدا ب معرب ہے۔ سیوطی کی المنزہر میں بھی یہ قول بدون اظہار اختلاف

نقل ہوا ہے۔

۷۔ سر تراش صفت جلاد ہے نہ صفت حمام، عبارات "بلغا" میں ایک دو جگہ بمعنی تو تراش

ماتا ہے اور اس میں 'غرا بت تمام ہے'۔ قاطع ص ۲۹۔ یہ فارسی میں کثیر الاستعمال ہے۔

بلغی سے لے کر عارت تک کے اسناد غم ص ۴۸۰-۴۸۱ میں موجود ہیں "حضرت وصال



پناہ .. سر مبارک ترا شیدہ ترجمہ طبری از بلخی ص ۴۱۷۔

۸۔ سر فاریدن کے متغیر معانی برہان ہیں جن میں سے ایک معنی 'عاجز شدن در جواب خضم نہیں' غالب کے نزدیک اس کے صریح یہ معنی ہیں "انسان در آن حالت کہ فروماندہ باشد و بیچ کار نتواند کرد" کار سے پیش گیرد "سند شعر عرفی غم" میں استاد ص ۴۸۱ تا ۴۸۴ جن سے دعویٰ غالب کی تغلیط ہوتی ہے۔ ازاں جملہ:

بدستان بگو آنچه دیدی ز کار بگویش کہ از آمدن سرخار

شاہنامہ ص ۱۲۳۰

۹۔ ساچمہ مستعلیٰ غالب (دستنبو، مغلی یا ترکی ہے، فارسی نہیں۔

۱۰۔ سر پر بقول غالب ہندی و فارسی قدیم میں بمعنی جسم، قاطع ۱، ۱، فارسی نظم و نثر میں میری

نظر سے نہیں گزرا، حتیٰ کہ برہان میں بھی نہیں۔ یہ متن دساتیر میں البتہ ہے، جو خود غالب کے قول کے مطابق آسمانی زبان میں ہے، جو کہیں دنیا میں نہیں بولی جاتی۔

۱۱۔ سپید غالب کے ہاں تحریروں میں بضم باء، لیکن صحیح بفتح باء ہے (غم ص ۴۰۳)

۱۲۔ صندوق یا ستمی اسد الغالب (لطائف) حرث ندایا کے ساتھ صندوق، صیغہ واحد غائب غلط ہے۔

۱۔ فرید مضارع فرستادن و فریس امر بنج آہنگ میں ہے اور غالب نے فرید کو

برعایت قافیہ اور بدون رعایت قافیہ دونوں طرح استعمال کیا ہے اور یہ ہندوستانی فادسی ہے

موجود میں اعتراض ہوا تو جواب دیا: سنا، لیکن اگر برعایت قافیہ ... منشی یا شاعر لکھ جائے تو ایسی

قباحت لازم نہیں آتی "تیش ۲۷۰۔ قباحت اس وقت تک رہے گی، جب تک

ایرانی دعوائے غالب کی تصدیق نہ کریں اور غالب نے مستعلات ہند کو نشانہ تعریض نہ بنایا

ہوتا۔ اگر فرید نوید کا قافیہ آسکتا ہے تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ فرستد

(صحیح مضارع) کا قافیہ فوستد نہ آئے؟ اسی پر کیا موقوف ہے، جس لفظ کو برعایت

قافیہ جس طرح چاہیے استعمال کیجیے۔ نہ زیادہ مفصل بحث مع ۱ مثلاً غم ص ۴۹۵۔

۱۲۹۶ میں لکھے گی۔



۲- غالب کو اصرار ہے کہ "فراز" بسترہ ہے، کشادہ کے لیے نہیں آتا اور بمعنی بسترہ کے استعمال کی دوسریں دیکر دجن میں سے ایک کشادہ بھی ہو سکتا ہے، مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اثبات دعویٰ ہو گیا۔ قاطع ص ۱۰۲، ۱۰۳، غم ص ۲۶۶ تا ۲۷۱ میں اس کی طویل بحث دیکھی جاتے۔ اس جگہ محمد حاضر کے ایک ایرانی شاعر، رشید یاسمی کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں فراز کشادہ آیا ہے۔

بہ از بہشت ہماناز دوری معشوق بروئے عاشق باشد در جیم فراز

۳- فاژہ، زاتے فارسی سے بالاتفاق ہے۔ غالب نے اسے الترانازا سے عربی سے لکھا ہے، قاطع ۱ و ۲ میں اسی طرح لیکن قاطع برہان و رسائل متعلقہ میں پڑائے فارسی۔ معیار جمالی ص ۱۲۶ میں فاژہ۔ دوسرے اسناد کے لیے غم ص ۲۴ دیکھا جاتے۔

۴- فسوس بضم تین افسوس سے اصل و معنی میں بالکل مختلف ہے، یہ فارسی ہے اور معنی استنزاء قاطع ۱۰۶۔ یہ افسوس کا مخفف ہے اور ہم معنی۔ غم میں اس کی بحث افسوس کے ساتھ ہے۔ انوری: آسمان ہر ساعتے گوید کہ آو خ اے فسوس "باب الالباب" ص ۲۰۰۔ ہدایت ۱ اے فسوسا عزیز چوں شد خوار "مجمع الفصحا ۲ ص ۵۰۵۔

۵- قرآن۔ کسی نے یہ مصرع "از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ" خسرو کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس غزل میں یہ مصرع ہے اس کی نسبت غالب نے لکھا کہ کسی گدھے کی ہے۔ عیاذاً باللہ۔ خسرو قرآن لکھیں (اردو سے معنی ص ۲۱۹) غالب جس نوع کے تصرفات شاعرانہ کے قائل ہیں اس کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں۔ یہ فحول اساتذہ کے یہاں آیا ہے۔ غم ص ۵۰۴-۵۰۵ میں اسناد بیبی و فرخی و منوچہری و ابوالفرح رونی و قطران و ناصر خسرو و سنائی و داوری پیر وصال بند قافیہ "بہشت و قرآن خواند و بجنبا ند ہمہ سر"۔

۱- کیو مرث غالب کے نزدیکی کیو مرث ہے۔ معنی بزرگ شکوہ (مہر نیمروز) خدا جانے یہ معنی غالب کہاں سے لائے۔ اوستائی و پہلوی دونوں میں لکات فارسی



اس کی اوستائی شکل گبیہ مرتقن ہے، گبیہ = جان، مرتن = مرونی (رخ م ص ۳۵۳)  
 ۲- کرگدن - غالب کی رائے میں کرگدن ہے۔ ہر دوکات فارسی قاطع (اضافہ ۲) ص ۱۱  
 غالب کے سوا کسی نے ہر دوکات فارسی نہیں لکھا اور یہ غلط محض ہے، کتب  
 مطبوعہ ایران جن میں دوکاتوں میں فرق کیا جاتا ہے، الزاماً بکات اول عربی فرنگ  
 سروری میں یہ تحت کات عربی ذیل کرگ میں ہے (رخ م ص ۱۵۱۳)

۱- گرفت کو ایک گروہ بموجب اجتہاد مولف کشف اللغات بکسرۃ کاف وراصح سمجھتا  
 ہے اور شعر سعدی سے جس میں بہ قافیہ شگفت (تعجب) آیا ہے، استناد کرتا  
 ہے۔ یہ اس سے بے خبر ہے کہ فردوسی اسے شاہنامہ میں سو جگہ قافیہ خفت اور  
 ہزار جگہ قافیہ شگفت کا قافیہ لایا ہے۔ یہ "تغایہ حرکت ماقبل روی ہے، جو فردوسی و سعدی  
 اور بعض متاخرین نے روا رکھا ہے، دراصل بفتح ہر دو حرت ہے، شعر فردوسی  
 جس میں گرفت قافیہ برفت شعر فاقانی جس میں رفت قافیہ گرفت۔ اگر کوئی شخص  
 یہ کہے کہ شعر شگفت و گرفت کی طرح یہ بھی جواز اختلاف حرکت ماقبل روی کی کیا  
 مثال ہے، تو وہ تحقیق سے بہرہ نہیں رکھتا اور مجھے اس سے بحث نہیں (قاطع  
 ص ۱۶۷-۱۶۸) معیار جمالی میں گرفت ان الفاظ سے جن میں حرت ماقبل فا  
 مفتوح یا مضموم ہے، علیحدہ ہے، جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ اس کے نزدیک  
 مکسور الراء تھا۔ جامی اور ان کے معاصرین کے کلام میں را مکسور و مضموم، لیکن  
 مفتوح نہیں۔ اس کے بعد سے صرف مکسور مستعمل ہے اور زبان حال یہی ہے  
 گرفت و امتق و عذرا تے عنصری میں قافیہ گفت ربا مکسر، ار مغان جلد ۱۲ -  
 معیار میں یہ لفظ شگفت کے ساتھ ہے، سروری نے اسے بکسرۃ کات ورا لکھا  
 ہے۔ کشف اللغات کو کوئی مجتہد نہیں سمجھتا اور شعر سعدی موجود ہے تو اس  
 کی رائے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

۲- مہ حرد، نفی نہیں، قاطع ص ۱۲۵ "معلامت نفی و دعای نفی متقدمان مانند فخر  
 گورہ آورده اند - سنائی



”باچنین ظلم در ولایت تو مر تو و مہ سپاہ وراثت تو“  
 اسکندر نامہ و نشر، زمانہ بہار کی رائے میں اواسط ماہ پنجم، مکرر آورده است  
 (کتاب متعلق نثر فارسی) شاہنامہ خطی نسخہ رکھجوا میں یہ بکثرت آراں جملہ کہ مہ تاج  
 اوت مہ انگشتی“ ورق ۳۹، کہ مہ نام شاں بادو مہ کام شان، ورق ۴۲ ۱۳۲ رجوع  
 بہ غم ص ۴۴۴ - ۴۴۵)

۳۔ مندل نوعی از دہل بنیان ہندی (برہان، ہندی نہیں، قدوسی الاصل ہے۔ ہندی  
 میں بکھاوج۔ قاطع۔ اسے بمعنی بکھاوج غالب کے سوا کسی نے فارسی نہیں  
 کہا۔ شیکسپیر، فوربس، پلیٹس، فیلن وغیرہ اسے ہندی بتاتے ہیں۔ ظہوری کے  
 ساتی نامے میں آیا ہے۔ مگر اس کے یہاں متعدد ہندی الفاظ ہیں۔ ہندوستان  
 کی قدیم ترین فارسی کتاب جس میں یہ ہے برہان کی تاریخ ہے ص ۲۱۶۔

۴۔ مایاں ہند کے متصدیان عامی کی زبان ہے، سوالات عبدالمکریم ص ۱۸۲۔  
 مایاں، تنزک جہانگیری میں ہے (مرتبہ سید احمد خاں ص ۸۹)  
 ”آفتاب مایاں رامی سوزد“ (ترجمہ طبری ص ۱۶۸)

۵۔ ماتم و ستنبو میں ہے، مگر یہ عربی ہے،  
 ۶۔ معترض بفتحہ را بجائے معترض علیہ (مآثر غالب ص ۲۶)  
 ۷۔ طیبہ مخفف مالیدہ قاطع ص ۵۲۔ اس پر اعتراض ہوا تھا۔ غالب خاموش رہے۔  
 یہ خود غالب کا قول ہے کہ محققات سماجی ہوتے ہیں۔ قاطع ص ۳۳۔ سند پیش کرنی  
 تھی، ورنہ غلطی کا اعتراض کرنا تھا۔ طیبہ اردو والوں نے بنایا ہے۔

۸۔ ماریاں کس فرہنگ میں ہے؟ برہان اشعار سند اس لیے نہیں دیتا کہ لغات اپنے قیاس  
 کے مطابق درج کرتا ہے، سند کہاں سے لائے؟ قاطع۔ فرہنگ جہانگیری میں مار =  
 بیمار ہے اور ماریاں = بیمارستان اور شعر ذیل منسوب بہ جامی:

بروش از فقر چوں نگارستان      بچو ویرانگاں بیمارستان

السامی فی اللامی میں بیمارستان بیمارستان ہے۔ ورق ۲۰۰ اور صراح میں اُسے



صراحتہ معرب بیمارستان لکھا ہے، فارسی میں مار = بیمار کی کوئی قابل قبول سند میری نظر سے نہیں گزری۔ عربی میں مارستان اور اس کی جمع مارستانات کے استعمال کی مثال رحلت ابن جبیر دکن میو ریل سیرنیم ص ۲۲۵ وغیرہ میں ملے گی۔ فارسی کی ایک محبوب المصنف کتاب سیرت فیروز شاہی (کتب خانہ خدابخش) میں آیا ہے: دارالشنا ومارستان بیمارستان، ورق ۱۹۱-۱۹۲ مارستان کا ساں ہو جانا۔ فردوسی کہتا ہے۔

بے شمارساں گشت بیمارساں بے بوستان نیرشد خارساں

مختارنامہ ص ۲۲۷ غ م ص ۲۲۵-۲۲۶

- ۹- میا مار = شمار، امار و مارحہ = حساب (برہان) اور داوارحہ ہے۔ امار و امارحہ اس اس کا بدل ہو سکتا ہے۔ میا مار کہاں سے آگیا؟ اس کے لیے مصدر چاہیے اور لفظ غیر منصرت ہے (قاطع) فرہنگ سروری میں میا مار = در حساب میا ربند شعر سوزنی دیو دیوان میں ہے۔ میناں ہمہ افعال من و بیچ میا مار اس میں آمار بمعنی استقصا و حساب وغیرہ بند فرہنگ نگار ایران حسین وفا کی بھی ہے۔ فرہنگ رشیدی میں امارہ لبند شعر لپی۔ اصل امار و شمار ایک ہے (رجوع بہ غم) ماہی شور نام کے از پیغمبران ہند برہان میں ہے۔ نعوذ باللہ یہ ہمیشہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سنکرت میں ہمیشہ ہے (قاطع ص ۱۱۹) غالب اس کے شمول پر معترض ہو سکتے تھے لیکن یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ اصلی شکل میں کیوں درج نہیں ہوا۔ تاریخ بناکتی میں ماہیشور کے از پیغمبران ہند ہے۔ ورق ۱۹۰ (غ م ص ۲۹۵-۲۹۶)

- ۱۱- برہان مہمود میں سوخ شان یا ہمدار برائے حضرت موسیٰ ہے۔ غالب نے قاطع ۱ میں اظہار حیرت کیا تھا کہ یہ کس طرح ہے اور التجا کی تھی کہ لوگ اس کی حقیقت بتائیں اور میں زندہ نہ ہوں، تو حاشیہ قاطع میں کہہ دیں، لیکن شامس ۱ میں خود ہی یہ اصرار کیا نہ سہوہ چوبدست شانناں ہے، برہان نے اسے یا ہو کر دیا۔ غالب نے فارسی و انان ہند پر بہت جگہ اعتراض کیا ہے کہ یہ لوگ کاتب کی غلط نویسی کی وجہ سے مضحکہ خیز غلط فہمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اس سے آگاہی کے باوجود کہ حضرت موسیٰ کا عصا سے کیا تعلق



ہے۔ ان کے ذہن میں مدت و راز تک یہ بات نہ آئی کہ 'یا سو' ماہو ہو سکتا ہے۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ 'ماہو' معنی مذکور میں ہے۔ جب بھی فنی تفہیم کے مسئلہ قاعدے کے مطابق اسے باہر پڑھنا تھا۔ فرہنگ اسدی میں شعر رو دکی .. چوں گرد بماند ستم تنہا من و این باہو' بمعنی چوب سطر شبا ناں (دغ م میں ص ۴۹۹ اس کے اور اسناد بھی) یہ الزام بھی بے اصل ہے کہ برہان میں یا ہو ہے۔ کتب خانہ خدابخش کے دو خطی نسخوں ۸۰۲ و ۸۰۳ ص ۸۰۳ 'باہو' لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۔ نیز، بیانے مفتوح مشدود، غالب کے یہاں کئی جگہ بطور قافیہ آیا ہے، اور کسی جگہ اصل شکل میں جو کبھی یا تے مشدود ہے نہیں آیا۔ (دغ م ص ۵۲۶) یہ ان الفاظ میں نہیں، جن میں ایرانیوں کا تصرف ہوا ہے۔

۱۳۔ "اگر دھند فرہنگ مینم کہ پی بمعنی مصحف مجید است، باور نخواہم داشت، قرآن .. بزبان عربی نازل شدہ است، ہر آئینہ روا نباشد کہ آزاد در زبان درسی نامی بودہ باشد، ظہور ... دین مبین ... در عہد خسرو پرویز است و سر آغاز زبان پارسی بدانت پارسیان با آفرینش نام توام است، و مورخین اسلام نیز از عصر کیومرث گیرند۔ وجود اسم پیش از شہود مسمیٰ چوں تواند بود؟ مگر گفتہ آید کہ پی پارسی۔ گفتار خدا را گویند آری پارسیان نیز دساتیر و زند (صحیح زند)، و استار کلام الہی گویند لیکن آن را نامہ آسمانی و فراتین نواد نامند نہ پی۔ بایں ہمہ پندیر فہیم کہ کلام الہی را پی گویند ... چنانکہ سوال را پی میر گفتند، قرآن را پی چیرا گفتند؟ مگر گویند کہ اگر غالب نداند چہ زبان و اگر ساسان پنجم در ترجمہ دساتیر نیارذ چہ پاک، و اگر زبان زد خلق نباشد چہ غم، چوں و کنی بنشتہ است صحیح خواهد بود۔ گویم ای قول فیصل است و مارا مجال گفتار نیست۔ راستی ایں است کہ ایں فارسی مستحدث است۔ فارسی مستحدث آنست کہ چوں عرب و عجم با ہم آمیخت اہل عجم مقاصد اہل عرب را در زبان خویش ناہا نہادند ہر مینہ متاخرین را باید کہ .... بہ مستحدث بودن ایں الفاظ اشارت کنند قاطع ۱۲۹، ۱۳۰۔ یہ تسلیم ہے کہ پی فارسی مستحدث ہے تو اس سے قبل جو کچھ لکھا تھا، محض فضول ہے۔ اعتراض صرف یہ رہا کہ برہان نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ پرانا نہیں، یا لفظ ہے۔ برہان کی جو عام روش ہے۔ اس کے پیش نظر، یہ اعتراض بیکار نہیں ہوتا۔ مستحدث کی تعریف



غلط ہے۔ خود غالب نے لکھا ہے ”در ہندی چچا گل.... چگل با فارسی مستحدث است یا مفرس“  
 قاطع ص ۱۶۹ ”فرائین نواد“ دساتیری زبان میں آسمانی زبان ہے، نامہ آسمانی نہیں۔  
 نبی باپنی، ایرانی نظم و نثر میں بہت ملتا ہے اور سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ  
 مراد قرآن سے ہے، غم ۴۵۹، میں اسناد شہید معاصر رودکی و کمال اصفہانی و  
 رومی وغیرہ۔ بلعہ کی تاریخ میں بھی آیا ہے۔

۱۔ واو معدولہ ”ائمہ فن برین اتفاق دارند کہ ماقبل واو معدولہ مکسور نمی باشد“  
 مگر در دو جا: یکے در لفظ خویش، دوم در لفظ خویشہ ”ر قاطع ۷۶“ مگر خود پر وزن  
 عید اشعار عمارہ و کسائی و ازرق و منوچہری و انوری وغیرہ میں آیا ہے۔

غم ص ۴۱۶، ۴۱۷

- ۱۔ مبرز و ستنبو میں آیا ہے مگر عربی ہے۔
- ۲۔ پشتن جو فتحہ یا سے ہے، غالب کے نزدیک دراصل پشتن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ  
 اس کی ایک شکل پوشتن بھی ہے، جس کا مصدر مضارع پوزیدن ہے۔ انہیں  
 اعتراض ہے کہ دبستان مذہب میں پشتن بیا ہی ہے مگر وہ مدعی ہیں کہ یہ غلط کاتب  
 ہے۔ پشت، بیا و ستا کا ایک جز ہے۔ اور زردشتیوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔  
 کہ یہ ’می‘ سے ہے، پوزیدن کا اس سے سروکار نہیں، غم ص  
 ۳۔ بیغا و ستنبو میں ہے مگر یہ غلطی یا ترک کی ہے۔
- ۴۔ یام و ستنبو میں ہے مگر یہ غلطی یا ترک کی ہے۔

(سہ ماہی، اردو: جنوری۔ مارچ ۱۹۷۰ء)



# دساتیر

دساتیر طبع اول کے ترتیب و ناشر ملا فیروز لکھتے ہیں :-

کتاب مستطاب دساتیر یعنی کلام ربانی ... کہ درجہ اول اقل و اچھل صحابہ و غیر ذہبن مرحوم ملا کاوش بمعادونہ ... صاحب  
عاشقان ... مستزو کیم ارسکین صاحب جلیل المناقب بزبان انگریزی ترجمہ و در طبع خانہ بندر معمرہ بمبئی معروف بہ کوریر محبوب و منتشر  
میکردند ... بزبان اصل صلیف منزہ اصلاً و قطعاً مناسبت بزبان زند و پہلوی و دری بلکہ جمیع السنہ مشہورہ ... این زمانہ ندارد و در  
عصر خسرو پرویز حضرت ساسان نجمہ این صحف را بزبان فرس در غایت سلاست و فصاحت و بلاغت ... ترجمہ فرمودہ و ہرچہ از  
آیات بیانات کہ محتاج بزیاوت شرح و بسطت بعد ترجمہ الفاظ آیات شرحی واضح مرقوم تا طالبان را دریافت بسہولت میسر گردد ...  
این صحیفہ مقدسہ تا عمدہ شاہ جہان ... کائناتیں فی الصحنی ظاہر ... مہریداد بعد ازاں ... محقق و نا پیدا بود تا آنکہ قبل ازین بچہن و چہار سال  
در اوقاتی کہ والد ماجد ... سفر ایران اختیار و اقل نیز ہمراہ بردہ ... صہبان کی نعمت ... انصیب والد ماجد گردید و مصنف کتاب شہرستان  
چہارچہن فرزاد بہرام بن فرہاد کہ در فرقہ زرتشتیہ از اہل نام نہاد در عہد اکبر و جہانگیر بودہ غایت عقیدت و نہایت رسیدنیت باین صحف  
مقدسہ داشتہ و حکیم برہان تبریزی جامع ... برہان قاطع کہ فی الواقع اشل و اکمل سائر فرہنگہائے لغات فرس ... بودہ شاید بغیر ... مطالبہ  
کتاب ناز ... گشتہ ... چہ اغلب لغات این صحیفہ بانام نامیش کہ در فرہنگہائے دیگر مفقود الذکر است آوردہ ... و تلف ... دبستان  
المذاہب کہ بظن غالب این حقیر میر ذوالفقار علی نام دار ... از دساتیر کیتھائے جداگانہ ایانی ایران ... و با اکثر ابواب اس مل نیز ملاقات  
و مرقوم فرمودہ ... و بر اولیم جونس ... اگرچہ دساتیر ... با ورسیدہ ... اما در یکے از تالیف معتبرہ خود از ... دبستان ... ذکر می چند منتخب و  
مرقوم فرمودہ ... دچوں اس کتاب بفرود واحد منحصر و ثانی آن مفقود الاثر ... این اقل را اکثر اوقات با اصحاب عمل و از باب عمل فرمودہ انگریز  
مجاہد ... مکالمت میسر و فطرت ... این گردہ تحقیق ... و تجسس ... مجبور ... بعد اطلاع بر وجود این صحیفہ ترغیب و تحریص بترجمہ  
ان در زبان انگریزی می نمودند تا آنکہ نواب مغفرت مآب امین الملک گورنر ڈکن فرمانفرمائے بندر بمبئی باستبداد تمام بترجمہ مشغول و  
بذل جہد و اتمام و انتشار اس مبذول میداشت ... اماں از اجل امان نیافت ... بعد ازاں ... بہرزل سر جان مالک بہادر  
از انگلستان میزنشان ... تا کید اختتام ترجمہ ... و خود نیز در کتابی کہ مشتمل بر احوال ایران بزبان انگریزی تالیف فرمودہ شمرہ از اوصاف  
این صحیفہ ... مندرج ساختہ ... این حقیر نیز مدتی صرف اوقات در دریافت زبان اصل کتاب و معنایں اس بالغات فارسیہ غیر مستعمل  
زمانہ ہذا مصروف و ... تبصیح سہو و تصحیف لغات و تحریف عبادات کہ از کاتب در صحیفہ واقع شدہ بود پر راختہ و ... فرہنگ معلومہ مساوی  
لغات متداولہ و غیر متداولہ این صحیفہ مرقوم ... مگر سہ چہار لفظ کہ معنی اس در حجاب اختفا مجبوب در ذیل اس الفاظ مکتوب کہ معنی

۱- ملا نے انگریزی میں اسے DESATIR لکھا ہے۔ ۲- یعنی ولیم ۳- طبع خانہ = مطبع ۴- بمبئی بالیم بمبئی ۵- COURIER ۶- زند  
یعنی اوستائی زبان مگر اوستائی کو زند کہنا نہیں چاہیے ۷- یہاں پر فعل حذف ہے۔ یہ درست نہیں مگر ملا سے یہ غلطی کئی جگہ سرزد ہوئی ہے۔ ۸- انگریزی میں چاہے  
میں ہے کہ آغا محمد ظاہر کتاب فروش سے دساتیر ملے تھی اور اس پر کتاب گبری مرقوم تھا۔ ۹- نہ جانے حکمت کا کیا تصور ذہن میں تھا کہ برہن کو حکیم لکھا۔  
وہ اپنی کتاب سے حکیم درکنار فہیدہ شخص بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ۱۰- کوئی اس طرح اور کوئی دبستان مذاہب لکھا ہے۔ ۱۱- کتا



معلوم نگر دیدہ... اصل اس صحیفہ... در یک جلد علمیدہ و ترجمہ آن در زبان انگریزی و فرہنگ بخط فارسی در جلد دیگر مطبوع و بنام نامی... جنرل صاحب مشہور و مشہور گردانید و قیمت اس ہر دو جلد معاً سی و پنج روپیہ مقرر است۔

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے: دساتیر کی زبان عمدتاً صحرانہ کی کسی مشہور زبان سے یا اوستائی و پیلوی و درسی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ عمدتاً پر دیزیں ساسان پنجم نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ عمدتاً شاہ جہان میں یہ کتاب سورج کی طرح ظاہر تھی۔ لیکن اس کے بعد غفلت ہو گئی۔ اس کا ایک نسخہ ملا کا دس کو احمد شاہ میں ملا۔ انگریزوں کو جب اس کے وجود کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے ترجمہ انگریزی پر متوجہ ہوئے۔ یہ کام گورنر بمبئی نے شروع کیا۔ لیکن قبل اتمام راہی عدم ہوئے۔ اس کے بعد جنرل سرجان مالک نے خود ملا فیروز سے ترجمہ کی تحریک کی اور ملا نے یہ کام مسٹر اسکن کی اعانت سے انجام دیا۔ ہر دو جلد کی قیمت ۳۵ روپیہ تھی۔

فہرست مندرجات جلد ۱: نامہ شت ۱۰۰ آباد۔ نامہ سچی افرام، نامہ شامی کلیو، نامہ یاسان، نامہ گلشاہ ۱۳، نامہ سیاہ ۱۵، نامہ ہوشنگ ۲۳، نامہ تہمورس ۲۹، نامہ حبشیہ ۳۳، نامہ فریدون ۳۵، نامہ منوچہر ۳۶، نامہ کیخسرو ۳۹، نامہ زرتشت ۴۱، پند نامہ سکندر ۴۲، نامہ ساسان تخت ۴۳، نامہ ساسان پنجم ۴۹، اصل کتاب ۵۲ میں ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۳۱۶ ملا فیروز کی عبارات ہیں جن کے اقباسات اور درج ہو چکے ہیں۔ آخر میں ۴ صفحوں کا غلط نامہ ہے

جلد ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۸۱۸ عیسوی میں شائع ہوئی تھی۔ ملا نے سب سے پہلے سرجان مالک سے خطاب کیا ہے جن کے نام یہ کتاب معنون ہے۔ دیباچے (اصل نامہ) میں سر ولیم جونس نے دساتیر کی نسبت دبستان کے حوالے سے جو کچھ لکھا تھا وہ اور مارکوس ہیٹنگس نے ترجمہ ملا کے متعلق وابستگان فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۱۶ء میں جو کچھ لکھا تھا، نقل ہوا ہے۔ ترجمہ ڈکن کے بارے میں دیباچے سے یہ اطلاعات ملی ہیں: ڈکن تقریباً ۵ سال ملا کی مدد سے ترجمہ کرتے رہے۔ لیکن نامکمل تھا کہ صحت خراب ہو گئی اور وہ ملا کو ساتھ لے کر ISLE OF FRANCE جاتے اور بمبئی میں ترجمہ کو ملکہ وکٹوریہ کی نذر کرنا چاہتے تھے لیکن قصداً نے ملت نہ دی اور وہ بمبئی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کا ترجمہ ان کی دوسری چیزوں کی طرح انگلستان بھیج دیا گیا۔ ملا نے یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کے ہندوستان فتح کرنے کے موضوع پر ان کا رزنامہ منظوم موسوم بہ جارجنامہ قریب الاختتام ہے۔ انگریزی ترجمہ ۲۰۳ صفحوں میں آیا ہے، اور فرہنگ دساتیر نے ۸۱ صفحے لئے ہیں۔ جلد ۲ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کم ۴۰۰ نسخوں کے خریدار اشاعت سے قبل ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ۱۰۰ نسخوں کی خریداری حکومت بمبئی نے کی تھی اور ۵۰ باشندگان انگلستان نے جن کے نام درج نہیں۔ وہ خریدار جن کے نام کتاب میں ہیں ان میں سے ۱۹ اپنے ناموں سے زرتشتی معلوم ہوتے ہیں۔ ۲ مسلمان اور باقی عیسائی جن میں سے بعض کے سوا ظاہراً سب یورپی ہیں۔ خریداران ذیل علی الخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہنر وٹل مانی نس پرنس رینٹ (۲ نسخے)، مارکوس ہیٹنگس گورنر جنرل (۶)، بورڈیش پمکنتہ مسٹر اسکن (۳)، ٹرنر میکین

(۱) فیروز ۱۱۲۷ یزدگردی میں بروچ میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کے تھے کہ ان کے والد ملا کا دس اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے سورت آ گئے اور ۲ سال فیروز کو ساتھ لے کر ایران گئے۔ فیروز نے وہاں علوم مذہبی کی تحصیل کی اور نزد پیلوی و اوستا و فارسی سیکھی۔ اور مراتب موبدائی کو اتمام پر پہنچایا۔ ملا نے اس کے بعد نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، الہیات و صرف و نحو کی طرف بھی توجہ کی، اور آخر میں بغداد وغیرہ میں سہ سالہ اقامت کے بعد ۱۱۴۹ یزدگردی میں سورت واپس آئے مگر مختصر عرصے ہی زمانے کے بعد بمبئی میں نوطن بنیں ہو گئے۔ حکومت انگلستان نے چار سو روپیہ یا مانہ ان کی مدت عمر کے لئے ان کے واسطے مقرر کر دیئے تھے۔ ملا کی وفات تباریخ ۱۸۳۳ عیسوی واقع ہوئی۔ یہ حالات آٹا سے رشید شہر دان کی کتاب فرزانگان زرتشتی سے ماخوذ ہیں

(۲) آذرکیوان کا نسب نامہ: ابوب میں یوں درج ہے: آذرکیوان ابن آذرکشسپ ابن آذرزردشت ابن آذربرزین

۱۲۔ شت تعظیمی لفظ، دساتیری فہرست میں آباد کی طرح برتیمیر کے نام سے قبل ۱۳۔ یعنی کیومرث۔

۱۴۔ ناشر شاہنامہ فردوسی۔ ۱۵۔ میرے کرم فرما ہیں اور باوجود زردشتی ہونے کے نقشبندی سلسلے میں مرید ہیں۔



ابن آذر خورین ابن آذر آیین ابن آذر بہرام ابن آذر نوش ابن آذر منتر ابن منتر آذر ساسان کہ اور پانچم ساسان گویا بن مہتر آذر ساسان کہ چہارم ساسانش میخراستدین کہیں آذر ساسان کہ مشہور لبوم آذر ساسان است ابن دوم آذر ساسان ... ابن ... آذر ساسان نخست ابن خرد داراب ابن بزرگ داراب ابن بہمن ابن اسفندیار۔

آقائے ڈاکٹر محمد معین نے "آذر کیوان" دیپروان از مجلہ دانشکدہ ادبیات شمارہ ۳ سال ۴۰ میں آذر منتر کی تصحیح "آذر منتر" سے کی ہے اور لکھا ہے تمام پدران آذر کیوان تا آذر مرہمہ نامہائے آتشکدہ است کہ در فرہنگ یائے پارسی بعنوان "ہفت آتشکدہ" یاد شدہ اند و ابن ہفت آتشکدہ بصورتی کہ نقل کردہ اند وجود خارجی نہ داشتہ ص ۲۔

واضح رہے کہ اس نسب نامے میں مسلسل ۵ ساسان آئے ہیں۔ آقائے محمد معین اس سلسلے میں لکھتے ہیں :-

مولف دساتیر پنج ساسان را از خود ساختہ است و این امر سوا بقی دارد از جملہ در فارسانامہ ابن البلیخی میخوانیم

"... اردشیر بن بابک بن ساسان بن بابک بن ساسان بن بہمن بن اسفندیار" مولف مجمل التواریخ والقصص گوید "بہمن را پسری بود نام و س ساسان چوں بہمن پادشاہی دختر را و او ننگ آمدش ازین کار و بد و بدجلے رفت ... و از وی پسری ماند ہم ساسان نام بود تا پنجہیں پس ہم چنان ساسان نام ہی نہادند" یہ صحیح ہے کہ ۵ ساسان پہلے سے کتابوں میں چلے آتے تھے۔ لیکن ان کا تعلق تاریخ سے نہیں اساطیر سے ہے۔ مزید یہ کہ ان کا مفروضہ زمانہ خسرو پرویز سے بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ اس عہد میں کوئی گنام شخص ساسان نام کا ہو تو ہو لیکن کوئی ایسا شخص جس کا اس زمانے کی کتابوں میں ذکر آیا ہو اور اس عہد کے اہم معاملات سے اس کا سروکار رہا ہو نہ تھا۔ ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ "ناگفتہ خود پیدا است کہ ابن شجرۃ النسب مجہولست و شاید نام پیدا اور اصح نقل کردہ باشد" ساسانوں سے قطع نظریہ کب ممکن ہے کہ آذر کیوان اور ساسان پنجم کے درمیان ۸ ہی پشتیں ہوں۔ دبستان میں جو نسب نامہ ہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو با حتمال قوی خود آذر کیوان اس کا ذمہ وار ہے۔

دبستان میں آذر کیوان کے متعلق مرقوم ہے: ۵ سال کی عمر سے کم خوری اور شب بیداری شروع کی اور رہا صنت کے وقت اس کی غذا کا وزن ایک درم رہ گیا تھا۔ ۲۸ برس ختم نشیں رہا۔ اور او آخر عمر میں ایران سے ہند آیا۔ اور کچھ دن پٹنہ میں مقیم رہ کر ۵۱۰۲ میں فوت ہوا۔ ۸۵ سال کی عمر ہوئی۔ ابتدائے سلوک میں حکمائے ہند و ایران و یونان نے خواب میں "اقسام حکمت" اس کے سپرد کئے۔ ایک دن مدرسے گیا جو کچھ پوچھا گیا اس نے اس کا جواب دیا۔ لوگ ذوالعلوم کہنے لگے۔ پیر صاحب نے ایک سید صوفی کو ہدایت کی کہ آذر کیوان کو بڑا نہ کہو۔ وہ ایک خدا ربیدہ شخص ہے۔ اس کا مرید یہ سن کر کہ پیر صاحب آذر کیوان کے مداح ہیں۔ اس سے ملنے گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حال ہی میں اسطحڑ سے آیا ہے۔ آذر کیوان کو یہ سب معاملہ پہلے ہی معلوم تھا۔ وہ گوشت کھانے اور باندھ کو مارنے اور آزار دینے سے مانع تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی روح اس کے جسم سے جب چاہتی ہے۔ باہر نکل آتی ہے۔ اس نے اپنے بعض مشاہدات کو منظم کیا ہے :-

چو ز ابد اہما بر گزشتہ رواں رسیدم سوی پاک فرج رواں

اکبر کے زمانے میں آذر کیوان ہندوستان طلب کیا گیا لیکن اس نے عذر کیا اور اپنی کتاب بھیج دی۔ "درستانش واجب الوجود و عفو و نفوس و سموات و کواکب و عناصر و در نصائح بادشاہ مشغل بر چہارہ جزو۔ ہر اول سطر آں پارسی بخت درمی بود و نصیحت آں عربی شد چوں تلب میگردند تری بود چوں نصیحت آں میخواندند ہندی میگشت" ابو الفضل کو اعتقاد تمام آذر کیوان سے تھا۔ اس کے دوسرے مسلمان معتقد بھی تھے۔ از انجملہ ابوالفاسم منذر سکی۔

۱۶- فارسانامہ اور مجمل التواریخ والقصص کا بیان ایک نہیں۔

۱۷- کیا اسطر آذر کیوان کے زمانے میں موجود تھا؟ ۱۸- دبستان (نرکشور ۱۸۸۸ء) میں ابدانہ بنوں کہیں دراصل ابدامہ مجیم ہے اور آذر کیوان

کی نظم میں اسی غرض ہے۔ اس نظم میں سیر سمادات کا ذکر ہے۔



آذریوں کا حال و نستان کے علاوہ چہار چمن میں تھا لیکن اس کتاب کا چوتھا چمن جس میں یہ تھانا پیدا ہے۔ اس بات کا کوئی قابل قبول ثبوت نہیں کہ عمداً کبریٰ میں اس سے ہندوستان آنے کی استدعا کی گئی تھی، یا فخر کی اس کے معتقد تھے۔ صاحب دستان یا دوسرے دساتریوں کی شہادت کا عدم وجود برابر ہے۔ ۱۴ جز کی ایسی کتاب کہ عربی فارسی، ترکی، ہندی سب میں پڑھی جائے نہ کبھی لکھی گئی نہ لکھی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ آذریوں اور خرقن دہم جہزی میں اپنے مربیوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہند گیا اور پٹنہ میں مقیم ہوا پٹنہ جانا مسلم، لیکن اس کا ثبوت وجود نہیں کہ وہ ۱۵ویں صدی میں ہند آیا تھا۔ آذریوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہوں گی لیکن اس نظم کے سوا جس کا ذکر آچکا ہے کوئی چیز جو خود اس کے نام سے ہو موجود نہیں

اس کا قطعی طور پر ثابت کرنا ممکن نہیں لیکن قوی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خود آذریوں دساتر کا مصنف ہے۔ نامہ ساسان پنجم میں یہ عبارت ملتی ہے:-

”در تذکرہ توپنجمبری ہمیشہ ماند“ دساتر ص ۳۰

آذریوں کے معتقدین نہ صرف اسے بلکہ اس کے بیٹے کو بھی نبی لکھتے ہیں۔ یہ پیشگوئی کہ ساسان پنجم کی نسل سے نبی آئے گا بھی برتنے دیں گے۔ اس غرض سے تھی کہ دعویٰ کا موقع مل سکے۔

۱۳، فرزانہ بہرام آذریوں کے قیام پٹنہ کے زمانہ میں شہر آرا۔ اور ریاضت میں مشغول ہوا۔ پارسی و پہلوی و عربی سے جیسا چاہئے واقف تھا اور منطق و طبیعیات و ریاضیات و الہیات سے بخوبی آگاہ۔ چہار چمن میں وہ کہتا ہے: ”ہیواری حضرت کیوان ملک و ملکوت و جبروت و ایزدیت و ربوبیت و تدبیر و تخیلات و تفسیر و معانی و ذاتی و وصول یا فہم“ فرزانہ بہرام تاجر پیشہ تھے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کیمیا کرتے تھے۔ تجارت اسے چھیلنے کی غرض سے تھی۔ بمقام لاہور ۱۰۳۴ میں وفات پائی (دستان ص ۱۴)۔

۱۴، دستان مذاہب کے مصنف نے اپنے حالات قریباً یہ بیان کیا ہے کہ میر ذوالفقار علی اس کے مصنف ہیں۔ مآثر الامراء ذوالفقار دوستانی مؤید کو اس کا مصنف لکھا ہے۔ یہ قول بھی کہ کیخسرو سپر آذریوں اس کا مصنف ہے، میں اس سے متفق ہوں۔ یہ بخوبی ممکن ہے کہ ان نے کبھی اپنے کو میر ذوالفقار علی اور کبھی صرف ذوالفقار کہا ہو۔ مؤید تخلص کے ایک شاعر دیوان فارسی کتابخانہ خدابخش میں موجود ہے اور اس کتاب خانے کی طرف سے شائع ہوگا۔ میرے نزدیک اس میں شبہ کہ بہت کم گنجائش ہے کہ یہ مؤید خواہ وہ آذریوں کا بیٹا ہو یا نہ ہو۔

(۵) برہان قاطع پہلی فرہنگ ہے جس میں خاص دساتیری الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن دساتر کا حوالہ ایک آدھ جگہ ہو تو ہو۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ بیشتر دساتیری الفاظ اس میں موجود ہیں۔ اس فرہنگ میں ان لغات کے ثبوت کا مقصد یہ ہوا کہ یہ بعد کی فرہنگوں میں بھی داخل ہوئے اور ان کی خاص تعداد نظم و نثر فارسی میں ایران و ہند دونوں ممالک میں مستعمل ہونے لگی۔ علی اکبر دہخدا کے لغت نامہ تک میں دساتیری الفاظ مثل آرش و آرش بیغیر حوالہ دساتیر آگئے ہیں۔ ایرانی شعر مثل فرصت ہدایت وغیرہ کے یہاں بھی دساتیری الفاظ ملتے ہیں اور غالب کی دستانوں سے مملو ہے۔

(۶) یہ بات کہ عمداً شہان تک دساتیر ایک بہت مشہور کتاب تھی غلط محض ہے۔ دساتریوں نے جو کتابیں قرن یازدہم میں لکھی ہیں ان سے اور برہان قاطع سے قطع نظر دساتیر کا نام تک کہیں نہ آیا۔ اور نہ اس کے خاص الفاظ و مطالب کہیں ملتے ہیں۔ اس کی اشاعت کے بعد ہی مشرقین مغرب نے اس کی محبوبیت کا بالاتفاق اعلان کیا۔ زردشتی اہلہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ اس کی اصلیت کا قائل تھا اور دوسرا اسے جعلی قرار دیتا تھا۔ بالآخر اڈریشیل کا لکریں کے اجلاس جنوا میں شہر یار جی دادا بھائی بروچانے اپنا مقالہ اس کے خلاف پڑھا اور اس کے بعد سے شاید ہی کوئی زردشتی ہو جو اس کی اصلیت کا قائل ہو۔ ان کے مقالے کا ایک اقتباس آٹائے شہر دان

۱۹- ان بزرگوں میں انکسار کی کمی نہیں! چہار چمن کے سچے چکے ہیں۔ مگر وقت تحریر پیش نظر نہیں۔



کے الفاظ ہیں یہ ہے۔

تیس از مطالعات دقیق دساتیر با این نتیجہ میرسم کہ این کتاب بھیج وجہ نمیتوان جزو کتاب مذہبی مزدیسنا بشمار آورد و نیز مندرجاتش نہ با مندرجات اوستا برابر است و نہ با مندرجات کتب پہلوی دورہ ساسانیان و یقیناً محصول دورہ بنیاد خیرمی باشد۔ ہر چند تعلیمات این کتاب با تعلیم زرتشت، نیز شباهت ندارد بلکہ تعلیمات ہنود، بودا و مذہب افلاطونی قنایاں است۔ چنانچہ خوردن گوشت حرام و ریاضت و زہد و فاقہ کشی و تخر و ترک دنیا را مدعہ می نماید۔ دساتیر از نقطہ نظر تقویم و اساطیر و تاریخ و کتب مذہبی مزدیسنا مغایرت تامی دارد و زبان آسانی آن تحریر علی است از اسطہ پہلوی پارسی و ہندی۔“

(۷) زردشتیوں کے کتب مقدس میں زردشت سے قبل کے پیروں کی طرف اشارہ ہو۔ لیکن کسی کو بعہاحت پیغمبر نہیں بنایا، اور نہ یہ زردشتی عقیدہ ہے کہ زردشت کے بعد کوئی نبی آئے گا۔ زردشتی مذہب میں زردشت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور دساتیری پیروں میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ زردشتی و دساتیری عقائد بھی مختلف ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زردشتیوں کے ایک گروہ نے اسے اپنی کتاب مقدس تسلیم کیا ہے اس کا راز اس کی فرضی قدامت میں مخفی ہے۔ جس پر مزدیسنا جو لسن نے بہت زور دیا تھا۔ دساتیر کے مطابق آدیوں کی حکومت اس کے بعد ہی افراہی وغیرہ آئے اُسوزاد سال رہی اور سوزاد سال تیس ہزار ہا سالگ برس ہوتا ہے (دساتیر ص ۱۲) یہ کس طرح ممکن تھا کہ ملا فیروز وغیرہ دنیا کی قدیم ترین کتاب کے مصنف ہونے کے فحشے زردشتیوں کو محروم کر دیتے۔ رہی دساتیری اور زردشتی عقائد کے احکام کے اختلافات تو صاحب دستان نے اس کے باوجود دساتیر کو قبول کرنے کے لئے زمین بھرا کر دی تھی۔ دساتیری فن تاویل میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ لفظوں کے الٹ چیر سے وہ کوئی دشواری ایسا نہیں جسے ثابت کر سکتے ہوں دستان میں ہے۔

آبادی کہتے ہیں کہ زردشت کا مدار مزدیشت پر ہے، حقیقت کو صرف خواہی سمجھ سکتے ہیں۔ عوامت ایسی باتیں کہنی چاہئیں جو ان کے فہم کے ماوراء نہ ہوں۔ بعض آبادیوں کا قول ہے کہ زردشت قسم کی تھی۔ ایک صحیح اور بے مزجہ مہ زند کہتے تھے اور دوسری مہ مخد جسے صرف زند کہتے ہیں۔ پہلی نامہ آباد کے مطابق تھی لیکن یہ تسلط بیگانگان مثل ترکان و رومیوں کے بعد غائب ہو گئی اور زند کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ عہد اشکانیاں میں زند پر عمل تھا لیکن اردشیر ساسان دوم کا مطیع تھا اور زند پر عمل نہ فرماواں کے عہد میں ہی اس پر عمل تھا۔ آبادیوں کا عقیدہ ہے کہ اگرچہ دین زردشت از گشتا سپ تا یزدگرد و ابی تمام داشت، اما بادشاہان تاویل کردہ آں را با شریعت آذر ہوشنگ یعنی مہ آباد مطابق سے سامعند۔“

(۸) آجکل زردشتیوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک دساتیر کو محمد اکبری سے قبل کی کتاب نہیں مانتا۔ دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ جہلی ہونے کے باوجود یہ اس قدر جدید نہیں اور واقعی خسرو پرویز کے عہد یا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ اس گروہ کے دلائل بہت کمزور ہیں۔ یہ مقالہ بہت سرسری طور پر لکھا گیا ہے۔ موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے پچاسوں صفحات کی ضرورت ہے۔



# کچھ دساتیر کے بارے میں

دساتیر طبع اڈل کے مرتب ذماشر ملا فیروز لکھتے ہیں :

کتاب مستطاب دساتیر یعنی کلام ربانی ... کہ در نیولا اقل و اہل عباد فیروز بن مرحوم ملا کادس بمعاونت ... صاحب عالی شان ... مسٹر ولیم اسکین صاحب جلیل المناقب بزبان انگریزی ترجمہ و در طبع خانہ محمودہ ممبئی معروف بہ کوریر مطبوع و منتشر میگرداند ... زبان اصل صحیفہ منزلاً اصلاً و قطعاً مناسبت بزبان زند و پہلوی و درسی بلکہ بحجج السنہ مشہورہ ... این زمان ندارد و در عصر خسرو پرویز حضرت ساسان بنیم این محف را بزبان قرص در غایت سلاست و فصاحت و بلاغت ... ترجمہ فرمودہ و ہرچہ از آیات بینات کہ محتاج بزایدت شرح و بسطست بعد ترجمہ الفاظ آیات شرحی واضح مرقوم تا طالبان ہمداد دریافت بسہولت میسر گردد ... این صحیفہ مقدسہ تا عہد شاہ جہاں ... کاشمیں فی لفظی ظاہر و ... ہویدا و بعد از ان ... مخفی و ناپیدا بود تا آنکہ قبل ازین پچہل و چہار سال در اوقاتی کہ والد ماجد ... سفر ایران اختیار و اقل نیز ہمراہ بودہ در اصفہان این نعمت فظی ... نصیب والد ماجد گردید و مصنف کتاب شادستان چہار چمن فرزاد بہرام بن فرہاد کہ در فرقہ زرتشتیہ از اعظم حکما در عہد اکبر و جہانگیر بودہ غایت عقیدت و نہایت رسوخیت باین محف مقدمہ داشتہ و حکیم برہان تبریزی جامع ... برہان قاطع کہ فی الواقع اثل و اکمل سائر فرہنگہای دیگر مفقود الذکر است آوردہ ... و مؤلف ... دبستان للذہاب کہ بظن غالب این حقیر مبیہ ذو الفقار علی نام دارد ... اند دساتیر لیشہای جداگانہ اہالی ایران ... و با اکثر

- ۱۔ ملا نے انگریزی میں اسے DESATIR لکھا ہے۔ ۲۔ یعنی ولیم۔ ۳۔ طبع خانہ = مطبع
- ۴۔ ممبئی بالیم، ممبئی ۵۔ COURIER۔ ۶۔ زند یعنی اوستائی زبان، مگر اوستا کو زند کہنا نہیں چاہئے۔
- ۷۔ یہاں پر فعل حذف۔ یہ درست نہیں، مگر ملا سے یہ غلطی کئی جگہ سرزد ہوئی ہے۔ ۸۔ انگریزی دیباچے میں ہے کہ
- آغا محمد ظاہر کتاب فروش سے دساتیر ملی تھی اور اس پر کتاب گبری مرقوم تھا۔ ۹۔ نہ جانے حکمت کا کیا تصور
- ذہن میں تھا کہ برہان کو حکیم لکھا۔ وہ اپنی کتاب سے حکیم در کنارہ فہمیدہ شخص بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ۱۰۔ کوئی
- اس طرح اور کوئی دبستان مذہب لکھا ہے۔
- ۱۱۔ کہنا



اربابِ آن مل نیز ملاقات و مرقوم فرمودہ - و سرولیم جوئس .. اگرچہ دساتیر .. با و نہر سیدہ .. اما نہ  
 یکی از تالیفات معتبرہ خود از .. دبستان .. ذکر می چند منتخب مرقوم فرمود .. و چون آن کتاب بفرد  
 واحد منحصر و ثانی آن مفقود انارش، این اقل را اکثر اوقات با اصحاب علم و ارباب علم فرقه (انگریزی) است  
 و مکالمت میسر و فطرت .. این گروہ تحقیق .. و تجسس .. مجبول .. بعد اطلاع بر وجود این صحیفہ ترغیب  
 و تحریص بترجمہ آن در زبان انگریزی می نمودند تا آنکہ نواب مغفرت آباد امین الملک گورنر دکن فرمان فرمای  
 بندر بنی باستبداد تمام بترجمہ مشغول و بذل جہد و راتما و انتشار آن مبذول میداشت - اما انجل اما  
 نیافت ... بعد از ان .. .. جزل سر جان مالکم بہادر از انگلستان مینوشان ... تاکید اختتام  
 ترجمہ .. و خود نیز در کتابی کہ شتمل بر احوال ایران بزبان انگریزی تالیف فرمودہ شمر از او صاف این صحیفہ  
 .. مندرج ساختہ .. این حقیر نیز مدتی صرف اوقات در دریافت زبان اصل کتاب و مغایرت آن با لغات  
 فارسیہ غیر مستعمل نداننا ہذا مصروف و .. بتبصیح سہو و تصحیف لغات و تحریف عبارات کہ از کاتب در  
 صحیفہ واقع شدہ بود پرداختہ و .. فرہنگی علیحدہ مساوی لغات متداولہ و غیر متداولہ این صحیفہ مرقوم  
 ... مگر سہ چہار لفظ کہ معنی آن در حجاب اختفا محبوب در ذیل آن الفاظ مکتوب کہ معنی معلوم نگردیدہ ...  
 اصل این صحیفہ .. در یک جلد علیحدہ و ترجمہ آن در زبان انگریزی و فرہنگ بخط فارسی در جلد دیگر مطبوع  
 و بنام نامی .. جزل صاحب مشہور و شہر گردانید و قیمت این ہر دو جلد معاسی و پنج روپیہ مقرر است  
 ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے : دساتیر کی زبان عہد حاضر کی کسی مشہور زبان سے یا او تہا  
 د پہلوی و دری سے کچھ "مناسبت" نہیں رکھتی - عہد خسرو پردیز میں ساسان پنجم نے اس کا ترجمہ فارسی  
 میں کیا - عہد شاہ جہاں میں یہ کتاب سورج کی طرح ظاہر تھی - لیکن اس کے بعد مخفی ہو گئی - اس کا ایک نسخہ  
 ملا کاؤس کو اصفہان میں ملا - انگریزوں کو جب اس کے وجود کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے ترجمہ انگریزی  
 پر مصروف ہوئے - یہ کام گورنر بمبئی نے شروع کیا - لیکن قبل اتمام راہی عدم ہوئے - اس کے بعد جزل  
 سر جان مالکم نے خود ملا فیروز سے ترجمہ کی تحریک کی اور ملا نے یہ کام مسٹر اسکین کی اعانت سے انجام  
 دیا - ہر دو جلد کی قیمت ۳۵ روپے تھی -

فہرست مندرجات جلد ۱ : نامہ شت لہ آباد ۱ - نامہ جی افراہ ۵ ، نامہ شامی کلیو ۴۲ ،  
 نامہ یاسان ۹ ، نامہ گلشاہ ۱۰۶ ، نامہ نیباک ۱۱۵ ، نامہ ہوشنگ ۱۲۳ ، نامہ تہورس ۱۲۹ ، نامہ  
 ۱ - شت تعظیمی لفظ ، دساتیری فہرست میں آباد کی طرح ہر پیر کے نام سے قبل - ۲ - یعنی کیورث



جمشید ص ۱۳۸، نامہ فریدوں ص ۱۵۶، نامہ منوچہر ص ۱۶۲، نامہ کینسر و ص ۱۶۹، نامہ زرتشت ص ۱۷۶، پند نامہ  
سکندر ص ۲۲۳، نامہ ساسان نخست ص ۲۲۶، نامہ ساسان پنجم ص ۲۹۸، اصل کتاب ص ۳۰۵ سطر ۲ میں ختم  
ہوتی ہے۔ اس کے بعد ص ۳۰۵ تا ص ۳۱۶ منڈا فیروز کی عبارات ہیں جن کے اقتباسات اوپر درج ہو چکے ہیں۔  
آخر میں ۴ صفحات کا غلط نامہ ہے۔

جلد ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۸۱۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ ملا نے سب سے پہلے سر جان مالکم  
سے خطاب کیا ہے جن کے نام یہ کتاب معنون ہے۔ دیباچہ (ص ۱ تا ۱۱) میں سر ولیم جونسن نے دسائیر کی  
نسبت دبستان کے حوالے سے جو کچھ لکھا تھا وہ اور مارکوس ہیسناس نے ترجمہ ملا کے متعلق وابستگان  
فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۱۶ء میں جو کچھ کہا تھا نقل ہوا ہے۔ ترجمہ ڈکن کے بارے میں دیباچے سے یہ  
اطلاعات ملتی ہیں: ڈکن تقریباً ۵ سال ملا کی مدد سے ترجمہ کرتے رہے۔ لیکن نامکمل تھا کہ صحت خراب  
ہو گئی اور وہ ملا کو ساتھ لے کر ISLE OF FRANCE چلے اور بعد تکمیل ترجمہ کو ملکہ وکٹوریہ  
کی نذر کرنا چاہتے تھے لیکن قضا نے مہلت نہ دی اور وہ بمبئی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کا ترجمہ ان کی دوسری  
چیزوں کی طرح انگلستان بھیج دیا گیا۔ ملا نے یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کے ہندوستان فتح کرنے کے  
موضوع پر ان کا رزم نامہ منظوم موسوم بہ جارخنامہ قریب الانحتام ہے۔ انگریزی ترجمہ ۲۰۳ صفحات میں آیا ہے  
اور فرنگ دسائیر نے ۸۱ صفحے لے لیے ہیں۔ جلد ۲ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کم ۲۰۰ نسخوں کے خریدار  
اشاعت سے قبل ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ۱۰۰ نسخوں کی خریداری حکومت بمبئی نے کی تھی اور ۵۰ باشندگان  
انگلستان نے جن کے نام درج نہیں۔ وہ خریدار جن کے نام کتاب میں ہیں ان میں سے ۱۹ اپنے ناموں سے  
زرتشتی معلوم ہوتے ہیں۔ ۲ مسلمان اور باقی عیسائی جن میں سے بعض کے سوا ظاہر اسباب یورپی ہیں۔ خریدار  
ذیل علی الخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہزر وائل ہائی ٹنس پرنس ریجنٹ (۲ نسخے)، مارکوس ہیسناس گورنر  
جنرل (۶)، لورڈ ہشپ کلکتہ مسٹر اسکن (۳) ٹرنز میکن۔

(۱) فیروز ۱۱۲۷۔ یزدگردی میں بروچ میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کے تھے کہ ان کے والد ملا  
کا دس اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے سورت آ گئے اور ۲ سالہ فیروز کو ساتھ لے کر ایران گئے۔ فیروز  
نے وہاں علوم مذہبی کی تحصیل کی اور زندہ پہلوی و اوستا و فارسی سیکھی اور "مراتب موبدی" کو اتمام پر  
پہنچایا۔ ملا نے اس کے بعد "نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، الہیات و صرف و نحو" کی طرف بھی توجہ کی اور



آخر میں بنجراد وغیرہ میں سالہ اقامت کے بعد ۱۱۴۹ یندگردی میں سورت واپس آئے۔ مگر تھوڑے ہی زمانے کے بعد بحبی میں توطن گزین ہو گئے۔ ”حکومت انگلستان“ نے چار سو روپے ماہانہ ان کی مدت عمر کے لئے ان کے واسطے مقرر کر دیئے تھے۔ ملا کی وفات بتاریخ ۸ اکتوبر ۱۸۳۰ء واقع ہوئی۔ یہ حلات آقای رشید شہر دان کی کتاب فرزندگان زردشتی سے ماخوذ ہیں۔

(۲) آذر کیوان کا نسب نامہ دبستان مذاہب میں یوں درج ہے: ”آذر کیوان ابن آذر گشیپ ابن آذر زردشت، ابن آذر برزین، ابن آذر خورین، ابن آذر امین، ابن آذر بہرا، ابن آذر نوش، ابن آذر ہتر ابن کہتر آذر ساسان کہ اور انجیم ساسان گویند: ابن ہتر آذر ساسان کہ چہارم ساسانش میخوانند ابن کہیں آذر ساسان کہ مشہور بسوم آذر ساسان است۔ ابن ... دوم آذر ساسان ... ابن ... آذر ساسان نخست ابن خرد۔ داراب ابن بزرگ داراب ابن بہمن ابن اسفندیار ...“

ڈاکٹر محمد معین ص ۳۲ — ”آذر کیوان و پیردان او“ (مجلہ دانشکدہ ادبیات شمارہ ۳ سال ۱۳) میں آذر ہتر کی تصحیح ”آذر ہر“ سے کی ہے اور لکھا ہے: ”نام پیردان آذر کیوان تا آذر ہر ہمہ ناچہای آتشکدہ است کہ در فرہنگ ہای پارسی بعنوان ’ہفت آتشکدہ‘ یاد شدہ اند و این ہفت آتشکدہ بصورتی کہ نقل کردہ اند وجود خارجی نہ داشتہ“ ۲۔

واقعہ ہے کہ اس نسب نامے میں مسلسل ۵ ساسان آئے ہیں۔ آقای محمد معین اس سلسلے میں لکھتے ہیں: ”مؤلف دساتیر پنج ساسان را از خود نساختہ است و این امر سوا بقی دارد، از جملہ در فارسنامہ ابن البلیخی میخوانیم:

”... اردشیر بن بابک بن ساسان بن بابک بن ساسان بن بہمن بن اسفندیار“ مؤلف مجمل التواریخ والقصص گوید: ”بہمن را پسری بود نام وی ساسان چون بہمن پادشا کی دختر اداو، تنگ آمدش ازین کار و بدو رجائی رفت ... و از وی پسری ماند ہم ساسان نام بود تا پنجین پسر، چنان ساسان نام ہی نہادند۔“ یہ صحیح ہے کہ ۵ ساسان پہلے سے کتابوں میں چلے آتے تھے۔ لیکن ان کا تعلق تاریخ سے نہیں، اساطیر سے ہے۔ مزید یہ کہ ان کا مفروضہ زمانہ عہد خسرو پرویز تک

۱۔ میرے کرمفرامین اور بادیہ وجود زردشتی چونکہ نقش بندی سلسلے میں مزید ہیں۔ ۲۔ فارسنامہ اور مجمل التواریخ والقصص کا بیان ایک نہیں۔



بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ اس عہد میں کوئی گناہم شخص ساسان نام کا ہو تو ہو، لیکن کوئی ایسا شخص جس کا اس زمانے کی کتابوں میں ذکر آیا ہو اور اس عہد کے اہم معاملات سے اس کا سروکار رہا ہو، نہ تھا۔ ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ ”ناگفتہ خود پیدا است کہ این شجرۃ النسب جھولست“ و شاید نام پدر اور صحیح نقل کردہ باشند“ ساسانوں سے قطع نظر یہ کب ممکن ہے کہ آذرکیوان اور ساسان پنجم کے درمیان آٹھ ہشتیں ہوں۔ دبستان میں جو نسب نامہ ہے، وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، با احتمال قوی خود آذرکیوان اس کا ذمہ دار ہے۔

دبستان میں آذرکیوان کے متعلق مرقوم ہے : ۵ سال کی عمر سے کجیاری اور شب بیداری شروع کی اور ریاضت کے وقت اس کی غذا کا وزن ایک درم رہ گیا تھا۔ ۲۸ برس ختم نشین رہا اور ادھر عمر میں ایران سے ہند آیا اور کچھ دن ٹپنہ میں مقیم رہ کر ۱۰۲۷ء میں فوت ہوا۔ ۸۵ سال کی عمر ہوئی۔ ابتداء سلوک میں حکماء ہند و ایران و یونان نے خواب میں ”اقسام حکمت“ اس کے سپرد کئے۔ ایک دن مدرسے گیا جو کچھ پوچھا گیا اُس نے اس کا جواب دیا۔ لوگ ”ذو العلوم“ کہنے لگے۔ پیمبر صاحب نے ایک سید صوفی کو ہدایت کی کہ آذرکیوان کو بڑا نہ کہو، وہ ایک خدا رسیدہ شخص ہے۔ اس کا مرید یہ سن کر کہ پیمبر صاحب آذرکیوان کے صلح ہیں اس سے ملنے گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حال ہی میں اسطر سے آیا ہے۔ آذرکیوان کو یہ سب معاملہ پہلے ہی معلوم تھا۔ وہ گوشت کھانے اور جاندار کو مارنے اور آزار دینے سے مانع تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی روح اس کے جسم سے جب چاہتی ہے باہر نکل آتی ہے۔ اس نے اپنے بعض مشاہدات کو منظوم کیا ہے :

چو زابد اہل ہا بر گزشتہ رواں رسیدم سوی پاک فرخ رواں

اکبر کے زمانے میں آذرکیوان ہندوستان طلب کیا گیا۔ لیکن اس نے غدر کیا اور اپنی کتاب بھیج دی، ”در تالیف واجب الوجود و عقول و نفوس و سماوات و کواکب و عناصر و در فصاح بادشاہ مشتمل بر چہار دہ جزو۔ ہر اول سطر آن پاری بھبت دری بود و تصحیف آن غری میسر، چون قلب میگردند ترکی بود، چون تصحیف آن میخوانند ہندی میگشت“ ابو الفضل کو اعتقاد تمام آذرکیوان سے تھا۔ اس کے دوسرے مسلمان معتقد بھی تھے، انہی میں ابو القاسم فندرسکی۔

۱۔ دبستان (نول کشور ۱۸۸۸ء) میں ابدانہا (تہون)!

لیکن در اصل ابدانہا بھیم ہے اور آذرکیوان کی نظم میں اسی طرح ہے۔ اس نظم میں یہ سمادانت کا ذکر ہے۔



آذریوان کا حال دبستان کے علاوہ چہارچمن میں تھا، لیکن اس کتاب کا چوتھا چمن جن میں یہ تھا نا پید ہے۔ اس بات کا کوئی قابل ثبوت نہیں کہ عہد اکبری میں اس سے ہندوستان آنے کی استدعا کی گئی تھی، یا فدرک اس کے معتقد تھے۔ صاحب دبستان یا دوسرے دسائریوں کی شہادت کا عدم وجود برابر ہے۔ ۳۱ ہجری کی ایسی کتاب کہ عربی، فارسی، ترکی، ہندی سب میں پڑھی جاسکے، نہ کبھی لکھی گئی، نہ کبھی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ آذریوان اواخر قرن دہم ہجری میں اپنے مریدوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہند گیا اور پٹنہ میں مقیم ہوا۔ پٹنہ جا مسلم، لیکن اس کا ثبوت وجود نہیں کہ وہ اواخر قرن مذکور میں ہند آیا تھا۔ آذریوان نے بہت سی کتابیں لکھی ہوں گی، لیکن اس نظم کے سوا جس کا ذکر آپکا ہے کوئی چیز جو خود اس کے نام سے ہو، موجود نہیں۔

اس کا قطعی طور پر ثبوت کرنا ممکن نہیں۔ لیکن قرآن قوی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خود آذریوان دسائیر کا مصنف ہے۔ نامہ سامعان مجسم میں یہ عبارت ملتی ہے :

”در ترجمہ قوم غیر ہمیشہ ماند“ دسائیر ص ۳۰۴

آذریوان کے معتقدین نہ صرف اسے بلکہ اس کے بیٹے کو بھی بنی لکھے ہیں۔ یہ پیشینگوئی کہ ساسان پنجم کی نسل سے بنی آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اس غرض سے تھی کہ دعویٰ کا موقع مل سکے۔

(۳) فرزانہ بہرام آذریوان کے قیام پٹنہ کے زمانہ میں شیراز سے آیا اور ریاضت میں مشغول ہوا۔ پارس کی دیہیوی و عربی سے جیسا چاہیے واقف تھا اور منطق و طبیعیات و ریاضیات و الہیات کے بخوبی آگاہ۔ چہارچمن میں وہ کہتا ہے ”بیادری حضرت کیواں بملک ملکوت و جبروت و لاموت صیدم و تجلیات اناری و افعالی و صفاتی و ذاتی وصول یافتم فرزانہ بہرام تاہر پشہ تھے۔ لوگوں کا عقیدہ یہ کہ کیا کرکھے۔ تجارت اسے چپانے کی غرض سے تھی۔ بمقام لاہور ۱۰۳۴ میں وفات پائی (دبستان ص ۱۱۸)

(۴) دبستان مذہب کے مصنف نے اپنے حالات تو دینے ہیں، لیکن کسی جگہ اپنا نام نہیں لکھا۔ مثلاً فرزد نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میر ذوالفقار علی اس کے مصنف ہیں۔ مآثر الامرانے ذوالفقار اردوستانی موبد کو اس کا مصنف لکھا ہے۔ یہ قول بھی ہے کہ بخسرو پسر آذریوان اس کا مصنف ہے میں اس سے متفق ہوں۔ یہ بخوبی ممکن ہے۔ اس نے کبھی ایسے میر ذوالفقار علی اور کبھی صرف ذوالفقار کہا ہو۔ موبد تخلص

۱۔ چہارچمن طبع ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں چوتھا چمن الحاقی ہے، اصل غائب ہے۔ میں نے بمبئی اور یونانیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا، کسی کے پاس موجود نہیں پایا گیا۔ ۲۔ ان بزرگوں میں انیسار کی کمی نہیں۔



کے ایک شاعر کا دیوان فارسی کتابخانہ کتب خانہ کی طرف سے شائع ہوگا۔ میرے نزدیک اس میں شیعہ کی بہت کم کجائش ہو کر یہ عید ہی دبستانِ مذاہبِ مستنفع ہر جہاں وہ اذکیوا کا بیٹا ہو۔

(۵) برہانِ قانع پہلی فرنگ ہے جس میں خاص دساتیری الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن دساتیر کا حوالہ ایک آدھ جگہ ہو تو ہو۔ یہ بھی نیچے نہیں کہ بیشتر دساتیری الفاظ اس میں موجود ہیں۔ اس فرنگ میں ان لغات کے شمول کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بعد کی فرنگوں (۱) میں بھی داخل ہوئے اور انکی خاصی تعداد نظم و نشر فارسی میں ایران و ہندوؤں ممالک میں مستعمل ہونے لگی۔ علی اکبر دہخدا کے لغت نامہ تک میں دساتیری الفاظ مثل آرش و آرش بغیر حوالہ دساتیر آگئے ہیں۔ ایرانی شعر مثل فرصت و ہدایت وغیرہ کے یہاں بھی دساتیری الفاظ ملتے ہیں اور غالب کی دستنبو تو ان سے مملو ہے۔

(۶) یہ بات کہ عہد شاہجہاں تک دساتیر ایک بہت مشہور کتاب تھی غلط محض ہے۔ دساتیر نے جو کتابیں قرنِ یازدہم میں لکھی ہیں ان سے اور برہانِ قانع سے قطع نظر دساتیر کا نام تک کہیں نہ آیا اور نہ اس کے خاص الفاظ و مطالب کہیں ملتے ہیں اس کی اشاعت کے بعد ہی مستشرقین مغرب نے اس کی مجموعیت کا بالاتفاق اعلان کیا۔ زردشتی البتہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ اس کی اصلیت کا قائل تھا اور دوسرا اسے جعلی قرار دیتا تھا۔ بالآخر اور ٹیل کانگریس کے اجلاس جینوا میں شہر بارجی دادا بھائی بردی نے اپنا مقالہ اس کے خلاف پڑھا اور اس کے بعد سے شاید ہی کوئی زردشتی ہو جو اس کی اصلیت کا قائل ہو۔ ان کے مقالے کا ایک اقتباس آقای شہردان کے الفاظ میں یہ ہے:-

”پس از مطالعات دقیق دساتیر باین نتیجہ میرسم کہ این کتاب بہمچ وجہ نمیتوان جزو کتاب مذہبی زردشتی بشمار آورد زیرا مندرجاتش نہ بامندرجات اوستا برابر است و نہ بامندرجات کتب پہلوی دورہ ساسانیان و یقیناً محصول دورہ اخیر می باشد۔ ہر چند تعلیمات این کتاب با تعلیم ... زرتشت نیز شباهت ندارد، بلکہ تعلیمات ہنود، بودا و مذہب افلاطونی متماثل است۔ چنانچہ خوردن گوشت حرام و ریاضت و زہد و فاقہ کشی و تجرد و ترک دنیا را موعظہ مینماید۔ دساتیر از نقطہ نظر تقویم و اساطیر و تاریخ و کتب مذہبی مزدیسنا معاصر تہائی دارد و زبان آسمانی آن تحریری است از السنہ پہلوی پارسی و مندی“

(۷) زردشتیوں کے کتب مقدس میں زردشت سے قبل کے پیروں کی طرف اشارہ ہو، لیکن کسی کو بصراحت پیر نہیں بتایا اور نہ یہ زردشتی عقیدہ ہو کہ زردشت کے بعد کوئی نبی آئیگا۔ زردشتی مذہب میں زردشت کو مرکزی حیثیت حاصل



ہے اور دسائیری پیمبروں میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ زردشتی و دسائیری عقاید بھی مختلف ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زردشتیوں کے ایک گروہ نے اسے اپنی کتاب مقدس تسلیم کیا ہے اس کا راز اسکی فرضی قدامت میں مخفی ہے جس پر سرولیم جوسن نے بہت زور دیا تھا۔

دسائیر کے مطابق آبادیوں کی حکومت (اسکے معبد جی افراہمی وغیرہ آئے) "سوزاد" سال رہی اور سوزاد سال ۳۰ ہزار مہاسنگ برس ہوتا ہے (دسائیر ص ۵۶) یہ کس طرح ممکن تھا کہ مثلاً فیروز وغیرہ دنیا کی قدیم ترین کتاب کے مصنف ہونے کے فخر سے زردشتیوں کو محروم کر دیتے۔ یہ دسائیری اور زردشتی عقائد کے احکام کے اختلافات 3 صاحب دبستان نے اس کے باوجود دسائیر کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار کر دی تھی۔ دسائیری فن تادیل میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ لفظوں کے الٹ پھر سے وہ کوئی دعویٰ ایسا نہیں جسے ثابت نہ کر سکتے ہوں جو دبستان میں ہے۔ آبادی کہتے ہیں کہ زردشت کا طائر رمز و اشارات پر ہے۔ حقیقت کو صرف خواص سمجھ سکے ہیں۔ عوام سے ایسی باتیں کہنی چاہئیں جو ان کے فہم کے ماوراء نہ ہوں۔ بعض آبادیوں کا قول ہے کہ زرد دو قسم کی تھی۔ ایک صحیح اور بے رمز جسے ہم زندہ کہتے تھے اور دوسری مرئوز جسے مرنے کا کہتے ہیں۔ پہلی نامہ آباد کے مطابق تھی۔ لیکن یہ تسلط بیگانگان مثل ترکان و رومیان کے بعد غائب ہو گئی اور زند کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ عہد اشکانیاں میں زند پر عمل تھا، لیکن اردشیر ساسان دوم کا مطیع تھا اور مہند پر عامل۔ نو شیردان کے عہد میں بھی اسی پر عمل تھا۔ آبادیوں کا عقیدہ یہ کہ "اگرچہ دین زردشت از گشتا سپ تا یزدگرد درواجی تمام داست" اما بادشاہان تادیل کردہ آن را با شریعت آذر ہوشنگ یعنی مہ آباد مطابق می ساختند۔"

(۸) آجکل زردشتیوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک دسائیر کو عہد اکبری سے قبل کی کتاب نہیں مانتا۔ دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ جعلی ہونے کے باوجود یہ اس قدر جدید نہیں اور واقعی خسرو پرویز کے عہد یا اس کے کچھ بعد کی ہے اس گروہ کے دلائل بہت کم ہیں۔

● ●  
(خدا بخش لائبریری جرنل نمبر ۱۰)



## غالب اور ذال فارسی

۱۔ غالب پر کثرت میں جو اعراض ہوتے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ گزشتن، گذشتن اور پذیرفتن کو زائے سے کہتے ہیں۔ اس اعراض سے واقف ہونے کے بعد غالب نے جو خط مزاحم بیگ خاں طہا کو بھیجا تھا، اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ان لغتوں کو زائے سے لکھا ہوں، مگر وہ اسے فعلی اطلاق تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔

”مگر ہم در آن محض مندرجہ ذیل گزشتن و پذیرفتن پر زائے ہر زائے فعلی آٹا است۔ بکت شاسا فعلی اطلاق سے تو ان گفت کو کاتب آٹا بدل باشد وہ در تحریر افتد، حال آن کہ تحقیق ماہرے مالکانی و نویس غرض تمام است۔ تاثر غالب ص ۳۲

اس خط میں صرف تین لغتوں سے بحث ہے، اور غالب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ فارسی میں کسی لفظ کو زائے سے لکھنا چاہیے، لیکن اس کے کم و بیش میں برس بعد قانع برہاں میں ذال سے متعلق الفاظ ان کے قلم سے نکلے۔

”مگر تشنگان تحقیق را در کتب خارجہ میں میرزا یحییٰ رومی باو کہ در فارسی دو حرف متحد المخرج، بل کہ قریب المخرج نیز نیامده ہیں معنی و ثنائے شغور و صا و ہلا غنیت، تائے قرشت بہت و طائے دست و ارنیت، الف است مین نیست، بل کہ فین بہت و قاف نیست۔ ہر آئینہ جوں تائے ہوز بہت و غا و مندیت و طائے ظاہر نیست، ذال ذلت چر ابا شد و چون دو حرف متحد المخرج چوں و دوا باشد؟ آرسے۔ دبیران پاس و قاعدہ چنان بود کہ بر وال ابجد فقط بنادند، پسیناں ان میں رسم الخط یہ وجود نال منقطع در گان افتادند۔ چوں دریں اندیشہ وجود وال بے نقطہ انہماں سے رفت، وہ ذال منقطع سے ماند، اکابر عرب قاعدہ قراءہ وادند و تفرقہ وال ذال و ابراہن قاعدہ اساس بنا دند و ان کے من سے گویم نہ گفتار من است، بل کہ خزان آفرین من است و آن شت ہر مزد نام پارسی نژاد فرزند بود۔ و فیض کاویانی ص ۱۱۱ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے: (۱) ذال سے متعلق غالب کا بیان ہر مزد کے قول پر مبنی ہے۔ (۲) فارسی میں دو حرف متحد المخرج یا قریب المخرج موجود ہیں۔

اس مسئلے میں علامات و مختلفات ذیل متعلیٰ ہوتے ہیں، ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲ و یہ شعر یا اشعار مؤید برہاں میں ہیں۔ م و کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ ط ۱۱۱ و ۱۱۲ فارسی میں یائے زائد بہت ہے، لیکن فقط کی جگہ فعلی ایرانیوں کے یہاں اب تک نہیں ملا۔ بہار نے ابطال فروخت میں اس کی سند فعلی کن نگار مانڈ کے کلام سے دی ہے۔ مگر اس میں یائے معروف نہیں، یائے مجهول ہے اور زائد نہیں بلکہ کاتب تاثر غالب میں نہیں، مگر مؤید برہاں میں ہے (غالب کے خط کا ایک نمونہ اس میں نقل ہوا ہے) تاثر میں غائب طاعت کی فعلی ہے۔

یہ بات اس لئے فریبگاہ جیابگیری کا حوالہ دے کر اس سے نقل کی گئی، لیکن غالب نے تجویز میں ان پر سر تکیہ بہت لگائی ہے اور لکھا ہے کہ یہ بات باطل تھی جو میں نے ہرمز سے سنی تھی کسی قدیم فریبگاہ میں نہیں مل سکی۔

بہیں (۳) فارسی میں جب زائے تو جس طرح متحد المخرج حرف مض و زائے نہیں ہیں، ذبھی نہیں ہے (۴) مانڈ قدیم میں کاتب ذائے میں کچھ فرق ذکر کرتے تھے اور ذبھی بھی نقطہ دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ذکا و جہ و خط میں تھا۔ (۵) اکابر عرب نے یہ دیکھ کر، ایک قاعدہ بنایا کہ دو ذوں حروف میں تیز ہر جگہ

اس سلسلے میں اسرار ذیل توجہ طلب ہیں، (۱) ہرمز کے وجود غائب کا کوئی ثبوت موجود نہیں، اور یہ مان بھی لیا جائے کہ اس نام کا ایک ایرانی غالب کا استاد رہا تھا اور غالب کا بیان اس کے قول پر مبنی ہے، تو فارسی میں ذائے کے ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں اسے کچھ اہمیت حاصل نہیں، اس لئے کہ ہرمز ایک مجهول امکانی شخص ہے جس کی نہ کوئی تحریر موجود ہے، اور نہ جس سے غالب کے علاوہ کوئی شخص واقفیت کا متحمل ہے۔ (۲) فارسی میں قریب المخرج حروف کا ہونا بہت سے ہے پ پ ف و قریب المخرج ہیں۔ ل ر ایک دوسرے کے قریب سے نکلتے ہیں، اور یہی حال ک د خ کا ہے، خود غالب نے بھی قانع میں ایک دوسری جگہ اس کا اعتراف کیا ہے کہ ت دو قریب المخرج ہیں۔

”داستاد فقط است صحیح رستاد است کہ مرکب از رستی و داوست چوں دو حرف قریب المخرج بر افکن ان اعداد التجانیں رسم است رستاد ماند“ و فیض ص ۱۱۱

(۳) مضی لفظ ذال اور ذ متحد المخرج نہیں، اگر ایران کے متوجہ تلفظ کی بنا پر یہ حرف متحد المخرج قرار دئے گئے ہیں، جو بھی مضی کا مسئلہ مشکوک ہے۔ سعدی کے ایک شعر میں عدل فیض شکر کا قافیہ آیا ہے۔ (۴) غالب کو یہ بتانا تھا کہ کتنے قدیم کتابوں میں دو ذ بال التزام یک ساں لکھے گئے ہیں۔ یہ بات فریبگاہ جیابگیری میں بھی ہے، مگر اس کا جامع بھی غالب کی طرح ان نسخوں کا ذکر نہیں کرتا جن سے یہ دعویٰ ثابت ہو سکتا ہو۔ (۵) اس دعوے کا کہ اکابر عرب نے دو ذ میں تفرقہ کے لئے ایک قاعدہ بنایا، کوئی ثبوت موجود نہیں، اس دعوے کا کوئی ثبوت نہیں معلوم ہوتا۔ (۶) غالب نے یہ کہہ کے کہ دو ذ میں تفرقہ کے لئے قاعدہ بنایا خود تسلیم کر لیا ہے کہ فارسی میں ذائے تھا، یہ دوسری بات ہے کہ انہیں اس کا احساس نہ ہو

غالب نے قانع میں آذر (آتش) تھا اور تندر و عد کو دے اور آذر (نام ماہ و روز) تھا پذیرفتن و پذیرفتن، گزشتن و گذاردن تھا، اسپندارند اور اسپندارند و متا کو زائے لکھنے کا حکم دیا ہے (بعض نامانوس الفاظ کے بارے میں بھی غالب نے رائے ظاہر کی ہے، مگر میں ان سے بحث نہیں کرتا) اس کا قائل نہیں کہ ہرمز و ثم عبد المصمد و جہ و خارجی رکھا تھا، اس موضوع پر میرزا اسحاق علی گڑھی میگزین کے غالب نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ لہ برستان طبعی ص ۱۱۱، مگر جام جم واحدی ط ایران میں ص ۱۱۱ میں فیض قافیہ غلط



نہیں کرتا۔

لکھی گئی۔ غالب نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ کچھ الفاظ دوست اور کچھ  
دوستوں کیوں لکھے جائیں۔

۱۳۔ ذیل میں کچھ وہ باتیں جو فارسی میں وجہ و ذال کے ثبوت میں پیش  
کی جاسکتی ہیں، اور جگہ کی جاتی ہیں، ان میں سے بعض غالب کے علم میں بھی تھیں۔  
(۱) یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ ایران کی قدیم زبانوں میں  
ایک حرف موجود تھا جس کا تلفظ وہی تھا جو عربی ذال کا ہے۔ لیکن جیسے  
اب تک یہ چنانچہ چل سکا کہ یہ بات پاپائے ثبوت کو کس طرح پہنچی۔ اور سنی  
زبان میں ذال کا قائم مقام چ کھنچا جاتا ہے۔ مگر یہ صرف وسط کلمہ میں آتا  
ہے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل کے ساتھ میں کسی اور موقع پر لکھوں گا۔

(۲) شہید بخاری کے یہاں تائید کا قافیہ پائیدہ ملتا ہے (باب ۱۱) لا لباب  
جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ لیکن ابو طاهر خسروانی کے یہاں رسید کا قافیہ توفیق آیا ہے۔  
(باب ۳ صفحہ ۱۲۱) یہ دونوں شعراء عجمی ہیں تھے، شعراء آل سبکتگین  
میں کسائی مردزی (باب ۲ صفحہ ۱۲۱) چکیدہ و شبلیہ کا قافیہ قافیہ عربی لفظ  
بنیذ لاتا ہے، اور شاہ نامہ فردوسی میں بنیذ چکیدہ کی قبیل کے الفاظ کا قافیہ  
تو ملتا ہے، لیکن اس کے سچاس ساٹھ ہزار اشعار میں تائید کی قسم کا لفظ جو  
وال پر ختم ہوتا ہے، ایک جگہ بھی چکیدہ رسید وغیرہ کا قافیہ نہیں آیا۔  
"بیارید کس گفت جام بنیذ" بیادہمتن بلب و کشیدہ

شاہنامہ نگار جلد ۱ صفحہ ۱۲۱  
(۳) کتاب الابنہ من صفاتی الادویہ معتقد توفیق ہندی کا ایک نسخہ  
جسے اسدی طوسی شاعر مشہور نے عجمی میں لکھا تھا یورپ میں موجود ہے  
اور مطبعہ نسخہ اسی پر مبنی ہے۔ اس خطوط کے ایک صفحے کا عکس بیت مقدار  
قرینہ جزو اول میں موجود ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی وال  
و ذال کے معانی میں اس قاعدے پر متل ہے، جسے فہرست وغیرہ نے نظم کیا ہے۔ چنانچہ  
اس میں باذ، ایزد، بوذ، داؤد اور دزد کی دالوں پر یہ استثنائے دال اول  
داؤد و دزد و ذنقہ دیا ہوا ہے، اور دال اول داؤد و دزد اور دال گستر و ذ  
پر نقطہ نہیں ہے۔

(۴) اسدی طوسی کی فرہنگ فارسی ایک باریورپ میں اور ایک پاپائے  
ایران میں ملے ہوئے ہیں۔ اس میں الفاظ بہ ترتیب حروف تہجی جمع کئے گئے ہیں۔  
لیکن پہلے حرف نہیں، آخری حرف (یا بعض صورتوں میں حرف ماقبل آخر)  
کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس میں دال و ذال کے باب الگ الگ ہیں،  
تاد و تہرہ، آسفہ، آرزو، ازوند، ترقند وغیرہ دال کے باب میں،  
ادہانید، سوبد، پدید، بنفاد، رافد وغیرہ ذال کے باب میں ہیں۔

(۵) ابو عبد اللہ حسین لطنزی کی مستر الفہم میں (جو پانچویں صدی  
ہجری کے آخر کی تالیف ہے) یہ عبارت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ  
لطنزی ش. م. وغیرہ کے برخلاف ذکو ایک فارسی حرف سمجھتا ہے "او لحنہ  
لا تدخل الفارسیۃ تانیۃ بجمعها صم حط لحنہ قصہ ۱۵۰  
(۵) فرہنگ جہانگیری کے دیباچے میں سنائی کے اشعار نقل کئے ہیں۔  
جن میں سے ایک یہ ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف کی تعداد

۱۵۰ یہ غالب فارسی کا قدیم ترین خطوط ہے جو محفوظ ہو رہا ہے۔

۱۴۔ آغا احمد علی، احمد نے مؤید برہان میں فارسی میں وجہ و ذال عدم ذال  
سے متعلق مختلف فرہنگ نگاروں کے اقوال نقل کئے تھے، اور صراحت کے  
ساتھ یہ دکھایا تھا کہ فارسی میں قریب الحرف حروف نہ ہونے کے بارے  
میں غالب کا دعویٰ کس قدر غلط ہے۔ غالب نے تیغ تیز میں جو اس کا جواب  
دیا ہے وہج ذیل ہے۔

"میں نے اتنا مزید مزید موافق تلفظ کہا ہے نہ موافق قرائت کہ وہ خاص حکم  
کی تبادلات کے واسطے موضوع ہے۔ گنبد کو بہ ذال نقطہ وارہم نے لڑکوں اور غریبوں  
لوگوں کے سما کسی سے سما بھی ہیں جو اس کی اعلیٰ و دخل دیں۔ ہاں، کا غزوہ  
وال ابجد سے ہے، مگر خاص و عام کے تلفظ میں اور ہر کتاب میں علوی ذال نقطہ  
سے ہے، اور اس کتابت اور تلفظ کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی خلاف اس کے لکھے  
یا بولے تو دیکھنے اور سننے والے اس کو مسخرہ بنائیں۔ اس تلفظ اور اس اعلیٰ  
کے احاطے سے نکلا نہیں جاتا۔ میں دال سے لکھوں گا اور اس پر نقطہ دوں گا،  
اور تلفظ میں دال نقطہ دار لاؤں گا۔ غلام میری تحقیق کا یہ ہے کہ پزیرفتن،  
گزشتن، گزشتن، گزاردن اور ان کے مجموعہ مشتقات اور اسمائے مشہورہ  
ایام مثل آرزو اسفند، مزو وغیرہ سب ذلکے ہونے سے ہیں، اور تدر و اور  
کا غزوہ اور گنبد یہ تین لغت بھی بہ دال ابجد میں اور یہ فارسی قدیم کے موافق  
ہے۔ گنبد کی دال پر ذال خلاف نقطہ دیتے تھے نہ اختلاف دیتے ہیں۔ تدر و  
کی دال پر نقطہ دینے والے لغو اور پروج اور بے خبر ہیں۔ کا غزوہ کا نقطہ دینا  
اور پڑھنا چار قبول کرنا پڑا اور مرگ انہو کو حش سمجھا پڑا" صفحہ ۱۲۱

توجہ طلب امور: (۱) عرب ش. م. م. ات. ط وغیرہ کے تلفظ میں  
(ق) کرتے ہیں، یہ قرآن کے لئے مخصوص نہیں، ایرانی بھی اگر م. ات. ط کے تلفظ  
میں فرق کرتے تو جہت نہیں۔ (۲) احمد نے فارسی میں قریب الحرف حروف کے  
وجود کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا تھا، غالب نے اس کا کچھ جواب نہیں  
دیا (۳) غالب اس دعوے کے باوجود کہ فارسی میں مطلقاً نہیں، کا غزوہ کے  
مروجہ تلفظ و اعلیٰ سے تعرض نہیں کرنا چاہئے، خوف یہ ہے کہ لوگ کہیں مسخرہ نہ  
بنائیں۔ یہ جرات کی کمی ہے۔ غالب اگر تلاش کرتے تو بڑے ایرانی شاعروں کے  
یہاں کا غزوہ ایسے الفاظ کا قافیہ مل جاتا جو "پر ختم ہوتے ہیں۔ اسرار و غرار  
م. م. م. م. م. کا غزوہ، قافیہ خود آیا ہے، اور ہندی کی لٹری میں ہے،  
مگر نویں شرح میں ہے حدیث مشنوی ہفتاد و تان کا غزوہ

(۴) فارسی میں وجہ و ذال کے جو شواہد مؤید برہان میں تھے، غالب نے  
ان کی طرف مطلق توجہ نہیں کی، اور انھیں کا عدم قرار دے کر وہی بات جو  
قاطع میں کہی تھی دہرا دی ہے۔ ان کے پاس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں،  
عبد اللہ کے قول کے سوا اپنے دعوے کا کچھ ثبوت نہیں، اور یہ بات کہ کسی  
لفظ کو ذل سے اور کسے ذل سے لکھنا چاہئے، لازماً اس کے حوالے سے نہیں  
گنبد تذرو وغیرہ کی طرح نہیں کہ اب بھی ذال سے لکھا جاتا ہو، لیکن ہندوستان  
میں بہت سے لوگ جن میں اچھے فارسی دان بھی شامل تھے ذال سے لکھتے تھے۔ چنانچہ  
بکثرت کتابوں میں اسی طرح ہے، اس کا ایک ثبوت گنبد کی تصغیر گزی کا وجود ہے۔  
(ایسی کتابوں کے نام جن میں گنبد ذال کے ساتھ ہے، میں کسی دوسرے موقع پر پیش کروں گا)



دشنوز و دیند و کلیند یا کیے از حروف متحرکست چنانک نذ و سبذ و ذ و آذ  
ہم ذال مجہ اند و در زبان اہل غزنین و بلخ و ماوراء النہر ذال مجہ نیست  
و جلد ذالات پہلہ در لفظ آذر، ص ۱۵۹

(۱۰) آنا کہ بغاری سخن میرانند در معنی ذال ذال را بنشانند  
ما قبل وے ارسا کن خرداے ذال است و گرد ذال ہم خوانند

یہ رباعی فرہنگ جہانگیری کے دیباچے میں نصیر الدین طوسی کے نام لکھی ہے۔  
مگر یہ نہیں بتایا کہ کہاں سے لی ہے۔ کلیات ابن سینا م ۳، ص ۱۳۷ میں  
یہ رباعی موجود ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کلیات طایران میں ہے یا نہیں۔

(۱۱) صدی کے یہاں کوئی قافیہ جس میں تفرقہ والی و ذال کے قافیہ  
کی خلاف ورزی ہو، نہیں ملتا اور یہ محض اتفاق نہیں ہو سکتا، خصوصاً  
اس صورت میں کہ کلیات کا بیسی کے مسئلہ میں سودہ شفقارہ و غیرہ کا قافیہ  
ماخذ اور مسئلہ میں کشیدہ و رسید و غیرہ کا قافیہ لنید آیا ہے۔

(۱۲) تاریخ گزیدہ آٹھویں صدی کے نصف اولیٰ کتاب ہے، اس میں غیر  
کے اشعار کا اظہار اختلاف کے بغیر موجود ہونا اس کا ثبوت ہے کہ خود  
اس کا مصنف جو دوز کو مانتا ہے۔ اس کا مطبعہ سنہ ۱۱۵۵ھ کے ایک  
ایرانی نسخے کا کس ہے اس میں ذالات فارسی پر بالائز ام نقطے دئے ہیں۔  
(۱۳) قصیدہ بدائع الاسما مصنف سلطان سادجی طبع آگرہ ۱۱۵۵ھ میں  
شعر ذیل صفت رتقا کی مثال میں ہے۔ نقطہ دار کے بعد بے نقطہ اور بے  
نقطہ کے بعد نقطہ دار۔

۱۱ اثر برے کش طبعست تو باز مبادتاہ بت نگذاہ

(۱۴) بحج العنائ طبع سنہ ۱۱۵۵ھ میں لطف اللہ نشان بوری کلیہ شعر منون  
جامع الحروف میں ہے۔

۱۰ اثر و صفت علم عشق خلعت نہ ہن خط کسے جز بظلالی نہ

(۱۵) کلیات طبع ایران کے ایک قطعے میں سنہ ۱۱۹۷ھ غیرہ وغیرہ کا قافیہ نظم  
ہوا ہے، اور میں نے اسے اپنے تبصرہ فرہنگ غالب (غالب نمبر ملی گڑھ  
میگزین ص ۱) میں نقل کیا ہے۔ ایسے دو قطعے اور ابن سینا کی طرف منسوب  
ہیں۔ مگر مجھے یاد نہیں کہ کلیات طبع ایران میں ہیں یا نہیں، ہر گاہ والی و  
ذال کے درمیان سے فتنہ زلفاٹا پارسی بشوزانکہ بہم است انو۔ یہ فرہنگ  
جہانگیری میں ہے، ۱۰۔ دوسرا قطعہ جس کا مصرعہ ایہ ہے ۱ در میان فائز کی  
میان دال و ذال ہل مطردین ابن سینا کے نام ہے، لیکن فرہنگ رشیدی میں  
خود بزدی صاحب محل کی طرف منسوب لکھا ہے ۱

(۱۶) معیاد جہانی مصنفہ حمزہ اسمہانی معاصر کا وہ حصہ جس کا تعلق نشان  
سے ہے اور جس میں لغات کی ترتیب میں حرف آخر کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مدت  
ہوئی روس میں چھپا تھا۔ اس میں دال و ذال کا باب قاعدے کے مطابق الگ  
الگ ہے۔

(۱۷) حلی مطرز مصنفہ شرف الدین بزدی نویں صدی کے نصف اولیٰ میں  
لکھی گئی ہے۔ اس میں جس کے حوالے سے جو کچھ کہا ہے اس کے بعد یہ الفاظ ہیں،

۱ مراد از حروف علت، ۲ ط میں کش (سویہ یربان) کی جگہ خوش ہو جو مرثیہ لکھا

۳ ہے، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ پ۔ چ۔ ژ۔ گ اور ذ۔ ث  
میں آئیں اور وہ غیر فارسی حروف جن کا ذکر لفظنری نے کیا ہے محسوب نہ ہوں۔  
۴ تو اگر واقعی بعض حروف بہش کن بہمیت و پارحہ

(۵) دستت سخاوت یا بینا برفہ اور در تو برجاں چہلے آذر  
کس چن تو سخی نہ ہست از خرابیہ اگر قافیہ والی نہ ہے عالم جو  
یہ رباعی ازوی کی ہے اور اس میں ازوی سے ترانی میں اختلاط دال و ذال  
کی معذرت کی ہے۔ اسی طرح ایک قطعے میں جس کے قوافی باذی۔ شادی وغیرہ  
ہیں، بعض عربی قوافی لانے کا ذکر کیا ہے جو دال سے ہیں۔

۶ جو گرد و قافیہ والی گردہ جو لفظ مبادی مثل یا منادی  
بیک قافیہ مستند ہے نیاید جو کیم کہ تابہ من شید باذی،  
(۷) حلی مطرز نسفم میں ہے، ۱ (ایک آدھ لفظ جہد کے بعد ضائع)  
ماہدار النہر ذال ہم اصلانیت، چنانچہ مولانا شمس الدین طوسی رحمہ اللہ تعالیٰ  
در کتاب عروض فارسی ذکر کردہ شمس الدین طوسی ایک مشہور شاعر ہیں جن کا  
ذکر باب اور تاریخ گزیدہ دونوں میں ہے اور شاید یہی کتاب عروض کے  
مصنف ہیں۔ ایک گم نام شاعر بھی اس نام اور نسبت کا ہے جو صاحب تاریخ  
گزیدہ کا ہم عصر تھا ۱

(۸) اعراف الفرق بین حال و ذال وہی اصل با فارسیہ معظم  
کل ما قبلہ صکون بلا داو قداال و ما سواکہ بحجم  
یہ دو شعر تاریخ گزیدہ میں غیر فارسی (۱۱۵۵ھ) حلی مطرز میں مصنف کے  
نام کے بغیر فرہنگ شومری جلد میں غیر فارسی کے نام اور حاشیہ قاتوس  
بز اول میں فارابی کے نام درج ہیں۔ غیر فارابی کے دلی ان کے تینوں مطبوعہ  
نسخے (اکھتہ، ایران اور لکھنؤ) ان سے خالی ہیں۔ اورم کے قلمی نسخے میں بھی  
یہ شعر نہیں۔ مگر غیر عربی شریکتا تھا اور تاریخ گزیدہ کے زمانہ تصنیف کو  
دیکھتے ہوئے اس کی شہادت آسانی سے نظر انداز جس کی جا سکتی، غیر نے  
ازوی کی طرح اختلاط قوافی والی و ذال کی معذرت بھی کی ہے۔

۹ گرچہ دریں شعر یک قافیہ ذات نے غرض از شعر قافیہ است بجز  
(۹) البیہ فی مسایر اشعار البیہ (ساتویں صدی کا نصف اولیٰ) میں ہے۔

بلانک و صبح لغت درمی ما قبل دال پہلہ آلا مار ساکن چنانک در دورد  
یا زانماکن چنانک دزد و مزد یا نوں ساکن چنانک کند و گزند نبات و بر  
وال کہ ما قبل آن کیے از حروف مدولین است چنانک با ذو شاذ و سوذ

۱۰ کلیات ازوی کے کسی نسخے میں یہ رباعی ہے اور کسی میں نہیں اور جن نسخوں میں  
ہے ان میں اختلاف بھی ہے میں نے رباعی کی دو شکل امتیاز کی ہے جو شرح لفظ  
ازوی مصنف ابوالحسن فراہانی نسفم میں ہے ۱

۱۱ ان اشعار کا بھی وہی حال ہے جو رباعی کا ہے۔ شرح سنہ ۱۱۵۵ھ۔ ۱۲ سندہ  
حرا مزادہ یعنی عیب دار، شید و خورشید۔ ۱۳ ط سطنفینہ۔ فارسی ترکی لغت۔  
۱۴ ط مصر سنہ ۱۱۵۵ھ۔ فارابی کے ساتھ جب کوئی نام نہ ہو تو مشہور حکیم ابوالنصر  
فارابی سے مراد ہوتی ہے، مگر اس کا احتمال ہے کہ حاشیے میں فارابی  
فارابی کی جگہ غلطی سے چھپ گیا ہو۔ ۱۵ ط لکھنؤ میں یہ شعر مرثیہ لکھا  
ہے۔ تصحیح مطابق مجمع النفا جلد ۱۔







## تحقیق برپروشان

توراہ تیلے، استاد ہوتا تو شر کے معنی سمجھائے۔۔ فرہنگ  
لویسوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ سرا مرغلط ہے  
البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے۔

دسائیر غالب کا ایمان اور حرز جاں، تھی، اس کا خدا کہتا ہے  
کہ جو احکام مہر آباد پر نازل ہوئے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے  
ہیں، خدا کے فرمان میں تیز نہیں ہوتا۔ غالب قاطع برہان کی  
اشاعت ثانی کے دیباچے میں جو محرق قاطع برہان وغیرہ کی  
اشاعت کے بعد تحریر ہوا تھا، لکھتے ہیں ”ماشا کہ در سچ۔۔۔ اصل  
از عقیدہ خویش رجوع کردہ باشم“

غالب کی تحقیقات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

برپروشان برہان میں بمعنی امت ہے، غالب فرماتے ہیں کہ  
ایک معتقد برہان سے دریافت کیا کہ یکس ملک کی زبان ہے۔ اس  
نے جواب دیا کہ ”اقصای ملک دکن“ کے جنوں کی زبان ہے۔ میں  
نے کہا کہ یاد رکھ برہان بمعنی امت آیا ہے، مگر بے معنات الیہ نہیں  
آتا، یعنی برہان فلان بنی، برہان علی، شان، طرز و اسلوب۔

کسی مترض نے برپروشان، امت کی سند میں شہرہ قیمتی جس  
کا مصرع آخر ”کہ مصطفیٰ بردادار برپروشان را ہے، پیش کیا،  
تو غالب نے قاطع برہان کی اشاعت ثانی میں اشاعت اول کی وہ  
عبارت جس کا تعلق جنوں کی زبان سے ہے، حذف کر دی اور سبیل  
کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، اس کے بعد یہ منہ خاک کیا، ”ہر وقت دزن  
نظم تحت کو دوسری صورت نہیں دے سکے، پاداش دپاداست  
چاہیے، وبالشت دی پاداش وبالشت ہیں۔ ضوابط زبان ایران  
میں سین و شین کا ایک دوسرے سے بدلا جانا ایک محکم قاعدہ

سے واضح ہے کہ خود غالب جن کا استاد ہر مزدحم عبدالصمد تھا، اپنے  
خیال میں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

سے مہر آباد دسائیر کا پہلا ایرانی پیغمبر ہے اور دسائیر کا پہلا پیغمبر  
اسی کے نام کا ہے۔ اس کا زمانہ بقول دسائیر ۲۲ ہزار ہائیک سال  
سے بھی زیادہ ہے۔

لہ دسائیر کے مطابق عالم ابدی ہے، یہ احکام بھی ابدی ہوئے۔ صاحب  
دسائیر کی غرض دوسرے مذاہب کے احکام پر ان کی برتری دکھانا ہے۔  
سے پاداشت وبالشت مشرا و کے تعریقات نہیں۔

غالب کو اپنی فارسی دانی پر نڈرتھا، فرماتے ہیں کہ  
”مبدیہ فیاض سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد  
وضوابط میرے ضمیر میں اس طرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں  
جوہر“ بعض اوقات وہ اس سے ایسا کرتے تھے کہ وہ اپنا شمار  
”اہل زبان“ میں کرتے ہیں، لیکن یہ الفاظ بھی انھیں کہے ہیں کہ  
”بندہ ہندی مولد دیاری زبان ہے“ دوسرے ہندوستانیوں  
پر اپنی ذہانت کے دعوہ جواںمخوں نے قاطع برہان کے قائمہ اول  
میں بیان کیے ہیں وہ مجنبہ و ربح قیل ہیں،

”زبان دانی من بفرہ سہ فروزہ خدا آفرید و گوہرازل  
آورد است، نخست سلامت طبع کہ غلط را نیز میرد و  
جز برستی آرام نیگیرد۔ دوم مناسبت آں طبع غلط  
پسند جز برستی پیوند با پارسی زبان۔ سدیگر احرار  
دولت تیسار ہر فرد، قراواں کمال و دانش اندوختن  
از وی تا دوسلی۔ سپس گذشتن بر پاستانی نامہ ما

دشاد در زمین از ان شورا نگز شورا ما“

قاطع برہان کی نسبت ان کا دعویٰ تھا کہ اس کا پایہ تحقیق اتنا  
بلند ہے کہ ”اس سے بڑھ کر متصور نہیں“  
غالب ہندوستانیوں کی فارسی دانی کے قائل نہیں، ان  
کا ارشاد ہے،

”اشعار قدما آگے دھریے اور اپنے قیاس کے مطابق  
چل دئے وہ بھی کوئی ہم قدم نہ کوئی ہمراہ... رہنما ہو

لہ قائمہ اول کے آغاز میں ہے: ”خود ہندوستان از بدو د  
ہندوستان زبان دیگر با ہم در فرہنگ و ہم در نظم مسلم نداشتند و  
خود علم پندار زبان دانی آفراشتند چه معنی دارد؟“

سہ فروزہ یہ صفت فارسی نہیں، دسائیری ہے،

سے کنطیسی لفظ، فارسی نہیں، دسائیری

سہ شعور و اختراعات غالب سے ہے۔ لطائف غیبی میں اہل پارس  
کا ایک زمزمہ، ہندوستان کے ٹپے اور ٹھری کی طرح بتایا ہے، لیکن  
فارسی لغات و رکنا را دسائیر میں بھی نہیں







اسدی کے قول متعلق بدروشنان کی تردید۔ درحاشیہ متعلق  
برپردشاں نوشتہ ڈاکٹر محمد حسین  
اضافہ

(۱) لغت فرس اسدی لمج یورپ منٹا میں بھی برروشنان  
لغت اور شخر د قیقی بطور سند برروشنان کے ساتھ درج  
ہے۔ آقائے سید نفیسی نے احوال رودکی جلد ۳ میں  
یہ رائے ظاہر کی ہے کہ برروشنان میحج ہے۔

(۲) برساں کے استعمال کے لیے مصرع رودکی ملاحظہ ہو  
”تابید لوبی ندید برساں داری لوبی“  
لغت فرس اسدی لمج ایران ص ۱۹۵

روشن و روش است۔ جزء اول علی القاعدہ باید بر  
حرف اضافه باشد و این قسم مرکب دیدہ نشد  
۱۱۔ ”این کلمہ تصحیف برروشنان د قیقی است“ اس کے  
بعد شخر د قیقی بحوالہ فرہنگ اسدی ۱۰۰۔ اس کلمہ در پہلوی  
Warwishnikan ۰ معنی مومنان د گروندگان  
برودی سکے کہ در دارا بکیر د فارس بنام عبداللہ بن زبیر  
۰۰ ضرب شدہ این جملہء پہلوی ثبت شدہ (پہلوی اور  
انگریزی، اپدولا امیر دروشینکان) ۰۰ یعنی عبداللہ  
امیر المومنین ۰۰ در اسناد پہلوی تورقان اسم مصدر  
Warwishn ۰ گردش آمدہ در برولیشینکان حج  
دبرولشینک (گردشی = مومن) است ۰۰ نمٹی فرہنگ

(آجکل، دہلی۔ دسمبر ۱۹۶۵ء)



# استر اور غالب

فارسی میں استر خچر کو کہتے ہیں، محمد حنین مولف برہان قاطع نے استر کو کفتر (کوتہ مفتوح) کا ہوزن بنا کر لکھا ہے کہ یہ خروین کا تصرف ہے (اسی تصرف را خروین کرده است) اس کا بیان ہے کہ یہ "بغاد جاہ" کو بھی کہتے ہیں۔

غالب قاطع برہان میں جو برہان قاطع کی تصدیق ہے، تحریر کیا ہے کہ خروین نے استر میں (اور استر) تصرف کیا ہے۔ دیکھئے اعراب میں تصرف کیا ہے۔ یہ لفظ "بغیتیں" نہیں، بہر دو قسم پر وزن پڑ رہا ہے ستر استر کا مخفف اور ستور فرید علیہ۔ قف، سودی

اے شیرستی کہ وقتی تاحبری  
در بیابانی بیفتاد از ستور  
گفت چشم تنگ و سیاداد را  
یا قناعت بر گشت یا خاک گور

برہان کی عبارت (اسی تصرف را خروین کرده است) مبہم ہے، مولف نے یہ فرض کر لیا ہے کہ خچر کا گھوڑی اور گدھ کی پیدا ہونا اس کی کتاب کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے، حالانکہ یہ مطلقاً غلط ہے۔ غالب نے اس ابہام پر اعتراض نہیں کیا۔ آغا احمد علی نے جوید برہان میں شرف نامہ کی عبارت نقل کی ہے جو اس پر مشعر ہے کہ اس کے مولف کو یہ سب کچھ ایک ایرانی سے معلوم ہوا تھا۔

آغا احمد علی نے تصرف کے متعلق لکھا ہے کہ اس مرد بندہ (یعنی) نے استر میں طرز تصرف کیا ہے اور تصرف بدیع "سو اس ستور بنا دیا" انوس ہے کہ غالب نے استر (۱۰ اونٹ) کو جس کا مخفف شتر "بغیتیں" ہے اور تبدیلی سین دشین فارسی کا دستور، استر کا مبدل نہیں بتایا حالانکہ یہ بھی خچر کی طرح ستور میں داخل ہے۔ دین نے قاطع القاطع میں اس کا ثبوت دینے کے بعد کہ استر مفتوح الالف داتا ہے، جنس لمجوں پر استدلال کیا ہے کہ وہ خدا کے لئے یہ جہاں میں کہ متبع خروین کوں ہے

اور تصرف خروینی کس نے کیا ہے۔ غالب کی عبارت خروین در استر تصرف کردہ۔ میرزا نزدیک ٹھیک نہیں، لیکن ان کے مخالفین میں کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا

"بغیتیں" کہنا اس صورت میں صحیح ہوتا کہ استر کا حرف اول دوم و دونوں مفتوح ہوتا، اس شکل میں کہ پہلا اور تیسرا مفتوح ہے اور دوسرا ساکن، یا تو بفتح اول و ثانیہ لکھا تھا، یا بفتح الف و تا۔ بہر دو قسم، بھی چونکہ بغیتیں کے بعد آیا ہے "بغیتیں" کا بدل سمجھا جائیگا جو اس جگہ درست نہیں۔ مخالفین غلطی استر نظر انداز کیا ہے۔ لیکن مجھے یاد آتا ہے کہ آغا نے کسی اور جگہ غالب کو بغیتیں کے غلط استعمال پر نوکا ہے۔ رحیم صاحب ساطع برہان اور راہین صاحب قاطع القاطع بغیتیں و بغیتیں کو غالب کی طرح برتنا غلط سمجھتے ہونگے۔ رحیم نے استر کے متعلق لکھا ہے۔ اس لفظ بغیتیں است، و بغیتیں "اسی" کو یہاں یہ عبارت ملتی ہے، استر بغیتیں ہوزن کمتر بمضی خچر است۔"

غالب نے استر کا مخفف ستر اور سترید علیہ (یہ صراحت کہ ستر کا، لیکن ظاہر ہے کہ یہی مراد ہوگی) ستور لکھ کر سبب اسی طرح ہے جیسا غالب کا دعویٰ ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ستور کی ت کی طرح ستر استر کی ت بھی مقنوم ہے، سین ستر اور الف استر کے مقنوم ہونے کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں۔ تجویز ہے کہ غالب نے استور (برہان قاطع میں بضم الف و تا) کا جو ستور کی ایک شکل ہے، نام نہیں لیا۔ وہ استور کو استر یا فاذا راؤ کہہ سکتے تھے، اور اس استر کے الف کو مقنوم ہونے کی بناء پر طبعاً پیش کر سکتے تھے۔ اس سے اس دعویٰ کو بھی کہ ستر مقنوم السین ہے تقویت

ملا۔ آخر میں فوارہ جن میں عبدالواسع دیہار وغیرہ پر اعتراضات اور توانق سائیں کی بحث اور کچھ اور باتیں ہیں۔ مولف کے مولف نے اپنی یا پ کو شیرازی لکھا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ خود کہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ متیقن ہے کہ اس کے کتاب دکن میں تالیف ہوئی تھی، غالب کو اس پر اصرار ہے کہ وہ دکنی المولد تھا



پہنچتی اس لئے کہ حرف ادل کی تخفیف ہو، اور حرف ثانی ساکن  
تو سکون لازماً حرکت سے بدل جاتا ہے اور یہ حرکت اکثر وہی  
ہوتی ہے جو حرف ادل کی تھی۔

قطع مسد کا گلستان کے باب سوم میں ہر اور اس کے ایک  
مہندوستانی نسخے میں قطع کا مصرع ادلیوں پر۔ اُن شیدی  
کہ در صحرای غور، یہ مصرع خواہ کچھ طرح ہو، لفظ ستور جس  
طرح آیا ہے، اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سدی کی مراد  
خچر ہے، وہ کوئی بھی جانور نہیں ہے سواری کا کام لیا جاتا ہے  
برکت ہے بلکہ یہ جی کہا جا رہا تھا کہ گاڑی کی لکڑی آیا ہے ستور  
جیسا کہ ایرانی محقق ڈاکٹر محمد حسین کو حواشی برلمان قاطع  
میں ہر پہلو میں یہ صحت ہے کہ اور ادستانی میں یہ صحت ہے کہ  
ہے۔ میں نے غالب ہمیشہ یہ محقق "و نقد غالب" میں اس کو  
بحث کی ہر اور دکھایا ہے کہ اس کا اطلاق اگر خچر پر ہو سکتا ہے  
تو اسی طرح گھوڑے، گدھے وغیرہ پر بھی ہو سکتا ہے، ہر جانور  
جسے استر کہیں، ستور ہے، لیکن ہر جانور جسے ستور کہیں استر نہیں  
ساطع برلمان میں ہر کوئی مویہ الفضلاء مدار الان مثل، قرنگ رشیدی  
اور قرنگ جہانگیری میں استر بفتح الف و تاہر (اس سلسلے میں  
رحیم نے کچھ اور کہا ہے، جس کا مطلب واضح نہیں) آغا فی فتوح تاجی  
سند میں خاقانی کا یہ شعر دیا ہے =

تا فضل زر از تو قزح استر  
یا جہرہ بعسل گردن ختر

اور یہ بتایا ہے کہ قرنگ "مستند" غالب (یہ اس لئے کہ غالب نے  
قاطع برلمان میں کئی جگہ اس کی عبارتیں ہر دو اعتراض نقل کی ہیں)  
میں بھی یہ شعر بحث استر میں نقل ہوا ہے۔ آغا کا بیان ہر کوئی تجلہ  
ارباب لذت نے استر کو ہر وزن دفتر اور ستور کو بفتح تین ہر وزن  
شعر لکھا ہے قطع پورہای جاہل۔

نہ عامل نہ زائد نہ جاہل نہ رند !

نہ آشی نہ تیشی نہ مادہ نہ تر !!  
جو خراشہ در حاققت چو گاؤ !  
ز بدن بچو اشتر حردن جوں ستر  
منوی دیں و راسی منصفہ فخر گر کافی یہ بیت ہے،  
جو بر سر از تو فخر آری یہ مادر  
تو از گوہر بھی مالی با ستر  
آرت "محقق استر" (برلمان قاطع میں بافتح غالب نے  
اس کے ذکر سے احتراز کیا ہے)، ہر وزن دست ہے، شعر طیاں  
اُن خیس حرامزادہ چو است !  
مثل خر خری کسند پیوست !  
آغا نے بحث استر = خچر کا خاتمہ یوں کیا ہے: مرقع ہمال  
اور تحقیق اہل لغات سے معلوم ہوا کہ استر دست خاص ہے ستور  
دستور عام اور یہ ہر وزن "بعید ہے۔

امین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ غالب نے اپنی دعویٰ کی کوئی  
سند نہیں پیش کی، ستور کا ذکر اس سلسلے میں اس کو بیکار ہے کہ وہ  
لذت مختلف ہے۔ امین نے مدار الان فاضل مویہ الفضلاء قرنگ جہانگیری  
اور قرنگ رشیدی سے اسناد کیا ہے۔ مدار قرنگ جہانگیری کے تاجی  
ستر کو مفتوح ہونے کی سند میں خاقانی کا شعر نقل کیا (قوافی زر)  
ہر وغیرہ

جیش دگیوی و شاقان و بناں باز کبند  
لوق و دستار چہ از اسب ستر بگشا نید  
میں نے غالب بکثرت محقق "کئی شعر دیے ہیں جو استر کی مفتوح اتا  
ہونے پر مشعر ہیں، لیکن کئی اشعار میں یہ بطور قافیہ کیوں نہ آئی  
اس کو فتح الف ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ  
حرکت الف داخل قافیہ نہیں، استر بفتح تا آخر و اتر ہی کا  
قافیہ نہیں ہو سکتا، پُرورد اور دلبر کا بھی قافیہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ شرفنامہ میں یہ بحث غالب نے دیکھی ہوگی، ان کا فرض تھا کہ خاقانی کے اس شعر کی غزلن اشادہ کہتے اند تباستکہ وہ کیوں اس شعر کا  
شیرت نہیں مانتے سا کئی خراجوں میں استر کا ذکر نہیں اور یہ تو اس کے حرکات و سکنات سے بحث نہیں۔

۲۔ غالب برلمان قاطع کے بالمستیعاب مطالعو کی مدعی ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے جملہ غلط کردہ واقف ہیں  
اگر وہ سب کا ذکر نہیں کرتے، تو محض غلط کی کثرت اس کا باعث ہے۔ ناظرین اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ "است" کا  
ذکر ضروری تھا یا نہیں۔

۳۔ اس وقت قرنگ جہانگیری و کلیات خاقانی پیش نظر نہیں۔



ہر معالجی میں پہلوی کی تابع ہو، لیکن، جیب ضمہ الف و تا کی مدعی کو پاس اس کی کوئی سند نہ ہو تو فتحہ الف و تا کا دعویٰ مکرر دعووں کو پہلوی میں مفتوح الالف و التا ہونی کی بڑی قوت ملتی ہے۔

استر بمعنی بھانہ جامہ اردو میں تو عام ہے، ملکہ کوئی دوسری شکل اردو دالوں کی زبان پر بھی نہیں، لیکن فارسی کا معاملہ مجزاگانہ ہے، ایرانیوں کی زبان پر استر بالف محدود ہے، استر بالف مقصورہ بھی صحیح ہے یا نہیں، اس وقت میں اس بحث نہیں کروں گا۔

ملی ہذا استر کو سن کی حرکت داخل قافیہ نہیں، مگر خوش فہمی کے استر، مخفف استر دست کا قافیہ آیا ہے اور یہ بشرطیکہ شاعر اقرا کا ترتیب نہ بجا ہو، قطعی ثبوت اس کا ہے کہ استر کا الف مفتوح ہے۔ سین متر بھی یہ طے ہو جاتی کہ بعد کہ استر مفتوح الالف ہے، مفتوح بکھا جائیگا، اور کوئی اس کا مخالف ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہوگا۔

میرا حاتمہ دھوکا نہیں دیتا تو آقا پر داندنی لفظ استر کو اپنی ایک مقالہ میں مفصل بحث کی ہے، ان کی کتاب جس میں یہ مقالہ ہے، بد قسمتی کے اس وقت پیش نظر نہیں، حواشی برآمدن نوشتہ ڈاکٹر محمد معین کے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ پہلوی میں یہ لفظ ASTAR ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر فارسی

(اشارہ پٹنہ "آزادی نمبر" اگست ۶۲ء)



# غالب کا عروضی اعتراض

قبل اس سے کہ غالب کے اعتراض کا ذکر ہو، کچھ باتیں بطور تمہید دیج  
کا باقی ہیں : (۱) فارسی عروضی کی بنا عروضی پر ہے، لیکن ایرانیوں  
نے عربوں کا غلامانہ تیج نہیں کیا، نئی بحریں نکالیں اور پرانی بحروں سے نئے  
اوزان مستخرج کئے۔

(۲) عروض فارسی پر سابقین صدی ہجری سے بیشتر کی کوئی کتاب اب  
موجود نہیں، بہرام سرخسی وغیرہ کی کتابیں ضائع ہو چکی ہیں۔ سب سے  
قدیم کتاب جس میں عروض فارسی کی بحث ہے، المعجم فی معایر اشعار العجم  
ہے۔ قزوینی نے اپنے مقدمہ المعجم میں بعد کی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے:  
”یہ سچ کہ ام قابل ذکر و محمل اعتنائست، و غالباً موجزات و مختصرات  
است، انشک و کسالت انگیز، خالی از تحقیق و معاری اذنی قبیح۔“ فقط  
کتاب محتویہ ہمہ یکہ مفارن عصر مصنف تالیف شدہ و بواسطہ اہمیت  
قدامت آن نمی توانیم کہ آن را تحت السکوت بگذرانیم، کتاب مغرب  
معیار الاشعار است۔“

(۳) عہد سامانی و غزنوی کے فارسی شعرا کا بہت کم کلام باقی ہے  
اس لئے اس باب میں کہ ان کا کلام کن کن اوزان میں تھا، کوئی فیصلہ کن  
بات نہیں کہی جاسکتی۔

(۴) صاحب معیار الاشعار کا قول ہے :  
بیاید داشت کہ این بحر یا مولف اذا اصول مذکور است و شاید کہ اصل  
دیگر غیر آنچه گفتہ آمد، تالیف کنند، و از آن اہل بحر یا مولف شود کہ  
در لغات دیگر مستعمل باشد، یا بروزگارے دیگر مستعمل شود، چنانچہ  
بنادر لغت پارسی رکن ثنائی یا فتنہ می شود، مولف از دو و تدریج  
بر وزن مفاعلاتق، و شعرے دیدہ ام از تکرار این رکن چہار بار کہ  
عین آن شعر بر یاد ندارم، اما بر این سوال بودہ : اگر بدانی کہ  
علاجی کار سالار عروضی بھی ناقابل اعتنائہی، اس میں بعض  
اوزان جو المعجم و معیار میں موجود نہیں ملتے ہیں۔  
عاشق شیرانی کی تحقیقات کے مطابق معیار کے مصنف نصیر الدین طوسی ہیں۔

تو چونم سراد را میں غم رواعداری داز مستغفلن نبیوں مرفل بر این وزن  
باشد، داز مستغفلن موقوف مرفل ہم نہیں۔ و نیز از بحر کہ اور این  
بزبان پہلوی براں بحر میگردد، و شیبہ استہ یہ بزرج سدس سالم  
مثالش، ”فرداگر عرضی پے لشکر وژن پے“ و غیر من از ایراد این سخن  
انست تا داند کہ اصول بحر و در آنچه گفتیم محصور است، نہ فرغ  
و غیرات ہیں، آنچه ایراد کر دیم، موجود است، بحسبہ غالب  
(۵) ایران میں پرانی بحروں سے نئے آواز لانا مستخرج کرنے کا سلسلہ  
کبھی بند نہیں ہوا۔ بحر کامل میں عہد خسرو سے بیشتر کا ایک شعر بھی آیا  
نہیں ملتا، جو ہشت رکنی ہو، علی جوینے فائز کو ایک خط میں لکھا ہے  
”بحر غزل سامی ہمیں بحر بزرجست، لیکن، بنائے آن بر پنج رکن گشتہ  
شدہ، و این خلاف وزن مقرر موزونان و استادان این فن است،  
مگر آن کہ یک دو کس از شعراے معاصر اویدہ بجوم کہ یک دو وزن در  
بحر یکہ ارکان مضرعش چہار مستغفلن است، ایشان پنج رکن قرار دادہ  
گفتہ بودند، و سلیقہ از قبولش ابائی کند، دیگر، صاحب اختیار  
(عبارستان ص ۱۲)

حزب نے اوزان میں شعر کہنے سے ملنے نہیں، یہاں بات ہے کہ بعض  
خاص اوزان انھیں پسند نہ آئیں۔

(۶) عبارت معیار الاشعار، ”در پارسی بسیار وزنہاست کہ در شعر  
آن شعر گفتہ اند و نزدیک متاخران متروک است، و بسیار  
قدہاست کہ متاخران بنوی استعمال کردہ اند، و آن را اصول و  
فروع بروجہ دیگر است۔“

(۷) ایک زمانے میں جو چیز پسند ہو قسبے، وہ لازماً دوسرے  
زمانے میں پسند نہیں کی جاتی اور یہی حال ناپسندیدگی کا ہے۔

میرجئے ذیل جو المعجم و معیار اشعار سے ماخوذ ہیں، عروض کے مطابق  
نظماً قابل اعتراض نہیں، لیکن ہمیں مطبوعہ نہ ہونے کے بلکہ عہد حاضر  
کے وہ اصحاب جو عروض سے ناواقف ہیں، عجب نہیں کہ انہیں ناموزون



تدار دیں۔

آغا احمد علی نے مویڈ برہاں میں جو قاطع برہاں کے رد میں لکھی  
 گئی تھی، آژندن کی سند میں یہ مصرع پیش کیا تھا۔  
 ”چشم مخالفان بسیار ثن یہ تیر“  
 غالب نے تیغ تیز میں جو مویڈ کے جواب میں یہ، اس کے مقلی  
 طنز لکھا۔

”مصرع..... کا وزن..... پوچھتا ہوں، جس طرح  
 حکم ہو، اسی طرح پڑھوں۔ جانتا ہوں کہ کاپی نگار کی شامت آگئی  
 اور غلطی اس سے منسوب ہو جائے گی، لیکن مجھے مدرس صاحب  
 (آغا احمد علی) سے استفادہ منظور ہے۔ مدرس صاحب اس  
 کو استاد فرخی..... کا بتاتے ہیں“

شمسیر تیر میں جو آغا کا جواب لکھا ہے، مرفوم ہے کہ  
 مصرع زیب کث کا مصرع آخر یہ ہے۔ ”ہمچو کف دے بزر آزدی“  
 اور شعر شکرچند، بہار کی، نوادہ المصادر سے، فرخی کی  
 طرف اس کا انتساب بہار کا فعل ہے۔ آغانے اس پر قناعت نہیں کی،  
 مستند کتب عروض سے ثابت کیا ہے کہ ”چشم الخ“، ”مقتلن مفاعلن  
 فاعلان کے وزن پر بحر سریع میں ہے، اور اس پر کوئی عروضی اعتراض  
 وارد نہیں ہوا۔ طنز کا جواب طنز سے دیتے ہوئے، انھوں نے خاتمہ  
 بحث اس طرح کیا ہے۔ ”از اعتراض در وزن این شعرا معلوم  
 می شود کہ جناب غالب ر علم عروض..... مہارت تمام وارد“  
 آغا کا یہ بیان صحیح ہے کہ بہار کی نوادہ المصادر میں چشم الخ پر  
 شعر، فرخی کی طرف منسوب ہے۔ یہ ایک قصیدے کا شعر ہے کلیات  
 فرخی (طبع جدید) میں موجود ہے، اور کسی قدر اختلاف کے ساتھ  
 ہے۔ اس قصیدے کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

تارل من ندست من بسندی پسر لے نکار دیگر شدی  
 چارہ دراه فریٹس گم کر وہ ام پتا تو براہ پیش آمدی  
 دل تو دادم و دست بستدم پ مردم تو دیدی بایں بے بدی  
 چشم مخالف را بسیار ثن بیستر پ جوں کف یاران کہ بزر آزدی  
 چشم الخ جس طرح کلیات میں ہے، ”مقتلن مستفعلن فاعلان کے وزن  
 پر ہے، مگر، مصرع، ”چشم الخ“ کا وزن ”مقتلن مفاعلن  
 فاعلن ہے، اور یہی چشم مخالفان الخ کا وزن ہے، اس تا قایل اعتنا  
 اختلاف کے ساتھ کہ فاعلن کی جگہ فاعلان آیا ہے۔ عجیب نہیں اگر چشم الخ  
 ملے شیفتہ بھی چشم الخ کو ناموزوں سمجھتے ہیں اور عالی وغیرہ ان کے ہمنوا  
 ہیں و تیغ تیز،

زندگانی تیغ کر دی مرا

از مردمان دل نخواہ اسے سگری

چہ کنم کہ جز بمراد خود تروہ دل

اسے بہتر سے کہ بہتر ان خود بہتری

مرا علم تو اسے دوست ز خان و ماں پر آورد

گردور باشم از تو جوں باشم بصور

کار خویش را ز چاکر خود از چہ داری راز

و نخواہ من بر من ستمکار شد

(۶) اردو دواؤں کے یہاں ایسے اوزان ملتے ہیں جن سے  
 ایرانی قطعاً بے خبر ہیں۔ سراج دعا جز کا ایک ایک شعر جو نکات شعرا  
 سے لیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

نعمو شمشوں کی تیرید کرنے کو شبنم ہے سرو آبشور ملکے ماند  
 رو پہلی خالی سفیدی ہے زنگس کی زردی ہے زنگے کٹور ونگے ماند  
 مرنے کے برسنے کی باؤ چلی ہے، اب آنکھوں سے جان بن آنسو چلیں گے  
 درد کے فیماں کے گوہر غلطان تو مٹی میں کنکروں سے آہ رہیں گے  
 میرے بکثرت عزلیں فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن  
 کے وزن پر لکھی ہیں، اور دوسرے ریختہ گوئیوں بشمول سودا کی غزلوں  
 بھی اس وزن میں موجود ہیں، لیکن یہ وزن نہ تو ایرانی شعرا کا مستعمل  
 ہے اور نہ ایران کے کتب عروض میں ملتا ہے۔ بعض ریختہ گوئیوں نے  
 (مثلاً فراسو) دوسرے کے وزن (فعلن فعلن فاعلن فعلن فاعلن فاعلن  
 بھی شعر کہے ہیں، ایرانی اس سے بھی نادر اقص ہیں۔

اردو دواؤں کا مسلک ناسخ کی عبارت ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے  
 سید محمد خان، رند شاگرد آتش نے ایک ”بحر نو“ کا شعر ناسخ کے  
 پاس اخبار رائے کے لئے بھیجا تھا۔

دست بچی نہیں دیکھا دلدار کو قیامت ہے

تدبیر کچھ نہیں بنی کیا موت سے ندامت ہے

ناسخ کی رائے دیوان رند ص ۲۷۷ سے منقول ہے۔

”از قرائن معلوم می شود کہ بحر نو از قوت فکر و طبع رسا

پیدا گشتہ ارکان و افراد کامل را بکار برده، اصناف و عصب را

آوردہ مند، و گرنہ از دوا و آراء خارج است۔ مستفعلن از متفعلن

باضمار و مفاعیلن از مفاعیلن باعصب گرفتہ مستفعلن و مفاعیلن کردہ

اند، سبحان اللہ“



دونوں طرح ہو۔

بیان ذیل المعجم، معیار اور رسالہ جامی پر مبنی ہے۔

فارسی میں بحر سرلیح کے مصرع سرکن ہوتے ہیں اور غمر آواز صنف ارکان  
مستعمل ہوتے ہیں مارکان سالم بہ تکلف "تشریح بحر" کی جہت سے لائے  
جائیں تو اور بات ہے۔ مستعملین مستعملین مقعولات کی جگہ تو اصل ہے فارسی  
میں عموماً مستعملین مستعملین فاعلین لیا فاعلان آتا ہے۔ اس صورت  
پر رکن اول یعنی صدر و ابتدا مطوی ارکی دسطی یعنی حشو بھی ہے اور  
رکن آخر یعنی عروض و حزب مطوی موقوف یا مطوی مکشوف ہیں، مگر  
مستعملین کے قسماً زعافات مستعملین کے علاوہ اور بھی ہیں، از آں قبل  
مناعلن رجبون، اور کوئی امر مانع نہیں کہ صدر و ابتدا و حشو اس  
وزن پر نہ ہوں کتب مذکور میں ایسے مصرعے موجود ہیں، جو فاعلین  
مناعلن فاعلین لیا فاعلان کے وزن پر ہیں۔

دو غمرہ چوں دو ناچہ شکرے (المعجم)

جرانہ مردی کنی بارہی (معیار)

نکار من بکار من در نگر (رسالہ جامی)

یہ بات قلعی طور پر ثابت ہو گئی حشو مجنون (بر وزن معانین) آتا ہے  
اور یہی محتاج ثبوت تھا ورنہ مصرعے زیر بحث کے صدر کے بر وزن  
مستعلن اور عروض کے بر وزن فاعلان ہونے پر تو شاید غالب بھی  
معتز عن نہ ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتب مذکور میں کوئی ایسا مصرع جو  
بر وزن مستعلن معانین فاعلان ہو، موجود ہے، یا نہیں، تو ایسا مصرع  
واقعی نہیں ملتا، لیکن صاحب معیار کا یہ فقرہ جو اس نے معانین معانین  
فاعلین کی دغیرہ کی مثال دینے کے بعد لکھا ہے، یاد رہے۔

"و دیگر ہا را ہم مثال آورده اند ولیکن ناخوش و تکلف باشد"  
سوال مطبوع و نامطبوع کا نہیں، جائز و ناجائز کا ہے، اور حشو کے مجنون  
ہونے پر اعتراض عروض سے ناواقفیت کی دلیل ہوگی۔ اگر وہ مصرع جو  
مویذ میں ہے، موزون نہیں، تو "دل بتو دام دولت مستدام" بھی  
جو کلیات مطبوعہ ایران میں ہے، غلط ہے۔

(نیم ڈھاکا جنوری ۱۹۶۰ء)



# غالب اور تئیں

غالب نے ایک خط میں لکھا ہے: "تئیں... متروک....  
مردود، قبیح، غیر فصیح۔ یہ پنجاب کی بولی ہے... میرے لوگوں میں  
ایک اہل ہمارے یہاں ذکر رہی تھی، وہ تئیں بولتی تھی، تو بیبا  
اور لوندیاں سب اس پر ہنستی تھیں" (خطوط غالب ص ۵۴)  
غالب نے ایک شاگرد کو ہدایت کی تھی کہ "کو" کی جگہ "تئیں" نہ لکھا  
کرو۔" (مکاتیب غالب ص ۹۹)

غالب کی ولادت ۱۲۱۸ھ کی ہے، ان کے لوگوں کا خاتمہ  
۱۲۲۶ھ میں سمجھنا چاہیے۔ اس زمانے کے دہلی و آگرہ میں "تئیں"  
کا مطلقاً غیر فصیح و قبیح تصور ہونا، باور کرنے کی بات نہیں بلکہ  
ہے کہ غالب کا حافظہ دھوکا دے رہا ہو اور عورتیں "تئیں" کے  
کسی خاص استعمال پر ہنستی ہوں، یا جو لفظ قابل اعتراض سمجھا  
جاتا تھا "تئیں" نہیں "تیں" تھا۔ بہر حال "تئیں" اردو میں  
کم از کم دسویں صدی ہجری سے مروج ہے، اور اب بھی کچھ لوگ  
اسے برتتے ہیں۔ قدامت کے یہاں اس کی ایک شکل "تائیں" بھی ہے۔  
دیوان محمد قلی قطب شاہ: "بہی غافلہ تائیں آساں سے  
۲۷" سب نبیاں کو مینا نے دیئے ہیں تئیں باج" ۲۸  
(دونوں مصرعے مطابق نسخہ مطبوعہ)۔ قصہ بے نظیر از صنعتی:-  
"ترانا دل عزت ہے آدم کے تئیں ترا اسم ہے ورد عالم کے تئیں" ۲۹  
طولی نامہ غواصی "فرح بخش مج دل کی زاری کے تئیں" ۳۰  
صدیف الملوک غواصی "زبان دیوے تو سب زباناں کے تئیں" ۳۱  
پھولیں بن نشا طی: "دیا توں سمع کے تئیں نور ہو تاب" ۳۲  
قطب مشتری از وحی: "سمند کے تئیں" ۳۳  
کہ سچ تائیں اس شاہ میں آئی ہو۔ خبر ایک مہتاب کی لیاٹی ہوں ۳۴  
"سو پوچھا کہ سچ تئیں لے گئے تھے کہ بھر" (ضمیمہ ایضاً ص ۱)  
دیوان ولی میں تین غزلوں کی ردیف "تئیں" ہے۔  
دیوان آبرو: "دینے کے تئیں شہادت انگشت آہ بس ہے"  
دیوان فائز دہلوی: "چیر کر ارڈر کے تئیں حیدر ہوا" ۳۵  
سجاد شاگر: آبرو:-

دیکھیں طیب در پے دارو ہے کب تئیں  
مرا ہوں میں تو عشق میں جیتا ہوں جب تئیں  
دیوان زادہ حاتم: "بھر آخر کے تئیں کینا کے ہم سے دوستی کٹ کی"  
دیوان کیر: "تیر فلک پکار کے الاماں کے تئیں"  
(غزل کی ردیف "تئیں")  
(آہیاں کے تئیں)

کلیات سوز: "شیخ نے کام بزرگی کے تئیں فرمایا" ۳۶  
دیوان تاباں: "کوئی دم کے تئیں" ۳۷  
"جیتا ہے جب تک تب تئیں" ۳۸  
"کہ جس حال تئیں جس کی یاں مرگ ہو" ۳۹  
"صبح کے ہوتے تئیں" ۴۰

میں دل کوں ٹھیک تئیں کشتی لڑا کروں  
دیوان سوز: جس کے تئیں "غزل کہ دیق ب" قوافی جام غلام فرید  
دیوان یقین: "دل عاشق کے تئیں کب لگتی ہے غلٹ نظر سے لگتی ہے"  
دیوان جرات: "یہ زور اس کے تئیں بخشا ہوا ہے شیریں داں کا"  
دیوان قصائد محفی: "سودا کے تئیں کہتے ہیں تھا شاعر مطلق"  
دیوان یحییٰ رنگین: "ہر ملاقات میں کہ کب تئیں میں تجھ سے لڑوں"  
انشا زبان ساکنان مغلیہ ورہ دہلی کے متعلق دریاے لطافت  
میں لکھتے ہیں: "بجائے میرے تئیں، تیرے تئیں، ہمارے تئیں"  
اس کے تئیں، آپ کے تئیں کہ زبان اردو مست و فصیحان  
بجائے آں، مجھے و تجھے، ہمیں.. اسے.. آپ کو گویندا  
مجھ تئیں و تجھ تئیں، ہم تئیں، اس تئیں.. آپ تئیں و بیکے  
میری طرف، تیری طرف، ہماری طرف.. مجھ طرف، تجھ طرف  
.. گویندا از زبان میرزا مظہر اپنے نکوں (تئیں کوں) بھی  
بد و طفلی سے "۴۱" مجھ تئیں اس رات کی کیا خبر.. جس  
پر چوری ثبوت ہو.. مشکاں باندھ کر جہانک لگاؤ، و دریں  
عبادت بد میں بجائے مجھے ثبوت بجائے ثابت، مشکاں بجائے سنگیں  
... و جہانک بجائے کوڑا پنجابی است، چوں لہجہ مستکم دست است  
پنجابی تہیتواں گفت" ۴۲

ناسخ کے شہادت نامہ مطبوعہ میں ہے: "کہ جلدی اپنے تئیں کو فہ  
کو پہنچا" ۴۳ مگر دیوان و مثنوی سراج نظم میں "تئیں" نہیں ملتا۔  
ناسخ کے لکھنوی معاصر نازش استاد سرور کے دیوان میں ہے "پہنچے  
مطلب کے تئیں کب سے محمد مہدی (براہیک قطعہ تاریخ وفات کا  
مصرعہ ہے)

تاریخ صحافت اردو ص ۱۴۱ میں ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۸ء کے اردو  
اخبار کے حوالے ہے جو محمد حسین آزاد و محبت ذوق نکالا کرتے تھے  
بہادر شاہ ظفر کا مقطع ذیل نقل ہو رہے یقین ہے کہ ردیف "اپنے تئیں"  
ہو: شعلہ رخسار پر اس کے ظفر پر دانہ وار  
محبوئے کے ہی دیتی ہے جان نا صبور اپنے تئیں  
اخبار مذکور کے شمارہ ۶ ستمبر ۱۸۸۷ء کا ایک اقتباس جو تاریخ صحافت



کے ہذا میں درج ہے اس کی "سحران میں" تئیں" ۵ جگہ آیا ہے  
دیوان غفر مطبوعہ میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے  
یاد کیا تم نے کیا شب اپنے گھر میرے تئیں  
ہچکیاں آتی رہیں یاں تا سحر میرے تئیں  
فراق دہلی کے استادوں میں تھے، ان کے بیٹے وصال کی  
"دہ مخزن" مصنفہ ۱۳۵۷ھ میں ہے۔

"بے اختیار اپنے تئیں ڈبوتی تھیں" ۵  
صہبائی کی قرا عدار دو کی عبارت ہے "مغول کی ضمیریں ...  
اس کے اس کے تئیں ... ۵۹۰، صہبائی نے ۵۹۰ میں یہاں  
تئیں = یہاں تک کہ صراحتہ غیر صریح کہا ہے، لیکن وہ اس کے  
تئیں پر معترض نہیں۔ کریم الدین نے نگہ ستہ نازینا کے دیباچے  
میں لکھا ہے "فن شاعری کو کمال کتیں (۲۰ کے تئیں) پہنچایا"  
"تئیں" پنجاب میں زبانوں پر ہوگا، لیکن یہ خاص پنجابی  
لفظ نہیں۔ انشائی اسے اردو کہتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ  
وہ میرے تئیں، تیرے تئیں، اس کے تئیں پر مجھے سمجھے اور اسے  
کو ترجیح دیتے ہوں۔ تجھے تئیں، مجھے تئیں، اس تئیں میں "تئیں"  
نہیں بلکہ تیرے، میرے اور اس کے کی جگہ تجھ، مجھ اور اس کے  
استعمال کا سوال ہے۔ یہ بھی خاص پنجابی بولی نہیں، کلیات سدا  
میں ہے "تجھ قید" ۵۹۱، تجھ قید، تجھ سخت دلی۔ دیوان میر میں ہے  
"تجھ روئے غنمشاں" ۵۹۲، دیوان یقین ۵۹۳ میں تجھ دل ہے۔  
"تئیں" لکھنؤ میں رفتہ رفتہ متروک ہو گیا، لیکن میرا حافظہ دھوکا

نہیں دیتا تو اردو لکھنؤی نے نظام اردو میں یا تو اسے استعمال کیا ہے  
یا اس کی سفارش کی ہے مگر یاں تئیں، تجھے تئیں اور اس قبیلہ کی دوسری  
شکلیں نہیں، "اپنے تئیں" اور اس طرح کی دوسری شکلیں وہ  
قابل استعمال سمجھتے ہیں۔

دہلی میں پہلے یاں تئیں، تجھے تئیں وغیرہ متروک ہو گئے،  
بعد کو خاص خاص شعرا نے تئیں کو مطلقاً متروک قرار دیا۔ غالب  
انھیں میں ہیں۔ اور تئیں ان کی نظم و نثر غیر حاضر ہے۔ دیوان مومن  
بھی اس سے خال ہے، اور ظاہر اوہ کبھی غالب کے ہم عقیدہ ہیں۔  
ذوق کے دیوان مطبوعہ میں بھی نہیں ہے، لیکن چونکہ دیوان ظفر  
میں ہے۔ اور مروجہ دیوان ذوق ان کے اشعار کا ایک نہایت  
مختصر حصہ ہے، قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے "ارک  
تھے یا نہیں۔" داغ نے غالب اسے بالکل ترک کر دیا تھا، لیکن  
آزاد بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ مسخداں فارس حصہ ۲ ۵۹۵  
میں ہے "ہندوستان کے آریا بھی اپنے تئیں" یہی حال  
حالی کا ہے، یادگار غالب میں ہے "اپنے تئیں" صہبائی الاصل  
قرار دیا ہے، "۵۹۵، اس کتاب میں غالب کے زمانہ قیام لکھنؤ  
کا ایک لطیفہ درج ہے، جو اس پر شعر ہے کہ وہ اپنے تئیں "کو  
"آپ کو" پر ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے اس کے کوئی سند نہیں  
میں کی، اور مجب نہیں کہ مستوعی ہو۔ سید احمد خاں بھی اس کے  
تادک نہیں۔ زمانہ حال کے دہلوی انشا پر داز خواجہ ناہر نریہ  
فراق کے یہاں "اپنے تئیں" ملتا ہے (میخانہ درود ۲۱۶)

(تحریک دہلی غالب نمبر اپریل ۱۹۶۱ء)



## خطوط غالب

خطوط غالب پہلی جلد: مرتبہ ہمیش پرشاد صاحب و مصحفہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب صفحات ۲۴۰+۲۴۱ تقطیع ۱۶x۱۶ اینچ قیمت: مجلد نہ غیر مجلد ۱۰/- شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی صوبہ متحدہ الہ آباد۔ غالب کو یہ احساس تو ضرور تھا کہ انہوں نے اردو میں خط لکھنے کا ایک نیا طرز ایجاد کیا ہے۔ لیکن وہ اس کے قائل نہ تھے کہ اردو میں انشا پر داری کا کام دکھایا جاسکتا ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے اردو خطوط کی شہرت اپنے ادبی شکوہ کے منافی سمجھتے تھے۔ اردو کی خوش قسمتی تھی کہ انہماک کا انہماک غالب کے انکار پر غالب آیا اور آخر عمر میں وہ اس پر راضی ہو گئے کہ ان کے ناری خطوط کی طرح اردو خط بھی شائع کر دیے جائیں۔ خطوط غالب: نسخ کی اشاعت سے قبل صورت حال یہ تھی: (۱) بہت سے خط غالب کی ہدایات کے مطابق یا مکتوب: بیوں کی بے پروائی سے ہمیشہ کے یہ مضامین ہو چکے تھے (۲) عود ہندی: راج غالب کی زندگی میں شائع ہو چکا تھا اور اسے غالب نے ناپسند کیا تھا۔ پہلی اشاعت (۱۸۶۸ء) ہی کی جب یہ حالت تھی، تو بعد کی اشاعتوں کا جو عالم ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے (۳) اردو سے منسلک ودھتوں میں غالب کے سامنے ہی مرتب ہو گیا تھا، پہلا حصہ ان کی وفات کے کچھ بعد ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس کا متن کسی حد تک بھروسے کے قابل تھا، لیکن بعد کی اشاعتوں میں اغلاط و ذبہ روز زیادہ ہوتے گئے (۴) کا دوسرا حصہ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا اور تعجب نہیں کہ وہی جو جس کا ذکر حصہ اول کے دیباچے میں ہے اگر وہ نہیں تھا۔ دوم جو غالب کی زندگی میں مرتب ہوا تھا غالباً ناپید ہے (۵) غالب کے جو خطوط رام پور میں محفوظ تھے، ۱۹۲۷ء میں کتابت غالب: م کے نام سے شائع ہوئے۔ م کے متن پر کامل اعتماد کیا جاسکتا ہے (۶) غالب کے کچھ خطوط جو ان مجموعوں میں شامل نہ تھے، مختلف اصحاب نے مختلف طریقوں سے شائع کیے تھے، اور ان کو جمع کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی تھی (۷) غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کچھ خطوط موجود تھے جن میں ایسے بھی تھے جو کبھی شائع نہ ہوئے تھے (۸) بعض اصحاب نے ذاتی مصالح کی بنا پر کچھ خطوط خود لکھ کر غالب کی طرف منسوب کر دیے تھے۔ (خواجہ فخر الدین کے نام کا مجموعہ جس کا ذکر مہر صاحب نے کیا ہے اور جواب ناپید ہے، ایسے ہی خطوط پر مشتمل تھا انہیں جنس کا فیصلہ مشکل ہے۔)



۱۹۲۴ء میں جب ہمیش پرشاد صاحب نے خطوط غالب کا نائدانہ نسخہ مرتب کرنے کا ارادہ کیا تو کئی سال کی لگاتار محنت اور دوردھوپ سے خطوط سے متعلق وہ تمام مواد جو انسانی کوشش سے مہیا ہو سکتا تھا جمع کیا اور غالب اور ان کے مکتوب ایہوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ خوش نصیبی سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے ان کی اعانت کے لیے آمادہ ہو گیا، موصوف سے جو مدد انہیں ملی ہے۔ ہمیش پرشاد صاحب نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ اس کا اعتراف کیا ہے۔

”اگر وہ میرے کام کی نگرانی نہ رکھتے، مواد کی فراہمی کے علاوہ تمام تن کی تصحیح و نظر ثانی نہایت ہی جاں فشانی کے ساتھ نہ کرتے، میری غلطیوں کو دور نہ کرتے اور بعض ضروری حاشیے نہ بڑھاتے تو یہ مجموعہ جس صورت میں پیش ہو رہا ہے اس صورت میں ہرگز نہ پیش ہو سکتا۔“

خطوط غالب کی اشاعت ایک کارنامہ ہے جس پر اس کے مرتب، منسج اور ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں کتاب کے کل پہلوؤں سے بحث کا وقت وہ ہو گا جب کل جلد میں شائع ہو لیں گی، فی الحال محض چند اشاروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پہلی جلد میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا مقدمہ ہمیش پرشاد صاحب کا دیباچہ، ۲۵۲ خطوط اور چند خطوں اور دو لغاتوں کی دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجموعے میں صرف غالب کے خطوط ہی نہیں بلکہ تقریظیں اور دیباچے وغیرہ بھی ہیں، اس بنا پر اگر کوئی ایسا نام رکھا جاتا جس سے اس کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا تو بہتر تھا۔ یہ نہیں تو سرورق پر نام کے بعد جو توضیحی عبارت ہے اس میں اس کا لحاظ رکھا جاتا مرتب نے ”مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خط رقعے وغیرہ لکھتا ہے، لفظ رقعہ سے معنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا صرف خط کافی تھا غالب اور مرتب دونوں کے نزدیک یہ لفظ خط کا مرادف ہے (ملاحظہ ہو دیباچہ صفحہ ۱۵، سطر ۱۵، اور خط ۲، خط ۲۸ بہ نام علانی) مقدمے میں اردو سے ملتی اور عود ہندی کے مختلف مطبوعہ نسخوں کا ذکر ہے اور غالب کے اصول ۱ ملا سے بحث ہے۔ دیباچے میں انتخاب خطوط غالب کے ایک تلخیصی نسخے کا ذکر ہے، مجھے یہہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ مقدمے میں اس کے متعلق کوئی اطلاع موجود نہیں۔

غالب کو اطلا کی صحت کا خیال تھا لیکن اطلاق کے متعلق کوئی مکمل ہدایت نامہ انہوں نے ہمارے لیے نہیں چھوڑا۔ چند امور ہیں جن کی نسبت انہوں نے اپنے خطوں میں تصرحت لکھا ہے، اور کچھ باتوں کا پتا ان تحریروں سے چلتا ہے جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور جن کا بیشتر حصہ رام پور میں محفوظ ہے۔ مگر ان کا غالباً خود غالب کے اطلاق کے مطابق ہے، لیکن ان کی اشاعت بول کی نسبت اس دعوے کا قبول کرنا مشکل ہے۔ مقدمہ رخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رخ کے متن کے قائم کرنے میں ان تمام اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے جنہیں غالب مانتے تھے۔ اور جو صحیح ہیں اس کے معنی یہہ ہیں کہ جن اصول سے مرتب یا صحیح کو اتفاق نہیں ہے۔ ان کی پابندی نہیں کی گئی۔ مقدمے سے مزید اطلاع یہ ملتی ہے کہ غالب کی



طرز کتابت کی پیروی میں بعض الفاظ (جیسے بات، رستا، اور دھڑنہ وغیرہ) روح حال کے خلاف بھی لکھے گئے ہیں۔ میری رائے میں یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ ساری کتاب میں کل الفاظ کا املا روح حال کے مطابق ہونا تھا، مقدمے میں غالب کے اصول املا سے متعلق ایک جامع بیان ان اصحاب کی ضروریات کے لیے جو املا کے مسائل سے دل چسپی رکھتے ہیں کافی ہوتا مقدمے میں املا سے متعلق جو قاعدے غالب سے منسوب کیے گئے ہیں ان میں کئی ایسے ہیں جن کے وہ پابند نہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ غالب "مسواریہ" راجہ لالہ وغیرہ کے جو گورا علم ہیں، کچھ گورائی ہندوستانی لفظ ایسے رکھتے تھے، ایسے عقوں میں وہ نہ لکھتے، اگرچہ وہ گورائی یا عربی ہیں۔ ہندوستان ہی میں پیدا ہوئے ہیں جیسے، خاکا، نقشا وغیرہ۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ ان فارسی عربی لفظوں کو بھی جو اردو میں بہت گھل مل گئے ہیں، یا جو محاورے میں آگئے ہیں، اکثر الف ہی سے لکھتے تھے جیسے روانا، مزنا وغیرہ۔ غالب کے ہاتھ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمل کبھی کبھی کچھ لفظ روانہ جسے خاص طور پر مثال میں پیش کیا گیا ہے م میں بہت آیا ہے اور زیادہ تر وہ اسے لکھا گیا ہے ح میں م سے جو خطوط دیے گئے ہیں ان میں املا بدل دیا گیا، م میں تھانہ ۲۴، دینہ، کیوڑہ ۶۵ بھی موجود ہے جناب مہر کی کتاب "غالب" میں غالب کے ایک خط کا عکس چھپا ہے اس میں نقشا کو نقشہ لکھا ہوا ہے۔ خود رخ میں ریختہ ۱۱ روزمرہ ۳۴، زمانہ، پاین پائیکہ ۱۲، تھانہ ۲۰۹، دو شالہ ۱۶۲ (یہ الفاظ ۵ اور الف دونوں سے لکھے گئے ہیں) تکررہ ۴۱، بھرو کر درشن پرچہ، ہندووی، ۱۱، گل تکیہ ۳، اگوشہ توشہ دروازہ ۲۸، قولہ ۲، پرزہ ۲۲۸، چبوترہ ۱۶۲، دو ورقہ ۸۹، جولہ ۳۱۳ بے چارہ ۲۳۵ وغیرہ موجود ہیں۔

الف اور ہائے مختلفہ پر ختم ہونے والے اسمائے مذکر کے الف اور ہ کو یاے مجہول سے بدلنے کا جو قاعدہ ہے اس کے بھی غالب پابند نہیں تھے۔ خ میں تفتہ کے نام کے خط کا جو عکس ہے اس میں گرایہ کے واسطے "لتا ہے جسے تن میں گرائے کے واسطے" بنادیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خ میں زندقہ کو ۳۴۵ روزمرہ میں ۱۹ ریختہ کے دیوان ۲۰۱، تھانہ دار ۲۰۹، توشہ خانہ عملہ فعلہ کے نذر ۳۶۳ موجود ہیں۔ اس سلسلے میں اس کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خ میں مطلع کی جمع مطلع ہے۔ اگر ع الف کا ہم آواز سمجھا گیا ہے تو ہر صورت میں اسے الف کا قائم مقام قرار دینا تھا ص ۹ پر جو مطلع میں، اور ص ۶ پر جو مصرع میں ہے اسے مطلع میں اور مصرعے ہونا چاہیے تھا۔

خ میں ایک لفظ یا ایک قسم کے لفظ جو ایک قاعدے کے ماتحت ہونے چاہئیں۔ مختلف شکلوں میں ملتے ہیں :-

۱۔ راقم کی رائے میں املا کو مذکر استعمال کرنا چاہیے اور اس صورت میں آخر کے الف کو یاے مجہول سے بدلنا نہیں چاہیے۔  
 ۲۔ خ صدوائے لوہار ۵ م میں اس قاعدے سے انحراف کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، خ میں م سے جو خطوط نقل ہوئے ہیں ان کا املا بدل دیا گیا ہے جسے غالباً ہند کی پیداوار۔



مثلاً، بنیاد ۲۹۲، تیلو ۳۱۱، پلاو ۳۳۱، داو ۱۱۸، داو ۲۰۲، انجادی ۱۰۲، انجادی ۱۰۲، پوید ۱۹، موید ۱۵۵، موید ۱۳۵، وزن ۱۰۲، کوثر ۱۲۲،  
 ۹۲، گاو ۳۲، گاو ۱۰۱، چھڑا ۲۶۵، گھاو ۲۸۵، بناو ۳۰۷، او ۲۸، پاو ۱۶۸، و مرتب کا مسلک بد ظاہر یہ ہے کہ  
 ہر خصوص میں ہرہ نہیں چاہیے لیکن، یہ قائل قبول نہیں، خوشنود ۱۲۲، خوشنودی، رائیگاں، رائیگاں ۴، گنجائش ۵۲،  
 گنجائش ۱۱۴، اعتنا ۱۰۱، اعتنا ۱۲۲، استفادہ ۱۹۴، بلغا ۱۲۱، مضائقہ ۵۲، مضائقہ ۱۲۵، معائنے ۳۵۸، پائی نے ۲۳۲، پائی نہ  
 ۱۲۲، معائنے ۱۰۶، سایے ۱۹۳، پائے ۱۹۱، پائے ۶۰، جایے ۳۱۵، جائے ۲۶۸، جاوے ۰، کیجئے ۲۶۱، کیجئے ہوئے  
 ۲۶۵، تنقیہ توطئہ ۳۵۸، پیپان ۲، بچان ٹھہرنا ۳۳، ٹھیرنا (غلط نامے میں ٹھہرنا، کی تصحیح کی گئی ہے) کپنی ۱۲  
 کپنی ۱۳۹، کپ ۲۶، کپ ۲۱۴، کنواں ۸، کنویں کنوے ۰، سوچ ۱۳۸، سوچ ۱۲۷، مانوں ۱۳۶، مانوں ۲۸۱، گورنمنٹ  
 گورنمنٹ ۲۰، ڈارھی ڈارھی ۱۲۲، مسل ۱۵، مثل ۳۹، سکرٹر ۲۰، بھجوا ۳۹۶، بھجوا ۱۶۰،  
 بٹھانا ۱۹۲، سارٹی نکت ۱۲۳، سارٹی نکت ۲۰۱، رت ۲۹۲، رتھ ۲۲۳، معنی ۳۵، معنی ۲۵۰۔

مرتب کا سب سے اہم کام متن کو صحیح طور پر پیش کرنا ہے اور اس میں انہیں نمایاں کامیابی ہوئی ہے کچھ مقامات  
 ایسے بھی ہیں جن کی صحت کے متعلق مجھے شبہ ہے، لیکن ہے کہ غلطیاں ابتدائی سے چلی آتی ہوں اور خ میں نظر انداز ہو گئیں یا  
 دراصل غلطیاں نہ ہوں انہیں صحیح سمجھنے میں تامل میری سمجھ کا تصور ہو۔ اس قسم کے مقامات کی فہرست دینے سے پیشتر میں  
 یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اختلافات نسخ کی نشان دہی کا جو طریقہ مرتب نے اختیار کیا ہے، اس سے اکثر یہ نہیں پتا چلتا کہ  
 متن میں جو الفاظ ہیں وہ کس نسخے کے مطابق ہیں:

(۱) ص ۱۱۱ موجب فرمایا۔ جاکوب بہادر کے (کسر نہیں چاہیے) (۲) ص ۱۱۱ و تلوار (دو) (۳) ص ۱۱۱ لڑک تازی  
 آن نازنین سوار ہنوز (نازنین سوار بے معنی ہے غالباً یار نے سوار) (۴) ص ۱۱۱ دس برس سے ... اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں  
 (غلط نامے میں دس کی جگہ دس دس، لیکن محل دس ہی کا ہے) (۵) ص ۱۱۱ سر درشتہ دار (یہ ص ۱۱۱ پر بھی ہے جسے استدراک  
 میں سر درشتہ دار بنادیا گیا یہاں پر واقعی کس طرح ہے) (۶) ص ۱۱۱ افسار عجائب (نام توفسانہ عجائب ہے) (۷) ص ۱۱۱ میر امید گاہ  
 (امید گاہ مونث ہے خ ص ۱۱۱ پر بھی مونث) (۸) ص ۱۱۱ بذر بیوان کے (ہمزہ نہیں چاہیے) (۹) ص ۱۱۱ ملک کی نذر ص ۱۱۱  
 ص ۱۱۱ وغیرہ پر بھی کی نذر، لیکن ص ۱۱۱ پر جو کی ہے اسے غلط نامے میں اس کے بنادیا گیا ہے۔ خ کے ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ پر کے  
 نذر یا تمہارے نذر اس سے قطع نظر غالب کا مصرع ہے، حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی کی ردیف ہے (۱۰) ص ۱۱۱  
 آخر کتاب (میں چھوٹ تو نہیں گیا) (۱۱) ص ۱۱۱ ناپسند را پسند (۱۲) ص ۱۱۱ گھر میں بانی کلام اہل زبان نہیں؟ (بانی؟)

۱۔ اس فہرست میں کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جس کی نسبت محض یہ اطمینان کرنا ہے کہ طباعت کے اغلاط تو نہیں۔



(۱۲) ص ۹۳ دیکھو (یہ غلط نامے میں ڈاکی ہے۔ ڈاکی سنا نہیں گیا۔ ۱۳) ص ۱۱۹ کے سلامت حال کی چاہیے سلامت کی رعایت  
 سے (۱۴) ص ۱۲۵ پیالی (پیلے) (۱۵) ص ۱۲۹ ان صاحبان (یا صاحبوں)؟ خ ص ۱۶۸ پر بخشی صاحبوں، (۱۶) ص ۱۱۴ اب ہی نہ ہو (آب  
 کے ہی؟) (۱۷) ص ۱۱۸ ”تنگے پاؤں“ واو کے ضمتے کو اتباع کے ساتھ؟ یہ تو ترجمہ یا کم کہے (پاؤں ہونا چاہیے ورنہ اعتراض  
 کس پر ہے؟) (۱۸) پاؤں کی یہ املا غلط یہاں پر پانو، چاہیے، (۱۹) ص ۱۲۱ کا املا ص ۱۱۸ پر املا مونث (۲۰) ص ۱۱۴ اول رجب  
 میں نوازش نامہ آپ نے کب بھیجا؟ آخر میرے پاس پہنچ گیا (مطلب واضح نہیں) (۲۱) ص ۱۲۱ بذریعہ اس خط کے (۲۲)  
 (۲۳) ص ۱۵۲ آج دو شنبہ ۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی... کل شنبہ ۶ فروری (۶) کو شنبہ ہو گا نہ کہ شنبہ (۲۴) ص ۱۵۲  
 میرے مرگ درگ بالاتفاق مونث، (۲۵) ص ۱۵۲ تمہاری پنشن ۵۳ برس کا پنشن (پنشن ایک ہی خط میں مذکر بھی ہے  
 اور مونث بھی) یہ خط جیسا کہ ابتدائی جلوں سے واضح ہوتا ہے، غالب نے دوسرے شخص سے لکھوایا تھا۔ اس نے غالب کے  
 دستور کے خلاف ایک جگہ مونث لکھ دیا، (۲۶) ص ۱۵۲ پوری دو سو روپے کے پنشن کی منظوری (پورے؟) (۲۷) ص ۱۵۹  
 بہ موجب تعلیم میر تقی علی کے (آکسرہ؟) ص ۱۵۹ اوہ اور ان کے متعلق (یا متعلقین جیسا کہ پر ہے) (۲۹) ص ۱۶۱ ذوالفقار الدین  
 بولوی (موسوی، صحیح ہے) (۳۰) ص ۱۶۳ مظفر الدین میر ناصر الدین۔ اس طرح لکھا ہے کہ پڑھنے والا لازمی طور پر مظفر الدین  
 نو میر ناصر الدین کا خطاب سمجھے گا لیکن یہ دو مختلف شخص تھے۔ ملاحظہ ہو خ ص ۳۳۶ مظفر الدین کا نام سیف الدین حیدر تھا  
 سوانح سلاطین اودھ جلد ۲ ص ۲۵۵ (۳۱) ص ۱۶۲ امرا کے ازواج و اولاد (۳۲) ص ۱۶۵ ابہر کا پتر  
 .. مرگیا۔ باپ اس کا شیوجی رام (باپ شیوجی رام تھا تو برہما کا پتر کیوں کر ہوا؟ برہما کون ہے؟) (۳۳) نصف میں مفلسوں  
 کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اسی خیالات سے ان کا حسن طبیعت معلوم ہوتا ہے (مفلسوں کا کے بعد غالباً کوئی لفظ چھوٹ  
 گیا ہے۔ بعد کا جملہ یوں ہے: مدار حیات خیالات پر ہے۔ خیالات کے لیے اسی صحیح نہیں، نہ یہ بتا چلتا ہے کہ ان سے کس کی  
 طرف اشارہ ہے) (۳۵) ص ۱۶۸ جاگ کیا؟ مگر یہ پیروی قتل کی ہے ’جاگ‘ پیروی قتل کی جاگ میں ہے (۳۶) ص ۱۸۰  
 احباب کے خط لکھنے کو (کو؟) (۳۷) ص ۱۶۳ تیس۔ متروک۔ قبیح۔ یہ پنجاب کی بولی ہے۔ میرے لڑکپن میں ایک اصل۔  
 تیس بولتی تھی تو۔ سب اس پر ہنستی تھیں (تیس غالب کے یہاں نظر نہیں آتا، لیکن ان کے زمانے میں بلکہ اس کے بعد بھی  
 فصیحائے دہلی کی زبان پر تھا اور اب بھی متروک نہیں ہوا مجب نہیں کہ تیس کی جگہ دتین ہو) (۳۸) ص ۱۸۴ ہزار پائی (ہزار  
 پلے؟) (۳۹) ص ۱۹۳ اب ان سے ہے (آپ؟) پنشن جاری ہو گئی (خط قدر کے نام کا ہے، اگر اس کی اصل موجود ہے تو فیروزہ  
 نقل میں تحریف کا گمان ہے۔ کا کو کی، کر دیا، (۴۱) یہ سطور.. لکھے ہیں، فعل مذکر کی وجہ؟ (۴۲) ص ۱۹۵ شکریہ (کیا واقعی  
 یہ لفظ؟) (۴۳) خطوط بہ نام نواب یوسف علی فاں ان خطوط میں متعدد مقامات پر م کے مطابق رد یہ ہے خ میں



روپے ۲۲۸ (۲۳۸) وہ بھی ایسے ہیں (یا ایسے ہی ہیں؟) (۴۶) ص ۲۵۶ بنیے سے سیانا سو بوانا ریا وانا؛ خزینۃ الامثال مصنفہ  
 حقیقت میں دوانا، (۴۷) ص ۲۶۱ میرے عادات (میری) (۴۸) ص ۲۷۱ گیارہ رپے خرچ راہ دیے مگر.. اپنے جد کی نیاز کا  
 زوپیہ راہ ہی میں اپنے ہازو سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ، بپے ظاہر کریں گے (پانچ یا گیارہ؟) (مقدور کی تیاری؟) (۵۰)  
 ص ۲۷۵ ڈگری وڈگری (۵۱) ص ۲۷۶ رخصتی اپنے گھر کیلئے رخصت؟ (۵۲) ص ۲۷۸ تمہاری طرز لیکن منہ پر طنز مذکور (۵۳) ص ۲۷۹ یہ خرافات مکہ  
 دی ہے چلے ص ۲۷۹ پراس خرافات اور ص ۲۷۹ پر نری خرافات میرے قول کا مؤید ہے (۵۴) ص ۲۸۰ ان بارہ رپے میں برکت دی لاپوں کا مکمل ہے (۵۵) ص ۳۱۵ منگل کو  
 منگل بچہ پر ترجیح دی گئی ہے کیا غالب کے سوا منگل کچھ کسی اور نے بھی استعمال کیا ہے؟ منگل بچہ کی قسم کی اور ترکیبیں افغان بچہ  
 وغیرہ رائج ہیں، (۵۶) ص ۳۲۵ موید (یا مؤید؟) (۵۸) ص ۳۳۵ حبوب بن گئے ہیں (جمع کی حالت میں بھی غالب نے مؤنث  
 استعمال کیا ہے) ص ۳۲۶ حبوب جو.. مجھ کو دی تھیں (۵۹) ص ۳۳۵ انداز وادا (لیکن ص ۳۳۳ پر انداز وادا ۶۰) ص ۳۳۶  
 طبیعت امکان (؟) (۶۱) ص ۳۳۶ جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا (اتار کر چلے ہیے) (۶۲) ص ۳۳۶ بہ حوالہ میری تحریر  
 کے (بحوالہ) (۶۳) ص ۳۳۶ وہاں کے اوضاع کی، (۶۵) کے وجوہ (کی وجوہ) (۶۶) ص ۳۳۶ مصری شاعر (مصری) ورنہ مصری  
 ناموزوں (۶۷) ص ۳۳۶ علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا دیکھا یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں (۶۸) ص ۳۳۶ یک فنہ  
 ہوں ص ۳۳۶ پر یک فنی ہے اور یہی صحیح ہے، (۶۹) ص ۳۳۶ اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی جس شہر میں ہوں اس شہر میں  
 تو بھوکا نہنگ نظر نہ آؤں (آؤں، مرتب کی اصلاح ہے، ورنہ بقول مرتب کل سخنوں میں آئے ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کے  
 قبل کا جملہ آئے کا مؤید ہے نہ وہ دست گاہ کہ ایک عالم کا میرزا بن جاؤں (۷۰) ص ۳۳۶ اجڑی ہوئی تلم روہند (لیکن  
 ص ۳۹۴ پر تلم رو نہ ذکر، (۷۱) ص ۳۳۶ بذریعہ ان کے (؟) (۷۲) ص ۳۳۶ اصوات ہیں تار کے ڈکی ہونا چاہیے۔ دہلی میں کوئی ایسا  
 قاعدہ نہ تھا جس کی رو سے عربی اسمائے مؤنث کی عربی جمع بذکر استعمال کی جائے۔ محض چند الفاظ اس طرح استعمال ہوتے تھے،  
 صوت جب وضع، وجہ، سطر بھی ایسے ہی تھے اس کا ثبوت مرتب کو پیش کرنا چاہیے، (۷۲) ص ۳۳۶ غلط نامہ ص ۳۳۶ قوہ (یا قوۃ؟)  
 نہ معلوم کس کی بدعا کا اثر ہے کہ کیا ہی اہتمام کیوں نہ کیا جائے اردو کی کتابیں اغلاط طباعت سے نہیں بچتیں۔ امیرالغلات بھی جس  
 کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اس میں غلطیاں ڈھونڈے نہیں ملتیں اس سے مستثنیٰ نہیں۔ خ میں اس کی ضمانت کے  
 لحاظ سے اغلاط زیادہ نہیں، غلط نامہ ص ۳۳۸ صفحوں کی کتابت کے لیے صرف دو صفحوں کا ہے۔ لیکن کچھ غلطیاں ایسی بھی ہیں جو  
 غلط نامے میں مندرج نہ ہو سکیں۔ وہ یہ ہیں؛ صفحہ ۲ سطر ۱۲، ۱۳ ما، الجبن ۵ یک شنبہ ۱۹ انفوراست (؟) ۱۹ بازار؛  
 بازار ۲۱ اناقت ۲۲ آمیزش ۲۳ نام کے بعد ۲۴ عبدالرحمن ۲۵ و ۲۶ احیاناً ۲۷ مبداء ۲۸ بہ کار آمدنی؛ کسرہ نہیں







(۱) دیوان تفتہ جو اس مطبع میں چھپتا ہے رُبع سے زیادہ چھپ چکا وہ بھی اس موسم سرما میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام ہوگا۔ اس کی ضخامت ۴۵ جزو کے قریب ہے، اور قیمت چار روپیہ، بعد اتمام کے پانچ ہو جائیں گے اکثر شائقان سخن نے اس کی درخواست مع زرِ ثمن داخل مطبع کی ہے، کیوں کہ وہ دیوان عجب فصاحت خیز اور لطف انگیز ہے۔ اکثر اشخاص اس کے طبع ہونے کی فیر سن کر بہت خوش ہوئے ہیں خصوصاً اسد اللہ خاں غالب دہلوی تو اس کے بہت ثنا خواں ہیں۔ اسعد لاہور ۲۰ اگست ۱۸۴۹ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۲۶۵ھ۔

(۲) ان دلوں دیوان تفتہ سکندر آبادی اس مطبع میں چھپنا شروع ہوا ہے اور یہہ .. وہی دیوان ہے جس کا اشتہار اخبار ہذا میں ۱۷ افر ۱۸۴۷ء میں دیا گیا تھا، یہ سبب عدمِ الفرتی کے اب تک ملتوی رہا، اب اس کی تدبیر کی گئی ہے۔ اسعد لاہور ۱۸ دسمبر ۱۸۴۸ء مطابق ۲۱ محرم ۱۲۶۵ھ۔

(۳) تفتہ کے دو دیوان ہیں۔ ان میں سے پہلے کے شروع میں مرزا صاحب کی تقریظ ہے، اس کا چھاپا ۱۷ افر ۱۲۶۵ھ میں شروع ہوا، اور اوائل ۱۲۶۷ھ میں انجام کو پہنچا۔ تقریظ میں کوئی تاریخ نہیں دی جس صفحے پر یہہ فتم ہوتی ہے اس کی باقی ماندہ جگہ میں۔ حقیقہ کا قطعہ آغاز طباعت ہے جس سے ۱۲۶۵ء برآمد ہوتے ہیں خط۔ ان اقتباسات سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں: دیوان اور اس کی تقریظ غالباً ۱۷ افر ۱۲۶۷ء میں صاحب مطبع کے پاس پہنچ گئی تھی۔ اگر یہہ قیاس صحیح ہے تو تقریظ ۱۲۶۷ء اس سے بھی قبل کی لکھی ہوئی ہے۔ ۲ دیوان تفتہ کا چھاپا اوائل ۱۲۶۵ھ (۱۷ افر ۱۲۶۷ء) میں شروع ہو گیا تھا۔ (جناب عرشی نے ۱۷ افر ۱۲۶۷ء لکھا ہے) ۳۰ - ۲۰ اگست ۱۲۶۹ء تک ۱۲ جزو کے قریب چھپ چکا تھا۔ ۴۔ تقریظ آغاز دیوان میں ہے اور اس کے آخری صفحے میں حقیقہ کا قطعہ تاریخ۔ اس لیے دیوان کا یہہ حصہ سب سے پہلا چھپا، اور اس کا زمانہ انطباع ۱۷ افر ۱۲۶۷ء ہے یہہ متحقق ہو جانے کے بعد کہ تقریظ کا زمانہ انطباع ۱۷ افر ۱۲۶۸ء ہے یہہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا کہ غالب نے اسے ۱۷ افر ۱۲۶۸ء سے پیشتر لکھا ہوگا۔ اس کے بعد یہہ تسلیم کرنا ممکن ہے کہ خط ۱ اگست ۱۲۶۹ء میں تحریر ہوا خط ۲ بہ بنام تفتہ، اگست ۱۸۵۰ء: "قطعے کو اپنے دیوان میں شامل کر دیجے۔ جب تمہارا دیوان چھپا جائے گا یہہ قطعہ بھی چھپ جائے گا غالب کے ان الفاظ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ خط آغاز انطباع دیوان سے قبل کا ہے۔

خط ۳۴۔ بنام مجروح: دسمبر ۱۸۶۲ء اس خط سے یہہ ثابت ہے کہ جس وقت یہہ لکھا گیا ہے کپتان الکنز نڈر (ہیڈرلی) زندہ تھے لیکن خط ۳۵ سے جو ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء کا تحریر کیا ہوا ہے کہ اس سے قبل ہی الکنز نڈر ہیڈرلی کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہہ خط ۳۵ سے قبل کا ہے۔

خط ۴۹ بہ بنام ملائی: خط ۲۸ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء اور خط ۵ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۵ء ملائی کے نام رام پور سے بھیجے



گئے ہیں خط ۵۹ کا کوئی زمانہ صراحتہ مرتب نے مقرر نہیں کیا، لیکن، چوں کہ خطوط تاریخی ترتیب سے پیش کیے گئے ہیں، مرتب کے نزدیک یہ ظاہر یہہ خط بھی رام پور سے "دبیر" کے درمیان کسی تاریخ میں کیا گیا ہے۔ خط کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو، بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خبردار بر اسلام اخوین کو اور ان کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے، اسی کو عنایت جانتا ہوں، تاب لائے ہی بنے گی غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز "اخوین سے امین الدین احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں، اد میں، خط دہلی سے زمانہ غدر میں لکھا گیا ہے۔

حواشی جس قدر ہیں کارآمد۔ قابل قدر ہیں کہیں متن صحیح نظر نہیں آیا تو اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہیں کوئی تاریخ غلط ہے تو اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہیں کسی نامانوس لفظ کی تحقیق کی ہے۔ کہیں کسی شعر کے مصنف کا نام بتایا ہے کہیں غالب نے کوئی شعر غلط نقل کیا ہے تو اس کی تصحیح کی ہے۔ لیکن کتاب کے مرتب کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہہ کہنا پڑتا ہے کہ حواشی بہت کم ہیں اور سیکڑوں مقامات ایسے رہ گئے ہیں جو مرتب کے عدم التفات کے شاکی ہیں۔ میں محض چند مقامات کا ذکر کرتا ہوں: (۱) ص ۱۱۱ اور ص ۱۱۲ پر اسیر کی جن بتوں کی طرف اشارہ ہے انہیں نقل کرنا تھا (۲) ص ۱۲۵ و ۱۲۶ وغیرہ پر جو اشعار ہیں یہہ بتانا تھا کہ کس کے ہیں (۳) ص ۱۲۵ پر "راجا مرانی (نہیں) مری" نہیں اضافہ، مرتب ہے، ممکن ہے کہ رانی نہ مری ہو، لیکن یہہ امر تحقیق طلب تھا (۴) یادگار زمانہ میں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ میں ہم لوگ یہہ شعر دراصل منقظ کا ہے، اور غالباً یاد رکھنا کی جگہ سن رکھو تم ہے۔ اس کا ذکر ضرور تھا (۵) ص ۱۲۵ و ۱۲۶ سکھ لبر ۲۴۵ سکھ لبر تحقیق کا محتاج تھا، نامانوس ہے اور لغات میں نہیں ملتا۔ جناب عرشی فرماتے ہیں کہ "یہ دراصل 'میک نمبر' فوجی اصطلاح ہے" ممکن ہے رام پور میں اس کا بھی رائج ہو (۶) ص ۱۲۵ اسطر آخر میں کس وزیر عظم کی طرف اشارہ ہے؟ (۷) ص ۱۸۵ "چانی" کو غالب نے لغت انگریزی لکھا ہے یہہ انگریزی لفظ نہیں اور نہ اس طرح اردو میں رائج۔ عجیب بات یہہ ہے کہ اس صفحے پر لفظ چابی بہ معنی کلید بھی آیا ہے پہلا "چانی" نہ معلوم کس طرح آ گیا؟ (۸) ص ۲۰۲ "دار البقا" کیا کسی محلے یا عمارت کا نام ہے؟ (۹) ص ۲۳۵ خط ۸ کی بعض عبارتیں "تشریح طلب" (۱۰) ص ۲۳۶ چھوٹی ہے و بڑی ہے کا قصہ تشریح طلب (۱۱) ص ۲۳۷ مدبر کون ہے اور بنارس کون شخص ہے؟ (۱۲) ص ۳۱۶ ذکر بہہ بہت پسند تشریح طلب۔

حواشی میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن سے مجھے اختلاف ہے: (۱) ص ۲ "یہہ لفظ (یعنی فرمیرے) ہاں.. دس ہزار جگہ آیا ہوگا" حاشیہ ذیل جو اردو کے معنی حصہ دوم سے ماخوذ ہے اور دراصل حالی کا لکھا ہوا ہے، غالب سے منسوب کر دیا ہے؛ دس ہزار کا لفظ محض ظرافت لکھا ہے یعنی تم ہمارے قدیم شاگرد اور ہمارے کلام کے درد (یا ورد) رکھنے والے اور پھر تم کو یہہ خبر نہیں کہ ہماری فارسی شریں یہہ لفظ متعدد دطور پر اور متعدد جگہ استعمال ہوا ہے، پس تمہاری غفلت



کی مثال ایسی ہے کہ جو چیز دس ہزار بار دیکھی ہو وہ یاد نہ رہے۔ مقدمہ دوم کے کل حواشی حالی کے لکھے ہوئے ہیں، دسواں کا اس سے ہوا کہ حالی نے مطلب کو اس طرح سمجھایا ہے کہ گویا خود غالب سمجھا رہے ہیں اور مخالف تفسیر ہیں۔ ۱۔ ص ۳۳ سالک سے سلوک منظور نہیں، تنہا ہوا ہے شمساد در سراسر است حاشیہ: "تنہائی یا تنہا فرض کیجئے تو بھی کچھ معنی نہیں نکلتے" تنہا صرف کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سالک کو نوکر رکھنا نہیں چاہیے صرف شمساد کو ملازم رکھنے کی خواہش ہے۔ ۳۔ ص ۳۴ دامان نگہ تنگ حسن گل تو بسیار گل چیں بہار تو ز دامان گلہ دار حاشیہ میں اس غزل کو حیرتی سے منسوب کیا ہے، میں اس کی نسبت اپنا خیال مارچ ۱۹۴۱ء کے معاصر میں ظاہر کر چکا ہوں۔ ۴۔ ص ۳۶ غالب غلامی کو لکھتے ہیں: آپ چال چو کے اردو لکھتے لکھتے جو خط کہ مشتمل ایک مطلب پر تھا اس کو تم نے فارسی میں لکھا، اور فارسی بھی مقصدیاً نہیں کہ امیر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بر صیغہ مضر نہ لکھیں۔ خیر خط نہ دکھاؤں گا، کتب خانہ کب کر کام نکالوں گا؟ اس پر حاشیہ ہے کہ مقصدی کے بعد لفظ "نہیں" زائد ہے۔ اس سے مجھے اختلاف ہے۔ غالب کا مطلب یہ ہے کہ غلامی نے مقصدیاً نہ فارسی نہیں لکھی تھی، فارسی میں خواہ امیر ہو یا غریب واحد غائب کے لیے صیغہ مفرد استعمال ہوتا ہے، لیکن مقصدی اس کی تقلید نہیں کرتے، وہ اس طرح لکھیں گے، نواب آمدن غلامی نے صیغہ مفرد استعمال کیا تھا، لیکن اگر وہ غالباً نواب رام پور کی طرف تھا، غالب نے اس ڈر سے کہ کہیں اسے خلاف ادب نہ سمجھا جائے خط نہ دکھانے کا فیصلہ کیا۔ ق۔ ع۔ و۔

خطابیات: مصنف شیخ رحیم الدین ظہیر آبادی صاحب صفحات ۱۱۰ نقیض ۶ ۱۴۸ ۱۶۸ پغ۔ شائع کردہ ادارہ ادبیات اردو، حیدر آباد دکن۔ ادارہ ادبیات اردو نے ایک کتاب "فن تقریر کے نام سے شائع کی تھی، خطابیات اس کا دوسرا حصہ ہے اردو میں فن خطابت ہر کتابوں کی ضرورت تو ہے۔ لیکن کتابیں ایسے مصنفین سے لکھوانی چاہئیں جو اپنے مافی الضمیر کو ذل نشہ میں طریقے سے ظاہر کر سکیں اور اپنی تحریر کو بے ربطی سے پکسکیں۔ اس کتاب کی ابتدا ذیل کے جملوں سے ہوتی ہے: ناظرین خود اس امر کا اندازہ کر سکیں گے کہ خطابیات کے مصنف اس زمرے میں آتے ہیں یا نہیں:

» روز بروز تقریر کے مفہوم اور نشا میں وسعت پیدا ہوتی جا رہی ہے، موجودہ زمانے میں عام طور پر تقریر سے مراد وہی بحث سمجھی جاتی ہے جس میں علمی اور سیاسی مسائل پر روشنی ڈالی جائے۔ ہر ترقی یافتہ زمانے میں تقریر کے لیے کوئی خاص موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ ہر عنوان پر تقریر کی جاسکتی ہے، میری کہانی میری زبانی: اس کتاب کے تبصرے میں اغلاط طباعت بہ کثرت ہیں ناظرین سے گزارش ہے کہ براہ کرم اغلاط ذیل کی تصحیح فرمائیں: ۵۵ یہ الفاظ سطر کے آخر میں چھوٹ گئے ہیں: نقیض ۱۰ ۱۶۸ ۱۶۸ پغ ۵۵ سال گرہ اس سے متعلق حاشیہ میں الفاظ ذیل بڑھائے جائیں: اٹھویں سال گرہ ۵۶ مخصوص: و مخصوص ۵۷ روپیہ: روپیہ ماہانہ ۵۸ ثلث: ثلث کا تعلق ہے ۵۹ خاص پٹنہ میں جس خاندان عالی کے یہ رکن ہیں اس کی نظیر تو سارے صوبہ بہار میں نہیں نکلا گی ۶۰ والد کے نانا: والد کے ۶۱ وھیال: ہتھیال ۶۲ ہمارے: ہمایوں ۶۳ شرف الدین احمد: شرف الدین ۶۴ میں یہ اخبار میں یہ۔



## نادرات غالب

مرتبہ جناب آفاق حسین آفاق صفحات ۱۷۰ + ۱۷۹ تقطیع

۵۷۱ پینچ قیمت چھ شائع کردہ ادارہ نادرات

منیر بارک کرچی پاکستان۔

نادرات غالب غالب کو ۲۴ خطوط کا مجموعہ جو جن میں سے ۲۲ نئی بخش حقیقہ اور ۲ ان کو بیڑ عبد الصیف کو نام ہیں۔ حقیقہ کو نام کو ۲ اور عبد الصیف کو نام کو کل خطوط مکتوبات غالب کی مطلوبہ مجموعوں میں موجود ہیں اور مقدمہ اندک کو نام کو دو چار خط کل یا جزویہ یا دیگر غالب یا اور بعض رسائل میں طبع ہو چکے ہیں۔ جناب آفاق کی تہذیب و علوم ہوتا ہے کہ یہ خطوط مجروح اور میرن صاحب ڈفریم کنی تھو، لیکن چہا تہیں چلتا کہ جناب آفاق کو اصلی خط ملی ہیں یا ان کی نقلیں یہ بھی فراحتہ انھوں نے نہیں لکھا کہ سچ آہنگ اور اردو میں اصلی میں جو خطوط موجود ہیں وہ کتنی انھیں ملی ہیں یا یہ ان مجموعوں کو لکھ گویا ہیں جس کتاب کی تہذیب سرنامی اور مقدمہ حروف ۱۷۹ صفحہ پر ہیں اس میں آخر ضروری اطلاعات کا نام ہوتا حیرت انگیز ہے۔ نادرات غالب کو بہت سے خطوط کی تکلف غالب کو بہترین خطوط میں شمار ہو سکتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کی اشاعت کو اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ خطوط کی ادبی خوبیوں کی قطع نظر یہ بات بھی نظر انداز کر کے قابل نہیں کہ ان خطوط کو غالب کو باری میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں کئی پرانی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے اور غالب کی کچھ شعرا بعض خطوط اور کتابوں کو زمانہ تحریر پر روشنی پڑتی ہے۔

مقدمہ اور حواشی محنت کو سمجھ گویا ہیں، لیکن کچھ مطالب مکرر آگئے ہیں اور کچھ قطعاً بے محل ہیں (مثلاً تلامذہ غالب کی بحث ۱۳۵ تا ۱۷۹)۔ جہاں بجا دقتات اور استدلال کی غلطیاں بھی نظر آتی یا اور اس کو بڑھ کر یہ کہ خطوط کو متن کی صحت کا کما حقہ اہتمام نہیں کیا خطوط کو زمانہ

تحریر کی فیذا سی تصحیح میں کبھی دو جگہ غلطی ہوئی ہے۔ مقدمہ متن خطوط کو زمانہ تحریر اور حواشی کی متعلق الگ الگ کچھ باتیں لکھی جاتی ہیں۔ یہ فرض نہ کر لیا جائے کہ کسی امر کا عدم اندراج اس سے اتفاق کا مراد ہے۔



(۱) ص ۱۱۱ حقیقہ ۱۲۸۳ء میں دہلی گئی تھی اور غالب کے یہاں مہمان رہی تھی۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟  
تفتہ کے نام کا خط جس میں حقیقہ اور غالب کی ملاقات کا ذکر ہے ۱۰ فروری ۱۲۸۹ء کا لکھا ہوا ہے خود حقیقہ  
کے نام کا کوئی خط ۲۱ فروری ۱۲۸۹ء کو پہنچا نہیں۔ (۲) ص ۱۱۱ حقیقہ کی ایک بڑی کاپی کا نام 'ذکر النساء'  
'یگم لکھا ہے' لیکن خطوط میں زکیہ کے یا یگم یا زکیہ یگم۔ (۳) ص ۲ ذکر النساء یگم ۱۲۸۳ء میں حقیقہ  
کے ساتھ دہلی گئی تھی اور غالب کو بہت مانتوں ہو گئی تھی۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں حقیقہ ۱۲۸۳ء  
میں دہلی جاتا ثابت نہیں رہی زکیہ تو اس زمانہ میں شاہ پیدائشی نہ ہوئی ہو یا پوری ہو تو محض چند  
ہفتیوں کی ہو۔ ۳ رمضان ۱۲۸۳ء مطابق ۱۹ مئی ۱۲۸۳ء کو خط میں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو یگم  
کو اب کے سال آپ روزہ رکھوائیں ابھی اس کی عمر تو کیا ہے تو یہ دسویں برس روزہ رکھوانا یعنی  
یہ کہ ۱۲۸۳ء میں اس کی نوویں برس کبھی شروع نہیں ہوا تھا۔ غالب زکیہ کو بڑی دل چسپی کا اظہار کرتے  
ہیں لیکن یہ اس امر کا قطع ثبوت نہیں کہ غالب نے کسی کبھی دیکھا تھا۔ ۸ جنوری ۱۲۸۵ء کو ایک خط  
میں اس کی نسبت لکھتے ہیں "حق تعالیٰ اس کو جیسا رکھو اور مجھ کو اس کی صورت دکھلا دو ورنہ  
اب اگر بڑھ کر جب وہ بی جا جانا جیڑا دی بن جائیگی تو ہم کچھ چھوڑیگی۔ میں سچ سچ کا چچا تو ہوں نہیں تھا۔  
اسو کے نوے منتر شمع ہوتا ہے کہ اس کی پہلو دیکھو کا اتفاق نہیں ہوا۔ (۴) غالب نے حقیقہ کی سخن فہمی کی  
بڑی تعریف کی ہے اور اس کو حساب آفاق کو آفاق معلوم ہوتا ہے لیکن وہ غالب کے بہت معمولی  
اشعار کا مطالبہ دریافت کرتے ہیں اور وہ ہرگز اس سائنس کے مستحق نہیں کہ جس طرح دنیا کا نصف  
حسن حضرت یوسف کے جسم میں آیا تھا اور نصف دنیا کا اور تمام لوگوں کو ملا تھا اسی طرح ادھی پن  
فہمی حقیقہ کے حصے میں آئی تھی اور ادھی اور لوگوں کو ملے تھی۔ (۵) ص ۲ "پلنگ کے پاؤں کی فرمائش  
۰۰ مرزا پورا نہ کر سکو" پاؤں ظاہر ازکیہ کو ہمیشہ میں دیکھ کر لیں سکو اور تھی۔ آخری خط جس میں اس کا ذکر  
۱۹ اکتوبر ۱۲۸۵ء کا ہے اور زکیہ کی شادی دسمبر ۱۲۸۵ء یا اس کے کچھ ہی پہلے ہوئی ہے۔ خط نوشتہ ۹ دسمبر  
۱۲۸۵ء میں حسن اتھام شادی کی مبارک باد دی ہے۔ غالب کے کسی خط میں یہ نہیں کہ پاؤں بھیج دیں لیکن  
۹ اکتوبر کے بعد کا خط ۲ جنوری ۱۲۸۵ء کا ہے ان دو تاریخوں کے درمیان بہت سے خط غالب نے لکھے ہوں گے  
لیکن وہ تلف ہو گئے۔ اگر ۹ اکتوبر ۱۲۸۵ء اور نومبر ۱۲۸۵ء تک کے کل خطوط ہوتے اور ان میں بھیجے کا  
ذکر نہ ہوتا تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ غالب نے پہلو تھی کیا۔ پلنگ کے پاؤں کوئی قیمتی چیز نہیں ان کی  
خریداری بھی کچھ دشوار نہیں پھر یہ سمجھنے کی وجہ کہ غالب نے ایک عزیز دوست کی معمولی سی فرمائش پوری  
نہیں کی؟ (۶) ص ۲ یہ صحیح نہیں کہ زکیہ کی شادی جنوری ۱۲۸۵ء میں ہوئی (دیکھو (۵)۔ (۷) ص ۲



پاکھن کو متعلق لکھا ہے کہ مختلف لغات میں پاکھن یا پاکھڑ گولر کا درخت حرقہم ہے لیکن آئین الہری جلد ۱ (حرتیہ سید احمد خاں) میں گولر کا ذکر شیریں ہندوستانی پھلوں کے ساتھ ہے اور اس کا موسم گرمی لکھا ہے ص ۵۵ اور پاکھڑ کا لکھٹا مٹھی ہندوستانی پھلوں کے ساتھ ہے اور اس کا موسم برسات لکھا ہے ص ۵۵ اس کو ظاہر ہے کہ یہ دونوں مختلف پھل ہیں۔ سید احمد خاں نے پاکھڑ کو اور پاکھن بھی لکھ دیا ہے۔ (۸) ص ۱۴۹ "غالب نے صرف طب کی بہت سی کتابیں پڑھی تھیں، بلکہ انھیں بہت سی نسخے بھی زبانی یاد تھے اور ان کی ترکیب استعمال پر ہنر اور غذا کی مناسبت کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ مریض کو دیکھ کر بغیر عوارض کی تفصیلات پڑھ کر مرض کی تشخیص کر سکتے تھے، یہ سب باتیں ایک طبیب حاذق ہی کو حاصل ہو سکتی ہیں۔" غالب نے عربی و فارسی محض اور طب کی کل اہم کتابیں اسی زبان میں غالب کی تحریروں میں ایک دو کتابوں سے زیادہ کا نام نہیں آیا، ذخیرہ دولت شاہی کا دیکھنا بہت مشکل ہے مگر میں اس وقت اس معاملہ کو مفصل بحث کرنے نہیں چاہتا، غالب کا حالات دور رسن کر مرض کی تشخیص کا کوشش اور نسخہ کی تجویز مسلم، لیکن کس طرح معلوم ہوا کہ تشخیص صحیح تھی اور مجوزہ نسخہ استعمال میں آیا اور ان کو فائدہ ہوا۔ مرزا ابوالقاسم قاسم کو سوا کسی شخص کا حال مجھ ہی نہیں معلوم ہے، غالب کی دوا کو فائدہ ہوا اور قاسم کو رفع قبض کی دوا دی تھی۔ (۹) ص ۹ غالب نے اپنی بعض خطوں میں لکھا کہ تھکر گولی عہد انھیں ۱۸۰۰ء میں دیا اور دیا کر تھکر جناب آفاق بھی، سو تسلیم کرتے ہیں لیکن دلی عہد کے مرتبہ بعد انھوں نے ۲۰ سالانہ کا غم نہیں کیا، اس پر دیا ہوا کا غم کیا جو وہ عارف کی بیٹیوں کو میوہ کھانے کی یاد دہانی تھی۔ مجھ یقین ہے کہ یہ ۲۰ سالانہ افسانہ محض ہے، یوں قصائد پر وہ کچھ انجام دے دیا کرتے ہوں تو اس کا امکان ہے۔ (۱۰) ص ۹۲ غالب کا اردو دیوان سب سے پہلے ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۲۰ء میں فخر المطابع کو شائع ہوا، یہ صحیح نہیں۔ دیوان اردو پہلی بار ۱۲۵۷ھ = ۱۸۴۱ء میں سید محمد خاں کو مطبعہ نے چھاپا تھا (۱۱) ص ۹۵ یہ بھی صحیح نہیں کہ غالب کی زندگی میں دیوان اردو کو کوئی نسخہ مطبعہ نظامی کو نسخہ و بعد شائع نہیں ہوا، شیونرائٹ نے اگرہ میں اس کو بعد طبع کیا تھا۔ (دیوان اردو کو مطبعہ نسخوں کی بحث انتخاب غالب کو حواشی میں دیکھیں ص ۳۳۹ و ۳۴۰) (۱۲) ص ۱۲۱ یہ بیان کہ معیار المشعر مفتوح میں دوبار شائع ہوا تھا خلاف واقعہ ہے۔ (۱۳) ذوالفقار علی خاں کے مجلس آذر ہے آذر نہیں ص ۱۳۱۔ (گلستان سخن دیکھیں)۔ (۱۴) ص ۱۵ احباب کا سال ولادت ۱۸۶۲ء بتایا ہے اور انہیں غالب کا شاگرد لکھا ہے۔ اگر یہ سال صحیح ہے تو غالب کی اصل تاریخ کا موقع کہاں ملے گا؟ غالب نے ۱۸۶۹ء میں وفات پائی ہے۔ (۱۵) ص ۱۵۷ از کی کا سال وفات ۱۸۶۳ء لکھا ہے، حال آنکہ یہ سن ۱۸۶۹ء



۵۔ (۱۶) صد ۱۵۰ سجاد کا سال وفات ۱۵۰۰ء اور تاریخ وفات ۱۵۰۰ء از پشت اسب افتاده  
 مرقوم ہے لیکن اس کو ۱۲۹۴ھ تک لکھا ہے جو ہرگز ۱۵۰۰ء کو مطابق نہیں۔ (۱۷) صد ۱۵۰۰ سنن کو صرف  
 وکیل لکھا ہے حال آنکہ کچھ دنوں وکالت کر کے بعد وہ منصف اور اس کے بعد صد اعلیٰ ہو گئے تھے۔ (۱۸)  
 صد ۱۵۰۰ سنن کو فارسی دیوان کا طبع ہونا لکھا ہے لیکن چھپنا ذکر نہ فارسی دیوان تھا ہی نہیں (۱۹)  
 صد ۱۵۰۰ ساطع برہان کو جواب میں غالب کو قطعہ کا ذکر کیا ہے لیکن قطعہ کا تعلق مؤید برہان سے ہے۔  
 (۲۰) صد ۱۵۰۰ اجواہر سنگم جوہر کی شمشیر تیز کو جواب میں سنن نے ایک فارسی قطعہ لکھا تھا جو ہر کسی نظم و  
 نثر کا یہ نام نہیں (۲۱) صد ۱۵۰۰ شمس لکھنوی نے ایک فارسی رسالہ ایرادات بر کلام لب علیہ اعتراضات کی  
 تھی شمس کی کوئی فارسی تحریر ایسی موجود نہیں ہے انھوں نے کوئی رسالہ لکھا تھا ان کی اعتراضات اردو  
 میں تھی اور اودھ اخبار میں چھپی تھی (ہنگامہ دل آشوب) (۱۲) صد ۱۵۰۰ کرامت حسین ہمدانی کا تخلص  
 کرامت لکھا ہے اور انھیں تلامذہ غالب میں شمار کیا ہے۔ تاہم خطوط غالب میں کرامت کا نام کو خطوط کی  
 جوہریت سے بھی جناب آفاق ناواقف ہیں۔ کرامت حسین نے شاعرانہ ان کا تخلص تھا اور وہ غالب کو  
 شاعر دیوانہ کسی قسم کے سروکار نہ تھے۔ (اس کی بحث معاصر میں آچکی ہے)۔ (۲۳) بی بخش اور  
 قمر الدین کو قید ہونے کی خبر سنی تو غالب نے ۲۰ نومبر کو اس طرح استفسار کیا: "تاج بیخ کو رہنے والوں  
 کی اتیری کی حقیقت کو بھی اطلاع دیہ حکم غفو فقیر عام ہو گیا ہے۔ یہ دو شخص کیسی مجرم تھے جو مقید  
 ہو گئے۔ اس کو بعد ایک اور خط مرقوم ۲۴ نومبر میں اس طرح ذکر آیا ہے "فقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا۔  
 خدا فضل کرو اگر تم اس رات کو انہار کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہیں ہو کہ میں ان کو نکالتا ہوں  
 کا نام دونوں عبارتوں میں کسی میں نہیں اس لیے کہنا کہ دو آدمی جو قید ہوئے تھے ان میں سے ایک یہ تھے  
 محض قیاس پڑتی ہے۔ اگر روایت کی طرح بیان نہ کرنا تھا جتیر کا قید ہونا بھی یقینی نہیں۔  
 (۲) صد ۱۵۰۰ معلوم مجھ کو لکھیہ۔ صد ۱۵۰۰ غذا موافق طبیب کو لکھا ہے جا کر۔ یہ پانی موجود نہ ہوا اور آپ پانی  
 بحسب ضرورت پی نیویں۔ صد ۱۵۰۰ بیوی صد ۱۵۰۰ صفحات دیگر کسو۔ صد ۱۵۰۰ درازہ در صاحبوں کو تھا  
 مارا گیا۔ ان کو خود اس کو تھا ذرا مارا تھا ہر۔ بھتیجی گئی طرح ہے۔ صد ۱۵۰۰ سطر ۱۴ بھتیجی (یہ بھتیجی کا ممل  
 ہے) صد ۱۵۰۰ سطر ۱۲ کیا ایک رہا ہوں۔ صد ۱۵۰۰ مگر کچھ نہ ہر آدمی کا۔ صد ۱۵۰۰ اور تم کو اور تمہارے بانی کو جو  
 تمہاری بیٹی۔ صد ۱۵۰۰ امیر تیمور چار شیشیں بعد ان کو بڑے تک۔ صد ۱۵۰۰ بد بودار۔ صد ۱۵۰۰ حریہ صد ۱۵۰۰ طارین اعابہ  
 صد ۱۵۰۰ لونڈی (یا لونڈی) صاحب پاس باہر ایک بھتیجی دیں صد ۱۵۰۰ تنواری کی قولہ صد ۱۵۰۰ امرض۔  
 دوری ہیں۔ صد ۱۵۰۰ جوالہ سنگم۔ صد ۱۵۰۰ ثواب۔ کو یعنی وہ جو کتابت کر ڈی ہیں دیکھیں۔ صد ۱۵۰۰ وزیر الدین



بہت تباہ اور خراب ہے۔ ص ۲ ہرزہ گوش ص ۲ سطر ۱۱ و ۱۲ میں نقطوں کا کیا مطلب ہے؟ ص ۳۹  
 اول ص ۲۹ تاریخ مقصود ہے ص ۳ رسوم جس پر لکھی تھیں۔ ص ۴۱ ہوتا نہ تھا یہ  
 فنی العزائم ص ۴۵ معہ ص ۴۵ مختصراً پھر تم کو مل جائی اور تم دلی میں آؤ، ص ۴۷ ذی سفلی ص ۴۹ بکریہ  
 ص ۵۰ حرقی گیری۔ ص ۵۱ میرا مومن کا بیٹا بھائی ہے۔ ص ۵۲ چٹخا۔ ص ۵۳ اس ذمیرہ حقیقی سال۔ کو دام  
 میں لا کر ان کو گھڑی بیٹھی ہے۔ ص ۵۴ غیاثی و بد معاشی۔ ص ۵۵ ایک مجلد اس تاریخ کا تمام کر کر وہ نذر کیا۔  
 ص ۵۶ منحصر۔ میں ہے۔ ص ۵۷ اچھا ہو گیا مگر صلابت معودہ اقدم منہ کی ہاں اور م باقی ہے۔ ص ۶۹

اس کا حقیقی داد یعنی قرین المعایین تھاں کو والہ۔۔ مرگئی۔ ص ۶۰ پڑھو دیا میں یہ رسم لکھی ہے۔ ص ۶۱ اور  
 شاید جیسے عید السلام اور یسیم ہے ان کو دے اپنی۔ ص ۶۲ ذکر شغل ص ۶۳ چشک چلے۔ ص ۶۴ بقہ عید۔ ص ۶۵  
 بھائی اس غریب کو بند تھیں، ص ۶۶ ان رطکوں کو کس سو کہوں کہ تو اپنی رطکوں کو سنبھال۔ ص ۶۷  
 اب وہاں رطکوں۔ ص ۶۸ تین آدمی سیکم کام نہ چلے۔ ص ۶۹ ناچار میں ذیہ مشنوی کا روش پر۔ ص ۷۰ وہ ہی تم  
 ذکر کیا۔ ص ۷۱ مخرسانہ دائرہ سائرہ سال بھر۔ ص ۷۲ ویا کم اور بہت۔ ص ۷۳ پیر و آج تیسہ اردن ہے۔  
 ص ۷۴ موشل دھار ص ۷۵ چار یاید زلیستن ناچار یاید زلیستن (اس مصرع میں چار کی جگہ شاد  
 اور ناچار کی جگہ ناشاد ہے) ص ۷۶ مسہل سنا مگر کچھ نہ ہے۔ ص ۷۷ تو کڑبھاؤ گا۔

(۳) خط ۶ کا زمانہ تحریر (ستمبر ۱۵۶۵ء تا مارچ ۱۵۶۶ء) لکھا ہے لیکن اس میں یہ عبارت ہے:  
 ”یہاں لڑکے بال سب شیر و عافیت ہو ہیں تم کو بندگی اور پتو بھائی بہنوں کو دغا کہتے ہیں“ یہ خط امریکا اس  
 زمانہ کا ہے جب باقر علی خان مجھی غالب کو یہاں آکر ہیں اور یہ ۲۸ رمضان ۱۵۶۵ء (مطابق جون ۱۵۵۵ء)  
 یا اس کے کچھ ہی بعد کی بات ہے جیسا کہ خط ۵۹ سے ثابت ہے۔ خط ۶۵ کا تاریخ تحریر اکتوبر ۱۵۵۵ء لکھی ہے۔  
 اس خط میں یہ غزل ”ای ذوق نوا سخی بازم بخردش آوراخ“ شامل ہے اور اس کی بارہی میں مرقوم کردہ رات  
 کو لکھی ہے غالب کو ایک اور خط میں جو غلطو غائب میں ہے (ص ۱۳) یہ غزل ہے اور اس میں بھی غزل  
 کی بارہی میں ہی لکھی ہے۔ اور تاریخ تحریر ۴ اکتوبر ۱۵۵۵ء ہے۔ خط ۶۵ بھی ۴ اکتوبر کا ہے، ۳ اکتوبر کا نہیں۔

(۴) (۱) حکیم صاحب (امام الدین خاں) ۲۸۱ھ میں انتقال۔۔ نیر خشاں کی تاریخ لکھی ہے:  
 ”درجنت رفت چون امام الدین خاں تاریخ وفات ہم ازاں گشت عیاں“ ص ۹۵ مگر یہ سمجھ میں نہ  
 آیا کہ ۱۲۸۱ھ اس بیت کے مصرعہ اس کس طرح مستخرج ہو سکتا ہے۔ (۲) غالب ذی ایک شاعر ہیں زلیستن  
 ردیف والا قصیدہ پڑھا تھا، حالی نے لکھا ہے کہ حاضرین پر بڑی وقت طاری ہوئی تھی اور بارش پڑھوئی  
 لگی تو عجیب سماں بندھ گیا۔ آزرده نے کہا کہ ابرم گریست۔ اسکی حالی کا حوالہ دیکو بغیر نقل کیا ہے۔ شاعری



میں قصیدہ کا پڑھنا درست لیکن اور باقی غالب کی کسی معنی کے اختراع ہیں۔ اس کا خیال یقیناً  
 ہو کہ غالب کی ایک خط سیر پیدا ہوا ہو جو کلیات نشر (طبع ۱۳۷۷ء) کے صفحہ ۲۰۲ میں پڑا اور جس کی مکتوب الہ  
 شیفہ ہیں۔ غالب اس قصیدہ کی مشاعرے میں پڑھ جانے کا حال لکھ کر تحریر کرتے ہیں: "ہنگام نماز پیشانی  
 بود کہ سبحانی و قہار بہم آمدند آن بگریہ و استغیاس و این را گلدستہ در دست۔ برید فرخندہ ہامہ بمن  
 سپرد و رفت و ایربارین آغاز کرد ابرقطرہ می رخت و من از روی نامہ گہری چیدم" (۳) مشاعرہ مذکور  
 کی باری میں لکھا ہے کہ محنتوں کی کیا تھا۔ محنتوں کا ذکر غالب کی اس خط میں ہے جس کی عبارت اور نقل ہو  
 مگر ان کے متعلق صرف اتنا ہے کہ بیماری کی وجہ سے شریک مشاعرہ ہو سکی۔ یہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہی مشاعرہ  
 مشاعرہ تھی (۴) ص ۱۱۰ جانی بانگہ را کی باری میں مرقوم ہے کہ مرزا کا ایک انگلیز دوست جابج جوزف  
 تھوٹنچینس کہاں ۱۸۵۱ء میں ملاقات ہوئی۔ یہ نئی بات ہے یہ بتانا تھا کہ کہاں ہوئی ہے۔ (۵) ص ۱۱۰  
 غالب کی اردو دیوان ہمارا جہر جو پور کو بھیجا تھا۔ دیوان بھیجا مسلم لیکن کیس طرح معلوم ہوا کہ  
 فارسی نہیں اردو دیوان تھا؟ (۶) ص ۱۱۰ غالب کی برادر سببی علی بخش کا تخلص رنجور لکھا ہے یہ غلط  
 اردو کی بھی ہو گیا ہے مگر ان کا ایک مصرع لکھا بھی ثابت نہیں تخلص کی بنیاد غلط فہمی ہے جو غالب  
 کی عبارت ذیل کی سمجھتی میں ہوئی ہے: "دیں روز ہاؤں پر جایو۔ تدارم عوائق ابتوہ است۔ علی بخش  
 خان بہادر رنجور راجہ پور آمد و یکا شائہ نامہ نگار طرح اقامت آفندہ۔۔ اوقات در بیمار داری  
 ضائع" کلیات ص ۱۰۹ رنجور یعنی بیمار آیا ہے تخلص کی حیثیت سے نہیں۔ (۷) ص ۱۰۵ عارف کو  
 اینا بیٹا بنایا تھا یہ بالکل بی بنیاد بات ہے۔ (۸) ص ۱۰۶ داغ 'انور اور ظہیر کو عارف کا شاگرد لکھا ہے۔  
 ظہیر کے معاملے میں تو وہ منفرد ہیں داغ و انور کی شاگردی کا ثبوت طالب کی یاد، کوسوا اور کچھ نہیں۔  
 میرا خیال ہے کہ طالب نے آزاد کو اس کا انتقام لیا ہے کہ انھوں نے ان کو دالہ کی چھاپا معروف کو ذوق کا  
 شاگرد لکھ دیا تھا اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ (۹) ص ۱۰۸ غالب عارف کی وفات کو وقت موجود  
 تھی 'مر تو وقت یہ شعر کہا تھا: "آنکھوں میں دم ہر شل چراغ سحر ہوں میں لو لگ رہی ہے جان کو کیا اختیار  
 ہے" غالب ممکن ہے کہ موجود رہے ہوں لیکن اس کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی بی بنیاد بات ہے کہ شعر بالام  
 وقت کہا تھا۔ (۱۰) ص ۱۱۱ حسین علی خان شادان کی نسبت لکھا ہے کہ "چھوٹی سی عمر میں ہر شاعر  
 خورشید فلک سخنوری رطب لسان اور شاعر معجز بیان کے خطابات سے سرفراز کی گئی تھی" یہ خطابات  
 کہاں ہیں تعریفی الفاظ ہیں جو شادان کی وفات کو بہت ہی سب سے دیر بعد کی تذکرے میں ان کی استعمال



کہتے ہیں: "رطب لسان" سے پہلے لفظ ناظم جناب آفاق کو حذف کر دیا ہے (۱۱) ص ۱۱۱ شیخ نصیر الدین نے یہ شیخ فخر الدین کی باری میں لکھا ہے کہ انھیں اندر میں پھانسی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ان کی وفات شورش مشہور سے کئی سال پہلے ہوئی تھی؛ قطعہ تاریخ وفات میری نظر سے گزرا ہے، مگر اس وقت سامنے نہیں۔

(۱۲) غالب کو یہاں "میاں محمد حسین دہلوی" کی ایک یادو بار علی گڑھ جاذب کا ذکر ہے جناب آفاق کہتے ہیں کہ یہ اکثر علی گڑھ جاذب رہے تھے "اس کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ باور کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ یہ محمد حسین خان، مانک مطیع احمدی ہیں۔ ان کا نام کی آخر میں لفظ خان ہے اور یہ غالب کی یہاں نہیں۔ یہ نام بہت عام ہے اور دہلی میں اس نام کو بہت سے آدمی ہوں گے۔ (۱۳) ص ۱۳ غالب نے صدیقی حسن خان سے اصرار علی کائنات شفیقہ کو معاملے میں سفارشی خط لکھوایا تھا۔ صدیقی حسن ثمانی سفر خانہ خط لکھا تھا۔ لیکن غالب کی کہنی سے نہیں خود شفیقہ کی کہنی سے۔ تفصیل شمع رجنن مصنفہ صدیقی حسن خان میں موجود ہے۔ (۱۴) ص ۱۴ عطاء اللہ خان نامی اور قطاب عطاء اللہ خان پدر میر غلام عباس کو خلط ملط کر دیا ہے۔



# نادر خطوط غالب

راقم کا ارادہ ہے کہ تصانیف غالب کی جدید اشاعتوں اور غالب کے متعلق نئی کتابوں پر مفصل تبصرہ کیا جائے لیکن اس کے لیے ایک مضمون نہیں سلسلہ مضامین درکار ہے ق - ع - د جناب سید محمد اسماعیل، رسالہ ہدانی گیارہوی کے بیان کے مطابق ان کے جد اعلیٰ سید شاد کرامت حسین کرامت ہدانی بہاری (۱۱۹۸ھ تا ۱۲۹۹ھ) غالب کے مشہور شاگردوں میں تھے۔ ان کے بیٹے عالی مرحوم (جد جناب رسا) نے ۱۹۱۲ء میں غالب کے چند غیر مطبوعہ خطوط جو ان کے والد... کے نام سے آئے تھے ایک خوش خط کاتب سے صاف کرا کے کتابی صورت میں ایک جابجہ کیے تھے، اور ان کا تاریخی نام "نادر خطوط غالب" رکھا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں جناب رسا کو ان خطوط کے شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور ندیم اور ساقی کے اڈیشن نے بڑے اصرار سے دو چار خطوط ان سے لے کر اپنے رسالوں میں چھاپے۔ ۱۹۳۹ء میں جناب شاکر میرٹھی کے مجبور کرنے سے جناب رسا نے اس عایت سے کہ ۱۹۱۲ء و سال ترتیب نادر خطوط غالب، اور ۱۹۳۹ء میں ۲۰ سال کا تفاوت ہے غالب کے ۳ خط انتخاب کیے اور اس انتخاب کا نام بھی وہی رکھا جو عالی مرحوم نے اپنے مجموعے کا رکھا تھا۔ انتخاب میں (جسے آئندہ نادر خطوط غالب ہی کہا جائے گا) ۲۳ خط کرامت ہدانی کے نام کے، ایک صوفی میری کے نام کا اور تین صغیر بلگرامی کے نام کے ہیں۔

مقدمہ کتاب میں جناب رسا نے غالب کی شاعری اور شریک نگاری سے متعلق محض دوسروں کی رائیں نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے جس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مقدمہ امور ذیل پر مطلقاً روشنی نہیں ڈالتا: (۱) اصلی خطوط کیا ہوئے؟ (۲) خطوط کی تعداد کیا ہو؟ (۳) فارسی کے خط موجود ہیں یا نہیں؟ (۴) خط و کتابت کی ابتدا کب ہوئی اور اس کا سلسلہ کب تک جاری رہا؟

۱۹۳۵ء میں کرامت کے نام کا ایک خط میری نظر سے گزرا تھا۔ میں اس کے متعلق اپنی رائے سے ہمیشہ پرشاد صاحب کو اسی زمانے میں مطلع کر دیا تھا۔ نادر خطوط غالب میں کرامت کے نام کے دوسرے خطوں کے بارے میں بھی میری وہی رائے ہے، صاف لفظوں میں اس کے اظہار سے قبل میں یہہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ جناب رسا سطور ذیل کے پڑھنے کے بعد کیا فرماتے ہیں۔

۵ صفحات ۶۲ قطع، ۱/۲ x ۵ اینچ۔ غالب کی ایک تصویر بھی جو مکاتیب غالب میں شائع ہو چکی ہے شامل کتاب ہے ۲۵ صفحات کا مقدمہ ہے۔ اس میں صغیر صوفی اور کرامت کے مختصر حالات بھی ہیں۔ کرامت کے متعلق جناب رسا کا بیان ہے کہ ان کے "مفصل حالات بیاض ہدانی میں شائع ہو چکے ہیں۔" (۱) ان کا غیر مطبوعہ دیوان اور غالب مرحوم کی اصلا میں وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد شائع ہوں گی۔"

عہد کرامت نے یہ قول جناب رسا سو برس سے زیادہ کی عمر پائی مدتوں غالب سے اصلاح بھی لی، لیکن ان کا حال اور کلام کسی کتاب کسی رسالے کسی اخبار میں نہیں پایا جاتا (خود جناب رسا نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہو اس سے بحث نہیں) میرزا غالب کی یا ان کے کسی شاگرد کی تصنیف میں ان کا مطلق ذکر نہیں حالانکہ یہ غالب کے عرف شاگرد ہی نہیں محسن بھی تھے۔ نادر خطوط غالب میں دوبارہ سو سو روپے پچھین کا ذکر ہے۔ کرامت کے متعلق ایک عزیز نے بہار شریف میں کرامت کا وطن ہونے کا حقیقتاً کی ان کا بیان جو کہ دہاں شاعر کی حیثیت سے انھیں کوئی نہیں جانتا۔ نہ معلوم کن حلقوں میں ان کی شہرت تھی۔



(۱) یہ پہلا خط ہے جو میں تمہیں اردو زبان میں لکھ رہا ہوں۔ زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا آج سے متروک ہے۔ میرزا سالی اور ضعف کے صدموں سے محنت پڑھی اور جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں رہی ہے۔ مضحمل ہو گئے تو فی غالب اب عناصر میں اعتدال کہاں خط ۱ مورخہ یکم جنوری ۱۸۵۰ء

جناب رسائی میں کہ یہ پہلا خط ہے جو اردو میں غالب نے لکھا ہے۔ اُن کے دعوے کی بنیاد امور فیل پر ہے: (۱) خود غالب کا قول اس کا مؤید ہے (۲) حالی کہتے ہیں کہ شمس الملک غالب ہمیشہ فارسی میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ اس سال وہ بادشاہ کی طرف سے تاریخ نویسی پر مامور ہوئے۔ چوں کہ اس کی عبارت وہ بڑی محنت سے لکھتے تھے، قیاس چاہتا ہے کہ انھوں نے غالباً شمس الملک کے بعد سے اردو زبان میں خط لکھنے شروع کیے ہیں (۳) اردوے معلیٰ میں جو خطوط شائع ہوئے ہیں ان میں سب پہلا خط بہ اعتبار تاریخ کے ۱۸۵۰ء چارم جنوری ۱۸۵۰ء کا ہے جو تفتہ کے نام سے ہے۔

حالی نے ہمیشہ کا لفظ بے احتیاطی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اُن کا مطلب وہ نہیں جو بہ ظاہر نظر آتا ہے۔ غالب کی مادری زبان اردو تھی، اُن سے تعلق رکھنے والے (بہ استثناء بعض) بھی یہی زبان بولتے تھے۔ اُس زمانے میں فارسی زبان کا علم بہت عام تھا، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ۱۸۵۰ء تک کسی ایسے شخص سے جو فارسی نہ جانتا ہو غالب کو واسطہ ہی نہیں پڑا، یا اگر واسطہ پڑا تو اسے خط لکھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اردو سے قطع نظر، غالب کی لہجہ امر او بگم غالباً ناخواندہ تھیں، غالب نے انھیں کلکتہ یا اور مقامات سے جو خط لکھتے تھے وہ اردو ہی میں ہوں گے۔ یہ بات کوئی شخص پسند نہ کرے گا کہ محض اس لیے کہ وہ اردو میں انشا پر دازی کا کمال نہیں دکھا سکتا، اُس کی لہجہ کو اس کا اصلی خط نہیں بلکہ اُس کا ترجمہ سنایا جائے۔ خط زیر بحث کو چھڑ کر غالب کا کوئی بیان ایسا موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ ۱۸۵۰ء تک غالب نے کسی کو اردو میں خط لکھا ہی نہیں۔ حالی کا مطلب ہمیشہ سے بیشتر ہے۔ ابنا میں غالب کا یہ حال تھا کہ وہ خطوط بڑی محنت سے لکھتے تھے اور اس کو اظہار کمال کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس لیے اُن کے خط زیادہ تر فارسی میں ہو ا کرتے تھے، جو ان کے نزدیک اردو کے مقابلے میں اس کے لیے زیادہ موزوں تھے۔ بعد کو جب وہ محنت سے گھبرانے لگے تو اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم خط لکھنے لگے۔ ۱۸۵۰ء کے بعد کے بھی ان کے فارسی خط موجود ہیں۔ قطعی طور پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ صورت حال کب بدلی، لیکن اس کا زمانہ یقیناً شمس الملک سے پہلے ہے۔ اردوے معلیٰ میں جو غالب کے خط ملتے ہیں ان میں سے کسی پر ۲ جنوری ۱۸۵۰ء سے پہلے کی تاریخ نہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہو گا کہ اس سے پہلے کا خط بھی موجود نہیں۔ ہمیشہ پر شاد صاحب مرتب خطوط غالب کی تحقیق کے مطابق تفتہ کے نام کے خطوط میں سے

۱۸۵۰ء غالب حکیم غلام نجف خاں کو جو اُن کے شاگرد تھے نام پور سے لکھتے ہیں: ”تم اس اپنے نام کے خط کو ڈیوڑھی پر جانا اور اپنی استانی جی راحر اذ بگم مراد ہیں“ کو پڑھ کر سنا دینا اور خیر دعا فیت کہہ دینا“ خطوط غالب جلد ۱ ص ۱۲۷ اُس نے میں پشور فاک کے یہاں عورتوں کی تعلیم عام نہ تھی۔

۱۸۵۰ء اردوے معلیٰ میں شاہ کے نام ایک خط غالباً غدر کے بعد کا ہے، اس میں یہ عبارت ملتی ہے: ”فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے، میرزا سالی و ضعف کے صدموں سے محنت پڑھی و جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں رہی، حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے: مضحمل ہو گئے تو فی الخ“ غدر کے بعد تو ضعف کی شکایت صحیح ہو سکتی ہے لیکن ۱۸۵۱ء میں جب غالب کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی، شکایت کا کیا محل ہے؟



ایک خط ۱۸۴۲ء کا لکھا ہوا ہے، لیکن دراصل یہ خط اس سے بھی پہلے کا ہے جیسا کہ تبصرہ خطوط غالب (مناظرہ ۱۹۲۲ء) میں قطعی طور پر ثابت کر دیا گیا ہے۔

(۲) ”عدہ اور میٹھے آموں کا پارسل اگر آئے گا تو میں خوش ضرور ہوں گا، اور اگر نہ آئے گا تو میں طلب بھی نہ کروں گا“ خط ۱۸۵۱ء میں پٹنہ سے دہلی تک ریلوے نہ تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آم بھیجے جانے کی کون سی صورت غالب کے ذہن میں تھی۔ جنوری میں آموں کا بہار میں ہونا بھی کم حیرت انگیز نہیں۔

(۳) ”یہ دن مجھ بھرے گزرتے ہیں میرا حال جینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پیئے والوں جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں کہ غم و الم کا ہجوم ہے“ خط ۵ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۹ء

خطوط غالب میں شفیق کے نام کے بارہویں خط ہیں جو ۱۹ جولانہ ۱۸۶۱ء کا لکھا ہوا ہے، یہ عبارت اس فرق کے ساتھ کہ خطوط میں ”میرا حال“ کی جگہ ”گرمی میں میرا حال“ ہے، موجود ہے۔ ”تموز گرام مدت اندر آفتاب در برج سرطان روینا یک ماہ شمرند و تموز ماہ خواند“ مؤید الفضلہ اکتوبر سے اسی کا کیا علامت؟

(۴) ”برسات کا حال کیا پوچھتے ہو خدا کا قہر ہے۔ قاسم خاں کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے، میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خاں کی طرف کے کمرے کا دروازہ گر گیا، مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا، میر چیل گرا چاہتی ہیں صبح کے بیچنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چیتیں چھلنی ہیں، مینہ گھڑی بھر رہا ہے تو چھت گھٹا بھر رہا ہے۔ کتابیں قلم دان، سب توشہ خانے میں فرش پر کہیں لٹن رکھا ہوا ہے کہیں چلچلی و مٹری ہوئی ہے۔ خط کہاں بھیج کر لکھوں؟“ خط ۸ مورخہ مہتمم اکتوبر ۱۸۵۳ء

خطوط غالب میں مجروح کے نام جو اکتالیسواں خط ۲۶ ستمبر ۱۸۶۲ء کا لکھا ہے، اس میں بہت ہی خفیف لفظی فرق کے ساتھ جو ناقابل اعتنا ہے یہ عبارت موجود ہے۔ کل تفصیلات دونوں خطوں میں یکساں ہیں، زرا فرق نہیں۔

(۵) ”ایکابی بی دو بیچے، تین چار آدمی گھر کے۔ کلو، کلیاں، ایاز یہ باہر۔ مداری کے جو روئے بہ دستور گویا مداری جوڑے میاں ٹھن گئے گئے مہینا بھرے آگے کہ بھوکا مڑتا ہوں۔ اچھا بھائی، تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں، بیس آدمی روٹی

کھانے والے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جاتا ہے وہ بہ قدر سدرتی ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت

کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں دیو نہیں، بھوت نہیں، ان رنجوں کا تحمل کیوں کر کروں۔ بڑھاپا، ضعف قوی، اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ صاحب فراش ہوں، نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا“ خط ۱۰ مورخہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء

خطوط غالب میں یوسف مرزا کے نام کا جو ساتواں خط ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ء اس میں جینہ ہی عبارت موجود ہے عجیب بات ہے کہ گھن جنوری ۱۸۶۱ء میں بھی ایک ماہ قبل آیا تھا اور نومبر ۱۸۵۹ء میں بھی اسے آئے ہوئے اس سے زیادہ مدت نہ گزری تھی۔ یہ بیان کہ ”نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا“ ۱۸۵۹ء میں صحیح ہو سکتا ہو لیکن ۱۸۶۱ء میں صحیح نہیں۔ اس وقت تک غدر کا ایسا اثر باقی نہ تھا کہ دہلی بالکل ویران ہو

(۶) ”سنو صاحب، ایک لطیف لکھتا ہوں، رات میں پلنگ پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا، میرا ہدی پاس بیٹھے تھے، اٹھ کر

لے لے کر خطوط غالب کا پہلا خط ہے اور اردو سے مٹی میں موجود ہے۔ غالب ۱۸۵۹ء میں جب سرتک دہلی تک ریلوے تھی سیاح کو وہاں تک آم بھیجنے کی ممانعت کرتے ہیں، اس لیے کہ راہ میں بہت مناجے ہر جائیں گے اور بھیجنے میں خرچ بہت پڑے گا۔ ۱۸۵۹ء بعد کو مقابلے سے معلوم ہوا کہ خطوط غالب میں صاحب فراش کی جگہ گویا صاحب فراش ہے۔



پاؤں دا بنے لگے۔ میں نے کہا بھی، تو سید زادہ ہے مجھے کیوں گنہہ گار کرتا ہے، انھوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو سیر دا بنے کی اجرت سے دیجیے گا۔ میں نے کہا، اس کا مضائقہ نہیں، جب پیر دا بچے تو مجھ سے اجرت طلب کی۔ میں نے کہا، بھیا، کیسی اجرت؟ تم نے میرے پاؤں دا بے، میں نے تمھارے پیسے دا بے حساب برابر ہوا، خط ۹ مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۶۱ء

میر جہری، مجروح کے نام بول غالب کے خطوط ہیں ان سے یہ اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ نذر کے بعد مجروح کا تیاہ پانی پت میں تھا۔ ۳ دسمبر ۱۸۶۱ء کو ان کا دہلی میں ہونا بعید از قیاس ہے۔ خطوط غالب کا خط ۲۸ اٹھارویں دسمبر ۱۸۶۱ء کا لکھا ہے موجود ہے۔ اگر مجروح دہلی آکر پانی پت واپس گئے ہوئے تھے، تو اس خط میں اس کی طرف اشارہ ضرور ہوتا کسی اور خط سے بھی اس زمانے میں مجروح کا دہلی آنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خط ۲۸ بہ نام مجروح کی عبارت ذیل میں ہے: "میرن صاحب کو جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں، تو یا ان کے عاشق تمہیں ہو میں نہیں..." یہ مفرد میر جہری نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں... لے میر جہری تو دروازہ دعا بڑ پانی پت میں بڑا ہے، میرن صاحب دلی دیکھنے کو ترسائیں، سر فر از حسین نوکری ڈھونڈتا پھرے اور میں ان غم سے جان گداز کی تاب لاؤں؟

(۷) "بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ ایک مصور کے پاس ایک تصویر، ہر وہ بیس روپے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے، تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ بھیجی ہیں، تم کو دو اشرفی کو دوں گا۔ ہاتھ دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے، میں نے چاہا کہ اس کی نقل کا فخر اتارے اس کے بھی بیس روپے مانگتا ہے۔ اتنا صرف بے جا کیا ضرور ہے۔ میں نے دو ایک آدمیوں کو کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائے تو لے کر تم کو بھیج دوں گا" خط ۱۲ مؤرخہ ۱۸ جولائی ۱۸۶۱ء

یہی عبارت خطوط غالب میں شیونرائن کے نام کے چھ خط میں جو ۲۲ اکتوبر ۱۸۶۱ء کا لکھا ہوا ہے موجود ہے، فرق صرف یہ ہے کہ خطوط غالب میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں اور سطر اول کے بیس روپے، اس میں بیس روپے ہیں۔ ناد خطوط غالب میں ۲ کی جگہ ۲۰ غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ زمانے کے تفاوت کے باوجود تصویر کا اسی طرح ملنا اور ہی قیمت ہونا۔ حیرت انگیز ہے۔

۲۸ تمھارے اشعار کی کاپی دیکھی۔ اسے کیا بُری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کر تم یہاں ہوتے اور بیگیاں قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے پیلے، پانچے پیر کبر، جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ تمھاری شہنوی ایک محشوق خوب رو ہے، مگر بہ لباس خط ۱۳ مؤرخہ ۱۸ اگست ۱۸۶۱ء

خط ۸۸ بہ نام تفتہ مؤرخہ ۱۹ اپریل ۱۸۶۱ء میں یہ عبارت موجود ہے فرق اتنا ہے کہ تفتہ کے نام کے خط میں تمھاری شہنوی کی جگہ سنبلستان ہے، اور واقعہ ہے، کی جگہ بے تکلف۔ خط ۸۲ میں "انطباع سنبلستان" کی طرف اشارہ ہے۔ کاپی سے مراد چھپی ہوئی کتاب ہے۔ کرامت نے ۱۸۶۳ء میں کون سی شہنوی چھپائی تھی؟ کیا یہ شہنوی پیش کی جاسکتی ہے؟

(۹) جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان بنے گا۔ دکانیں حویلیاں دھادی جائیں گی، دارالابتدا



فنا ہو جائے گا۔ یہ نام اللہ کا۔ خاں چند کا کوپہ شاہ بولا کے بڑ تک ڈھبے گا۔ دونوں طرف بچاؤ ڈال چل رہا ہے۔  
باقی خیر و عافیت ہے۔ خط ۴ مؤرخہ، مئی ۱۸۵۹ء

یہی عبارت مجروح کے نام کے انیسویں خط میں بھی ہے جو ۸ نومبر ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔ دونوں خطوں کے زمانہ کتابت میں ۶ مہینوں کا فرق ہے۔ مئی سے نومبر تک بچاؤ ڈالے چلتے رہے، لیکن ہر چیز اپنی جگہ پر برقرار رہی۔

(۱۰) ”نہار منہ آم نہ کھاتا تھا، کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعائین“  
اس آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا، بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت کھاتا ہوں مگر دس بارہ، اگر ہوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات سے درینا کہ عہد جوانی گزشت، جوانی مگو زندگی گزشت“ خط ۱ مؤرخہ یکم جنوری ۱۸۵۹ء

یہ عبارت مع شعر عبدالغفور سرور کے نام کے ایک خط میں پائی جاتی ہے۔ خط میں کوئی تاریخ نہیں، لیکن ذکر کے بعد کہ اس میں تباہی سلطنت مغلیہ کا ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو کیفیت ۱۸۶۱ء کے لگ بھگ غالب نے لکھی ہے کیا وہ ۱۸۵۱ء میں بھی صحیح تھی؟

(۱۱) ایسی بہت سی عبارتیں جو جنبہ یا خفیف فرق کے ساتھ ناد خطوط غالب اور اردوے معلیٰ دونوں میں پیش کی جا چکی ہیں۔ دو مثالیں اور ملاحظہ ہوں، یہ عجیب بات ہے کہ غالب سا انشا پرداز ایک خیال کو مختلف مواقع پر ایک ہی طرح ظاہر کرے۔ اردوے معلیٰ اور عہد ہندی میں اس کی مثالیں شاید ہی ملیں۔

والف (۱) آصف الدولہ نے افغانی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرہ اس کے مجازی چشم رکھے، کچھ اثر ظاہر ہوا  
ایران دروم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے، مسکا بھی نہیں خط ۶

دب (۲) بھائی میں غزل کا ڈسنگ بھول گیا، معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آئے۔ رہا قصیدہ، ممدوح کون ہے؟  
اے، انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے، اے درینا نیست ممدوح سزاوارہ دیر اے درینا نیست معشوق سزاوار غزل خط ۲۱ ستمبر ۱۸۵۹ء

(۱۲) اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ غالب کو حالی سے تو اندھا ہوا تو ناد خطوط غالب کی عبارت ذیل جنبہ یا خفیف اختلاف کے ساتھ یادگار غالب (۱۳)  
والف (۱) مجروح کو تعلق چو لطیف (۶) میں مندرج ہو وہ یادگار غالب (۱۴) مطبوعہ ادیب لکھنؤ، میں اس طرح شروع ہوتا ہے: ایک روز میری  
مجروح بیٹھے تھے اور مرزا پلنگ پر پڑے ہوئے کراہ رہے تھے، میر مہدی پاؤں اپنے لگے، اس بعد کی عبارت میں صرف اتنا فرق ہے کہ یادگار میں کئی  
تھام پر میں کی جگہ میرزا ہے اور میر داہے کی جگہ پاؤں داہے

دب (۲) مدت رات کو سوتے وقت مجھے کسی قدر پینے کی عادت تھی، جو مقدار میں ستر کر لی تھی اس کے زیادہ کبھی پیتا تھا، جس کب میں تو میں  
رہتی تھیں اس کی کبھی داروغہ کے پاس رہتی تھی اور اس کو سخت تاکید تھی کہ اگر رات کو نہ خوشی کے عالم میں مجھ کو زیادہ پینے کا خیال پیدا ہوتا  
میرا کہنا ماننا اور کبھی مجھ کو نہ دینا۔ اکثر ایسا ہوا کہ میں رات کو کبھی طلب کی اور داروغہ کو بہت برا بھلا کہا، مگر اس نے کبھی کبھی نہیں ہی ادل تو  
مقدار میں بہت کم پیتا تھا دوسرے اس میں دو تین حصے گلاب ملا لیا کرتا تھا جس کے اس کی مدت اور تیزی کم ہو جاتی تھی، چنانچہ میں خود کہتا ہوں۔  
آسودہ بلوغت غالب کے غمے اوستا میں غمیں بہادہ صافی گلاب یادگار غالب (۱۵) میں مجھے کی جگہ میرزا یا میرزا کو اور جنبہ یا خفیف اختلاف ہے  
رج (۳) کون ہوتا ہے حریف مے مرد الگین عشق ہے مکر لب ساقی میں صلا میرے بعد

اس شعر کا جو مطلب ناد خطوط غالب (خط ۱۶) میں درج ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے یادگار غالب (۱۷) میں موجود ہے۔

صہ خطوط غالب میں ”ہو جائے گی“۔ صہ اردوے معلیٰ ”ہضم معدہ“  
صہ خط بہ نام سرور اردوے معلیٰ صہ خط بہ نام سرور۔ اردوے معلیٰ







# مکاتیب غالب

میرزا غالب اور نواب یوسف علی کے تعلقات کی ابتدا اُس وقت ہوئی جب ذاب دہلی میں تحصیل علم کر رہے تھے، اور کارکنانِ قضاہ قدر کے سوا کسی علم میں نہ تھا کہ وہ آگے چل کر دہلی ریاست ہوں گے جناب عرشی، مرتب مکاتیب غالب فرماتے ہیں،

”نواب فردوس میاں اپنے والد کی تحت نشینی سے پہلے دہلی میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ طلب علم کا زمانہ تھا، ان کے چچا نواب سید عبداللہ خان بہادر اور نواب سید عبدالرحمن خان بہادر میرزا صاحب کے محب تھے، ان دونوں کے حسب الارشاد نواب نے میرزا صاحب کی فارسی کی تعلیم پائی۔ مکاتیب کا یادگار غالب ارسال کردہ دائرہ ادبیہ لکھنؤ ۱۲۲۹ء میں حالی کا بیان ہے :

”جب تحصیل علم کے لیے دہلی میں آئے تھے، اُس وقت میرزا صاحب سے بہت ربط تھا۔ مفتی صدر الدین خان مرحوم سے غری پڑھتے اور میرزا صاحب کی فارسی“ لیکن میرزا یا نواب کے کسی خط میں“ فارسی کی تعلیم پانے کی طرف اشارہ نہیں۔ میرزا بے خبر کو لکھتے ہیں :

”۱۲۳۰ھ میں نواب یوسف علی خان بہادر.. کہ میرے آشنا سے قدیم ہیں اس سال.. میرے شاگرد ہوئے“ اور دہلی میرزا نے تفتہ کو تحریر کیا :

”نواب.. تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں“ خطوط غالب جلد ۱ ص ۷۴

میرزا اور نواب کی عمروں میں انیس بیس سال کا تفاوت تھا، میرزا سے نواب کے بزرگوں کے دوستانہ تعلقات تھے حالی کا قول زمانہ قیام دہلی میں شاگردی کا مؤید ہے لیکن، میرزا کا دو زمانوں میں صریح فرق کرنا، ایک شہرت آشنا یا دوست لکھنا اور دوسرے میں شاگرد بتانا کھٹکتا ہے، اور جب تک کوئی تشفی بخش ثبوت نہ ملے میرے نزدیک نواب کا میرزا سے فارسی پڑھنا مشتبہ ہے۔ نواب کی فارسی طرز تحریر پر بھی جس کے نمونے مکاتیب کے دیباچے اور ضخیم کتاب بڑی آب و تاب کے ساتھ ۱۲۳۰ھ میں حسب الحکم خزانہ دہلی راجہ پور پرنس قلمبھنی نے نسخہ تائید میں نہایت عمدہ کاغذ پر تصدیق ۹۸۴ھ ایچ چھاپی ہے اور سلسلہ مطبوعات کتاب خانہ ریاست رام پور کی پہلی کتاب ہے۔ بہرست مضامین و تصاویر کے بعد ۵ صفحوں کی تقریباً جناب بشیر حسین زیدی، چیف منسٹر رام پور کے قلم سے ہے۔ مرتب، جناب عرشی کا مقدمہ ۵، ۱ صفحوں میں آیا ہے، اور اصل کتاب ۱۲۱ صفحوں پر ہے، اس کے بعد چند صفحوں میں غلط نامہ وغیرہ ہے۔ اسی کتاب میں میرزا، نواب یوسف علی خان اور نواب کلب علی خان کی تصویریں ہیں۔ غالب کی تصویر کلیات فارسی کے اُس نسخے سے لی گئی ہے جو نول کشور نے غالب کی زندگی میں چھاپا تھا۔ غالب کی تحریر کا عکس بھی شامل کتاب ہے۔ عمدہ یعنی نواب یوسف علی خان سے مرتب مکاتیب غالب نے بھی ان فقرات کو نقل کیا ہے۔ لعمدہ سال ولادت نواب ۱۲۳۰ھ



حواشی میں موجود ہیں، میرزا کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ چشمداشت کہ بعد اصلاح غزل ہاے مذکور مع کدہ طرح جدید لطف فرمودہ شدہ (حاشیہ مکاتیب)۔ میرزا کے کسی شاگرد کے قلم سے نہیں بخانا چاہیے۔ بہر حال جب اپریل ۱۸۵۷ء کو مسند نشین ہوئے، تو میرزا نے قبیلہ تعلقات چاہی اور ایک قطعہ تابیخ جلوس ارسال کیا۔ جناب عرشی کا بیان ہے:

”معلوم ہوتا ہے کہ... اس کا کوئی جواب نہ گیا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی رام پور میں فروکش تھے۔ انہوں نے... متافوتاً... میرزا صاحب کی اس قدر تعریف و توصیف کی کہ سرکار ان کے کلام کے مشتاق ہو گئے۔ جب حالات سازگار نظر آئے تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمت مبارک میں ”نامہ بندگی“ اور قصیدہ مدحیہ ارسال کریں“ دیا چہ ۶۴

مولانا نے جو خط میرزا کو لکھا تھا وہ تو غالباً محفوظ نہیں، لیکن اس کے بعض مطالب کا ذکر میرزا نے اپنے خط مورخہ ۲۸ جنوری ۱۸۵۷ء (خط نمبر ۱) میں اس طرح کیا ہے:

”امیر الدولہ مولوی حافظ محمد فضل حق خان بہادر... فرماں فرستہ کہ غالب بہرستش گری مکر بند و در مشاطگی شاہان افکار حسن خدمت عرضہ دہ“

اس میں ”نامہ بندگی“ آیا ہے اور نہ قصیدہ مدحیہ لکھنے کی تحریک ہے۔ ”در مشاطگی الخ“ کو اوپر کے فقرے سے ملا کر پڑھے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ میرزا نواب کے اشعار کی اصلاح کے لیے تیار ہیں۔ نواب نے خط نمبر ۱ کا جواب ۵ فروری کو دیا۔ اور اس کے ساتھ اصلاح کے لیے چند غزلیں اور مستزادات کے مطابق ”بہ تقریب شیرنی“ ۲۵ روپے کی ہنڈی بھیجی۔ نواب کے خط میں یہ الفاظ آئے ہیں:

”ہر چند کہ کاتب را اتفاق موز و نیت یک مصرعہ ہم اتفاق نہ شدہ بود لیکن محض بہت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب الوصف دلم خواست کہ طریقہ رسل و رسائل جاری شود چون سبیلے بہ ازیں بہ نظر من نہ رسید لہذا چند ابیات و آیات موزون نمودہ بہ ترصد اصلاح پیش آں گیکانہ آفاق مرسل گشت“ مکاتیب ص ۶۴

امیر مینائی نے انتخاب یادگار ص ۶۹ میں لکھا ہے کہ پہلے مومن خاں صاحب دہلوی سے مشورہ رہا، پھر مرزا... غالب نے تلمذ ہوا۔ جناب عرشی نے نواب کی عبارت کے ظاہری معنی لیتے ہوئے مومن کی شاگردی سے انکار کر دیا۔ دیا چہ ص ۶۴ و ۶۸) امیر کے قول سے انکار دراصل نواب کلب علی خاں کے قول سے انکار ہے، اس لیے کہ انتخاب یادگار ان کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ ان کے ایما کے مطابق ہے۔ امیر دیا چہ میں لکھتے ہیں:

”اسی مہم کا سر انجام ہونا محض نتیجہ تو چہرہ کار ابد قرار ہو، اس بے حقیقت کی سعی مانند حرکت خامہ بہ دست نمرنگار ہے... جتنا مادہ تاریخ ہے سب نم فیض و قطرہ ارشاد والا ہے“

امیر کا قول جب تک یہ نہ بتایا جاسکے کہ نواب کلب علی خاں کی کئی مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ خلاف واقعہ مومن نواب یوسف علی خاں کے استاد قرار دیے جائیں، نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا نواب کا بیان اس کی تاویل اس طرح ہو سکتی

لے اسی خط میں نام آیا کہ مولوی صاحب خدمت محمد فضل حق صاحب... لے آہ امیر مینائی نے اپنی کتاب امیر مینائی دہم میں یادگار غالب صفحہ ۱۱۱ کا ایک اقتباس دیا ہے جو تلمذ مومن کا سود ہے، لیکن یہ الفاظ ”حکیم مومن خاں مرحوم کی رحلت کے بعد فردوس مکان مرزا صاحب نے اپنے کلام میں اصلاح بھی لیتے تھے۔ یادگار غالب کے اسی نسخے میں جس جہاں اس وقت پیش نظر ہے لے اسی قسم کے الفاظ امیر نے تاقب کو ایک نسخے کے خط میں لکھے ہیں



ہے کہ زمانہ طلب علم میں کچھ غزلوں پر اصلاح کی ہوگی اور پھر شعر گوئی ترک کر دی ہوگی۔ نواب اس زمانے کے شعر کہنے کی قابل ذکر نہ سمجھے، اور میرزا کو یہ لکھ دیا کہ اسے پہلے ایک مصرعہ موزوں کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جناب عرشی امیر کے اس قول کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ ”آخر آخر۔ منشی منظر علی خاں صاحب کو۔ کلام دکھانے لگے۔“ انتخاب یادگار ۱۹۱۱ء۔ لکھو وہ یہ مانتے ہیں کہ نواب کے ”آخری کلام میں لکھنویت پائی جاتی ہے“ (دیباچہ صفحہ ۱۷۱) اور اسے بھی دائرہ امکان سے خارج نہیں سمجھتے کہ نواب نے ۱۳۵۷ھ میں جب کہ میرزا نے ”ضعیف پیری اور غلبہ امراض کے باعث۔“ استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے۔ دیگر درباری شعرا کے ساتھ۔ اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ میں مشورہ کر لیا ہو، لیکن ”یہ مساویانہ مشورہ سنن“ تلمذ نہیں، امیر کا اسے شاگردی سمجھنا ”در بار رام پور سے اپنے رشتہ استادی کو قدیم“ بنانا ہے اور اس۔ اگر یہ قول صرف امیر کا ہوتا تو ممکن ہے کہ نیچے جناب عرشی سے اتفاق ہوتا، لیکن، نواب کاب علی خاں کے متعلق تو یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے جان بوجھ کر بے سبب ایک غلط بات امیر سے لکھوائی۔ نواب کا جواب جس کا ذکر تلمذ کی بحث سے قبل آچکا ہے، ابھی میرزا کو ملا بھی نہ تھا کہ انھوں نے ایک فارسی قصیدہ نواب کی مدح میں لکھ کر نواب کے پاس بھیج دیا تھا۔ نواب کا خط اور اس کے ساتھ ہندی ملی تو میرزا نے ۱۲ فروری لکھا:

”کرم در بندہ پروری بہانہ می جوید، در نہ اس افتتاح بر تیر نی نیاز نہ داشت“ (نمبر ۳ ص ۱)

نواب ابتدا میں اپنے نام یا اس کے سبب اہم جزو سب سے تخلص کا کام لیتے تھے، میرزا نے خط نمبر ۴ مورخہ فروری میں چند الفاظ پیش کیے اور یہ تحریک کی کہ ان میں سے جو پسند آئے اسے تخلص قرار دیا جائے۔ نواب کو پیش کردہ الفاظ میں ناظم مرغوب ہوا اور یہی تخلص قرار پایا۔ ۱۳۵۷ھ کے دو خط جو میرزا نے ۸ مارچ اور ۱ اپریل کو بھیجے تھے میرزا کی ہدایت کے مطابق چاک کیے گئے۔ جناب عرشی کا قیاس کہ ان دونوں میں دہلی کے سیاسی حالات کا ذکر ہوگا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس سال کے مہرت مہرت دو خط اور محفوظ ہیں، ایک اپریل کا ہے اور دوسرا جولائی کا، اس کے بعد بہ قول جناب عرشی غدر کی وجہ سے مراست نہ ہو سکی ”رویا چہ منشا، لیکن صحیح یہ ہے کہ میرزا نے خط لکھے، (خط، ملا) لیکن انھیں جواب نہیں ملا۔ خط، مورخہ ۱۴ جنوری ۱۳۵۷ھ میں میرزا نے انگریزوں کے ساتھ کینے تعلقات کی مفصل کیفیت رقم کی ہے۔ ممکن ہے کہ میرزا نے نواب کی خاموشی کو اس پر محمول کیا ہو کہ نواب انھیں انگریزوں کا معتوب سمجھتے ہیں اور یہ خط اس لیے لکھا ہو کہ نواب پر عمل حقیقت واضح ہو جائے اور انھیں خط و کتابت میں قائل نہ رہے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ خط کا جواب دیا گیا یا نہیں، لیکن خط ۸ (نمبر ۳۵۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ نومبر سے قبل رام پور سے خط آنا شروع ہو گیا تھا۔ اسی مہینے میں نواب نے ایک خط میں اشتیاق ملاقات ظاہر کیا اور رام پور بلایا، میرزا نے جواب میں لکھا کہ پیشن کا معاملہ طے ہوئے تو آؤں۔ جناب عرشی نے دیباچے

کہ امیر نے انتخاب یادگار میں تو نہیں، لیکن نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد امیر اللغات جگہ کے دیباچے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ نواب یوسف علی خاں میر سے بھی شاگرد تھے۔ آہ ایٹھوی اس سے کی تاکید کرتے ہیں کہ اس کے متعلق ان کی کتاب پر جو تبصرہ میں نے لکھا ہے، ملاحظہ ہو، لیکن جب تک کوئی تشفی بخش ثبوت نہ پیش کیا جائے اسے قبول نہیں کیا جائے۔ یہ خوبی ممکن ہے کہ نواب نے دو چار نقطوں کے متعلق مشورہ کیا ہو، امیر نے اسے تلمذ قرار دیا ہے، نواب کے برادر عم زاد اصغر علی خاں مومن کے شاگرد تھے ۱۳۵۷ھ اس مضمون کا کوئی خط کاتب میں نہیں، لیکن غالب نے خط لکھا ہے کہ میں نے سال گذشتہ ۱۳۵۷ھ میں ابی صلاح دینے کے قابل نہیں رہا۔ یہ خط ۱۴ دسمبر ۱۳۵۷ھ کا لکھا ہوا ہے (خطوط غالب بلد امروہی) ۱۳۵۷ھ یہ بھی ممکن ہے کہ نواب آخری زمانے میں پہلے اپنا لکھم اسیر کو دکھلا لیتے ہوں اس کے بعد میرزا کو بھٹکتے ہوں۔



میں نواب کے ایک خط مؤرخہ ۸ جولائی ۱۷۵۹ء کا اقتباس دیا ہے (صفحہ ۱۷۷) اس سے پتا چلتا ہے کہ نواب نے جو ۲۳ ستمبر سے میرزا کی خواہ سو رہے مامور مقرر کر دی تھی۔ اس سال بھی نواب رام پور بلا تے رہے لیکن پٹن کا معاملہ نہ ہوا تھا میرزا دہلی نہ چھڑ سکے۔ نواب کے ایک خط کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے میرزا کی سفارش انگریز حکام سے کی تھی اور انھیں یقین تھا کہ کامیابی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود جنوری ۱۷۶۰ء کے اوائل میں پٹن کا معاملہ میرزا کے خلاف طے ہوا۔ ۱۹ جنوری ۱۷۶۰ء کو میرزا دہلی سے رام پور چلے اور اسی مہینے کی ستائیسویں کو وہاں پہنچے۔ نواب نے تنظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ نہ رکھا، ملاقات بھی دوستانہ رہی لیکن یہ ظاہر اس کے سوا کہ قیام رام پور کے زمانے کی خواہ دو فی ملی، میرزا کو اس سفر سے کوئی فائدہ ہوا نواب کی ملاقات کے علاوہ سفر رام پور کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے ذریعے انگریزوں سے صفائی کی کوئی صورت نکل آئے۔ تہا پ عرشی کا خیال ہے (دیباچہ صفحہ ۵۵) میرزا کی پٹن اپریل ۱۷۶۰ء میں جاری ہوئی ہے نواب کی سفارش کا اثر تھا۔ میرزا نے خط ۲ میں نواب کو یہ لکھا بھی ہے کہ جس طرح عالم شہادت میں آپ میری دست گیری کر رہے ہیں عالم غیب میں آپ کا اقبال مجھ کو مدد پہنچا رہا ہے۔ لیکن دوسری جگہ میرزا نواب تحریر کرتے ہیں کہ ”والی رام پور کو اس پٹن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام (خط غالب بہ نام یوسف میرزا خطوط غالب ۱۶۹)۔ جناب عرشی اسے حقیقت حال کے اظہار سے اعراض قرار دیتے ہیں، لیکن غالب کا قصیدہ بیان کیوں غلط سمجھا جائے اس کی کوئی وجہ انھوں نے نہیں بتائی خط کا جو اقتباس ادھر نقل کیا گیا ہے اس سے ہرگز مافی طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ میرزا کے نزدیک پٹن کا اجرا نواب کی سفارش کی وجہ سے ہوا۔ نواب نے بھی جو خط ۲ کا جواب دیا ہے اس میں اپنی کوششوں کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ میرزا کا قیام رام پور میں، ۱۱ مارچ تک رہا اور ۱۲ مارچ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

خط ۲۳ جولائی ۱۷۶۰ء معلوم ہوتا ہے کہ میرزا نے علی بخش خاں دھان ساہن نواب، کوئی مقدمے کے متعلق لکھا جو بہ ظاہر رام پور کی عدالت میں پیش تھا۔ نواب کے خط کا اقتباس جناب عرشی نے نہیں دیا، لیکن میرزا کے خط سے مترشح ہوتا ہے کہ نواب نے اسے پسند نہیں کیا میرزا لکھتے ہیں:

”اسی کو میں سپارش نہ سمجھا تھا، مخبر بنا، اور آپ کے اہل کاروں کو اس بات کی خبر دی کہ جس کا تدارک صاحبان ملک و مالکان عہد پر لازم ہے، سو بہ مقتضائے نصفت و عدالت وہ مقدمہ فیصل ہو گیا“

میرزا نے پھر فراز حسین اور میرن صاحب کی تعریف علی بخش خاں کو لکھی تھی، غرض یہ تھی کہ مقدمہ الذکر کو قطانداری کو توالی یا اسی قسم کی کوئی دوسری نوکری مل جائے، اور مؤخر الذکر محرم میں مرثیہ خوانی کا کام لیا جائے۔ نواب نے یہ ظاہر اسے پسند نہیں کیا، میرزا اسی خط میں لکھتے ہیں کہ ”در حقیقت سپارش نہ تھی، صرف معرفت ہونا تھا۔ سپارش کرتا تو میں کیا آپ کو نہ لکھ سکتا تھا؟ میری طرف سے خاطر خاطر جمع ہے“

۱۷۶۰ء کے اواخر میں نواب مرغن سلطان میں مبتلا ہوئے صحت کے بعد میرزا نے ایک فارسی خط (۲۲ مؤرخہ ۲۲ مارچ ۱۷۶۰ء) بھیجا جس میں از روئے علم نجوم یہ لکھا کہ ”گماں نہ دارم کہ از خسران پارس و سلاطین عرب“

۵ دیباچہ صفحہ ۵۵۔ یہ خط میرزا کے خط مؤرخہ ۲ نومبر ۱۷۶۰ء کے جواب میں ہے۔ ۱۷۶۰ء میں میرزا کو لفظ گورز بجا تک علت دیا، میرزا نے نواب کلب علی خاں کی بخشش معنوی قرار دیتے ہیں۔ مکاتیب صفحہ ۵۵







ایک شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہے، اہم یہ صحت و عافیت طول عمر کرے، اور تا دیر گاہ اہل جہاں آپ کی ذات سے مستفید ہوا کرے۔ (مکاتیب کتب) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگر موقع اس کا مقتضی ہوتا ہے تو میرزا فرمالیش کا انتظار کیے بغیر مادہ تاریخ نکالتے ہیں اور اسے نظم کر کے نواب کو بھیجتے ہیں، حالاں کہ اس سے ان کی طبیعت بہت گریز کرتی تھی۔ میرزا کے تعلقات نواب سے خوشگوار رہے، اگر کوئی بات ایسی ہوئی بھی کہ وقتی طور پر تنگدہ خاطر کا موجب ہو تو اس کا مستقل اثر رہنے نہ پایا۔ میرزا خط ۲۶ (۵ ستمبر ۱۸۵۲ء) میں لکھتے ہیں: چند روز سے تفقد و التفات قدیم میں، خدا نہ خواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہوں۔ اگر غلط ہے میرا گمان، تو بہ شرف اطلاق مشرف فرمائیے، اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ہے تو متوقع ہوں کہ سبب عتاب آگہی پاؤں۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ نواب نے اس کا کیا جواب دیا، لیکن بعد کے خطوں سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ نواب مرزا سے خفا تھے۔ یا التفات میں کمی تھی۔

نواب یوسف علی خاں نے غائب کے پاس اصلاح کے لیے کیا کیا اور کب کب بھیجا۔ میرزا نے نواب کے کلام کے متعلق اور نواب اپنے اصلاحوں کی نسبت میں کیا رائے ظاہر کی، اس کے بارے میں مکاتیب سے ذیل کی معلومات حاصل ہوتی ہیں: (۱) ۱۵ فروری ۱۸۵۲ء کو غزلوں کے دو درجہ مکاتیب سے نواب نے اصلاح کو دیکھ کر لکھا: "الخطۃ لشد تغیر و تبدل الفاظ نادرہ در اشعار مذکور چوں نقش بر گیسو زینت تازہ گرفت و طلاے طبع خام بر محک فیض عام جلوہ پذیرفت"۔

(۲) ۳ اپریل ۱۸۵۲ء کو بند غزلیات مرسلہ "رام پور پنچا"، یہ اصلاحی غزلیں تھیں جیسا کہ خط ۵ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۹ (۳) ۱۸۵۲ء کے ایک اردو خط میں میرزا نے غزل پاسے اصلاحی فارسی نہ ملنے کا ذکر کیا ہے۔ خط ۸ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۵۲ء "منحس اور غزلوں کے پہنچنے کی اطلاع پائی۔ یہ بھی ایک بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ہے، ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ہے؟" (۵) خط ۱۰ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۵۲ء "حضور نے یہ کیا تحریر فرمایا ہے کہ ان بارہ غزلوں کی اصلاح میں کلام خوش مطلوب ہے، اگلی غزلوں کی طرح نہ ہوں۔ مگر اگلی غزلوں کی اصلاح پسند نہ آئی اور ان اشعار میں کلام خوش نہ تھا؟ حضرت کا تو ان غزلوں میں بھی وہ کلام ہے کہ شاید اوروں کے دیوان میں ویسا ایک شعر بھی نہ ملے گا، میں بقدر اپنی فہم و استعداد کے کبھی اصلاح میں قصور نہیں کرتا" "کلام خوش" سے نہ معلوم کیا مراد ہے۔ دو تین سال ہوئے جناب عرشی نے مجھے نواب کی متحدہ غزلیں جن پر غالب کی اصلاحیں تھیں، دکھائی تھیں۔ اصلاحیں محض برائے نام تھیں۔ ان غزلوں میں نواب کی وہ مشہور غزل بھی تھی جس کی ردیف غلط اور قوافی اثر، خبر وغیرہ ہیں۔ بیچ ثانی میں ان اصلاحوں کا شامل ہونا ضروری ہے، میرزا نے ان بارہ غزلوں کی اصلاح میں تاخیر کی ۱۸ اپریل ۱۸۵۲ء تک صرف دو غزلیں اصلاح دے کر واپس کی تھیں، خط (۶) ۲۴ بہ نام نواب کلب علی خاں بعد وفات نواب یوسف علی خاں حضرت فردوس محل کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین مہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو چکے تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح دے کر بھیج دیا کرتا تھا۔ اب برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے۔ بس آج وہ سلام اس مراد سے... بھیجتا ہوں کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان میں



شامل ہو جائے" (۱) جناب عرشی کا بیان ہے کہ نواب کا آخری کلام جس پر میرزا نے اصلاح فرم کر ان کی حیات میں واپس کیا، اس سوخت تھا دیا چھ صفحے  
میرزا نے نواب یوسف علی خاں کے عہد میں اپنی تصانیف کے نسخے، مدحیہ اشعار وغیرہ جو بھیجے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- (۱) قطعہ تاریخ جلوس ملا اس کے متعلق حاشیہ مکاتیب میں لکھا ہے کہ اس کا پتا نہیں چلتا۔ غالب کی مطبوعہ تصانیف میں نہیں۔
- (۲) قصیدہ فارسی "ہمانا اگر گو ہر جاں فرستم" یہ دارالانشا میں آج بھی نہیں، مکاتیب میں لکھا ہے کہ نقل ہوا ہے۔ میرزا نواب کا ب علی خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "فردوس مکاں کا دستور تھا کہ جب میں قصیدہ بھیجتا اس کی رسید میں خط تحسین و آفریں، شرم آتی ہے کہتے ہوئے، مگر کہے بغیر بنتی نہیں، دوسو پچاس کی ہنڈی اس خط میں ملفوف عطا ہوا کرتی تھی۔ دو قصیدہ مدحیہ میرے دیوان فارسی میں مرقوم اور وہ دیوان حضرت کے کتاب خانے میں موجود ہے، خطوں کی تصدیق از روئے دفتر ہو سکتی ہے۔ ۵۳۔ خبر نہیں کہ یہ قصیدہ رام پور کے نسخہ کلیات فارسی میں ہے یا نہیں۔ اس کی رسید میں نواب نے جو خط بھیجا تھا اس کا اقتباس حاشیہ ۵۳ میں موجود ہے، ہنڈی کا ذکر نہیں۔ غالب یہ ہے کہ اس کا صلہ نہ ملا ہو، اس لیے کہ اس کے وصول ہونے سے محوڑے ہی دن قبل نواب ۲۵ کی ہنڈی بہ تقریب شیرینی" بھیج چکے تھے۔ میرزا کو یہ ہنڈی قصیدی روانہ کرنے کے بعد علی خاں نے نواب کلب علی خاں کے خط میں اسے صلہ قرار دے دیا (۳) میرزا نے دیوان اردو کا ایک قلمی نسخہ ۵۵۱ جو سلسلہ سے بھیجا تھا ملا جناب عرشی کا بیان ہے کہ اس کے آخر میں میرزا کی تقریب ہے اور میرزا کا دیوان اردو مطبوعہ دہلی اس کی نقل پر مبنی ہے۔ اس وقت دیوان غالب کے حصہ اور میں شلیح ہو چکے ہیں وہ سب نسخہ رام پور کی نقل اور نقل شدہ ہیں "حاشیہ ۵۴ دستخط کا ایک نسخہ، نومبر ۱۸۵۹ء سے قبل میرزا نے رام پور بھیجا تھا۔ مکاتیب ۱۵ (۵) والدہ نواب کی وفات پر دو شعر دے کا فارسی قطعہ تاریخ خط ۱۱۲ اپریل ۱۸۵۹ء میں ہے، لیکن کلیات میں نہیں (۶) چون نیت مرا خربت آجے ز تو حاصل دامن کہ تو دریائی دمن سبزہ سائل غالباً دیا ہے میں کلیات سے نقل ہوا ہے۔ جناب مہر کی رائے ہے کہ ماہوار ذلیفہ اسی قصیدہ پر مقرر ہوا۔ اسے مانا جائے تو زمانہ تصنیف جولائی ۱۸۵۹ء یا اس کے کچھ قبل ہے۔ جناب عرشی کے نزدیک اس قصیدہ کو ذلیفہ سے کسی کا تعلق نہیں۔ اس لیے کہ اس میں علاقہ بریلی کے ملنے مبارک باد اور دہلی کے داخل سے سالانہ امداد کی درخواست ہے، اور یہ علاقہ اپریل سلسلہ میں ملا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سالانہ امداد کی درخواست ماہ ذلیفہ کے تقرر کے بعد کی گئی ہے۔ قصیدے کے لہجے اور اس کے متعدد اشعار سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میرزا نواب کی بے توجہی کے تحت شاعری تھی، ۵۴ فرماتے ہیں یہ قصیدہ جدیق یا زمالی افادت کیا معنی نواب نے خط و کتابت بھی بند کر دی تھی صرف ایک زمانہ ہے جس پر یہ باتیں صادق آسکتی ہیں اور وہ زمانہ قدر اور کچھ بعد کا ہے۔ یادگار غالب میں اس قصیدہ کے ساتھ شاعر کا ایک یاد دہانی جو غالباً میرزا کا لکھا ہوا ہے، شکوہ تحافل... نواب... در زمانہ ہستی و بے ایگی کہ بعد از فتح دہلی روزے چند روزہ بود ۱۲۲۔ اس کا پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ فتح دہلی ۲۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کے بعد تصنیف ہوا ہے۔ جس میں نہیں بتا سکتا کہ یہ بریلی اس میں کسی طرح آیا، لیکن یہ تسلیم کرنا بھی شہادہ ہے کہ قصیدہ ایک ایسے زمانے میں لکھا گیا جب خط و کتابت جاری تھی، ماہوار ذلیفہ ملتا تھا، اور میرزا ہندوستان میں نہیں ہو سکتا تھا۔
- (۷) قطعہ فارسی اسے آں کہ خود بہ مہر می پروری مرا از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد" ۱۵ نومبر ۱۸۵۹ء کو لارڈ کیننگ نے دربار میں نواب کو ایک لاکھ چار ہزار چار سو روپے سالانہ کی جاگیر کی سند عطا کی تھی۔ یہ قطعہ اسی کی مہارت باد میں لکھا گیا اور جناب عرشی کی رائے کے مطابق اواخر نومبر یا اوائل دسمبر میں نواب کی خدمت میں ارسال ہوا۔ حواشی ۱۵۲ مکاتیب میں کلیات مطبوعہ

نہ لیکن میرزا کے خطوط بنام شیو زائن وقفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دستخط کے مطبوعہ ۱۲ نومبر سے قبل میرزا نے اس کے قلمی خطوط غالب ۱۵۷ و ۱۵۸



نقل ہوا ہے۔ یہ ظاہر رام پور میں موجود نہیں۔ (۸) کلیات فارسی: یہ نسخہ نواب فخر الدین خاں کے ہاتھ لکھا ہوا ہے۔ رام پور  
 ۲ مارچ ۱۸۵۷ء کو پہنچا اور وہاں اب تک موجود ہے ص ۲۷۰۔ غالباً یہ نسخہ نواب فخر الدین محمد خاں خلف الصدق نواب شریف تیار  
 محمد خاں ہیں، جن کا ذکر شیخ نے نقل میں کیا ہے۔ شیخ نے "مسودات" کی تہیض انھیں کے سپرد تھی۔  
 (۹) نواب کے سخیلے صاحب زادہ حیدر علی خاں کی شادی ۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو ہوئی۔ میرزا نے اس موقع پر دو فارسی قطعے بھیجے  
 جو دارالانشاء میں نہیں، لیکن کلیات مطبوعہ میں موجود ہیں اور وہیں سے مکاتیب میں نقل ہوئے ہیں ص ۲۹ و ۳۰ (۱۰) اس موقع پر  
 ایک تہنیت نامہ بھی بھیجا تھا جو غالباً منظم تھا۔ یہ نسخہ کلیات میں ہے اور نہ دارالانشاء میں اس کا پتا ہے حاشیہ ص ۳۱ و ۳۲  
 (۱۱) نواب کو ملکہ وکٹوریا کی طرف سے خط ملا تھا، میرزا نے "نوبت سبیل شہنوی جس میں حصول غلیہ سلطانی کی تہری و عیسوی تاریخ"  
 (خط ۲۵) صفحہ ۱۱ نومبر ۱۸۵۷ء کو روانہ کی تھی۔ اس شہنوی کی تعریف نواب نے لکھی تھی (حاشیہ ص ۳۳) لیکن جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ یہ شہنوی  
 کیا ہوئی۔ یہ ظاہر ضابطہ ہوگئی (۱۲) چیف سکریٹری نے جو خط میرزا کو لکھا تھا۔ اس کے سزاخہ اور خط کی نقل خط ۳۲ (۱۳) اگست ۱۸۵۷ء  
 کے ساتھ۔ مکاتیب میں موجود ہے ص ۳۳ (۱۴) نواب کے غسل صحت پر فارسی قطعہ جو ۲ نومبر ۱۸۵۷ء کو میرزا نے بھیجا تھا۔ اس کے  
 چھ شعر مکاتیب میں انتخاب یادگار سے نقل ہوئے ہیں (حاشیہ ص ۳۴) لیکن میرزا نے، شعروں کا ذکر کیا ہے۔ قطعہ  
 یہ ظاہر دارالانشاء میں نہیں کلیات میں بھی یہ موجود نہیں۔ (۱۵) اردو قصیدہ مرحبا سال فرمی آئیں  
 عبید شوال و ماہ فردر دین" یہ قصیدہ حاشیہ ص ۳۵ د ۳۶ میں دیوان غالب مع شرح نظامی دیکھیں سے نقل کیا گیا ہے۔  
 مرتب دیوان کے خال میں یہ قصیدہ نواب کلب علی خاں کے غسل صحت کی تہنیت میں لکھا گیا تھا، لیکن جناب عرشی کی  
 رائے میں نواب یوسف علی خاں کے غسل صحت کے موقع پر نظم ہوا تھا اور یہ قرین قیاس۔ رام پور میں یہ قصیدہ نہیں۔  
 میرزا کو نواب یوسف علی خاں کے عہد میں مکاتیب کی تصریحات کے بموجب رقوم ذیل ملیں: (۱) ۵ فردری ۱۸۵۷ء: دو سو  
 پچاس روپے تقریب شیرینی (۲) اسی سال ۲۵۰ روپے اور اس کا ذکر خط ۶ (۵ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ) میں ہے خط ۱۳ (۲۵ نومبر  
 ۱۸۵۷ء) میرزا نے، ۱ نومبر ۱۸۵۷ء کے خط میں لکھا تھا، جو آپ بن مانگے دیں اُس کے لینے سے مجھے انکار نہیں، اور جب مجھ کو حاجت  
 آپ کے تو آپ کے مانگنے میں عار نہیں۔ جلد میری خبر لیجئے اور کچھ بھیجا دیجئے۔" نواب فرما ۲۵۰ روپے بھیجے (۱۴ جولائی ۱۸۵۷ء  
 سے سو روپے ماہوار مقرر ہوئے اور پھر ۲۵۰ روپے تک کی تنخواہ نواب یوسف علی خاں کے زمانے میں ملے۔ اس حساب سے  
 ۶۹۰۰ روپے میرزا کو ملے، لیکن زمانہ قیام رام پور میں تنخواہ دونی ہوگئی تھی، اس لیے اس پر دوسو روپے کا اضافہ کرنا چاہیے۔  
 (۵) میرزا نے ۸ دسمبر ۵۹ء کے خط میں ۲۰۰ روپے تنخواہ کے علاوہ مانگے، نواب نے فوراً بھیج دیا اور لکھا: "مخلص کچھ آپ کی ذات مستور صفات  
 سے محبت اور موافقت قلبی ہے۔ ہنڈی مبلغ دوسو روپے کی سواے شاہرہ معینہ۔ مرسل ہو" حاشیہ ص ۴۱ (۶) خط ۲۳ ۶ محرم  
 ۱۲۷۵ھ حیدر علی خاں کی شادی موقع پر ۱۲۵ روپے تبرہ اور خلعت کے نام سے میرزا کو بھیجے گئے۔ میرزا نے خط ۲۳ میں لکھا: گستاخی نہ  
 کر دوں۔ بہ طریق انبساط عرض کرتا ہوں کہ میں کال کا مارا اگر یہ سب پے کھا جاؤں گا اور اس میں لباس بناؤں گا تو میرا خلعت  
 باقی رہ گیا یا نہیں؟ ۲۹ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ نواب نے اس کا کیا جواب دیا (۷) ۱۸۵۷ء میں گورنر ہبل انبساط میں دربار کرنے والے تھے۔  
 اس میں غالب بھی شریک ہونا چاہتے تھے، نواب نے اس عرض کے لیے دوسو روپے منگائے، نواب نے ۱۱ مارچ کو بھیج دیے۔ میرزا نے ایک  
 خط کمشنر دہلی کا بھی نواب کے پاس روانہ کیا تھا، اور اسے ملی تھی کہ انبساط جاؤں یا نہ جاؤں۔ نواب نے خط واپس کرتے ہوئے یہ کہتے  
 دی کہ خط... کمشنر ہاؤس سے عدم حصول مشرف ملازمت۔ گورنر جنرل... مستنبط ہے اس واسطے تشریف لے جانا... بلا استیذان  
 ضرور نہیں معلوم ہوتا۔" ص ۳۳۔ میرزا صاحب اس دربار میں شریک نہ ہوئے، اس کی وجہ انھوں نے ایک خط پر نام میرزا فرزند حسین) میں  
 خرابی صحت بتائی ہے۔ کل رقم آٹھ ہزار تین سو پچھتر ہوتی ہے۔ اگر زمانہ قیام رام پور میں تین مہینوں کی تنخواہ ددنی ملی تو ایک سو اور  
 پڑھ جائے گا۔ یاد آتا ہے کہ میرزا نے کہیں لکھا ہے کہ ان کی کسی کتابچے چھپوانے کے لیے بھی نواب نے روپے دیے تھے۔ اگر طبع  
 قناتی میں ریاست کے کاغذات کو دیکھ کر مالی اعانت کے متعلق ذیہ مفصل اطلاعات دی جاسکیں تو بہتر ہوگا۔





مکاتیب غالب میں ۶۵ خط (۲۳ تا ۱۰۰)، نواب کلب علی خاں (ولادت ۱۲۵۰ و فات ۱۲۸۵) کے نام ہیں۔ خط ۲۳ کی تاریخ کتابت ۶ مئی ۱۸۶۵ء ہے، لیکن نواب کے ایک خط سے جس کا اقتباس ص ۴۹ پر مندرج ہے یہ بتا چلتا ہے کہ میرزا غالب نے نواب کو ایک خط ۲۰ اپریل کو بھی بھیجا تھا۔ یہ خط نواب یوسف علی خاں کی مسند نشینی کے بعد تعزیت و تہنیت میں لکھا گیا تھا، لیکن، اور بہت سے خطوں کی طرح ضائع ہو گیا۔ نواب نے اس کے جواب میں میرزا کو اطلاع دی تھی کہ وظیفہ حسب دستور ملا کرے گا۔ اس کے بعد میرزا نے تہنیت مجلس میں ایک قصیدہ ارسال کیا۔ اس زمانے میں نواب کو میرزا داغ سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ میرزا کا ارادہ رام پور آنے کا ہے، نواب نے قصیدے کی تعریف میں جو خط لکھا اس میں تمنا سے ملاقات بھی ظاہر کی :

راوندی بہمنی ملاقات شریف ست۔ اور تعالیٰ شب یلدا سے فراق را بہ زودی۔۔ بہ ایام وصال سیدل گرداند (حاشیہ ۵۱) میرزا نے جواب میں تحریر کیا کہ گرمی اور برسات کا سفر مجھ سے بوڑھے اور بچہ راوی کے لئے مستحضر ہے، ہنگامہ آتش و آب دلت ہو اور میں نے احرام بیت المعمور رام پور باندھا، میرزا نے اس خط (۴۴ مؤرخہ جون) میں یہ تحریک بھی کی تھی کہ نواب بعض خطابات اپنے لیے ملکہ و کٹوریات سے متحمل کریں۔ نواب نے اس کا یہ جواب دیا کہ استحصا اللفاظ خطاب اس ریاست کا دستور نہیں۔ خط ۵۲ میں میرزا نے داستان امیر حمزہ کا زمانہ تصنیف شاہ عباس ثانی کا عہد بتایا جو غائباً ہی نہیں۔ میرزا نے طب کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی، لیکن اس علم کی چند فارسی کتابیں یہ ظاہر ان کی نظر سے گزری تھیں؛ مختلف قسم کی بیماریوں کا طویل تجربہ مزید برآں۔ میرزا آخر عمر میں اپنے کو کسی طبیب سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ نواب کی ناسازی مزاج کی خبر کسی نے انہیں دہلی میں دی تھی، میرزا نے وہیں بیٹھے بیٹھے مرض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کر دیا اور غذا وغیرہ کے متعلق ہدایات لکھ بھیجیں۔ میرزا نے جو خط اس موقع پر روانہ کیا تھا اس کے الفاظ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی طبی معلومات کے متعلق میرزا کو کس قدر حسن ظن تھا :

”میں طبیب نہیں، مگر تجربہ کار ہوں، ستر برس کا آدمی ہوشیار ہوں۔۔ خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے ہوں۔۔۔ میرے نزدیک بہ اشتراک معدہ و قلب یہ مرض طاری ہوا تھا“ خط ۵۴

نواب نے اسے میرزا کی محبت معنوی پر محمول کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ میرزا کی مجوزہ حج کے استعمال کرنے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونے کا ارادہ ہے یا نہیں۔

برسات ختم ہوتے ہی میرزا حسب وعدہ عازم رام پور ہوئے۔ وہ دہلی سے، اکتوبر کو چلے گئے اور ۱۲ اکتوبر کو رام پور پہنچے تھے۔ جناب عرشی لکھتے ہیں کہ ”فلذائیاں (یعنی نواب کلب علی خاں) نے... بے حد تواضع

لے نمبر ۶۳ خط نہیں، چھاپا ہوا فارسی قطع ہے ۱۱۶ خط ۱۱۶ بہ نام لفظ ۱۱۶ میرزا نے لکھا ہے کہ نواب کے اجداد نے سلاطین مغلیہ کا خطاب قبول نہیں کیا غائباً یہ صحیح نہیں (سے متعلق خطاب آئندہ صفحہ پر)



اور مدارات کی، قیام کے لیے جرنیلی کو بھی عطا ہوئی (دیباچہ منہ) میرزا کے خطوط سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواب کے برتاؤ سے بہت خوش تھے۔ گیارہ ہفتے قیام کے بعد ۲۸ دسمبر کو رام پور سے رخصت ہوئے۔ راہ میں سیلاب کی وجہ سے بڑی مصیبت اٹھائی۔ مراد آباد میں بیمار ہو گئے، ناچار رگ جانا پڑا۔ نواب کو شیفہ سے اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوراً ہرکارے کی معرفت ایک خط میرزا کے نام مراد آباد بھیجا اور میرزا کو بشرط ضرورت علاج کے لیے رام پور بلایا، لیکن جیسا کہ میرزا نے خط ۵۰ (مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۵۷ء) میں لکھا وہ مراد آباد اسی دن روانہ ہو گئے، جس دن کہ شیفہ وہاں سے چلے گئے۔ جناب عرشی کا بیان ہے کہ نواب کا خط میرزا کو نہیں ملا، ہرکارہ اسے رام پور واپس لے گیا۔ (حاشیہ منہ)

اگست ۱۸۵۷ء میں نواب نے اپنی ایک فارسی نثر تقریباً شرح قصائد بدر چاچی، میرزا کے پاس اصلاح کے لیے بھیجی، لیکن اول راغر دوروی کا مضمون ہوا اصلاح کے سلسلے میں کچھ باتیں جو میرزا کے قلم سے نکلیں نواب کے تکرر غماظ کا باعث ہوئیں، اور تلخ کی ابتدا کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میرزا نے نثر کو دیکھ کر اس کی تعریف تو بہت کی، لیکن بعض الفاظ اور محاورات کے محل استعمال کی نسبت اعتراض بھی کیا۔ نواب نے ان اعتراضوں کے بارے میں میرزا کو لکھا: "تفسیر ہمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بہ امعان نظر ملاحظہ نہ شد مرسل داشتہ ام۔ چشم کہ اگر اقوال میں ہمہ اساتذہ قابل اعتبار با نبھا، والا بہ مشاہدہ از نگہ نگہ آں مطلع سازند"

جناب عرشی کا بیان ہے کہ فرنگ جہاں گیری و رشیدی وغیرہ سے نظیریں روانہ کی گئی تھیں حاشیہ انھوں نے یہ نظیریں مکاتیب غالب میں درج نہیں کیں، ضرورت ہے کہ اشاعت ثانی میں یہ بھی پوری کر دی جائے میرزا نے جواب میں ایک خط ۱۹ ستمبر کو لکھا تھا، لیکن اب اس خط کا پتا نہیں ملتا۔ (منہ) نواب کے خط مورخہ ۲ اکتوبر سے جس کا اقتباس منہ پر درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا اشرنگ اور ارتنگ کو مختلف المعنی سمجھتے تھے اور اشیاء چیدن اور آشیان بستن کو ہم معنی قرار دینے میں انھیں تامل تھا۔ نواب لکھتے ہیں: اکثر مالک تابان علم

۵۰ دیباچہ منہ، لیکن حاشیہ منہ پر ۲۲ یہ ہونٹم ہے ۵۱ جناب عرشی کا خیال ہے (دیباچہ منہ) کہ یہ خط جو رہی واپس ہونے کے بعد میرزا نے لکھا ہے نواب کے اس خط کا جواب ہے جو انھوں نے مراد آباد بھیجا تھا۔ اس کی تردید خود ان کے اس بیان ہوتی ہے۔ جو حاشیہ منہ پر ہے ۵۲ صید میں (شائع کردہ جامعہ ملیہ منہ) میں دس بیتوں کا ایک قطعہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب کے بارے میں میرزا کی تحریک نواب کو سخت ناگوار ہوئی تھی، میرزا نے معافی چاہی ہے۔ مکاتیب غالب میں نہ یہ قطعہ ہے اور نہ اس کا کوئی ذکر ہے۔ آخر کے ہ شعر ملاحظہ ہوں: خلاف طبع مبارک نمادہ آن تقریر ہے خطا، دوازندگان دولت خواہ۔ تو بار شاہ شہنشاہ تاج دار ننگ و خطاب می طلبید باد شہنشاہ چو آمن نہ پذیری زہرم من بگرد و بحق اشہدان لا الہ الا اللہ۔

۵۱ خیاب عرشی کا خیال ہے کہ اس نثر سے پہلے یا اس کے بعد نواب نے میرزا کو کوئی چیز اصلاح کے لیے نہیں بھیجی دیباچہ منہ ۵۲ "تا تدبیر کے نزدیک یہ نگارش ظاہر وحید اور جلال کی عبارت سے بہتر ہے" خط ۶۶۔ میرزا کی بصیرت میں کلام نہیں لیکن یہ رائے میرزا کی نہیں، دربار رام پور کے ذلیف خوار کی ہے۔ ۵۳ جس خط میں اعتراض تھے وہ مناج ہو گیا ہے۔



نعت ارتنگ و ارژنگ کا بمعنی واحد پنداشتہ اند و عامۃ مفسران کلام شیرازی مشارع اشیاں چیدن را مراد اشیاں بستن، نگاشتہ چنانچہ تفسیر ہر یکے .. بہ مطالعہ خواہد رسید۔ مع انہا اگر طبع ک استاد زمان ترقیم الفاظ بالانی الجملہ نفوس دہشتہ باشد ہم چنان حوالہ قلم نمایند کہ مجتہد عنہ ما از تقریب اصنام شدہ .. محسوسم زیرا کہ مرا از آن مشتق واسطہ تلمذ بودہ است نہ از عربی و دیگران۔ اما نظیرے کہ بہ نظرم گذشتہ است صرف برائے الملاح بہ نسبتہ اندامندرج گردیدہ میرزا کا خط ۱۷ نواب کے اس خط کے جواب میں ہے۔ اس کے اقتباسات ذیل ملاحظہ فرمائیے: "اس عنایت نامے میں ایک فقرہ نظر پڑا کہ جس سے میں کانپ اٹھا۔" مرا از آن مشتق واسطہ تلمذ بودہ" یہ ذلیل کو عزت دینی .. ہے۔ میں تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جاننا ہوں" فارسی سے اپنے فطری لگاؤ اور عبد الصمد سے استفادے کے ذکر کے بعد "اب مجھے اس امر خاص میں نفس مطمئنہ حاصل ہے مگر دعویٰ اجتہاد نہیں ہے" بحث کا طریق یاد نہیں میاں انجو، جامع فرہنگ جہاں گیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی عظماء عجم میں سے نہیں۔ ہندوان کا مولد، ماخذ ان کا اشعار قدما، ہادی ان کا قیاس۔ ٹیک چند اور یال کوئی مل ان کے پیرو سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی نور علی نور!"

میرزا نے ہندوستانی فرہنگ نگاروں کی نسبت یہ رائے ظاہر کرنے کے بعد کہ انھوں نے شعرے ایران کے کلام میں جو الفاظ آئے ہیں، ان کے معانی قیاس سے نکالنے میں اکثر غلطیاں کی ہیں، خط کا خاتمہ اس طرح کیا ہے: "اب جو پیرو مرشد نے لکھا کہ ارتنگ و ارژنگ مستند المعنی اور اشیاں سامتن و بستن و چیدن گھونٹلا بنانے کے معنی پر پڑ تو میں نے بے تکلف مان لیا۔ لیکن، زبان مباحیوں کے قیاس کے یہ موجب بلکہ اپنے خداوند نعمت (کے) حکم مطابق" نواب سمجھے کہ میرزا نے مجھے استاد طنزاً لکھا ہے۔ اور میرے اقوال کو بحث سے تعبیر کیا ہے۔ میرزا کی یہ ادب بھی کہ وہ ان لوگوں کو جن کے اقوال نواب بہ طور سند پیش کرتے ہیں، مطلق نظر میں نہیں لگاتے اور نواب کے آگے سر تسلیم خم کیے دیتے ہیں، پسند نہ آئی۔ نواب جو مغلوب الغضب واقع ہوئے تھے اس قدر برہم ہوئے کہ انقطاع تعلقات کی دھمکی دی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "امثال ایں کنایہ ہاے تو .. و لفظ بحث .. خلاف واقع و موثر رنج و عناست ... پس اگر ہم چنین منظور باشد، اشارتے سازند کہ واسطہ ترسیل رسالہ از فی ما بین برداشتہ شود، ورنہ بنان خامہ را بہ امور خارج البحث تکلیف نہ دادہ باشند" (حاشیہ صفحہ ۴۲) نواب کے خط کا میرزا پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ خط ۲ کے ابتدائی الفاظ سے ہو سکتا ہے: "توقیح و تہیہ آیا، پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا" اس کے بعد میرزا نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر اس سے

۱۷ میرزا کے نزدیک ارتنگ مربع اور ارژنگ نقاش کا نام ہے۔ کلیات شرمک نواب نے اسے مانا نہیں، ان کا یہ شعر انتخاب یادگار ص ۱۳ میں درج ہے: "بہ پیش نقوش تو رنگ نہ دارد چہ ارتنگ لوشا بہ رزنگ مانی" ۱۸ یہ ایرانی تھے اللہ بہ زیادتی ہے محقق ہونے یا نہ ہونے کا مدار مذہب پر نہیں۔ ۱۹ "ارتنگ .. پر ہے" یہ الفاظ مکاتیب میں وادین کے اندر ہیں، لیکن نواب کے صرف معانی ہیں الفاظ میرزا کے ہیں ۲۰ اشیاں سامتن کا ذکر اس سے پہلے نہیں آیا۔

۲۱ نواب کے خط کا اقتباس مکاتیب میں ملاحظہ ہو ۲۲ نواب کے الفاظ سے اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا ۲۳ لفظ استاد کی طرف اشارہ ہے۔



انکار کیا ہے کہ بحث سے نواب کے ارشادات کی طرف اشارہ تھا اور ہندوستانی فرہنگ نگاروں کے متعلق اپنی رائے کی تشریح کی ہے۔ میرزا نے نواب کو جو اپنا استاد لکھا تھا اور جس پر نواب نے اعتراض کیا تھا اس کی نسبت اس خط میں میرزا نے کچھ نہیں تحریر کیا۔ خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے: آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ”ان دونوں باتوں کو میں نے مانا، لیکن نہ فرہنگ نگاروں کی رائے کے بہ موجب، بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے مطابق“ یہ کلمہ موجب عتاب نہیں ہو سکتا، اور اگر اس کو گناہ سمجھا جائے ”آخر گناہ گار ہوں گا فرہنگ نہیں ہوں گناہ صفت تھے اور نوید عفو تھے جو کو تقویت دیتے۔ نواب نے جواب میں لکھا: حالاکہ آں مہرماں بہ تاویلش پردختند از آں دنج شکوک لاحقہ گردید خاطر۔ مقررہ جمعیت باشد ”رہائے ملک“ لیکن یہ قول جناب عرشی اس کے بعد نواب نے پھر کوئی نثر اصلاح کے لیے نہیں بھیجی جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی طبیعت کا تکرار کلیہً دو نہیں ہوا ”رہائے ملک“۔ میرزا اپنے عہد کے سب سے بڑے شاعر اور انشا پرداز نواب کے والد کے استاد اور ان کے زرگوں کے دوست تھے، پھر یہ کہ ان کی عمر اتنی آگئی تھی اور ان کی صحت اقل خراب تھی کہ اس دنیا میں ان کے زیادہ رہنے کی امید بھی نہ تھی۔ نواب اگر یہ چاہتے تھے کہ میرزا آئندہ اپنے خط میں خارج از بحث باتیں نہ لکھا کریں، تو میرزا اداغ یا کسی اور شخص کے ذریعے انھیں یہ آسانی تمہیہ کیا جاسکتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نواب کے الفاظ ضرورت سے زیادہ سخت اور دل آزار تھے۔ میرزا سے بھی کلب علی خاں کو پہچاننے میں غلطی ہوئی۔ لفظ ”بحث“ اور ”استاد“ کے استعمال سے قطع نظر، میرزا کا اعتراف شکست دراصل اعلان فتح تھا، اور کلب علی خاں اتنے نا فہم نہ تھے کہ اس کا اصلی مطلب سمجھ سکتے۔ میرزا نے جو معذرت کا خط لکھا تھا وہ بھی اُس شاعر کے شایان شان نہیں جس کے قلم سے یہ شعر نکلا ہے:

”تشنہ لب بر سائل دریا ز غیرت جان ہم \* گر بہ موج افتد گمان چنیں پیشانی مرا“

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ میرزا اگر ترکی بہ ترکی جواب دیتے اور رام پور سے وظیفہ بند ہو جاتا، تو خود میرزا کو جو تکلیف ہوتی اُس سے قطع نظر انھیں اپنے گھر والوں کو یہ یقین دلانا مشکل ہوتا کہ وہ مضبوط الحواس نہیں ہو گئے۔ خط ۳۷، ۱۸ دسمبر ۱۸۵۷ء سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب کا ارادہ دہلی یا غازی آباد جانے کا تھا اور میرزا دہلی ان سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ میرزا کو اس کا موقع ملا یا نہیں۔ اس خط میں میرزا نے نواب کو اطلاع دی ہے کہ ۱۷ دسمبر کے دربار میں لفٹنٹ گورنر پنجاب نے مجھے خلعت دیا، حالانکہ غدر کے بعد خلعت موقوف ہو گیا تھا اور کشن دہی تاک کو علم نہ تھا کہ خلعت ملنے والا ہے۔ جناب عرشی لکھتے ہیں کہ یہ زمانہ سر ڈائل میکلوڈ کی لفٹنٹ گورنری کا تھا (حاشیہ ۳۷) اور یہ میرزا کا ”آخری دربار اور خلعت تھا“ ”دیباچہ ۵۷۔“ تعجب کی بات یہ ہے کہ خط ۳۷ میں خلعت کا ۱۷ دسمبر ۱۸۵۷ء تک بند رہا لکھا، لیکن خط ۲۹ میں جو ۱۶ مارچ ۱۸۵۷ء کا ہے میرزا کا بیان کہ ”۳ مارچ کو لفٹنٹ گورنر نے خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل نے اپنے دفتر میں تمہارے دربار اور خلعت کے بہ دستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا“ یہ امر عجیب قابل توجہ ہے کہ شیخ محمد اکرام صاحب نے غالب نامہ (صفحہ ۴۰۹) میں میرزا کا ایک اردو قصیدہ نقل کیا ہے جس میں

”ان دونوں.. مطابق“ واہین کے اندر ہیں، لیکن خط ۱۷ میں مجبوسہ یہ الفاظ نہیں۔



میکلوڈ ہباد۔" خطاب ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ میرزا تیرھویں جنوری کو دست نامعلوم، غالباً درمیان کے ایک دربار میں شریک ہوئے تھے، جہاں انھیں قاعدہ مقررہ کے خلاف جگہ دی گئی۔ میرزا نے قصیدے میں اس کی شکایت کی ہے۔ مصنف غالب نامہ اس قصیدے کے زمانہ تصنیف کی تین ضروری نہیں سمجھے، لیکن یہ یہی ہے کہ ۱ دسمبر اور ۱۳ جنوری کے دربار ایک ہی لفٹ گورنر کے عہد میں ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس کا انعقاد ہوا؟

میرزا نے خط ۵ء (۸ جنوری ۱۸۷۷ء) میں نواب سے استدعا کی کہ باقر علی خاں اور حسین علی خاں کا پچاس پے مہینہ جنوری ۱۸۷۷ء سے جاری ہو جائے۔ یہ پتا نہیں کہ نواب نے اس کا کیا جواب دیا۔ خط ۸ء (۵ دسمبر ۱۸۷۷ء) میں صرف حسین علی خاں کی تنخواہ مقرر کیے جانے کی درخواست ہے۔ غالباً اس وقت تک باقر علی خاں کو الوریٰ نوکری مل چکی تھی۔ نواب کے جواب کا جو اقتباس حاشیہ ۹ء میں درج ہے اس میں تنخواہ کی طرف مطلقاً اشارہ نہیں۔ خط ۱۰۱ (۱۳ اگست ۱۸۷۷ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حسین علی خاں کو ۲۵ روپے ماہوار تنخواہ دینی منظور کر لی تھی، لیکن جب ۱۶ نومبر ۱۸۷۷ء تک نواب نے ادھر توجہ نہ کی تو نواب کا عندیہ سمجھ کر میرزا اس سے "قطع نظر کی" (خط ۱۰۷ء)

اس سے پیشتر میرزا خط ۸۶ (۱۹ اگست ۱۸۷۷ء) میں حسین علی خاں کی شادی کے لیے نواب سے اعانت کی درخواست کر چکے تھے۔ اور نواب نے جواب دیا تھا کہ "منشاے خاص .. یہ خوبی شکست نہ ہوا۔ آپ غلام مکینوں خاطر سے .. سے مطلع کیجیے .. جو بات کہ ممکن ہوگی ظہور میں آئے گی" (حاشیہ ۹ء) میرزا نے پہلے بھی صاف لکھا تھا "اب مزید صحت کے ساتھ لکھا کہ میں غفلت میں قرض بھی نہیں ملتا۔ آپ شادی کے لیے روپے عنایت فرمائیے" (خط ۸۷ء)۔ نواب نے اس پر یہ معلوم کرنا چاہا کہ شادی میں کیا صرت ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ "راقم را خوشنودی آں مہربان در امور مناسبہ مد نظرست" حاشیہ ۹ء۔ میرزا نے خط ۸۸ء میں بتایا کہ باقر علی خاں کی شادی میں ڈھائی ہزار خرچ ہوئے تھے۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ بہت زیادہ ہے۔ ان الفاظ کا اضافہ کیا: مگر میرا حق خدمت اتنا نہیں کہ اس قدر مانگ سکوں۔ جو کچھ دو گے اس میں شادی کر دوں گا۔ حاشیہ ۹ء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں گیا۔ شادی رجب میں قرار پائی تھی اس وقت تک نواب نے کچھ اعانت نہ کی تو میرزا نے رمضان میں لکھا: ماہ صیام میں سلاطین و امرا خیرات کرتے ہیں، اگر حسین علی خاں یتیم کی شادی اسی صیغے میں ہو جائے اور اس بڑے اپاہج فقیر کو رپیال مل جائے تو سوال میں رسم نکاح عمل میں آئے (خط ۹۳ء)۔ اس خط کا جواب جو رام پور سے گیا اس میں بہ قول جناب عرشی "میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہیں" (حاشیہ ۱۰۱ء) میرزا نے ذی قعدہ میں پھر نواب کو توجہ دلائی (خط ۹۷ء) لیکن یہ ظاہر نواب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خط ۱۰۱ (۱۳ اگست ۱۸۷۷ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر نواب نے یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ میرزا نے آخری خط جو اس سلسلے میں لکھا تھا (۱۰۲ء) مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۷۷ء اس میں بڑی لجاجت سے کام لیا تھا لیکن نواب نے بھی ایسے وعدہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے، ناچار سے آپ کے غلام زر خرید .. کی ملگنی ہو گئی۔ نواب احمد بخش خاں مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے ۱۰۰ روپے بڑھاپے۔ اور مفلسی کی شرم آپ کے ہاتھ ہے" (خط ۸۶ء)۔

۱۰۳ حسین علی خاں میرزا کی وفات کے بعد رام پور میں ملازم ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی شادی کے لیے مدد بھی چاہی تھی، اس بنا پر کہ ایک زمانے کے بعد اس مضمون کی درخواست نہیں ملتی ہے، جناب عرشی کا قیاس ہے کہ نواب نے شادی کے لئے روپے دیے ہوں گے۔ ریاست کے پرانے کاغذات سے حقیقت کا پتا چلے تو چلے۔



تنخواہ کی طرح میرزا نے اس سے بھی ہاتھ اٹھایا (خط ۱۰۷)

خط ۱۰۱ سے پتا ملتا ہے کہ میرزا نے نواب سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ میرا قرض ادا کر دیجیے اور نواب نے تینوں درخواستوں کو بظاہر ایک ہی وقت منظور کیا تھا۔ خط ۱۰۵ (مورخہ ۱۶ نومبر ۱۸۷۷ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا پر آٹھ سو روپے قرض تھے میرزا لکھتے ہیں: ”آٹھ سو روپے ہیں تو میری عزت بھتی ہے۔ ناچاہ حسین علی خاں کی شادی اور اس کے نام کی تنخواہ سے قطع نظر کی۔ اب اس باب میں کہوں کیا مجال! میری جان۔ اور آبرو آچکے ہاتھ ہے مگر حضور جو عطا فرماتا ہے جلد ارشاد ہو“ اس کے بعد میرزا نے کبھی شادی کے لیے روپے مانگے اور نہ کبھی حسین علی خاں کی تنخواہ کے لیے کہا۔ قرض ادا کرنے کے متعلق جو وعدہ تھا اسے البتہ یاد دلاتے رہے لیکن اپنی زندگی میں قرض خواہوں سے چپکاتا ان کی قسمت میں نہ تھا، اور قبل اس کے کہ نواب اپنا وعدہ وفا کریں میرزا کو پیام اہل پہنچ گیا۔

میرزا کے ساتھ یوسف علی خاں اور کلب علی خاں کے بڑاؤ میں بڑا فرق تھا۔ یوسف علی خاں اس طرح دیتے تھے کہ قبول کرنے میں میرزا کو ذلت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ کلب علی خاں اس طرح دیتے تھے کہ لیتے ہوئے ۱۲۳ نظریں خود ذلیل ہو جاتے تھے۔ میرزا نے یوسف علی خاں کے

عہد میں رام پور کے ذلیفے کو کبھی ”خیرات“ سے تعبیر نہیں کیا، کلب علی خاں کے نام کے خطوں میں بار بار یہ لفظ آتا ہے۔ اور

وہ کبھی اس کے استعمال کو منع نہیں کرتے۔ اصلاح نشر کے سلسلے میں جو بد مزگی پیدا ہوئی تھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

میرزا کا اس کے باوجود بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین مختلف شکلوں میں طالب زر ہونا ایک ایسا واقعہ ہے جو توجہ

چاہتا ہے۔ رام پور کے مشاہیر کے لیے لکھنا امر اؤ بیگم کی تحریک سے ہوگا، گو میرزا بھی یہ چاہتے ہیں کہ ریاست سے

ان کی زندگی ہی میں تعلق پیدا ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حسین علی خاں کی شادی کے لیے اعانت کی

درخواست اس صورت میں کہ اس سے کچھ قبل ہی مشاہیر مقرر کیے جانے کی استدعا کر چکے تھے، بے محل تھی، اور

میرا قیاس ہے کہ یہ محض امر اؤ بیگم کی ضد کا نتیجہ تھی۔ میرزا نے اس کے متعلق جو خطوط لکھے وہ بے گراہت لکھے،

اور اسی سبب سے ان میں ایسی گدایاں لیا جت اور ایرام سے کام لیا جو ان کی وضع کے بے شکل خلاف تھا۔

یہ گویا ایک سزا تھی جو انھوں نے اپنے آپ کو دی۔ ادا سے قرض کی استدعا محض مجبوری اور بے چارگی

کے عالم میں کی گئی۔ میرزا کے قرض خواہ چانتے تھے کہ پنشن اور رام پور کا ذلیفہ میرزا کے دربار تک تھے۔ اور

میرزا چراغ سحری ہو رہے ہیں، اور ان کی زندگی میں رہپا وصول نہیں ہوا تو پھر اس سے ممتد دھونا پڑیگا۔

ان کے تقاضوں سے میرزا کی زندگی عذاب میں ہوگی۔ نواب کی بے اعتنائیوں کے باوجود رام پور ہی ایک

جگہ تھی جہاں سے کچھ امید ہو سکتی تھی۔ میرزا غالب اور نوابان رام پور کے تعلقات کی تاریخ کا یہ سب سے

ناخوش گوار واقعہ ہے کہ نواب نے درخواستوں کے منظور کر لینے پر بھی میرزا کی زندگی میں نہ تو حسین علی کا ذلیفہ منظور

کیا، نہ ان کی شادی کے لیے روپے دیے۔ اور نہ میرزا کا قرض ادا کیا۔ جناب عرشی کا بیان ہے کہ میرزا کی وفات کے بعد

حسین علی خاں رام پور چلے گئے تھے۔ اور ان کی ریاست سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی اور ان کا قیاس ہے کہ شادی کے لیے

بھی انھیں کچھ روپے دیے گئے تھے۔ امر اؤ بیگم نے میرزا کی وفات کے بعد نواب کو لکھا کہ انگریز اس شرط پر

کہ میں کچھری میں حاضر ہوں مجھے دس روپے ماہوار دینا قبول کرتے ہیں، لیکن میں کچھری میں نہیں جا سکتی۔ آپ میری

”حسین علی خاں کی سرال والوں کا بڑا اتفاقا ہے۔۔۔ بطریق شینا شد جو۔۔۔ مزاج میں آئے وہ عطا کیجئے“



خبریں۔ اور میرزا صاحب ۸۰۰ روپے قرض چھوڑ گئے ہیں۔ یہ حق العباد ہے، اس کے ادا کیے جانے کی بھی صورت نکالیں۔ مکاتیب غالب سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ امراؤ بیگم نے اس مضمون کی کئی درخواستیں بھیجیں، لیکن یہ تباہی بینا کہ آخر کیا حکم ہوا۔ ابھی حال میں جناب عرشی نے مجھے اطلاع دی کہ کاغذات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نواب نے حکیم غلام نجف خاں کی معرفت امراؤ بیگم کو ۶۰۰ روپے بھیجے تھے۔

مکاتیب غالب کی تصریح کے مطابق کلب علی خاں کے عہد میں رقوم ذیل میرزا کو ملیں :

۱۱) ماہوار وظیفہ از اپریل ۱۲۵۹ء تا جنوری ۱۲۶۰ء ۴۶۰۰ روپے (۱۲) میرزا نے پہلا مدعیہ قصیدہ تجلیے کرموسی الخ بجا تو نواب نے خط میں اس کی تعریف لکھی میرزا نے خط ۲۵ میں یاد دلایا کہ فردوس مکان قصیدے کا صلہ ۲۵۰ روپے عطا کیا کرتے تھے، یہ رسم بری نہیں، اگر جاری رہے تو بہتر ہے، نواب نے ظاہر اس پر بھی خاموش رہے تو میرزا نے ۱۱ اگست ۱۲۵۹ء کو ایک قطعہ خط ۵۰ کے ساتھ بھیجا، اور خط میں لکھا: ”بہ نظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو“ نواب نے ۱۶ اگست کو اس کا جواب دیا اور اس کے ساتھ ۲۰۰ روپے کی ہنڈی بھیجی۔ یہاں قصیدے کا صلہ نہ تھا، نواب کی صحت یابی کے بعد جس طرح ادرستحقین کو ”سرکار“ سے ”بہ طریق عنایات“ روپے دیے گئے تھے، میرزا کو بھی ملے تھے۔ (حاشیہ ۵۵) اس ہنڈی کے وصول کرنے سے قبل میرزا ایک اور قصیدہ ”زب و چشم الخ“ بھیج چکے تھے، ہنڈی ملی انھوں نے مزید اعانت کی درخواست کی (خط ۵۳) لیکن یہ ظاہر نواب اور کچھ اعتنائ کی (۳۴) زمانہ قیام رام پور میں یہ قول جناب عرشی (دیباچہ ص ۱۰۷)، ”نمبر کو ہزار روپے اور رخصت کے وقت دوسو روپے ملے۔ عجیب بات یہ ہے کہ میرزا نے ۲۸ نومبر کو رام پور سے جو خط تفتہ کو لکھا، اس میں ہزار روپے کا ذکر نہیں، میں شری داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا ہوں، روٹی.. سرکار سے ملتی ہو، وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔“ (خطوط ۱۲) ظاہر میرزا کسی مصیبت سے اس کا اعلان عام پسند نہیں کرتے تھے۔ (۳۴) خط ۴۲ میں اس کا ذکر ہے کہ چار سو ساڑھے چار سو قرض ہو گیا ہے، خط ۷۰ میں (۶) اکتوبر ۱۲۵۹ء صراحت یہ استدعا کی گئی ہے کہ قرض ادا کر دیا جائے۔ خط ۷۵ (۸ جنوری ۱۲۶۰ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ”ادھا قرض عطیہ سابق میں اور ادھا قرض عطیہ حال میں ادا ہو گیا“ کسی خط میں یہ صراحت نہیں کہ کتنی رقم ملی، غالباً عطیہ سابق اور عطیہ حال دونوں ملا کر چار سو ساڑھے چار سو روپے ہو گئے۔ کل رقم ۶۴۰۰ یا ۶۴۵۰ ہوتی ہے۔

خطوط ۱۰۸ تا ۱۱۱ اصحاب ذیل کے نام ہیں: نواب زین العابدین خاں، غلام صغریٰ علی خاں (خط ۲۲) منشی سیل چند، میر غنشی ریاست (۶) خلیفہ احمد علی احمد رام پوری (۱) محمد حسن خاں، مالک مطبع (۱) خط ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ مارچ ۱۲۶۰ء سے قبل میرزا کا دیوان اردو رام پور پہنچ چکا تھا۔ خط ۱۱۶ نے پتا چلتا ہے کہ مرزا نے سنہ ۱۲۶۰ فارسی کے متعلق ایک دو ورقہ لکھ کر احمد کو بھیجا تھا جو غالباً ضائع ہو گیا۔ اس خط میں میرزا نے عرفی کے دو شعروں احمد کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ شعر خط میں نہیں، جناب عرشی نے کسی ایسے ماخذ سے جس کا انھوں نے پتا نہیں بتایا، نقل کیے ہیں:

سے جناب عرشی نے مکاتیب میں یہ نہیں لکھا کہ ان کا بیان کہاں سے ماخوذ ہے۔ میرے استفسار پر انھوں نے مطلع کیا کہ ریاست کے کسی محلے سے اس کا تیا جلا ہے۔ اس خط کی قیمت ریاست نے پچیس روپے ادا کی۔



ساکتم این نغمہ تا در نیم شب  
ہم رہ مرغ سحر خواں می زخم  
شاہے کو کہ یک نفس گونے

اس اعتراض کا کہ مرغ سحر خواں کو نیم شب سے نغمہ زن کہنا صحیح نہیں، میرزا نے یہ جواب دیا ہے کہ سحر اور صبح میں فرق ہے۔ صبح کے برخلاف "سحر" بہ طریق مجاز نصف شب سے صبح تک مستعمل ہے طعام آخر شب کو سحر اور سحر گہی کہتے ہیں۔ دوسرا اعتراض گوش بر انداختن پر ہے۔ میرزا اساتذہ ایران کے کلام سے کوئی سند نہ پیش کر سکے۔ اس کے علاوہ کوئی اور جواب نہ بن پڑا کہ جو عربی زبان سے نکل جائے وہی صحیح ہے۔ گوش انداختن غلط ہوتا تو حکیم ابو الفتح فیضی اور ابو الفضل اس کی وجہیاں اڑا دیتے۔ اس جواب کی وقعت ظاہر اہل زبان سے بھی محاورات کے استعمال میں غلطی ہوتی ہے، خود میرزا نے صائب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ایک جگہ ہندوستانی روزمرے کا فارسی ترجمہ کیا ہے۔ گوش انداختن پر عربی کے مصروں نے اعتراض کیا یا نہیں اس کے بارے میں بھی میرزا نے جو قطعی فیصلہ کر دیا ہے اُس کا انھیں کوئی حق نہیں۔ احمد سے گفتگو رام پوری ہوئی تھی اور یہ خط میرزا نے رام پوری میں لکھا تھا، لیکن یہ پتا نہ چل سکا کہ یہ یوسف علی خاں کے عہد کی بات ہے یا کلب علی خاں کے زمانے کی۔ آخری خط محمد حسن خاں کے نام ہے جنھوں نے کلب علی خاں کے حوالہ سے اخبار بدیع سکندری جاری کیا تھا اور انھیں کے ایما سے ایک مطبع قائم کیا تھا۔ میرزا اس اخبار کے خریدار تھے لیکن انھیں شکایت تھی کہ اس میں دوسرے رؤسا اور امر کی جس قدر تعریف ہوتی ہے کلب علی خاں کی نہیں ہوتی اسی بنا پر انھوں نے اخبار کی خریداری بند کر دی۔ اس خط میں ضرورت سے زیادہ دلفاداری اور خیر خواہی کا اظہار کیا ہے۔

میرزا کے رام پوری مکاتیب میرزا کے بہترین خطوط میں شمار نہیں ہو سکتے۔ ان خطوں کے مکتوب ایہوں سے میرزا بے تکلف نہ تھے۔ اور میرزا کے وہی خطوط سبک اچھے ہیں جو انھوں نے ایسے دوستوں عزیزوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں جن کو وہ بالکل بے تکلف تھے تاہم یہ خط میرزا کے ہیں۔ بہ استثنائے بعض کل خطوط خود میرزا کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے صحیح متن پیش کرنے میں چنداں دشواری نہ تھی، اور مکاتیب کا متن بہت بڑی حد تک متقابل اور متماثل ملا بہ ظاہر اسی طرح ہے جس طرح کہ خود میرزا نے لکھا ہے، لیکن کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا املا درج ہے، یا میرزا کے تباے ہوئے قاعدوں کے خلاف ہے۔ بعض الفاظ کا املا غلط بھی ہے اور غلطی ایسی ہے جو میرزا سے مستبعد ہے۔ میرا خیال ہے کہ املا میں جدید قواعد کی پیروی کرنی چاہیے اور املا سے متعلق جو اصول میرزا کی تحریروں سے مستنبط ہوتے ہیں انھیں دیباچے میں درج کر دینا چاہیے۔ اگر یہ نہیں تو لفظ لفظ میرزا کی تحریر کے مطابق ہو، ادعا تیرا دھا بیس کسی طرح مناسب نہیں۔ کتاب میں جو الفاظ میرے نزدیک صحیح نہیں یا جن کی صحت مشتبہ ہے میں انھیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اس میں طباعت کی غلطیاں بھی آگئی ہیں: نفس ہائے گیر امہ خود غار کے تباے ہوئے قاعدے کے مطابق ہمزہ نہیں چاہیے۔ خون نابہ مثلاً: خطوط غارب میں بھی ایک جگہ اسی طرح لکھا ہے، مگر یہ خونابہ، خوں + آب + ہ۔ مولینا مثلاً مولنا چاہیے۔

سفتیہ مثلاً یا سفتیہ ہ۔ روانہ مثلاً اور روانا مثلاً ان دونوں میں کون سا املا غارب کا ہے؟ رفعت درجت مثلاً محلہ بکلی مار مثلاً یا بکلی ماراں؟ اپنے فہم دستداد مثلاً اپنی چاہیے آرش مثلاً و مثلاً آرایش چاہیے۔ میری پین



صفحہ ۱۱: میرے پس چاہیے، غالب کی زباں پر یہ لفظ مذکر تھا، گو خطوط میں ایک آدمہ جگہ مَوْنُث بھی ملتا ہے۔  
دست بستہ و تیغ ۲۲، خستہ و رنجور ۶۶، اے محقق پر ہمزہ نہیں چاہیے۔ "آپ کی اولاد و اخوان و انصار ۲۱  
آپ کے چاہیے برشکال ۳۱ برشکال صحیح ہے۔ دونوں دونوں ۳۲ ایک ہی سطر میں دونوں طرح ہو کونسا اطلاق کیا ہے۔

تویغ دورے ۳۱ غالباً تو یغ دوری۔ تو نگر ۳۲ فارسی عبارت میں۔ اردو میں تو اس طرح بھی لکھتے ہیں، لیکن  
فارسی میں تو اس گریح ہے۔ جب میں قصیدہ بھیجتا اُس کی رسید میں خط تحسین و آفریں کا ۲۵ یہ جملہ نامکمل ہے  
اپنے بخت قسمت ۳۵ اپنی بخت قسمت شمش ۳۵ شمس چاہیے۔ الزام ۳۵ الزام کا محل ہے۔ بقاست قرض  
۳۶ یا لقاست قرض؟ نغز ۳۶ نغز۔ ٹہرا ۳۶ کیا غارتی اسی طرح لکھا ہے؟ تحریر کی برابر منہ ۳۷ چاہیے۔  
عرف غزلیں اور رباعیوں کا انتخاب ۳۷ غزلوں اور رباعیوں چاہیے۔ جو لغات۔۔ ہیں اُس کے معنی ۳۸ اُن کے  
چاہیے۔ ۳۹ بحث تعبیر کیا ہو ۴۰ یا بحث سے؟۔ باہم جو اُن کے عقول میں اختلاف ہیں ۴۱ عقول یا اقوال؟  
۴۲ کے سسرال ۴۳ سسرال مَوْنُث ہے۔ اب کی تنخواہ ۴۴ اب چاہیے۔ سو سو ماہ ۴۵ = سو سو ماہ۔

دربار ۴۶ = دربار۔ کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر ۴۷۔ بہ ظاہر صفحہ کے قبل یا بعد کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے۔ خورم ۴۸  
یا خرم؟ ۴۹ کے حاشیے میں اکبر شاہ کا سال جلوس ۵۰ لکھا ہے، یہ صریحاً طباعت کی غلطی ہے۔

کتاب کے حواشی بہت خوب ہیں۔ فاضل مرثب نے نہ صرف مکتوب الیہوں کے حالات لکھے ہیں، بلکہ اُن  
تمام اشخاص اور واقعات وغیرہ کے متعلق جن کا ذکر خطوں میں آیا ہے نوٹ دیے ہیں۔ طبع ثانی میں اگر شاہ  
جہاں عرفی، ابوالفضل وغیرہ سے مشہور اشخاص کے متعلق جو نوٹ ہیں وہ حذف کر دیے جائیں تو مناسب نہ ہوگا۔  
امور ذیل کے متعلق نوٹ دینے کی ضرورت ہے:

(۱) ۵۱ "بھائی حسن علی خاں" ۵۲ حکیم سیر علی خاں ۵۳ فاضل۔ شطرنج باز ملا شاہ کبیر الدین ۵۴ ۱۲ ڈی جی سنگھ  
(فائبریس بلزم پور) اگر ممکن ہو تو یہ بتایا جائے کہ یہ لوگ کون تھے۔ (۲) ۵۵ اکبر علی خاں کے متعلق زیادہ تفصیل  
چاہیے (۳) ۵۶ مغلوب غلبہ غم دل غالب حزیں الخ اس قطعے میں غالب نے جو تغیر کیا ہے اس کے بتانے کی  
ضرورت ہے (۴) ۵۷ "جو تم پھر آؤ تو حضرت پھر میں ہمارے دن" یہ مصرع جس میں غالب نے بعض الفاظ بدل  
دیے ہیں، جرات کا ہے پورا شعر دینا چاہیے (۵) "زہے دو چشم تو در معرض سیہ کاری" اس قصیدے کی تلمیحات  
کی توضیح ضروری ہے۔





دیباچے میں پہلے میرزا کے حالات زندگی ہیں۔ واقعات کے انتخاب میں جو اصول جناب عرشی بڑی حد تک پیش نظر رکھا ہے یہ ہے کہ ”وہی واقعات بیان کیے جائیں جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب میں بار بار رام پور یا وابستگان دربار کو تحریر کیے تھے اور عام حالات سے قطعاً بحث نہ کی جائے۔ البتہ تعلقات رام پور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریروں پر رکھی جائے۔ دیباچے کے اس حصے میں کچھ باتیں محل نظر ہیں۔ جناب عرشی کی توجہ ان کی طرف منہایت کرائی جاتی ہے:

(۱) جناب عرشی کا خیال ہے کہ عادت میرزا اور امرا و بیگم کے قبضے رہے دیباچہ ۲۲ و حاشیہ ۲۱، یہ غالباً اس بنا پر ہے کہ میرزا نے کسی جگہ عادت کو اپنا فرزند لکھا ہے؛ لیکن اس میں ان کی خصوصیت میرزا مجروح کے برادر بزرگ کی نسبت جن سے زیادہ ربط بھی نہ تھا مجروح کو تحریر کرتے ہیں: ”فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو“ (خطوط غالب ۲۲) اسی طرح شیونرائن کو لکھا ہے: ”تم میرے فرزند دل بند ہو“ (خطوط غالب ۲۳)۔

(۲) جناب عرشی بہ ظاہر یہ سمجھتے ہیں کہ میرزا کے گھر میں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کی حیثیت مختلف تھیں (دیباچہ ۲۳) لیکن ایسا سمجھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

(۳) دیباچے کے ٹکڑے پر مرقوم ہے کہ میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی سرت ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی ”خبر نہیں فارسی کے متعلق ان کا دعویٰ کس شہادت پر مبنی ہے۔

(۴) میرزا کی نسبت لکھا ہے کہ ”ان کی خواہش تھی کہ بعد مرگ رام پور میں دفن کیا جاؤں“ دیباچہ ۲۲ جس زمانے میں کمیشن ملنے کا کوئی قرینہ نہ تھا (۱۸۵۹ء) میرزا نے حسین مرزا کو تحریر کیا تھا کہ ”رام پور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو گیا“ (اردو سہلی ۱۸۵۳ء) اس کا مطلب محض اتنا ہے کہ اب رام کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ دیوان اردو کے دیباچے میں جو میرزا نے لکھا ہے کہ ”فرجام کار خفی مدفن نیز باد“ یہ بھی محض رسمی فقرہ ہے۔ میرزا کی دل چسپی حال سے ماضی و مستقبل کی بہ نسبت کہیں زیادہ تھی۔ وہ کہاں دفن ہونگے اس کے متعلق شاید ہی کبھی انھوں نے غور کیا ہو۔

(۵) ٹکڑے دیباچہ ۱ پر جو کچھ ماہ نیم ماہ کے آغاز کے متعلق لکھا ہے وہ تناقض سے خالی نہیں۔ سطر ۸ و ۹ سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی ترتیب شروع نہیں ہوئی۔ سطر ۱۲ و ۱۵ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خود میرزا نے کہیں یہ لکھا ہے کہ میں نے اس کی ترتیب کا آغاز کر دیا تھا، لیکن انجام تک نہیں پہنچا۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی ترتیب شروع ہی نہیں ہوئی تھی، میرزا کا کوئی قول جو اس کے خلاف ہو میری نظر سے نہیں گزرا۔ سطر ۱۲ و ۱۳ کا مفہوم بھی صاف نہیں۔ (۶) ٹکڑے ”میرزا صاحب کی جدید طرز انشا.. بادشاہ تو بادشاہ اس عہد کے کسی ادیب کو پسندیدہ نہ تھی“ اس



دعویٰ کا کہ بادشاہ غائب کی طرز انشا کو ناپسند کرتے تھے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ میرزا نے مہر نیم روز جس طرز میں لکھی ہے وہ ان کے لیے کسی نہ تھی۔ پہلے سے بھی وہ اسی طرز میں لکھتے آتے تھے۔ اگر بادشاہ کو یہ طرز ناپسند تھی تو وہ میرزا کو تاریخ لکھنے کا حکم نہ دیتے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ میرزا کی طرز انشا ان کے معاصر ادیبوں میں کسی کو پسند نہ تھی۔

(۷) (دیاچہ) نواب نے ارشاد فرمایا تھا کہ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کے کلام کا انتخاب لفظ بھائی نواب اپنے نہیں لکھا۔

(۸) (دیاچہ) ایک ہندو ساہوکار میرزا کی پیشکش کے رپے برآمد کیا کرتا تھا، اُسے میرزا نے مختار کار لکھا ہے جناب عرشی کا اسے لوازم امارت میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

(۹) (دیاچہ) کے منشا پر علی اصغر خاں کا نام آیا ہے، یہ بتانا تھا کہ یہ کون ہیں۔

(۱۰) حالی کا قول ہے کہ میرزا ۱۰۵۰ء تک ہمیشہ فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے۔ اس سال وہ ہمہ تن مہر نیم روز کے لکھنے میں مشغول ہو گئے، اُس وقت بہ ضرورت انھیں اردو میں خط و کتابت کرنی پڑی جناب مہر نیم روز نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلائل یہ ہیں: مہر نیم روز ۱۱۸ صفحات کی مختصر سی کتاب ہے اور اس کی عبارت تکلفات سے آزاد۔ میرزا نے اسے کم و بیش ۵ برس میں لکھا ہے حساب سے فی سال زیادہ سے زیادہ ۲۵ صفحے پڑتے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف میں مہر نیم روز فارسی چھوڑ کر اردو میں خط و کتابت شروع کرنے کا سبب نہیں ہو سکتی۔ غالب شہ سے قبل ہی اردو میں خط لکھنے کی ابتدا کر چکے تھے، اُسی زمانے میں اردو شری چنداں قدر نہ تھی، خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔ اردو سے ملتی میں ایک خط جس پر کوئی تاریخ نہیں، جو اہرنگہ جوہر کے نام ہے، اس کا سلسلہ ایک فارسی خط سے ملتا ہے جو میرزا نے جوہر کو لکھا تھا اور پنج اہنگ میں موجود ہے۔ اس خط کی تاریخ ”یکم دسمبر ۱۱۴۳ھ مطابق چہارم محرم ۱۲۵۲ھ“ درج ہے، لیکن، یہ تاریخیں میل نہیں کھاتیں۔ سنہ ہجری ۱۲۴۱ھ ہے اور سنہ عیسوی ۱۸۲۵ء۔ جناب عرشی نے عالی کی تائید میں پورا زور طبیعت صرف کیا ہے۔ مجھے اُن کی اس رائے سے کامل اتفاق ہے کہ میرزا کی فارسی شتر تکلفات سے خالی نہیں، میں اُن کا یہ قول بھی کہ مہر نیم روز ۱۱ جون ۱۱۴۳ھ سے قبل تمام ہو چکی تھی اور میرزا کوئی سال ۲۵ سے کہیں زیادہ صفحات لکھنے پڑے تھے تسلیم کرتا ہوں، ان کا یہ خیال بھی کہ جوہر کے نام کا فارسی خط یکم دسمبر ۱۱۴۳ھ کا

۱۱۴۳ھ کا ہے۔ اس دعویٰ کی بنیاد میرزا کی یہ عبارت ہے: ”مسودہ روزنامہ روداد ادبک نشینان بختاویہ... رواں داشتہ ایم“ (کلیات شتر فارسی خط بہ نام جوہر مرقومہ ۱۱ جون ۱۱۴۳ھ) لیکن اس سے ایک تو یہ بتا نہیں جاتا کہ کتاب اس وقت تک مکمل ہو چکی تھی یا نہ مکمل کتاب کا مسودہ بھیج دیا تھا، دوسرے یہ کہ قطعی طور پر یہ کہا نہیں جاسکتا کہ کس کتاب کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن میرزا کا ایک خط کلیات شتر فارسی میں (۱۱ جون ۱۱۴۳ھ) رجب علی خاں کے نام ہے، اور اس کا زمانہ کتابت مارچ ۱۱۴۳ھ ہے۔ اس صراحت معلوم ہوتا ہے کہ مہر نیم روز خط کے لکھنے سے قبل تمام ہو چکی تھی، فرماں رفتہ است کہ جزوے از تاریخ تاج داران تہرانیہ... بنہرستم... اُن سو لو جوڑوے چند بیش نیست... از کشور نشایان زندا تا... ہایوں سخن رانده ام... اگر مرگ امان دہر بندہ... بہ زود فرستادن اُن اجزا از بندگی... نشان دہ کتاب میں ہایوں تک کے حالات ہیں۔

۱۱۴۳ھ کلیات شتر فارسی (طبع اول) میں تاریخ تحریر صبح آدینہ یکم دسمبر ۱۱۴۳ھ عیسوی چہارم محرم ۱۲۵۲ھ ہجری درج ہے۔ ۱۲۶۵ کی جگہ ۱۲۱۵ کتابت کی غلطی ہے۔



لکھا ہوا ہے میرے نزدیک صحیح ہے، لیکن میں یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ شہادۂ سے قبل میرزا نے کبھی کوئی خط اردو میں نہیں لکھا۔ جو ہر کے نام کا اردو خط بھی میری رائے میں شہادۂ سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ خطوط غالب میں (۱۸۵۷ء) تفتہ کے نام کا ایک خط موجود ہے جس کا زمانہ کتابت ہمیشہ پرشاد صاحب کے نزدیک اگست ۱۸۵۷ء ہے، اور میری رائے میں اس سے بھی قبل ہے (ملاحظہ ہو تبصرہ خطوط غالب) مجھے یقین ہے کہ میرزا نے اس سے پہلے بھی بہت سے خطوط اردو میں لکھے ہوں گے، گو وہ محفوظ نہیں ہے (ملاحظہ ہو تبصرہ نادر خطوط غالب)۔ جو ہر کے نام کے فارسی خط میں میرزا نے ایک لنگی کی فرمائش کی ہے: ”کلمے از پوست برہ دہشتم، حالیا آن را کرم خورد و ہرم بے کلاہ ماند، اگرچہ کلمہ نہ حی جویم، اما لنگاہ پریشی چنان کہ در پشاور و ملتان سازند بہم رسانند و... در ذاک رواں دارند“ اردو کے خط میں لکھا ہے: ”وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی؟ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتے بھیجوں گا“ جناب عرشی فرماتے ہیں کہ ”بہت دن ہوئے“ ایک یا دو ٹھہ سال کے وقفہ کے متعلق یہ ہولت استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۸۵۷ء)۔ یہ صحیح ہے، لیکن اس موقع پر قیاس چاہتا ہے کہ بہت دن سے زیادہ سے زیادہ چند ہفتے مراد ہوں۔ ۱۲۵۷ھ پر جناب عرشی نے لکھا ہے: ”شہادۂ... تک... میرزا صاحب تقریباً اسی زبان (یعنی فارسی) میں خامہ فرسائی کرتے رہے“ ”تقریباً“ قابل توجہ ہے۔ اس سے ظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب عرشی کو اس پر اصرار نہیں کہ ۱۸۵۰ء سے قبل میرزا نے فارسی کے علاوہ کسی زبان میں خط و کتابت کی ہی نہیں۔ اگر میں ان کا مطلب صحیح سمجھا ہوں تو پھر یہ مان لینے میں کہ خط زیر بحث خط فارسی کے کچھ ہی بعد تحریر ہوا کون سا امر مانع ہے؟

(۱۱) میرزا امراؤ بیگم سے دہلی میں کوئی بات کہی تھی، رام پور سے انھیں یہ پیام بھیجا کہ ”اس بات کی کوئی اصل نہیں، جناب عرشی لکھتے ہیں کہ وہ بات ان کے تعلقات ریاست کے لیے خطرناک تھی“ یہ قیاس ہے یا روایت؟

دیا چے کے آخری حصے میں میرزا کی ”انشائے اردو کے انداز اس کے اجزا کی خصوصیات علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث بڑی خوبی کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس میں بھی کچھ باتیں محل نظر ہیں:

(۱) فارسی کے تمام محاسن اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن میں بھر دیے۔ ”زبان فارسی کی دولت بے پایاں تھی جو مرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ہے۔ اس کے سہارے میرزا صاحب کی حیات ادبی کی بقا جو اس وقت تک مات سے متبدل نہیں ہو سکتی جب تک اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافتہ نہ ہو جائے“ میرزا کی اردو نثر میں فارسی تراکیب اور کہیں کہیں فارسی محاورات کے لیے ترجمے ہیں جو ایرانی انشا پردازوں کے نتیجہ ہیں اور جو ان کے معاصرین کے یہاں نہیں ملیں گے، لیکن اس خیال سے کہ ان خطوں میں فارسی نثر کے مخصوص محاسن پائے جاتے ہیں شاید ہی عام طور پر اتفاق کیا جائے۔ میرزا کی حیات ادبی کی بقا کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا۔

(۲) ۱۲۵۷ھ اور ۱۲۵۸ھ پر دو اقتباس میرزا کے خطوط سے دیے گئے ہیں، ایک میں ایک دوست کی لڑکی سے خطاب ہے اور دوسرے میں میرزا کی بھینچ کے انتقال کا ذکر ہے۔ اردو سے معلیٰ یا عود منہ ہی میں یہ اقتباسات نہیں ملتے۔ جناب عرشی کو بتانا چاہیے تھا کہ ان کا ماخذ کیا ہے۔



(۳) افسانہ پر ڈاکے کے طالب نعام ہونے کا ذکر ہے۔ میرزا کے خط میں ایک لفظ ایسا نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ ڈاکے نے انعام طلب کیا تھا۔

(۴) نواب انور الدولہ کو دلیان ریاست میں شمار کیا ہے یہ صحیح نہیں۔

(۵) یہ لکھا ہے کہ میرزا نے اپنے خطوں کی نقلوں کے متعلق جو خطوط لکھے تھے، ان میں سے صرف عثمانی کے نام کا خط موجود ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ غودمندی میں بھی بے خبر کے نام ایک خط اس مضمون کا ہے۔

(۶) میرزا نے خط نویسی کے متعلق جو قابل قدر ہدایات پنج آہنگ میں دی ہیں تعجب ہے کہ کہیں ان کا ذکر نہیں۔

دیباچے کی زبان عموماً صحیح اور عبارت مضبوط اور شگفتہ ہے۔ مثلاً پر بے رخی کا لفظ البتہ نکالنا بابر طرز تحریر پر کہیں کہیں درباری اثر بھی نمایاں ہے۔ میرزا کا خط خط نہیں عرضی ہو، نواب کے خط کے یہ ہمیشہ نہیں تو بیشتر ان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سلطان مغلیہ کے عہد میں یہ لفظ صرف بادشاہ کے خطوں کے لیے مخصوص تھا۔

مکاتیب غالب اردو کی ان چند کتابوں میں ہے جن کا حسن ترتیب و ادب طلب ہے۔ جناب عرشی مرتب کے فرائض اچھی طرح واقف ہیں انہوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا ہے۔ ریاست اردو نے مکاتیب غالب اور انتخاب غالب کی اشاعت اس بے اعتنائی کی جو کلب علی خاں نے غالب کے ساتھ بردار رکھی تھی باحسن الوجہ تلافی کر دی ہے۔

تصحیح و اضافہ (معاصر پارچہ ۱۳۳۳ء) : (۱) حاشیہ ۲۳ سطر ۱۲ : تصحیح نہیں (۲) حاشیہ ۳۵ سطر ۱۶ : نواب کے اس دیوان میں جو ۱۲۴ میں طبع ہوا ہے بعض مقطع ملتے ہیں جن میں تخلص کی جگہ پورا نام ہے مثلاً :  
حشر کو کھینچوں ترا دامن بھلا دیکھوں کہ تو ۱۶ واں بھی جھنجھلا کر کہے یوسف علی خاں بیگ ۲۰  
(۳) سطر ۲۳ : اشارہ نہیں کیا کے بعد یہ الفاظ بڑھائے جائیں بلکہ خلافت توحید پیش من مل جانے کو نشان قدرت باری قرار دیا ہے۔

(۴) سطر ۱۰ - اعتراف کمالات سے متعلق حاشیہ : نواب نے دیوان مطبوعہ ۱۲۴ کے متعدد مقطعوں میں میرزا کو یاد کیا ہے۔ تین مقطع ملاحظہ ہوں :

کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا ۱۵  
ناظم اگرچہ میر بھی تھا خوش سخن و سے ہے ہم کوشیہ و اسد اللہ خاں پسند ۱۶  
ناظم ہمیں تتبع غالب پہ ناز ہے ہو گا کسی کو بے روی میر پر گھمٹ ۱۷

(۵) حاشیہ ۲۹ سطر ۹ و ۱۰ : امیر مینائی کے خطوط کا جو مجموعہ شاقب نے شائع کیا ہے اس کے دیباچے میں غالباً عالی کی زبانی مرقوم ہے کہ مطلع ذیل میرزا نے ناظم کو دے دیا تھا :

خوشی جینے کی کیا مرے کا غم کیا ہم ساری زندگی کیا اور ہم کیا  
نواب کے دیوان (مطبوعہ ۱۲۴) میں نہ یہ مطلع ہے نہ اس زمین میں کوئی غزل۔ نواب کا دیوان دوسری بار بھی چھپا تھا اور اس میں اشاعت اول سے زیادہ کلام تھا۔ خبر نہیں کہ یہ مطلع اس دیوان میں یا نہیں اس کا کوئی نسخہ اس وقت پیش نظر نہیں۔ دیوان ۱۲۴ میں ایک مقطع ہے :



ناظم یہ تار بجلی کی سہلی ہے راہِ نوب ۔ باتیں کریں گے یار ہو کتنا ہی ہم سے دور منہ  
یہ ممکن ہے کہ میرزا کا عطیہ ہو ۔ میرزا قدر کو کہتے ہیں : تار بجلی اور دھانی جہاز کے مضامین میں نے اپنے یاروں  
کو دیے ہیں (خطوط ۱۷۱)

(۶) حاشیہ ۲۹ سطر : میرزا کے ایک فارسی قصیدے میں جو سب چین میں شائع ہوا تھا نواب کی شاعری  
کے متعلق یہ شعر ہے :

ناظم کہ شور نظم نظامی نظام اور ۔ رہ بستہ برترانہ سودا در دیر (کذا) منہ  
(۷) حاشیہ ۳۰ سطر : جناب عرشی کی مراد مروجہ نسخوں سے ہڑ ورنہ دیواں اردو ۱۲۷۳ سے قبل  
دوبارہ چھپ چکا تھا۔

(۸) حاشیہ ۳۱ سطر : قرینہ یہ ہے کہ یہ قصیدہ جس زمانہ میں لکھا گیا تھا نواب کے پاس نہ پہنچ سکا۔ بعد کو  
اس کا خیال کیے بغیر کہ اس کے شکایت امین اشعار اُس زمانے کے لیے بھی جب ۵ ذیلیفہ بخار تھے، موزوں  
ہیں یا نہیں، تھوڑی ترمیم کے بعد پیش کر دیے۔

(۹) حاشیہ ۳۲ سطر تا ۴۱ : میرزا نے ، بیتوں کے جس قطعے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً نظم نہیں۔ اس نظم کے ۲۵ شعر  
سید حسین میں موجود ہیں۔ پہلا مصرع یہ ہے : تعظیم غسل صحت نواب کم گیر ۱۵ سب چین میں یہ نظم قصائد کے ذیل میں  
یہ واضح ہے کہ طبع ثانی کے مرتبے سابق ترتیب نہیں رکھتی اور اس کے ۶ شعر جو انتخاب یادگار میں ہیں  
وہ بھی دو شعر قصائد کے منتخب اشعار کے ساتھ قصائد فارسی کے عنوان کے تحت درج ہیں۔ جناب عرشی کا یہ  
بیان کہ انتخاب یادگار میں اس نظم کو قطعات میں شمار کیا ہے (حاشیہ ۳۳) صحیح نہیں، اس کی آخری بیت  
میں مادہ سے تالیخ ہیں۔ قطعہ غالباً منقطع ہو گیا۔

(۱۰) میرزا نے سیاح کو جولائی ۱۸۶۵ء میں قاطع برہان کے بارے میں لکھا تھا : پہلے بھی نواب مخفونے  
دو سوڑ پے بھیج دیے تھے، تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا، اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل  
کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو بھیجیں گے۔ وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء میں مر گئے۔ اپریل کا رپا ریس حال سے  
میں نے پایا، مصنف کتاب کا ربیانہ آیا، یاد دلاؤں گا، مگر اس مرحوم کا وعدہ سرشتہ دفتر سے نہ تھا جو از  
دفتر اس کی تصدیق ہو سکے "اور جو علی منہ امکا تیجے کسی خط میں اس کی یاد دہانی نہیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر  
ہے کہ قاطع برہان میں مطلقاً نواب یوسف علی خاں کے عطیہ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے خاتمے کی عبارت سے معلوم  
ہوتا ہے کہ نول کشور اس کے چھاپنے پر راضی نہ ہوتے تو اس کی اشاعت کی کوئی صورت نہ تھی۔ جناب عرشی نے  
یہ نہیں بتایا کہ دفتر اس کے متعلق کیا کہتا ہے۔

محاصرہ اپریل ۱۸۶۲ء : (۱) صفحہ ۳۸ سطر ۲۶ ہو گیا ہے کے بعد اضافہ : اشاعت ثانی میں تقریب کی وہ عبارتیں  
جن پر میرزا نے اعتراض کیے تھے ممکن ہو تو نقل کی جائیں۔

(۲) صفحہ ۳۸ سطر ۲۴ کے بعد اضافہ : نشر فارسی وہ اس سے قبل بھی لکھتے تھے اور تقریب سے قبل بھی اگر میرزا  
کو کوئی چیز دکھائی ہو تو عجیب نہیں۔ میرزا ۱۶ دسمبر ۱۸۶۲ء کو رام پور سے ملانی کو لکھتے ہیں : نظم کی لڑت توجہ  
نہیں نشر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں۔ بلالاسے طباطبائی کی طرز کو برتتے ہیں۔ خطوط ۱۲۲



(۳) صفحہ ۲۹ سطر ۲ کے بعد اضافہ: نواب میرزا کی وفات کے بعد ایک خط میرزا محمد تقی خان سپہر کو ایران بھیجا تھا، اس میں نواب اپنے عہد کے ہندوستانی فارسی گوہوں کی بد مذاقی کی شکایت کی ہے: دریں جزو زمان مذاق سخن گوئی و سخن شناسی اقلیم ہندوستان را الوداع گفتہ .. ہر یکے را بہ استخوان فروشی ابو الفضل و عرفی مشغول می بینم و از مداحی صبا و صباچی ملول .. مولفہ:

جز فیضی و فیضی ایں قدر ناساں گر جبرئیل باشد اور ابلید خوانند انتخاب یادگار ۱۳۴۲  
(۴) حاشیہ صفحہ ۴۰ سطر ۱: نواب کی مغلوب الغضب کا ذکر امیر مینائی مصنف آہ ایٹھوی رفتا میں ہے  
(۵) صفحہ ۴۱ سطر ۲ کے بعد اضافہ: میرزا تو نواب کے وظیفہ خوار تھے، نول کشور صاحب مطبع کا مال سیے۔ میرزا تفتہ کو رام پور سے لکھتے ہیں: منشی .. صاحب کی عرضی پیش ہوئی .. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بہ تقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے (خطوط ۱۳۴۲)

(۶) صفحہ ۴۳ سطر ۱۲ کے بعد اضافہ: میرزا نے کلب علی خاں کے عہد میں مدحیہ نظمیں اپنی تصانیف کے نسخے وغیرہ جو رام پور بھیجے یا وہ نظم و نثر جو خود رام پور میں لکھی گئی: ۱۔ رباعی فارسی تہنیت عمید ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ ۲۔ قصیدہ فارسی تہنیت جلوس میں تجلیے کہ زمونسی ربود ہوش بہ طور "یکم محرم ۱۲۸۲ھ" سے قبل رام پور بھیجا گیا۔ میرزا نے استدعا کی تھی کہ میرے اس دیوان میں کتب خانہ ریاست میں ہے درج کیا جائے، لیکن یہ قول جناب عرشی "خواہش تشنہ تکمیل رہی" (حاشیہ ۵)۔ یہ قصیدہ مکاتیب میں عہد مندی سے نقل ہوا۔ ۳۔ رباعی فارسی۔ غلے کا محصول معاف کرنے کا تاریخ ۱۹ محرم ۱۲۸۲ھ ۴۔ سات ابیات کا اردو قطعہ علاوہ نواب میں بارش ہونے کے شکر میں قوافی ہزارا بار وغیرہ ردیف برس۔ ۱۱ اگست ۱۲۸۵ھ۔

۵۔ تیرھویں اگست ۱۲۸۵ھ کے خط میں یہ الفاظ ہیں: ایک عبارت کا ایک جزو بہ طریق خط ایک نصف دشمن کو کھڑ کر چھپوا دیا .. نواب مرزا .. پانچ رسالے وہ میری طرف سے نذکرہ رانیس گے۔ جناب عرشی کا یہ قیاس کہ نامہ غالب کی طرف اشارہ ہے صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان نسخوں میں سے کوئی نسخہ رام پور میں موجود ہے یا نہیں۔ نامہ غالب عہد مندی میں شامل ہے۔

۶۔ قصیدہ مدحیہ فارسی زبہ دو چشمہ نور معروضیہ کاری ۲۱ اگست ۱۲۸۵ھ۔ اس میں کل تلمیحات شان امیر حمزہ سے لی گئی ہیں۔

۷۔ قطعہ تاریخ رحلت زوجہ نواب فارسی ستمبر ۱۲۸۵ھ۔ ۸۔ اتیسویں مارچ (۱۲۸۶ھ) کے خط کے ساتھ ایک فارسی مطلع جس کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہی ہے:

ہم در قیام زندہ نیم کز برائے خویش ۱۔ آں وقت لائے نافیہ ام از دو پاک خویش  
۹۔ اسی خط کے ساتھ ایک غزل فارسی "اے خداوند خردمند و جہاں داد دانا" اس کی نسبت میرزا نے لکھا ہے: ایک غزل کی طرز کی نئی بحر میں عرض کرتا ہوں یہ جشن حال کی نذر ہے .. بحر ہزج مثنیٰ سالم فعلاتن فعلاتن فعلاتن "اس غزل کی طرز کی ہو یا پرانی اس کی بحر ہزج مثنیٰ نہیں۔ شعرائے ایران کے بیان اس بحر میں بہت غزلیں ملتی ہیں۔ میرزا کا اسے ہزج مثنیٰ سالم کہنا تعجب انگیز ہے۔ اس بحر میں ۸ مفاعیلین ہوتے ہیں ۸ فعلاتن والی بحر کا نام رمل مثنیٰ مجنون ہے۔ ۱۰۔ قطعہ فارسی درج ہو



احمد علی احمد مصنف مزید برآں۔ قوانین انشاء، تناد وغیرہ ردیف کردہ است۔ میرزا نے اسے "اکمل المصابیح" میں یکایک رخصت کر کے اپنے اصحاب کو تحفہ بھیجا تھا (حاشیہ ۵۵)۔ ۳۱ جولائی ۱۲۶۷ء کو رام پنچا۔

۱۱۔ انتخاب دیوان اردو مرسلہ ۱۸ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ یہ ردی خانے میں تھا، خوش قسمتی سے جناب عرشی کی اس پر نظر پڑ گئی۔ ابھی حال میں بشمول انتخاب دیوان فارسی انتخاب غالب کے نام سے ریاست رام پور نے طبع کرایا ہے ۱۲۔ انتخاب دیوان فارسی مرسلہ ۲۳ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ ۱۳۔ انتخاب اشعار نیر مرسلہ ۲۴ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ نواب اساتذہ فارسی دادر کے منتخب کلام کی بیاض مرتب کرنا چاہتے تھے، یہ تینوں انتخاب اسی کے لیے نواب کی فرمائش سے میرزا نے بھیجے تھے۔ خبر نہیں کہ نواب اس ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں۔ ۱۴۔ قطعہ تاریخ فارسی نواب کی شرکت کونسل کے موقع پر ۱۸ نومبر ۱۲۶۷ء میرزا خواہش کے مطابق دبدبہ سکندری میں چھپوادیا گیا۔ ۱۵۔ فارسی رباعی ۲۰ مارچ ۱۲۶۷ء "نوروز و عید از دو جانب سال" میرزا نے اسے قطعہ کہا ہے اور سبچین میں بھی اس کی تقلید کی گئی ہے، لیکن "وراصل رباعی ہے"۔ ۱۶۔ رباعی فارسی مدحیہ مرسلہ ۶ اپریل ۱۲۶۷ء میرزا کی خواہش تھی کہ "دبدبہ سکندری کے آغاز میں اس کا چھاپنے کا التزام رہے" لیکن غالباً یہ خواہش بھی "تشنہ تکمیل" ہی رہی۔ ۱۷۔ قطعہ تاریخ نمائش گاہ رام پور، فارسی ۱۳ اپریل ۱۲۶۷ء۔ اس کے بارے میں بھی میرزا نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ دبدبہ سکندری میں طبع کر دیا جائے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ اس کے مطابق عمل ہوا یا نہیں۔ ۱۸۔ قطعہ اردو ۱۵ آیات "ہند میں اہل نسن کی ہیں دو سلطنتیں"۔ ۱۹۔ قطعہ عرشی امیر مینائی کے حوالے کیا گیا تھا (حاشیہ ۹۹) ان کے یہاں کی ردی جو حال میں ایک شخص نے خریدا تو یہ قطعہ ملا۔ ۲۰۔ شعر فارسی رمضان ۱۲۶۷ء۔ ۲۱۔ رباعی فارسی ۲۸ رمضان ۱۲۶۷ء "داؤد و شمس تو روز افزوں باد"۔ سبچین میں قطعہ کے ذیل میں درج ہوئی ہے ۲۱۔ تصویر میرزا مرسلہ ۲۰ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ چنانچہ کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ ۲۲۔ فارسی قصیدہ "تا چہ نیزنگ ست این کاندہر جہاں آردہ اند" اس کے اشعار انتخاب یادگار میں ہیں اور اس کا عنوان یہ ہے: "تہنیت خلعت مرسلہ ملکہ معظمہ بنابر حضور پر نور خلد اللہ منہم و اقبائہم"۔ مکمل قصیدہ سبچین میں ہے، غالباً رام پور میں لکھا گیا۔ ۲۳۔ نشر فارسی (کلیات شریعہ اول ۱۲۶۷ء تا ۱۲۷۰ء) یہ بھی غالباً اسی موقع پر رام پور میں لکھی گئی۔ ۲۴۔ اور ۲۳ کا ذکر مکاتیب میں نہیں۔ ۲۴۔ ایچ دلی کی طرف کوچ باران غالب۔ آج ہم حضرت نواب ایچ بھی مل آئے۔

یہ غزل بہ قول جناب عرشی (دیباچہ ۱۲۷۰ء) رام پور میں کلب علی خاں کے عہد میں کہی گئی۔ مکاتیب میں صرف مقطع پر غزل دیوان غالب کے نظامی ایڈیشن میں موجود ہے۔ فارسی کے کل اشعار بے استثنا سبچین کی دوسری اشاعت میں ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہی کیفیت اشاعت اول کی بھی تھی۔ قرینہ ہے کہ بہت سے اشعار دوسری اشاعت میں مکاتیب سے لیے گئے ہیں۔ کلیات نظم فارسی میں ان میں کا ایک شعر بھی نہیں۔ اردو کلام بھی دیوان اردو کے ان نسخوں میں نہیں جو رام پور کے قلمی نسخے کی نقل یا نقل و نقل ہیں۔

(۱) صفحہ ۲۴ سطر ۴ "مطبع" کی جگہ "مطبع حسنی" (۸) صفحہ ۲۵ سطر ۴ "انہیں" کی جگہ "یوسف علی خاں" (۹) صفحہ ۲۵ سطر ۲۲ کے بعد اضافہ: "دلی نعمت یا دلی نعمت" (۱۰) صفحہ ۱۲۱ سطر ۲: "وگی جی شگہ صحیح نہیں" اصل نام دیکھئے شگہ ہے! (یہ اردو کے شاعر بھی تھے اور راجا تخلص تھا۔) (خم خانہ جاوید جلد ۳ صفحہ ۳۷ و تبصرہ التواریخ)



## ذکر غالب (اشاعت دوم)

مصنف جناب الگ رام صفحات ۲۳۲، تقطیع مسکون

قیمت بی. شائع کردہ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

ذکر غالب کو باری میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، لیکن بہت طویل تبصرہ کی بنیاد میں گنجائش نہیں۔  
اچار بہت سی باتیں جو کہنہ کو قابل میں قلم انداز کی جاتی ہیں مگر جو کچھ قبط تحریر میں آ رہا ہے یہ بھی  
مصنف کے معلومات 'طریقہ سیرت نگاری' طرز فکر اور پہنچ تحقیق کی نسبت رائے قائم کر دے گی۔  
نامانی تھیں:

(۱) مصنف ذکر غالب کے خاندانی حالات لکھنے کے بعد ان کی ولادت کا ذکر یوں کیا ہے: "میرزا غالب  
۸ رجب ۱۰ کو پیدا ہوئے۔" ۸ رجب کو مرزا غالب تھیں، ایک بچہ عزت النساء بیگم کے بطن سے پیدا  
ہوا تھا جو تخلص ساتھ ذکر دنیا میں تھیں آیا تھا۔ حالات زندگی کا اس طرح شروع کرنا عہد حاضر  
کی روش نہیں۔

(۲) سیرت نگار کو واقعات لازماً تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کرنا چاہیے۔ ذکر غالب میں  
اس سلسلہ قاعدہ کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں، مثلاً صفحہ ۶۲ میں ۱۸۴۷ء کو واقعات مندرج  
ہیں اور صفحہ ۶۵ میں ۱۸۳۵ء کا ایک واقعہ ملتا ہے۔

(۳) عادات و اخلاق کا ایک خاص باب قائم کیا ہے، یہ بھی عہد حاضر کی روش کی خلاف ورزی۔ واقعات  
زندگی اس طرح بیان کرنا چاہیے کہ عادات و اخلاق کا الگ ذکر کرنا کی ضرورت نہ رہے۔

(۴) محققین کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی بات لکھتی ہے جو عام طور پر معلوم نہیں تو اگر خرد ان کی  
تحقیق پر مآخذ بتا دے، اور کسی ہم عصر کی تحقیق پر تو اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ مصنف ان امور کو یہی جو  
اب محقق ہو گئے ہیں، بیش تر حوالہ دیتے ہیں، لیکن معاملہ اس کے عکس ہے، تو عموماً ای غیر ضروری تصور کر دے  
ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ان کی تحقیق ہے اور مآخذ کا ذکر نہیں تو اس کی صحیح یا غلط ہونی کا فیصلہ کس

۱۔ لٹن اسٹراچی کی سیرت و کٹوریہ میں یہ دیکھی کہ وہ وکٹوریہ کی پیدائش کا ذکر کس طرح کرتا ہے۔ ۱

عہد حاضر میں سیرت نگاری کی پسندیدہ روش گویا ہے، اس کی باری میں آندری مورڈا اور میرٹھ کلن  
وغیرہ کی تحریریں دیکھی۔



طرح کیا جاسکتا ہے: اور کسی ہم عصر کی لیا ہی اور اس کا حوالہ نہیں دیا، تو ان پر سب سے زیادہ الزام عائد ہو سکتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) ص ۴۱ غالب لکھنؤ میں تھی کہ ایک مشاعرہ بڑی پیمائی پر ہوا جس میں غالب نے ایک غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے "وہاں منچ کر خوش آتا ہے ہم جو ہم کو اچھے"

(ب) ص ۴۱ کی حاشیوں میں ایک شعر غالب کی طرف منسوب کیا ہے جس کی بنا پر ان کو بھوپال جاذب کا دعویٰ کیا جاتا ہے، شعر دیوان غالب میں نہیں اور مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ انھیں کہاں ملا۔  
(ج) ص ۲۹ دھند میں اگر وہ کان فاری دو توں کا نام لے رہی ہیں تو ان کا وجود کی وجہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ غالب کی کتب نشینی کے زمانہ میں اگر وہ "گویا۔۔۔ فارسی زبان کا مرکز تھا"

(د) ص ۲۲۲ غالب "میاں کاڑی" صاحب کے مرید تھے۔

(ه) ص ۱۰۸ یہ اطلاع کہ غالب نے ظفر کا سکہ کہا تھا، انگریزوں کو گوری سنگر جاسوس سے ملی تھی۔

(و) ص ۱۲۴ غدد کے دونوں میں غالب کے پاس دسائیر کا قلمی نسخہ تھا۔ دسائیر اس کے بہت پہلے چھپ چکی تھی، غالب کی تحریروں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے پاس قلمی نسخہ تھا یا مطبوعہ۔

(ز) ص ۱۲۶ "معلوم ہوتا ہے کہ... مشتری اور... زہرہ... نے بھی اس معرکہ میں حصہ لیا تھا۔۔۔ بعض... کا خیال ہے کہ شمس نے خود اعتراض لکھ کر ان دونوں کے نام سے شائع کیے تھے۔"

(ح) ص ۱۲۵ عبدالسمیع قبول اسلام سے پہلے زردشتی مذہب کے موید تھے۔ موید ہونا مصنف کو سوا کسی نے نہیں لکھا۔

(ط) ص ۱۱۱ احمد بخش خاں کی بانی مرزا غالب کے والد کے وفات سے پہلے ہی مرچکی تھیں۔

(ی) ص ۱۱۱ غالب کے والد اپنی سسرال میں مرزا دولہا کا نام سے مشہور تھے "یعنی یہ کہ یہ نام سسرال والوں نے دیا تھا۔"

(ک) ص ۱۱۱ غالب کا مقدمہ قمار بازی انور وزیر علی خاں کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔

(ل) ص ۹۲ یہ تجویز کہ غالب وایسرا کے درباری شاعر مقرر کی جائیں۔

(م) ص ۱۱۱ اہل تشیع کی اس تحریک کے باوجود کہ غالب کی تجہیز و تکفین ان کے مذہب کے مطابق ہو

نواب ضیاء الدین احمد خاں... اور حکیم محمود خاں نے مانی "یہ واقعہ حالی نے لکھ لیا مگر ان کے بیان میں کہیں حکیم محمود خاں کا نام نہیں آیا۔ حکیم محمود خاں کے متعلق جو کچھ ذکر غالب میں ملتا ہے وہ مصنف کا تحقیق معلوم ہوتا ہے۔"



(۵) ذمہ دار مصنف کسی ایسی امر کی نسبت جیسی۔ اچھی طرح نہیں جانتی کچھ کہنی سگریز کرتی ہیں اور اظہارِ رائے مانگ کر یہ تو اپنے صدقہ و علم کر دیتی ہیں۔ مصنف اس دستور پر کار بند نہیں۔ غالب خود معترف ہیں (مصنف شاید اس کو انکسار سمجھتی ہوں) کہ میں تاریخ کی الجھن محض ہوں (ناورلت غالب ص ۲۹) اور خود مصنف کی بھی تاریخ ایران کی محض دور کی صاحبِ سلامت ہے، لیکن اس کا باوجود انھیں غالب کی متعلق یہ لکھتی ہیں تاہل نہ ہوا کہ وہ تاریخ ایران پر بہت حد تک حاوی تھی (ص ۲۶)۔ تاریخ ایران کی متعلق مصنف کی معلومات کا اندازہ بیان ذیل کی طرح ہو گا:

مصنف کا قول ہے کہ ”مورخوں نے یہاں (ایران) کی شاہی خاندان کو ابتدائی عالم سے زبرد گرد۔ بیگ پانچ سلسلوں میں تقسیم کیا ہے: آبادی، چینی، شائی، یاسائی اور گلشائی۔ دن میں کی پہلی چار کی متعلق ہمارا علم بہت محدود ہے اور جو کچھ ہو وہ بھی تاریخی اعتبار سے کچھ ایسا قابلِ اعتماد نہیں۔ البتہ جب ہم.. گلشائیوں تک پہنچتے ہیں تو... کچھ کچھ اجالا نظر آتی لگتا ہے“ شاہ نامہ فردوسی میں کیورٹ پہلا بادشاہ ہے (گل شاہ اسی کو کہتے ہیں) اور اس کی پیشتر کسی بادشاہ کے نہ یونانی واقف ہیں نہ عرب نہ خود ایرانی۔ تیرھویں صدی ہجری کی بعض ایرانی مورخ (مثلاً صاحبِ تاریخ التواریخ) جو آبادی وغیرہ خاندانوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دساتیر کو زردشتیوں کی کتاب مقدس سمجھتی ہیں اور دساتیر پہلی کتاب ہے جس میں ان خاندانوں کا نام اور کسی قند حالات ملتے ہیں۔ دساتیر ایک جعلی کتاب ہے جو عہدِ اکبری میں تصنیف ہوئی ہے (تفصیل کسی دوسری موقع پر) اور کیورٹ کی قبل کی جتنی شاہی خاندانوں کا اس میں ذکر ہے وہ سب مصنف دساتیر کی مخلوقات ذہنی ہیں نہ صرف یہ کہ جو دھاریاں نہیں لکھتی، اساطیر ایران کی بھی ان کا کچھ سروکار نہیں۔ تاریخ ایران میں ان کا ذکر میرت حزرہ (داستان امیر حزرہ نہیں) میں نہ ہو رہنِ سعدان، زردشاہ باختری اور افراسیاب، باجادو کے ذکر کے برابر ہے۔ دساتیر کی پہلی کچھ لوگ دھوکا کھائی، لیکن اب مشرقِ مغرب کی اہل نظر میں ایک بھی نہیں جو اس کی معجوبیت کا قائل نہ ہو۔

مصنف نے گلشائیوں کو گروہوں میں منقسم کیا ہے: پیشدادی، کیانی، اشکانی اور ساسانی لیکن وہ مادی اور ہنر منشی شاہانِ ایران کا ذکر نہیں کرتے، حالانکہ ان کی تاریخی حیثیت مسلم ہے اور ان کے چار گروہوں میں کی پہلی دو اساطیری ہیں تاریخ جن کو واقف نہیں۔

یہ خبریں مصنف کیورٹ کو کس رُردہ میں داخل کیا ہے، ان چاروں میں کو توہ کسی، ہوتی ہیں سکتا اس پر کہ پہلی کی ابتدا ہوشنگ کے ہوتی ہے جو اس کی نسل کو تھا۔



مصنف ذی تاریخ ایران کے متعلق اپنی تحریر (ص ۱۲ تا ۱۴) میں صرف ایک جگہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور یہ شاہ نامہ فردوسی کی 'مراکھنوں' ذی ایسی باتیں بھی لکھی ہیں جو فردوسی کی یہاں بالکل نہیں یا مختلف طور پر ہیں۔

مصنف کیو مرث کی نسبت رقم طراز ہیں کہ ایرانی اس کی مانتی ہیں 'جشن سده کی ابتدا اسی کی اور شہرستان کی رسم بھی اسی کی ڈالی'۔ "مورخوں کا یہ قول بھی اکھنوں کی نقل کیا ہے کہ وہ دنیا میں آئین جہاں یانی کا بانی تھا۔" کیو مرث کی نبوت کا ذکر دساتیر میں ہے 'زردشتیوں کے عقیدے میں پہلا انسان تھا جو عمر بھر تنہا رہا اور جس کی نسل کا آغاز ایک خاص طور سے اس کی مرثیہ کے بعد ہوا' اس کی پیغمبری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شاہ نامہ وغیرہ میں اس کی پہلا بادشاہ مانا گیا ہے 'لیکن' یہ بھی زردشتی عقیدے کے خلاف ہے۔ اور باتیں جو مصنف ذی لکھی ہیں فردوسی کی یہاں نہیں۔

مصنف کی بیان کے مطابق (اور فردوسی بھی یہی کہتا ہے) ہوشنگ کیو مرث کا پوتا تھا، لیکن زردشتی روایات کے بموجب وہ اسی کی پوتی کا پوتا تھا۔ مصنف کا قول ہے کہ ایرانی اس کی بھی مانتی ہیں اور اس کے ایک صحیفے جادو ان خرد کا مائونڈ زمانہ میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس کی پیغمبری کا ذکر صاحب دساتیر اور دساتیر کو مائونڈ والوں کے سوا کسی ذی نہیں کیا۔ جادو ان خرد دساتیر کی طرح ایک جھول کتاب ہے۔

مصنف ذی تی جام جمشید کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کی زردشتی نا آشنا ہیں اور فردوسی کی یہاں تی جام جہاں میں کا ذکر کیخسٹر کے بیان میں آتا ہے، ضحاک کے متعلق لکھا ہے کہ 'لوگوں نے اس کی علیحدہ کر دیا' اور اس کی جگہ... فریدون کو اپنا حکم ران تسلیم کر لیا۔ اس کی مغزولی شاہ نامہ میں ہے اور وہ زردشتی روایات کے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ فریدون نے اس کی جنگ میں شکست دی تھی۔

مصنف لکھتے ہیں کہ فریدون کا ایک بیٹا ایرج ظہورث کی نوای اور دیوٹی تو رسم دختر ضحاک کے بطن سے نکلا۔ شاہ نامہ میں صراحتہ ذکر ہے کہ جمشید پسر ظہورث کی دو بہنیں تھیں: شہر نواز اور نواز ایرج ایک کو اور تور و سلم دوسری کے بطن سے نکلا۔ جمشید کی ولادت کی باری میں روایات اور شاہ نامہ میں جو اختلاف اس کا ذکر یہاں ضروری نہیں۔

● عہد ہوشنگ میں آگ کی دریافت کا بیان ہے دساتیر میں

آبادیوں کا جہانہ بتایا ہے کہ کیو مرث کے ان گنت برس قبل ہی حساب کیے جاتے تھے یہاں ہاشنگ کی بھی کچھ زیادہ ہے اس صورت میں کسی طرح ممکن ہے کہ کیو مرث کی پہلی شہر آبادیوں اور وہ آئین جہاں یانی کا بانی ہو۔



سلاجوقی ترک ہیں جن کی قومی روایات میں کہیں افراسیاب کا نام نہیں آیا (افراسیاب  
اساطیر ایران سے تعلق رکھتا ہے تاریخ سے نہیں) اور ابتدا میں انھوں نے کبھی افراسیابی ہونے کا  
دعوئی نہیں کیا، لیکن جب ایک سلاجوقی بادشاہ کی مصلحت اس کی مقتضی ہوئی تو اس کی شہرت  
دی گئی کہ سلاجوقی افراسیاب کی نسل سے ہیں۔ غالب اساطیر و تاریخ میں فرق نہ کر سکتے تھے اور  
تاریخ کو بہ قول خود نابلدہ محض تھے، وہ بہ یک وقت سلاجوقی اور افراسیابی ہونے پر فخر کرتے رہے مصنف  
نے سلاجوقیوں کا افراسیابی النسل ہونے کو قطعی قبول کر لیا ہے ص ۱۳۔

مصنف نے غالب کو صرف تاریخ دان ہی نہیں "خالص پارسی زبان اور اس کی صرف و نحو  
خصوصاً پارسی تہذیب اور اس کے متعلقات پر بھی بہت حد تک ہادی" (ص ۱۶) ہونے کا مستند گواہ

اور دستینوں کے متعلق لکھا ہے کہ "خالص پارسی" میں ہی اور اس میں ناموں کے سوا عربی یا کسی اور زبان  
کا لفظ استعمال نہیں کیا ص ۱۳۱ مصنف کو گزارش ہے کہ وہ الفاظ ذیل کا جو دستینوں (اشاعت ۱)  
میں نامی میں "خالص پارسی" ہونا ثابت کریں: جلو ۱۰، ماتم ۱۱، بسیل ۱۲، تمغاس ۱۳، یام ۱۶، اردو ۱۸،  
میگزین ۱۹، ہنر ۲۰، فرماش ۲۹، یورش ۳۰، نوکری ۳۰، ترانج ۴۹۔

۵) مصنف کا رویہ غیر جانب دارانہ نہیں، مثلاً قاطع برہان کی بارگاہ میں ان کا قول ہے کہ اس  
میں غالب نے "شوخی طبعی اور بے رحمی کو ہر دکھا دی ہیں" اور وہ اسے پسند نہیں کرتے تو اس لیے کہ  
۹ "علمی مسئلوں کی تحقیق میں شوخی اور ظرافت نہیں بلکہ کہ مسانت اور سنجیدگی درکار ہے" یہی غالب  
کو مخالف تو ان کے متعلق ان کا فیصلہ ہے کہ ان کے ہاتھوں "شرم و حیا اور تہذیب و شرافت کی مٹی  
پلید ہوئی" ہے۔ "وہ ظرافت کا اہل نہیں تھے، پھلکا باز نہ پر اتر آئی" ص ۲۱۱ و ۲۱۲ میں  
اپنی طرف سے کچھ کہہ بغیر غالب کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر دے گا: "لوصیان ایران میں  
میرسم ہے کہ چند بد معاشی جمع ہو کر ایک امرد کو کچھ دکر باغ میں یا کسی مکان میں ڈھاتی ہیں اور  
نوبت بہ نوبت اس کو اعلان کرتے ہیں اسی جماعت میں سے ایک شخص اس امرد کا سر کپڑے رہتا ہے  
سو اس کو پانچویں صفحہ میں مولوی جی (یعنی آغا احمد علی) لوگوں کی ہمتیں کرتے ہیں اور بلاتے ہیں کہ  
آؤ اور دکنی کا سر کپڑو" تیغ تیز ص ۵۷ (دکنی کو مراد مصنف برہان قاطع)۔

برہان قاطع میں آذر بردن مادر لکھا ہے "غالب نے قاطع برہان کی دونوں اشاعتوں میں اس  
پروین راہ زنی کی ہے" چادر باندہ شستن و مادر را آوردن بجا نیست ص ۱۲ اسی طرح ایک جگہ



مولف برہان قاطع کو اس بنا پر کہ اس کو بہ زعم غالب ایک قسم کی تین غلطیاں ہوئی ہیں، اور  
یہ سب گہا ہے۔ (درفش ص ۱۲) و غالب نے علی گڑھ میگزین ص ۲۱۲۔

(۶) مصنف کی مختلف قسم کی غلطیاں اور فرگذاشتیں:  
(الف) ص ۱۵۱ پدر غالب کو باری میں لکھا ہے کہ انھیں اپنی باپ کی وفات کے پہلے "نہ دنیا کی فکر  
تھی نہ اپنی"۔ یہ مان بھی لیا جاتا ہے کہ انھیں باپ کے مرنے کے بعد نوکری کا خیال ہوا، جب بھی یہ ثابت نہیں  
کہ وہ ایک لائالی طبیعت کے آدمی تھے۔

(ب) ص ۱۵۲ علی بخش جہاں کا تخلص رنجور لکھا ہے۔ یہ نہ شاعر تھی نہ تخلص تھی نہ معاصر تھا  
(ج) ص ۱۵۳ "شرح مآء عامل جامی" یہ کتاب جامی کی نہیں۔

(د) ص ۱۵۴ "شراب نوشی کی عادت مرتد دم تک نہ چھٹی" جھوٹا داتا ہے کہ سید وزیر الحسن عابدی  
عناوب ذی غالب کی ایک رباعی شائع کی تھی جس کے ترک شراب کا ثبوت ملتا ہے۔

(ه) ص ۱۵۵ "ان میں مذہبیت کا عنصر پیدا ہو گیا۔ اس کے پہلے ان کی مہر یہ کہہ تھا، اسد شد  
خان عرف میرزا نوشہ، مگر اب جوئی ہر اکھوں" ۱۲۳۸ھ میں تیار کروائی اس پر کتہہ ہے محمد اسد  
خان، یہ دونوں مہر احسن عظیم الشان ذہنی انقلاب کی شاہد ہیں، اس کی تشریح الفاظ میں نہیں  
کی جا سکتی "۱۲۳۸ھ کے بعد کہ کثرت خطوط میں جن پر ان دونوں کے مختلف مہر ہیں اور جو یقیناً  
کہ ان کے بعد بنی ہوئے اور ان میں لفظ "محمد" نہیں اگر اس کا اقتداء ذہنی انقلاب کا شاہد ہے تو اس کا  
خذف بھی بے معنی نہیں ہو سکتا، مگر مصنف نے ایک لفظ بھی اس کے متعلق نہیں لکھا۔

(و) ص ۱۵۶ غالب جب کلکتہ گئے تو وہاں ان کے اغراض میں ایک خاص مشاعرہ ہوا "ذی حوالہ مکتوب  
غالب بہ نام محمد علی خان" مگر جس عبارت پر اس بیان کی بنا ہے کہ کلکتہ میں ہر انگریزی جیسے کو پہلے  
انوار کو مشاعرہ ہوا کرتا تھا، اور انھیں مشاعروں میں سے ایک میں غالب ذی اپنی شرکت کا حال  
محمد علی خان کو لکھا ہے:

"سخنوران... ایسے بقیہ پس از ورود این خاکسار بزم سخن آراستہ بودند، در ہر شاہ شمس  
انگریزی روز یک شبہ نخستین سخن گوئی در مدرسہ فراہم شدہ تھی۔"

(ز) ص ۱۵۷ غالب کی گرفتاری کو باری میں کلام عاصی کا حوالہ دیا ہے، لیکن وہ تفصیل جو عاصی  
ذی میں "قلم انداز کر دی ہیں" حال آں کہ ان کا تعلق غالب کو تھا، لیکن نصف صفحہ میں شمس الدین



اصد خان کے باب میں ایک فقیر کا ڈر کیا جس کا غالب کو کچھ سروکار نہیں۔

(ج، صفحہ ۶۹) ولی عہد دہلی نے غالب کا ۴۰ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا (ملاحظہ فرمائیے) ۱۶۵  
(ط، صفحہ ۷۳) مصنف نے ۱۸۵۷ء میں غالب کا کر نیل براؤن کو سامنے جانا اور ان کے سوال پر  
اپنے کو آدھا مسلمان کہنا لکھا ہے، لیکن انتخاب غالب جو ایک مطبوعہ کتاب خود غالب کی لکھتی تھی  
ہو اور جس کا مطالعہ ان کے لیے واجبات سے تھا، دیکھی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ خود غالب کی تصریح  
کہ مطابق یہ جواب انھوں نے کر نیل کو سامنے پہنچنے سے پہلے راستہ میں ساراجی کو دیا تھا۔ عذر کی کوئی  
کوئی مفصل انگریزی تاریخ ان کی نظر سے گزری ہوتی تو انہیں اس کا پتہ بھی چلتا کہ کر نیل کا صحیح نام  
برٹن ہے (ملاحظہ ہو MALLESON کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۸۶)

(د، صفحہ ۱۱۵) دیوان فارسی کا نام جو خانہ آرزو ہے۔ یہ صحیح نہیں، تمغید پنج آہنگ نوشتہ  
علی بخش خاں کو جس پر یہ دعویٰ ملتی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نام جو خانہ آرزو سر انجام تھا۔  
(ک، صفحہ ۷۷) غالب کو دادا کا عہد محمد شاہ میں ہندوستان آنا لکھا ہے، مگر یہ ثابت نہیں  
معلیق الملک کی ملازمت سے اس زمانہ میں ہندوستان آنا لازم نہیں آتا، ان کی وفات عہد احمد شاہ  
میں ہوئی ہے۔

(ل، صفحہ ۱۴۸) قاطع انقطاع کی بارے میں بغیر حرا نہ لکھا ہے کہ کسی نے غالب کو پوچھا کہ حضرت آپ نے  
اس کا جواب نہیں لکھا، تو کہا کہ اگر کوئی گدھا تمھارے کلات مارے تو کیا تم بھی اسے کلات مارو گے؟ یہی  
بات غالب نے محرق قاطع برہان سے متعلق بھی کہی تھی (حواشی مآثر غالب)۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ دو تین  
کی نسبت ایک ہی بات کہی ہو۔

(م، صفحہ ۱۵۲) ”فہم در خاں میری سببی سبائی کا تو اسے ہے اس نے ایک اخبار نکالا ہے۔“ اشرق  
الاخبار۔ اس کو چرچہ کر معلوم کر لو کہ تمھارا ایک اعتراض قلیل کلام پر چھپا گیا ہے۔“ (غالب  
یہ نام سیاح ۲، فروری ۱۸۶۷ء) مصنف غالب کی عبارت بالا کو نہ سن کر کو لکھتی ہیں:

”لطیفہ یہ ہو کہ کسی مولوی صاحب نے اس اعتراض کا جواب دیا تو میرزا کو اکمل الاخبار میں  
جواب الجواب چھپوانا پڑا سیاح کو لکھتی ہیں:

”واقعی اعتراض کے جواب ایک مولوی نے لکھی ہیں، اس منفرد اکمل الاخبار میں دیکھو جو تم کے کلام  
کے یہی انداز سے تم بھی کلام کرو۔“ (۱۹ اپریل ۱۸۶۷ء) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب الجواب  
سیاح کے نام سے نہیں چھپا تھا۔“



یہ مسلم کہ اشرف الابرار میں سیاح کی طرف سے ایک اعتراض قتل پر چھپا تھا، مگر مولوی نے کسی کے اعتراض کا جواب دیا تھا یہ قطعی نہیں؛ اگر قیاساً یہ کہا جاوے کہ سیاح کے اعتراض کا جواب تھا، تو جواب الی جواب کا خواہ وہ کسی کو نام سے ہو کہاں ذکر ہے جو بصنف ذیہ لکھ دیا کہ اس کے معلوم ہوتا ہے کہ جواب الی جواب سیاح کے نام سے نہیں چھپا تھا؟

(ن، ص ۱۵۷) عادات و اخلاق کے باب کی ابتدا غالب کے حلی سے کی ہے، حلی کے عادات و اخلاق سے کچھ تعلق نہیں۔

(س، ص ۱۶۷) "مرزا ہمیشہ ولایتی فریخ شراب پیتی تھی اور وہ بھی خاص طور پر اولڈ ٹام اور کاسٹین"۔ اولڈ ٹام کے نام ہی کے ظاہر ہے کہ یہ فریسی نہیں، دوسری شراب بھی غالباً فریسی نہیں۔

(ع، ص ۲۰۴) "ہندوستان کے فارسی لکھنؤ والوں میں بعض نام نہایت مشہور ہیں۔ بخسرو فیضی... بیدل... ناصر علی... احسان اللہ ممتاز" قاضی محمد صادق خاں اختران میں سے وصف اول کے لوگوں میں ہیں، غیاث الدین، غوث رامپوری، قتیل، عبدالواسع، السوی، غنیمت... واقف... وغیرہم اگرچہ ان کے پانی کے نہیں، لیکن پھر بھی ہندوستانی فارسی نویسوں میں بہت مشہور ہیں۔ ممتاز اور اختر کا نام خسرو وغیرہ کے ساتھ لیا بڑا ادبی گناہ ہے، ان دونوں سے تو قتیل و غنیمت و واقف کا بھی مرتبہ بلند تر ہے۔ غیاث الدین اور عبدالواسع کی شہرت فارسی لکھنؤ والوں کی حیثیت سے نہیں، اور نہ غیاث الدین کا تخلص غوث ہے۔

(ن، ص ۳۶) نفس بلرزہ زیادہ سبب کلکتہ، نگاہ خیرہ زہنگامہ الہ آباد غالب کے اس شعر کی بنا پر لکھا ہے کہ "سفر کلکتہ میں غالب کے خلاف ایک ہنگامہ کلکتہ میں بھی ہو تھا" مجھے شبہ ہے کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح غلام امام شہید کے تھا۔ "میں اس وقت یہ کہتا تھا کہ قاصر ہوں کہ ہنگامہ الہ آباد" کے غالب کی کیا مراد ہے، لیکن یہ شعریات فارسی طبع اول میں موجود ہے اور اس کو بہت بعد کے ایک خط میں غالب نے خبر کو شہید کے متعلق لکھتے ہیں: "مولوی صاحب

کو میری ملاقات جب وہ دلی آئی تھی۔ ہوتی تھی، شرفا میں تعارف بنا کر محبت... چہ جائے آنا کہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ ہوا ہو، اور ملاقات کے اس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو دریا۔ نہیں آیا، اور میری اس قوت کے اس ماہ کے مولوی صاحب آپ کے ہم نشین و ہمدم تھے۔ آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔" (الدور، ص ۲۰۲)۔ اس کو صاف ظاہر ہے کہ غالب دشہید میں کبھی کوئی نزاع نہیں ہوئی۔



## احوال غالب

مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو ص ۲۹ قیمت

۹ روپے شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند۔

”احوال غالب“ غالب اودان کے بعض تلامذہ واقربا سے متعلق چند مضامین کا مجموعہ ہے جن میں کچھ نئے ہیں اور کچھ کسی نہ کسی شکل میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ترتیب میں جو مضمون نگاروں کے نام دیے گئے ہیں، اس کا طریقہ نامناسب ہے، امید ہے کہ آئندہ کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے گی کہ اعتراض کا موقع ملے۔ تنہا نوشتہ مرتب میں پاکستان کے لیے لفظ سند کا استعمال غلط صحیح ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آج تک کسی مشرقی شاعر یا ادیب کی تصاویر کو جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا گیا جس قدر اس مجموعے میں ہے۔ ”دوسرے مشرقی شاعروں اور ادیبوں کی تصویروں سے متعلق میرا علم اس قدر کم ہے کہ مجھے اس معاملے میں سکوت کے سوا چارہ نہیں بچتا البتہ کہہ سکتا ہوں کہ غالب کی اتنی تصویریں کہیں اور نہ ملیں گی۔ اس مجموعے میں غالب کے دو شاگردوں کی تصویریں بھی ہیں، ان کا شمول ہے سوال پیدا کرتا ہے کہ دوسرے تلامذہ نے کیا تصویر کیا تھا کہ وہ اس سے محروم رہے۔ سخن کی تصویر کے بارے میں مرتب کو یہ بتانا تھا کہ کہاں سے ملی ہے۔ فرضی تصویریں بے تکلف اصلی تصویریں دیکھنے کی طرح پیش کی جا رہی ہیں، ہر تصویر کے ساتھ یہ اطلاع ضرور ہونی چاہیے کہ کہاں سے دستیاب ہوئی ہے۔

جناب رشید احمد صدیقی اپنے مضمون ”غالب اور ٹیگور“ میں فرماتے ہیں: ”ارباب علم و فن کو بہ حیثیت شاعر، بہ حیثیت شخص، بہ حیثیت علامت ادب، بہ حیثیت ادارہ متعارف کرانے کا مشکل و فخرم کام سب سے پہلے سید احمد خاں۔ اور ان کے برعزیرہ رنیتق کار۔ حالی نے انجام دیا۔ ان کے بعد کالج کے دو۔ فرزندوں



ڈاکٹر سید محمود... اور ڈاکٹر عبدالرحمن بھٹو نے غالب کی اہمیت و عظمت کو نقد و نظر کے جدید طریقوں سے اپنا تعریف اور تحریف میں جتا کر سید احمد خاں و حالی سے قبل ذکا و سرور و کریم الدین و غیرہ غالب کے تراجم اپنی کتابوں میں درج کر چکے تھے۔ حالی نے غالب سے متعلق ایک مستقل کتاب البتہ سب سے پہلے لکھی ہے۔ "کالج" کے دو فرزندوں میں سے ایک کی تحریر کا تو کسی سنجیدہ علمی بحث میں ذکر ہی نفی ہے، دوسرے کی نسبت جناب کلیم الدین احمد جو رائے ظاہر کی ہے اس سے مجھے کامل اتفاق ہے۔ اس مضمون میں یہ بھی مرقوم ہے کہ غالب نے آثار الفوائد کے "کچھ نسخے" خرید کر دوستوں کو بھیجے تھے؛ اور ثبوت صرف ایک کا دیا ہے۔

• غالب کے حالات میں پہلا مقالہ "جناب سید مسعود حسن رضوی کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اس کی علت خطی اس مضمون کا پیش کرنا ہے جو غالب کی وفات کے بعد ہی "ذخیرہ بالگو بند" میں جو ایک ماہنامہ تھا شائع ہوا تھا۔ اس میں دو باتیں ہیں: غالب کا نثری مہین چوہا نا جو مستعد مزہ ہے لیکن ناممکن نہیں اور غالب کا غالب کے علاوہ نوشتہ مخلص ہونا جو غلط محض ہے۔ ماہنامہ مذکور کے آخر میں آزاد کا لکھا ہوا قلم تار کے وفات ہے، جس میں غالب کی فارسی کی بڑی تعریف ہے؛ لیکن ان کی اُردو نظم و نثر قطعاً نظر انداز ہوئی ہے۔

غالب نے اپنا ترجمہ خود مدکرہ مظہر الحق کے لیے لکھا تھا؛ یہ اور اس تذکرے کا اشتہار جو ایک پرانے اخبار میں لکھا تھا، رسالہ اُردو میں ایک تمہید کے ساتھ چھپا تھا۔ جناب اظہار ملک نے غالب کی تحریر غالب کے خود نوشت حالات کے عنوان سے پیش کی ہے۔ مرتب کو کیا پیر تھا کہ اردو میں جو کچھ شائع ہوا تھا، اسے بجنسہ احوال غالب میں شامل کر لیتے، اور ضروری سمجھتے تو آخر میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دیتے۔ احوال غالب کے مضمون میں بعض امور جو اشتہار سے معلوم ہو سکتے تھے قیوٹ گئے ہیں، اور بعض غلط باتیں درج ہو گئی ہیں۔ مظہر الحق کے والد کا نام مظہر علی نہیں، ظہور علی تھا۔ نام مظہر الحق تھا یا مظہر حق، مضمون میں کبھی یہ ہے کبھی وہ۔ باوجود اس کے کہ اشتہار میں



غالب کی تقریظ کا ذکر ہے، اور یہ پنج آہنگ میں موجود بھی ہے، مضمون میں یہ مطلقاً قلم انداز ہوئی ہے۔ اشتہار میں صریحاً "تذکرۃ الشعراء فارسی" ہے مضمون سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شعراء ہند کا تذکرہ ہے، اور اس میں فارسی کے علاوہ "ہندی" اشعار بھی۔ جسے حقیقت کیا ہے، جسے اس کا علم نہیں، اشتہار میں جو کچھ نفا سے نظر انداز نہ کرنا تھا۔ صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ تذکرہ مذکور کے کسی قلمی یا مطبوعہ نسخے کا اب تک پتا نہیں چلا۔ "نخاۃ جاوید جلد اول کے دیبچے میں مصنف نے اپنے مآخذ کی جو فہرست دی ہے، اس میں تذکرہ منظر الحق بھی ہے۔ قریب بہ یقین ہے کہ یہ تذکرہ زیر بحث یہ ہے۔

"مرزا غالب کا نسب نامہ" خواجہ غلام الدین، یا قلم دیوبندی خلف خواجہ دانا، مترجم بوستان خیال کا لکھا ہوا ہے، اور راقم نے حقیقت و افسانہ کا امتیاز اٹھادیا ہے۔ تاریخ سے اس کی واقفیت کا یہ عالم ہے کہ اس کے خیال میں اگر بیہوشوں اور سندھیا کی جنگ نجف خاں کے زمانے میں ہوئی ہے۔ غالب کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کے یہاں بیک لڑکا ہوا، مگر زندہ نہ رہا۔ خود غالب نے ۷ اولادوں کا ذکر کیا ہے۔

"مرزا غالب در حدیث دیگیاں" نوشتہ مرتب میں غوث علی شاہ، ریاض الدین امجد، خواجہ عزیز الدین اور صفیر بگرامی کی غالب سے ملاقاتوں کا حال لکھا ہے۔ اور باتیں پہلے بھی منظر علم پر آچکی تھیں، کچھ چیزیں ریاض الدین امجد کی ملاقات کا ذکر ہے۔ غوث علی شاہ کے حوالے سے جو کچھ قوم ہے اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں، ایک یہ کہ غالب ان کی ہر میسرے روز دعوت کیا کرتے تھے، اور اپنی نوشی کی وجہ سے ان کے ساتھ کھاتے نہ تھے۔ دوسری یہ کہ سرور کے سوا کسی اور کو کس کتاب کی "عمدہ" ہے، غالب نے چار رویش کا نام لیا تھا، اور فسانہ عجائب سے متعلق استفسار پر اس کی سخت مذمت کی تھی۔ اس وقت یہ پتا نہ تھا کہ سائل کون ہے، حقیقت معلوم ہوئی تو اس کی تلافی کے لیے شاہ صاحب کو لے کر سرور کی قیام گاہ پر گئے اور عبارت آرائی "کا ذکر پھیر کر فسانہ عجائب کی تعریف میں یہ کہا کہ" ایسی عمدہ شرن بہم ہوئی نہ آئے ہوگی، "آرزو صاحب نے لکھا ہے کہ جس انداز میں شاہ صاحب نے اپنے



متاثرات کا اظہار کیا ہے اور غالب کے اخلاق و عادات کی تصویر جس طرح کھینچی ہے، اس سے غالب ہی نہیں، خود شاہ صاحب کے اخلاق پر روشنی پڑتی ہے۔ اگر فسانہ عجائب کے بارے میں متناقض رائے کا اظہار بھی اس کے نزدیک "اعلیٰ اخلاق کا نمونہ" ہے تو مجھے سخت حیرت ہے۔ شاہ صاحب کے حوالے سے ایک قطعہ بھی غالب کی طرف منسوب کیا ہے اس کا مصراع آخر ہے: "اگر زیادہ و کم باشد آن نمناہ من است" ڈاکٹر محمد اسحق نے شاعرات فارسی پر انگریزی میں جو کتاب لکھی ہے، اس میں کسی کتاب کے حوالے سے یہ قطعہ ماہ لقا جیلہ آبادی کے نام سے مندرج ہے۔ میں اس وقت یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں کہ دراصل کس کا ہے۔

"غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک" ایک دلچسپ مضمون ہے جو جناب حمید احمد خاں کے رسعات قلم سے ہے۔ اس میں بعض امور محل نظر ہیں: (۱) عارف غالب کے منہ بولے بیٹے تھے۔ یہ امر افسوس کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مضمون میں ہے کہ "میں سے ثابت نہیں۔" انہیں فرزند کہنا چاہی کہنا نہیں، یہ لفظ انہوں نے تندر کے لیے بھی استعمال کیا تھا (۲) "نواب معظم زمانہ بیگم" لفظ نواب شاہی خاندان کی سگیا اور عہدِ اعظم کی برہنہ بی بی کے لیے مخصوص ہے (۳) غالب نے کٹھ پتلی کے تماشے کے لیے عیسائی خاں کو ۲۰ روپے دیے۔ دوزیادہ قدرتی قیاس ہے۔

جناب مالک رام نے ایک قمری شخص کی طرف سے "میرزا غالب کے حالات" عادات اور خصائص" لکھے ہیں اور آخر میں تاثرین سے یہ سوال کیا ہے: "ذہان سے کہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے کیا آپ کے خیال میں یہ اتنا ہی مستقیم ہے کہ آپ اسے ماننے سے انکار کر دیں؟" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی موجودہ مواد کی مدد سے تردید کی جاسکتی ہو تو یہ صحیح نہیں: (۱) وہ کہتے ہیں کہ مولوی کی وفات کا ذکر شاہ کالے صاحب کے سامنے ہوا۔ شاہ صاحب کی وفات کا قطعہ تاریخ دیوان میمن میں موجود ہے (۲) فارسی کی ۴۴ رباعیوں کی شاعرانہ یہ بتائی ہے کہ شاہ میمن ہمارے شاہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا ذکر غالب اور وہ میرزا شفا میں کے سامنے کیا تھا۔ غالب نے یہ رباعیاں اسی خواب کے بارے



میں لکھی ہیں۔ رباعیاں خواب سے ضرور تعلق رکھتی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ یہ  
 غازی الدین حیدر شاہ اودھ کا خواب ہے۔ غالب نے رباعیاں حسام الدین حمید  
 کے لیے لکھی تھیں اور یہ پنج آہنگ کی اشاعت اول میں موجود ہیں جس کا زمانہ  
 انطباع ۱۳۳۵ء سے قبل ہے (۳) آرزو نے خود آکر غالب کو شرکت مشاعروہ کی  
 دعوت دی تھی اور میر نے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں ساتھ لیتا آؤں گا۔ طرح یہ تھی:  
 عمریہ یا نم نے آید، دلائم بخائید۔ غالب نیز کی محبت میں مشاعرے میں شریک ہوئے،  
 طرحی غزل پڑھی اور آئندہ سے دلو حاصل کی پنج آہنگ اشاعت اول سے ثابت ہے  
 کہ مشاعرہ غالبانیر کا تھا اور آئندہ عکالت کی وجہ سے اس میں شریک بھی نہ ہو سکتے تھے۔  
 ظاہر ہے کہ اس کا زمانہ ۱۳۳۵ء سے جو جناب مالک نے منہ لکھا ہے قبل تھا (۴)  
 شعاع مہر کا زمانہ اوائل ۱۳۳۵ء بتایا ہے، لیکن یہ اس کے بعد چھپا ہے اور اس وقت  
 غالب یا عزیز کی نظر سے نہیں گزری تھی (تفصیل تبصرہ خطوط غالب) اس تحریر کی  
 دلچسپی میں کلام نہیں، مگر تحقیقی مضامین کے مجموعے میں انسانی کا شعول معذوں نہیں۔  
 ”غالب کی خاندانی پشتون مہر کا مضمون ہے اور اس میں مرزا فرحت اللہ  
 بیگ مرحوم نے غالب کے خاندان کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، اس کی موثر تردید کی گئی ہے۔  
 میرزا صاحب کے بیانات کھٹا یا بہت بڑی حد تک فرائد الدین اقام کی تحریر پر مبنی تھے،  
 اس مضمون میں اس کا ذکر نہیں۔ خواجہ حاجی اور مرزا افضل بیگ سے متعلق غالب کے  
 بعض اقوال بھی صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ جناب ہر نے معاملے کے اس پہلو کی طرف  
 کافی توجہ نہیں کی: (۱) غالب کہتے ہیں کہ خواجہ حاجی نصر اللہ بیگ خاں علم غالب کے  
 سائیس تھے۔ یہ درست ہے تو ان کی شادی غالب کی بہن کی حقیقت خند سے کس طرح  
 ہوئی؟ جناب مہر کا خیال ہے کہ خواجہ غلاب کا سسرالی خاندان پتہ زوال آگیا تھا اور  
 یہ وجہ اس رشتہ کی ہوئی۔ ایسا زوال کہ اس خاندان کی بڑی ایک سائیس سے یہاں  
 جائے، کہیں سے ثابت نہیں اور غالب نے لکھا ہے: ”آں کا فر غدار (خواجہ حاجی)  
 پس از مردن عم میاں گندہ چند را کہ ملاں بیگ (افضل بیگ) لذات با بود با خود  
 گرد کردہ“ نقد و تنسی: اس پر ذیل و خیر و خیر کا علم مرزا پاک خود وہ افضل بیگ



کے متعلق غالب یہ بھی بیان ہے کہ وہ نہرا لٹریچر کے نوکری تھے، یعنی ایک جگہ ان کے لیے لفظ "مزاد" استعمال کر چکے ہیں جو ایسے لوگوں کے لیے آتا ہے جو ہم عمر ہوں۔

گر برس دو برس غالب ستر میں بڑے بھی تھے (اور غالب اس وقت دس برس کے تھے) تو کسی ذمہ دارانہ خدمت کے قابل نہ تھے، خود مختار ہوں تو اور بات ہے۔ مزید یہ کہ اس عمر کا آدمی اس سادش میں کس طرح شریک ہو سکتا ہے جو نفات نھرا لٹریچر جگہ خاں کے بعد خواجہ حاجی نے کی تھی۔ افضل بیگ اگر بہت ہی ادنیٰ درجے کے آدمی تھے تو پھر ان کے بھائی مرزا اکبر بیگ کی شادی غالب کی بہن سے کس طرح ہوئی؟

غالب نے امین پر جو مقدمہ ازالہ حبثیت عرفی کا دائرہ کیا تھا اس کی مش ڈاکٹر عبدالحق کو مل گئی تھی اور انھوں نے اسے ایک تہذیب کے ساتھ رسالہ اردو میں شائع کیا تھا۔ مقدمہ کی رد واد میں تہذیب اسحوال غالب میں شامل کر لی گئی ہے، مگر تعجب ہے کہ اس کے ساتھ کی ایک چیز (انگریزی) اخبار کا مضمون جو اردو میں دیا گیا تھا، کیوں اس قابل نہ بھی گئی۔ ڈاکٹر عبدالحق کی تہذیب تہذیب بھی اغلاط سے خالی نہیں۔ قاطع برہان کی اشاعت ثانی کا سال انطباق بھی نہیں، اور قاطع القاطع اور تھرق قاطع برہان کے نام غلط درج ہیں

دہلی سوسائٹی اور مرزا غالب ڈاکٹر حبثیات اردو لٹریچر کا تحریک کردہ ہے۔ یہ قہقہے محلوں کا حامل ہے اور بڑی احتیاط سے لکھا گیا ہے۔

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کا خیال ہے کہ "ادبیات میں ملکی اور غیر ملکی سوال کی ابتدا اور ایرانی ہندوستان کا آغاز تقریباً اسی (عبدعلا اللہ بیگ خلیجی) زمانے سے ہو گیا ہے اور معتقدین تسلیم بلکہ غالب میں جو مغایرہ ہے، اسی انداز کی ایک "گڑبگڑ" ہے۔ انھوں نے اپنے مضمون "محرر غالب و صاحبان قہقہہ" میں لکھا ہے کہ عبید معاصر خسرو نے جو یہ کہا ہے کہ

خلط افتاد خسرو راز خسامی کہ سبک پخت درد و یک نظامی

ایرانی "عقوب" کی ایک مثال ہے مگر عبید کا ایرانی ہونا ثابت ہے یا نہیں اس پر



انہوں نے مطلق غور نہیں کیا۔ خسر و کوکل ایرانیوں نے بالاتفاق مانا ہے، بلکہ ایرانی شاعروں نے ایک درجہ پہلے خسر و کا الزام لگایا ہے، مجید کے شعر گوہندی و ایرانی نزاع سے کچھ سروکار نہیں۔ خسر و جو خمسہ نظامی کا جواب لکھا تھا ایک عناصر نے اس پر اپنی خنکی کا اظہار کیا ہے اور اس۔ مطلب یہ کہ تمنا مانے نہیں کہ نظامی کا مقابلہ کرو۔ خسر و کے وطن سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

ڈاکٹر منوہر سہلے، انور نے رجماں شیطانی کے وجود سے انکار کیا ہے، مگر ڈاکٹر فاروقی اس کے باوجود اسے حزیں کی تصنیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ کتاب موجود ہے اور نہ آراء کے علاوہ کسی اور نے اسے حزیں کی طرف منسوب کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ آرزو نے جو اعتراض کیے تھے، محض اس نے انہیں قابل اعتنا ہی نہ سمجھا۔ کتاب مذکور غالباً صحیح گلشن میں درستہ کی تصنیف بتائی گئی ہے، یہ بھی قابل قبول نہیں کہ درستہ نے آرزو کی کتاب کا جواب لکھا اور اس کا نام رجماں شیطانی رکھا۔ وہ اپنے تصانیف میں آرزو پر اعتراض کرتا ہے، مگر ہمیشہ ان کا احترام ملحوظ رکھتا ہے۔ موصوف نے ابوالفضل و فیضی، بیدل و نام علی اور سودا سے متعلق حزیں کے احوال نقل کیے ہیں، مگر ان کا مستند کتابوں میں ذکر نہیں۔ مضمون میں باد مخالف کے جو اشارے پیش کیے گئے ہیں وہ روایت آخر کے ہیں، حالانکہ معارف کلمتہ کے زمانے میں اس روایت کا وجود کم نہ تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حامیان قتل نے جو کچھ کہا ہو خود قتل نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میر اکھلام مستند ہے، بلکہ ثمرات البدائع میں اس نے صاف صاف لکھا ہے کہ سند صرف ایرانیوں کی مقبول ہے۔ اس مضمون میں یہ قول بالکل قلم انداز کیا گیا ہے۔ نزاع کلمتہ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ غالب پر اعتراض ہوا تو انہوں نے خود ایک ہندوستانی شاعر، بیدل کا شعر سند میں پیش کیا تھا۔ مگر کہ غالب و حامیان قتل، ہندی و ایرانی نزاع کے سلسلے کی ایک کڑی ہے بھی یا نہیں مجھ اس میں خسر ہے۔

مرزا غالب کی تصویریں "مرتب کا مقالہ ہے۔ اس میں کچھ اضافہ کیا جاسکتا ہے اور بعض امور سے اختلاف بھی ممکن ہے، لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ محنت سے



لکھا گیا ہے۔ انہوں نے ایک تصویر کا ذکر کیا ہے جو کسی زمانے میں ڈھاکہ کے نسوڑ  
کھیات غالب میں شامل تھی اوداب پٹنہ میں ہے۔ نسخہ مذکور خود ان کی نظر سے  
گزر رہا ہے تو تعجب ہے کہ انہوں نے اس کا زمانہ کتابت نہیں لکھا۔ حقیقت اس کے  
برعکس ہے تو انہیں اپنا ماخذ بتانا چاہیے۔

”شہزادہ محمد عبدالعزیز“ میرا مضمون ہے جو علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں  
”غالب کا ایک فرضی استاد“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اسی میں طباعت کی بیک  
فائنس غلطی رہ گئی ہے، ص ۲۶۲ میں ”فاریالی“ کی جگہ ”فاریابی“ ہو چکا ہے۔  
”امراؤ بیگم“ نوشتہ جناب حمید احمد خاں، غیر جانبدار انا ساز میں  
لکھا گیا ہے اور اس میں زن و شو کی کشمکش اچھی طرح دکھائی گئی ہے، گمراہ کا یہ  
بیان کہ الہی بخش خاں کو ”شہزادوں کا مساعیش و آرام میسر تھا“ قابل قبول نہیں۔  
اور یہ بات کہ وہ ”شہزادہ“ ”مکلف“ کے عرف سے مشہور تھے، اس صورت میں مانی  
جاسکتی ہے، جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اندر سبھا کی اشاعت کے وقت ان کا عالم  
”سوانحی“ تھا۔ یہ مسلمات سے ہے کہ وہ ۱۹۳۲ء میں فوت ہوئے ہیں، اور  
اندر سبھا اس کے بہت بعد لکھی گئی ہے۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ الہی بخش خاں کا  
لقب اس قدر مشہور تھا کہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی لوگ لکھنؤ میں اس سے واقف  
تھے اور نمائندے جو اندر سبھا کے ہیر و کانام مکلف رکھا تھا تو وہ اس سے بے خبر  
نہ تھے۔ مجھے اقرار ہے کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

”میرزا باقر علی خاں، کامل“ جناب حمیدہ سلطان کا مضمون ہے اور سرسری  
طور پر لکھا گیا ہے۔

”من کیستم“ میں راقم نے اپنا حال لکھا ہے اور خواجہ قمر الدین راقم ”اسی  
موضوع پر میرزا رفیق بیگ کا لکھا ہوا مضمون ہے۔ یہ دو مضمون اور راقم کا ”نائب  
غالب“ غالباً اصل ایک ہی کے مضمون کے مختلف ٹکڑے تھے۔ ان کو الگ الگ درج  
کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا، یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ علی تلامذہ غالب میں سے صرف



راقم اس قابل کیوں سمجھے گئے کہ ان کے متعلق مستقل مضامین شامل کتاب ہیں۔ کاظمی  
 سے متعلق بھی جو مضمون ہے اس کا شمول باعث اعراض ہو سکتا ہے۔ ان کا ذکر ہے تو  
 غالب کے ادراقر با کس جرم پر نظر انداز ہوئے۔ آخر میں جناب ناظمہ سلیم ہمدانی کا  
 مضمون "غالب کے چند اعزہ" ہے جس نے کتاب کا صرف ایک نسخہ لیا ہے۔ کتاب  
 میں اغلاط طباعت بکثرت ہیں۔ انجمن ترقی اردو ہند علی نہیں، تجارتی اور سیاسی  
 ادارہ ہے اس سے شکایت نا حاصل ہے۔"

(معاصر حصہ ۹)



تبصره خطوط غالب

خطوط غالب جلد کا تبصرہ اپریل ۱۹۴۲ء کے معاصر میں چھپ چکا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں اور عرض کرنی چاہتا ہوں۔

(۱) میرزا حاتم علی مہر کے نام کا ایک خط تفتہ کے خطوط میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ غلطی غالباً ابتدا ہی سے چلی آتی ہے خطوط غالب میں اس کی تصحیح نہ ہو سکی۔ اس خط کا شمار ۵۸ ہے اور صفحہ ۵۷ پر مندرج ہے اس کے ضروری اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"بھائی صاحب! ہم کتابیں بھیجی ہوئی برنور دار منشی شیو زائن کی یہ ۱۲ نمبر کو نہیں۔ کاغذ اور سیاہی اور خط کا حسن دیکھ کر میں نے اندر سے یقین جانا کہ طلانی کام پر یہ کتابیں طاؤس بہشت بن جائیں گی مگر دیکھتے تھے کوانی کا دیکھنا تک پہنچ رہا ہے۔ آپ پر تمہاری تساہل کا گزر رہا ہے تو کیونکر رہا؟ ہاں متاف... بیت مناسب سے زیادہ دیر نہ لگائے.. یا ابھی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیری حفظ و اماں میں مجھے تک پہنچ جائے.....

مرسلہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۷ء عیسوی"

نتیجہ کے نام کا خط ۷۰۵ بھی اس تاریخ کا لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ خود اس خط سے واضح ہوتا ہے غالب نے اسے سکندر آباد بھیجا تھا۔ اس کی عبارات زیریں توجہ طلب ہیں:-

”کل“ ۱۲ تاریخ نومبر کو شیش بجے ہوئی بر خوردار شیونرائیں کی پنچیس کاغذ خطا قیطع، سیاہی چھاپا سب خوب۔۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی صفا کی تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے اُجکل پہنچ جائیں۔“

انطباق و مستنبط کے سلسلے میں جو خطوط غالب نے 'تفتہ' شیوہ تراش 'مہر و غیرہ کو لکھے تھے ان کے پڑھنے والوں سے یہ بات چھپی نہیں ہے کہ سات جلدوں کی "ترتیب" کا کام مہر کی نگہ رانی میں اکبر آباد میں ہو رہا تھا۔ تفتہ کو اس کچھ سرور کا رد نہ تھا۔ خط ۵۸ کا 'مکتوب الیہ مہر کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

(۲) خط ۶۹ (بہ نام تفتہ) کی نسبت حاشیے میں یہ اعتراف موجود ہے کہ اردو۔ یہ معنی کے ان نسخوں میں جو اکمل المطابع دہلی نے چھاپے تھے یہ ایک علیحدہ خط نہیں بلکہ خط ۶۹ کا خاتمہ ہے۔ دوسرے مطابع کے شائع کردہ نسخوں میں اگر یہ ایک الگ رقعہ ہو تو ہوا کرے؟ یہ نسخے اکمل المطابع کے نسخوں کی نقل یا درنقل درنقل ہیں۔ خط ۶۸ کے خاتمے کو ایک الگ خط قرار دینے میں البتہ ان مطابع نے اجتہاد سے کام لیا ہے اس کی تقلید دوسرے کیوں کریں؟

(۳) میرزا مہر کے نام کے خطوط کو ایک خاص وجہ سے بہ غور پڑھنے کا اتفاق ہوا تو یہ احساس ہوا کہ متعدد خطوط کے زمانہ کتابت کی نسبت جو المذاہبات دی گئی ہیں وہ غیر صحیح یا ناقص ہیں :

خط ۱: اس کا زمانہ تحریر درج نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ پرشاد و واجب کی رائے میں یہ ۵ مارچ ۱۹۵۷ء سے قبل لکھا گیا ہے اس لئے کہ خط ۲ کی تاریخ تحریر ۵ مارچ ۱۹۵۷ء بتائی گئی ہے۔ خط ۲ سے بعد کو بحث ہوگی خط ۱ کے زمانہ کتابت کی تعیین کے لیے عبارات ذیل کی طرف رجوع کیا جائے۔



(الف) میرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھ دینا۔

”شکر اسلام بود در زین ایماں بالنبیؐ اے نو غالب ز نظر مہر تو ایمان من ست“

(خط ۳۴ بہ نام تفتہ ۳۹ چوبیسویں جون ششہ اور خط ۴۱ اٹھارہویں جولائی ششہ کا لکھا ہوا ہے خط ۴۰ کی تاریخ تحریر مندرج نہیں۔)

ب ”سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے۔ خدا کرے خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو۔ احیائاً اگر نہ دیکھا ہو تو اب میرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجئے گا۔۔۔ جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے تھے کہ خط لکھا ہو تو کیوں کر جواب کی تمنا نہ ہو؟“ (خط ۱ بہ نام مہر)

ج ”میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اُس کا جواب آگیا۔“ (خط ۴۱ بہ نام تفتہ مرقومہ ۱۸ جولائی ششہ۔ غالب کا پہلا سلام خط ۴۰ میں ہے اس سے قبل کے کسی خط میں مہر کا نام تک نہیں آیا۔ مہر نے اس کے جواب میں خط لکھا غالب کا خط ۱ اسی کے جواب میں ہے۔ خط ۴۱ میں غالب نے تفتہ کو اطلاع دی ہے کہ مہر سے خط و کتابت کا آغاز ہو گیا ہے۔ خط ۴۱ میں صرف خطوں کے آنے اور جواب دینے کا ذکر ہے ان کے مطالب کی طرف مطلق اشارہ نہیں۔ خط ۱ کی تاریخ تحریر کا تعین نہیں ہو سکتی لیکن اس بنا پر کہ ۱۸ جولائی ششہ تک مہر کے دو خط غالب کو مل چکے تھے اور ایک خط غالب بھی مہر کو لکھ چکے تھے۔ اس میں شبہ کی مطلق گنجائش نہیں کہ خط ۱ اوائل جولائی ششہ کا لکھا ہوا ہے۔

خط ۲: یہ ظاہر اس خط کی تاریخ تحریر خط ۳۱ (بہ نام تفتہ مرقومہ ۵ مارچ ششہ کی ۷ دے معین کی گئی ہے۔ لیکن خط ۲ میں خط ۴۱ کی طرف اشارہ نہیں۔ تفتہ اور مہر کے نام کے چند خطوں کی عبارات ذیل ملاحظہ ہوں: ”اے میرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں۔ مہج تو کلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں۔ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں“ (خط ۱ بہ نام مہر۔ اس کی تحریر کے وقت تفتہ اکبر آباد میں نہ تھے لیکن غالب کو یقینی طور پر اس کا علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔)

ب ”تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤں گا تمہارے اُس خط کا جواب نہ لکھ سکا بعد چند روز کے۔ تم کو آگرہ میں سمجھ کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی تک یہاں نہیں آئے“ (خط ۴۳ بہ نام تفتہ مرقومہ ۵ مارچ ششہ) اس تاریخ کو تفتہ اکبر آباد میں تھے لیکن غالب کو یہ علم تھا کہ سکندر آباد میں ہیں اور وہیں کے پتے سے یہ خط بھیجا گیا تھا ج ”کل میں نے تم کو سکندر آباد میں سمجھ کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے۔ خیر۔ آج یہ خط تم کو اکبر آباد بھیجتا ہوں“ (خط ۴۴ بہ نام تفتہ ۵ مارچ ششہ)

ج ”یہ بھی تو مجھ کو نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک خطا۔ کہنے لگے کہ کول میں ہیں اب میں جبرائیل ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتا کیا لکھوں؟ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔“ (خط ۴۵ بہ نام تفتہ ۷ مارچ ششہ) وہ تاریخ ہے جب غالب کو یہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہ تھا کہ تفتہ کہاں ہیں۔ اور انھوں نے تو کلت علی اللہ سکندر آباد بھیجا تھا

غالب کی عبارات کے آخر میں تو فیضاً میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ ثابت ہو کہ خط ۲ میں جس خط کی طرف اشارہ ہے وہ خط ۷ ہے اس لیے خط ۲ کی تاریخ تحریر بھی وہی ہے جو خط ۷ کی ہے یعنی ۲ مارچ ششہ



خط ۳: اس کا سال کتابت ۱۱۵۵ء بتایا گیا ہے جس سے صحیح نہیں سمجھتا۔ ذیل میں ان تمام امور سے جو زمانہ تحریر پر روشنی ڈال سکتے ہیں یکے بعد دیگرے بحث کی جائے گی۔

الف غالب لکھتے ہیں: "عہدہ وکالت مبارک ہو۔" اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ جس زمانے میں خط ۳ رقم ہوا ہے مہر وکالت کرتے تھے۔ لیکن جب تک صحیح طور پر یہ علم نہ ہو کہ وکالت کی سند کب ملی تھی اور کس زمانے میں وکالت کرنے تھے۔ تاریخ تحریر کی تعیین میں اس سے مدد نہیں مل سکتی۔

ب غالب لکھتے ہیں کہ یوسف علی خاں عزیز نے آٹھ دس ماہ سے دہلی میں مکتب قائم کر رکھا ہے۔ عزیز کے خطوں کا مطالعہ تو کسی نتیجے پر نہیں پہنچاتا۔ لیکن مہر اور شیونرائٹ کے نام کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز تلاش روزگار میں گھر سے باہر نکلے تھے اور اگر آباد وغیرہ میں مقیم تھے لیکن غالباً خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ غالب نے ۱۴ مارچ ۱۱۵۵ء کو شیونرائٹ کے نام کے خط میں لکھا ہے "ان دنوں برخوردار ہر یوسف علی خاں ہاں آئے ہوتے ہیں انکو بلا کر کہنا کہ اچھا ہوئی چلے ڈ۔ وہاں جو مجھ سے ملو گے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔" قرینہ ہے کہ عزیز اسی کے بعد دہلی گئے اور اگر جاتے ہی مکتب قائم کر لیا تو خط ۳ کا زمانہ تحریر اواخر ۱۱۵۵ء یا اوائل ۱۱۵۶ء ہے۔

ج خط کی ابتدا میں مہر کی ایک مثنوی تعریف ہر اور اس کا ایک شعر نقل کیا ہے۔ آخر میں یہ لکھا ہے کہ عزیز شعاع مہر دیکھ رہے ہیں۔ شعاع مہر مہر کی نظر سے نہیں گزری لیکن خواجہ عشرت مرحوم نے اب بقا میں تحریر کیا ہے کہ "مثنوی ہے جو ۱۱۵۵ء میں بطبع جلدی آکر دیں طبع ہوئی ہے۔ یہ وہی مثنوی ہے جس کی تعریف غالب نے اپنے خط ۲ میں لکھی ہے اس میں نگارین بیگم۔ پر سلطان محمود کا عاشق ہونا نظم کیا ہے غالباً وہ مثنوی جس کا شعر خط میں منقول ہے شعاع مہر ہی ہے، اس کے مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخے کے دلی پہنچنے کا ذکر ۱۱۵۵ء کے مخالف نہیں اس لئے کہ ۱۱۵۵ء کے چند مہینے ۱۱۵۵ء میں پڑتے ہیں۔ لیکن اس خط میں بیان بخشائیش کا بھی ذکر ہے۔ یہ غالب کو اس وقت تک نہیں ملی تھی۔ میں نے اسے بھی نہیں دیکھا، لیکن غالب یہ ہو کر نام تاریخی ہو۔ بیان بخشائیش سے ۱۲۷۶ء نکلتا ہے اور اس سال کا آغاز اکتوبرین جولائی ۱۱۵۹ء کو ہوا تھا۔ اور اس کی تاریخ انجام ۱۹ جولائی ۱۱۵۹ء ہے اگر میرا قیاس کلام سے تاریخ نکلتی ہے صحیح ہو تو خط ۳ کسی طرح ۱۱۵۵ء کا نہیں ہو سکتا۔

خط ۴: "پروردگار! یہ پیش آید اقبال نام کو مبارک کرے۔۔۔ فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تجھ دولت کا ہاتھ اتنا مع نیک نامی اس سے بہتر دنیا میں کوئی بات نہیں۔ اب یقین ہے کہ خدمت شریفی ملے۔"

۱۱۵۵ء (دہلی) مہر مطبوعہ ۱۱۵۵ء سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۵۵ء میں مہر کو عہدہ شریفی کی سند ملی تھی ۱۱۵۵ء کے اس سال اخبار میں ایک قطعہ تاریخ چھپا تھا۔ اس سے ۱۱۵۵ء میں مہر کا عہدہ شریفی پر تقریر ثابت ہوتا ہے۔ اور کسی حد تک مہر کی ایک نظم سے بھی جو مصرعہ غدر سے قبل لکھی گئی ہے اور واجد علی شاہ کی مدح میں ہے اس کی تائید ہوتی ہے نظم کے دو شعر یہ ہیں۔ دونوں کے درمیان کا ایک شعر میں نے حذف کر دیا ہے۔

یہ کل کی بات جو میں حاکم عدالت تھا کیا ہر شوق قدس شائے نایاب مری مدد کرے شاہ نجف میر عرب مہر پڑا ہوا ہوا پنا چھوڑ کر گھر بار (دیوان ص ۱) اس سے بھی پنا چھوڑ کر کسی جہ سے غدر کے قبل ہی یہ نوکری نہ رہی تھی۔ اگر آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی وکالت کی امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد منصفی ملتی تھی تو ظاہر ہے کہ ۱۱۵۵ء سے بھی قبل کیل جو چکے ہوئے اگر ایسا نہیں تو نوکری چھوڑنے کے بعد امتحان دیا ہوگا۔

۱۱۵۵ء مہر میں تقریظ عہدہ بندی میں موجود ہے۔ لہٰذا انجمن ترقی اردو کی شاخ کردہ جہتہری کے مطابق۔



دیوان کے حصے ۴۷۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نے سات انگریزوں کی جان خدر میں بچائی تھی اور اس پر خلعت اور جاگیر ۱۸۵۹ء میں ملی تھی "مبارک خلعت و جاگیر اے مہر" مصرع تاریخ ہے۔  
 صاف ظاہر ہے کہ غالب نے اسی کی مبارک باد دی ہے۔ مہریش پرشا و صاحب کا خط ۴ کو خط ۴ سے جس کا زمانہ تحریر انھوں نے ستمبر ۱۸۵۹ء لکھا ہے قبل رکھنا کسی طرح ٹھیک نہیں۔ خط ۴۔ ۱۸۵۹ء کا ہوا ہے۔

خط ۵: خط ۵ اس زمانے میں لکھا گیا ہے جب تفتہ ہاترس تھے اور دستنبو کے کے لے جو قطعہ تاریخ مہر نے لکھا تھا وہ غالب کی نظر سے گزر چکا تھا تفتہ کے نام کے خطوط اور شیو زائن کے نام کے خطوط کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خط ۵ اداکل ستمبر ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔

خط ۹ و ۱۰ و ۱۱: ان پر کوئی تاریخ درج نہیں لیکن آٹھواں خط ۲۹ ستمبر ۱۸۵۹ء اور بارہواں خط ۲۰ نومبر ۱۸۵۹ء کا ہے۔ تعجب ہے کہ خط ۹ کا ماہ کتابت نہیں بتایا گیا خود اس خط سے پتا چلتا ہے کہ اکتوبر کا لکھا ہوا ہے۔ اور چونکہ جس زمانے میں یہ لکھا گیا ہے تفتہ اگرہ میں تھے اور ۳۳ اکتوبر ۱۸۵۹ء سے قبل ہاترس چلے گئے تھے (خط ۵ بہ نام شیو زائن) خط ۹ یقین ہے کہ ۲۳ اکتوبر سے پیشتر تحریر ہوا ہو۔ خط ۱۱ میں تفتہ کے ہاترس میں ہونے کا ذکر ہے۔ یہ اواخر اکتوبر یا اداکل نومبر کا ہے خط ۱۱ بے شبہ ہے نومبر کا ہے اور ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء سے قبل کا ہے اس لیے کہ ۱۳ نومبر کو شیو زائن کی مرسلہ کتابیں غالب کو بل گئی تھیں اور خط ۱۱ میں مرقوم ہے کہ "مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں۔"

خط ۱۳: خط ۱۳ کی تاریخ زیر نہیں بنائی گئی لیکن اس لکھا ہے کہ شیو زائن نے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا۔ یہ دو خط ۲۰ نومبر اور ۳۰ نومبر کے ہیں۔ (۱۱ و ۱۲) خط ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء کے پہلے ہفتے میں لکھا گیا ہو گا۔

خط ۱۴: خط ۱۴ کا صرف سنہ دیا ہے لیکن خود خط میں تاریخ ۲ دسمبر موجود ہے۔  
 خط ۱۵: اس کا صرف سنہ درج ہے لیکن اس میں غالب کی ایک غزل کا مطلع جو شیو زائن کو بھیجی گئی تھی خط ۱۸ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ء بہ نام شیو زائن سے معلوم ہوتا ہے کہ خط ۱۵ کا زمانہ تحریر ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ء کے کچھ ہی قبل ہو گا۔  
 خط ۱۶: خط ۱۶ کا زمانہ کتابت ۱۸۵۹ء بتایا گیا ہے لیکن میں بہ ظاہر شعاع مہر کی طرف اشارہ ہے جس کے کچھ اشعار غالب تک پہنچے تھے۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو خط ۱۶ خط ۲ سے پہلے کا ہے۔ اور اس بنا پر کہ خط ۱۳ میں غالب نے مہر کے قصیدے کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس خط میں قصیدے کی تعریف ہے۔  
 خط ۱۷: خط ۱۷ سے تو ترے۔ خط ۱۷ میں بھی مہر کے ایک قصیدے کی ستائش کی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ تینوں خطوں میں ایک ہی قصیدے یا مختلف قصیدوں کی طرف اشارہ ہے۔

ملاحظہ اس گنتی کو سلجھانے سے قاصر ہے۔  
 خط ۱۸ و ۱۹: خط ۱۸ کا زمانہ تحریر مرقوم نہیں لیکن خط ۱۸ کا سال کتابت ۱۸۵۹ء لکھا ہے خط ۱۹ مہر کی محبوبہ کی تعزیت میں ہے جو ۲۹ مئی ۱۸۵۹ء کو ہوئی تھی۔ (ص) خط ۱۸ اس کے کچھ بعد لکھا گیا ہو گا۔ اور خط ۱۹ بھی اسی کے لگ بھگ تحریر ہوا ہو گا۔

(۱۴) جو مہر کے نام کے پہلے خط کا زمانہ کتابت معین کیا گیا لیکن پنج آہنگ کے ایک خط سے اس کے



زمانہ تحریر پر روشنی پڑتی ہے۔ (ملاحظہ ہو تبصرہ مکتب غالب،  
 (۵) مہر کے خطوط اس بنا پر کہ ان کے نام کا پہلا خط اوائل جولائی شہ ۱۳۰۷ء کا ہے۔  
 ر، اور علانی کے نام کا پہلا خط [بہ موجب بیان مرتب ورنہ ایک خط جس کا ذکر تبصرے میں  
 آچکا ہے اس سے بھی پہلے کا ہے ۲۷ رمضان ۱۳۰۷ء] کا ہے، علانی کے  
 نام کے خطوط کے بعد ہونے چاہیں۔ اس قسم کی غلطیاں اور بھی ہیں۔ کل خطوں کی تاریخ تحریر پر  
 دوبارہ غور کیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

(۶) تبصرہ ۱۱۷: رارابقا کے متعلق اطلاعات واقعات دارالحکومت دہلی مصنف بشیر احمد روم  
 میں طبع کی اور عجب نہیں کہ آثار الضادید میں بھی اس کا حال ہو  
 (۷) خطوط غالب میں ایک جگہ ہے: "بہ موجب فرمائش.. جاکوب بہادر کے" تبصرے میں (۱۱۷) فرمائش  
 کے کسرے پر اعتراض کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے الفاظ کی صحیح ترتیب اس طرح رکھی تھی:  
 "جاکوب بہادر کے بہ موجب فرمائش" لیکن فرمائش.. جاکوب بہادر کے بہ موجب بھی ممکن ہے اور اس  
 صورت میں کسرہ قابل اعتراض نہیں۔ یہی کیفیت اس کسرے کی ہے جو بہ موجب تعلیم میر قاسم علی کے میں ہے  
 (تبصرہ ۱۱۷)

وہ اور ان کے متعلق "متعلقین کی جگہ متعلق" کی صحت میں شبہ ظاہر کیا گیا تھا، لیکن اسعد الاخبار میں بھی ایسی  
 متعلقین کی جگہ متعلق ملا ہے اور یہ خوبی ممکن ہے کہ غالب نے اسی طرح لکھا ہو (تبصرہ ۱۱۷)  
 ۱۱۷ طبیعت امکان اور مصنفوں کے یہاں بھی آیا ہے ۱۱۷ "نصف میں مفلسوں کا مدار الخ" اس عبارت میں  
 غلطی ضرور ہے، لیکن پہلا جملہ "مدار حیات" پر ختم ہوتا ہے ۱۱۷ "قوہ غلط نہیں، لیکن اردو میں بالقوہ سے  
 قطع نظر قوت مستعمل ہے۔ کیا اس کا تشفی بخش ثبوت موجود ہے کہ غالب نے "قوہ" لکھا تھا؟

(معاصر، اکتوبر ۱۹۴۲ء)



# مطالعہ غالب

از جناب میرزا جعفر علی خاں، اثر، صفحات ۱۱۲، قیمت ۸/۸  
 مٹے کا پتا دانش محل، امین الدولہ پارک، لکھنؤ۔ مطالعہ غالب میں جناب اثر نے غالب  
 و میر کا موازنہ کیا ہے، غالب کے کچھ اشعار کے مطالب پیش کیے ہیں اور ان کے  
 اردو اشعار کا انتخاب دیا ہے۔

(۱) ”میر کے یہاں زبان و بیان کی گھلاوٹ قائم رہتی ہے، غالب کے یہاں  
 بعض اوقات فوٹ ہو جاتی ہے۔ یہ سبب نہیں کہ غالب کے خیالات فلسفیانہ ہونے  
 کے سبب سے۔۔۔ عام جام سے ہٹ کر نظم ہوتے ہیں لہذا فارسی کی کد مٹھ  
 ثقیل یا نامانوس تراکیب کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔۔۔ میر نے غالب سے کہیں  
 زیادہ فلسفیانہ خیالات شعر کے قالب میں ڈال دیے ہیں۔۔۔ دونوں میں یہ فرق بھی  
 ہے کہ میر رومانوی شاعر تھا غالب کلاسیک سسٹم میر کی شاعری شخصیت کی آئینہ دار  
 ہے، غالب کی شاعری وہ ہے جس کو ڈراما ”ابھی میو بوسٹری اور رائٹنگ“ سے  
 تعبیر کرنا ہے جس میں جذبات کا تناؤ نہیں ہوتا بلکہ غور و فکر سے وجود میں آتی ہے۔۔۔  
 میر کی شاعری وجد و لہجہ کی سرگردگی میں جذبات و احوال کی مہوری ہے۔ غالب  
 کو یہ کاوش رہتی تھی کہ اسلوب ادا میں جدت و ندرت پیدا کرے تاکہ۔۔۔ ہم شعر و شاعری  
 ممتاز ہی نہ رہیں بلکہ ان پر سبقت لے جائیں۔۔۔ بے ساختگی اور احساس ”انا“ میں  
 بر ہے۔۔۔ کلام میر میں ترکیب و معانی خیر و شر میں اور کلام غالب میں تراکیب و معانی پر  
 چھائی ہوئی ہیں۔ اس سے مجھے کامل اتفاق نہیں، مگر اس وقت اس سلسلے میں  
 اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔



(۲) یادگار غالب کے علاوہ دیگر تذکرہ دہندگان میں درج ہے کہ مومن اور غالب دونوں نے ناسخی رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ یادگار غالب میں غالب و مومن کی تقلید ناسخ کا مطلقاً ذکر نہیں۔

(۳) غالب کے خطوط پڑھیے میر کے اشعار قلم برداشتہ لکھتے جلتے ہیں اس کے کلام کا انتخاب کیا تھا اور یہ کام گہرے اور مسلسل مطالعے کے بغیر سرانجام نہیں ہو سکتا۔ غالب کے یہاں میر کا صرف ایک شعر آیا ہے اور وہ نہ کلیات میں ہے اور نہ کسی تذکرے میں خدا جانے کس کا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع بھی ہے جو کلیات میر میں نہیں۔ جناب اثر کا یہ قول بھی محتاج ثبوت ہے کہ غالب نے میر کے کلام کا انتخاب کیا تھا۔

(۴) جناب اثر نے یہ دکھانے کے لیے کہ غالب کس حد تک میر سے متاثر تھے دونوں کے نو شعر دیے ہیں مگر غالب کے بیشتر اشعار ایسے ہیں جن کے متعلق یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان میں میر کے اشعار کا عکس نظر آتا ہے۔ غالب و میر کے چار چار شعر ملاحظہ ہوں:

دے وہ جس قدر ذلت ہم منشی میں ٹالیں گے	بارے آشنا نکلا ان کا پاسباں اپنا
نتھاکم تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھ کو ہونے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
لطافت ہے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی	چمن رنگار ہے آئینہ باد ہارساری کا
پازچکے المفال ہے دیامرے آگے	ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا	دیکھا تو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
ذیل اس کی گلی میں میں تو نہیں آندگی کسی	کہ رنجش تو وہاں ہووے جہاں ہو اعتبار اپنا
مری نمود نے مجھ کو کیا برابر خاک	میں نقش پا کی طرح پایمال اپنا ہوں
عالم خاکی سے آدم کو جلا ہے ورنہ	آئینہ تھا تو مگر قابل دیدار نہ تھا

(۵) جناب اثر نے میر کے چند اشعار دیے ہیں جن کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ کلام غالب سے ”مماثل“ ہیں، ان میں سے کچھ ضرور غالب کے رنگ کے ہیں، لیکن ان کا یہ قول کہ ”فارسی تراکیب کا و شیشہ بازی سادہ و پرکار“ مستطریف



دیگر جن کے غالب مخترع سمجھے جاتے ہیں، سب میر کے یہاں موجود ہیں، لیکن ان کے  
موجودہ غالب میں نہ میر، نہ شمس الدین کے یہاں ملتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض تو  
کثیر الاستعمال ہیں۔

(۶) جناب اثر مدعی ہیں کہ میں نے اشعار غالب کے ایسے مطالب پیش کیے ہیں،  
جو دوسرے شاعرین کی نظر سے اوجھل رہے ہیں، میں نے کلام غالب کی کم تر دیکھی  
میں اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں مجھ سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ میں اس  
دھوے کی تصدیق یا تکذیب کروں، لیکن چونکہ خود جناب اثر نے کل شروں کا مطالعہ  
کمرے کے بعد یہ کہلے سو ظن کی کوئی وجہ نہیں۔ ان مطالب میں سے بعض قطعاً  
قابل قبول نہیں، بعض غالب کے اشعار سے نکلتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اور مطالب  
کی بھی گنجائش رہ جاتی ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ  
غالب کے ذہن میں خود یہی مطالب ہوں گے۔ جناب اثر کی سخن فہمی میں کچھ شبہ نہیں۔  
(۷) جناب اثر نے اشعار غالب کا جو انتخاب ۳۸ صفحوں کا پیش کیا ہے،

اچھا ہے، لیکن یہ بالکل ظاہر ہے کہ ان کا انتخاب ہوا کسی اور کا، یہ ممکن ہی  
نہیں کہ ہر شخص اس سے مطمئن ہو سکے۔ غالب کی غزل ”آہ کو جا ہے اک عمر اثر  
ہوتے تک“ الخ میں ہر جگہ ”ہوتے“ کی جگہ ”ہوئے“ ہے۔ دیوان غالب کے  
کل نسخے جو خود ان کی زندگی میں شائع ہوئے تھے، اس کے شاہد ہیں کہ غالب نے  
”ہوتے“ لکھا تھا۔



## سرگزشت غالب

۶۴

مصنفہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زوراً ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ریڈی صفحات  
تقطیع ۸ ۶۸۸ ایچ۔ شائع کردہ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن۔ قیمت ۸ روپے۔ یہ کتاب  
طلبہ کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ مصنف کا مقصد خود مصنف کے لفظوں میں ذاتی علم و  
فضل کا تحقیق و تفتیش کے ادعا یا اظہار کے بغیر "ایک ایسی کتاب پیش کرنا جس سے پڑھنے والے  
لکھنے والے سے زیادہ جس کی نسبت لکھا جا رہا ہے اس کے متعلق معلومات حاصل کریں" ذاتی تحقیق کا  
ادعائی الواقع کسی جگہ مصنف نے نہیں کیا، لیکن یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ کسی کتاب کے  
مطالبے سے پڑھنے والوں کو لکھنے والے سے زیادہ معلومات کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ جس بے پروائی کو  
مصنف نے یہ جملہ لکھا ہے ساری کتاب میں یہی بے پروائی نمایاں ہے۔ کہیں اقعات کو غلط بیان کیا ہے،  
کہیں نتائج غلط نکالے ہیں، کہیں ذاتی قیاس کو روایت کی طرح پیش کیا ہے۔ ہماری یہ رائے  
کس حد تک انصاف پر مبنی ہے اس کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے ہو گا:

- (۱) مصنف کا بیان ہے کہ غالب پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے موقع پر بہادر شاہ  
کے نام کا سکہ لکھ کر پیش کیا تھا اسکی توضیح کرتے ہوئے غالب کا یہ جواب کہ سکہ ذوق کا لکھا ہوا تھا جو  
غدر سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے مہمل ٹھہرتا ہے۔ (۲) مصنف کا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ کلاکتہ میں غالب نے  
صرف اس بات کا مقدمہ دائر کیا تھا کہ ان کا وظیفہ وقت پر نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ یہ شکایت بھی ہو  
لیکن اصل دعویٰ اس کا تھا کہ جو رقم ماہانہ نواب احمد بخش خاں دیتے تھے وہ اُس رقم سے کم تھی  
جو انگریزوں نے مقرر کی تھی (۳) غالب کے مذہب کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے  
اس سے اصل حقیقت کا اظہار نہیں ہوتا۔ غالب نے ایک جگہ نہیں کسی جگہ اس کا اقرار کیا ہے کہ  
وہ امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ اگر ان کے اعزہ نے انھیں سنیوں کی طرح دفن کیا تو اس کی جوابدہی  
غالب کے سر نہیں جاتی (۴) علی بخش خاں خلف معروف شاعر نہ تھے۔ غالب یا ان کے کسی اور معاصر نے  
ان کی شعر گوئی کا ذکر نہیں کیا۔ مصنف کا یہ قول کہ ان کا تخلص رنجور تھا صحیح نہیں۔ غلط فہمی کا  
باعث غالباً یہ ہے کہ پنج آہنگ میں ان کے نام کے بعد ایک جگہ "رنجور" بمعنی بیمار لکھا ہے مصنف کو  
اس پر غور کرنا تھا کہ اگر علی بخش خاں شاعر ہوتے اور ان کا تخلص "رنجور" ہوتا تو پنج آہنگ کے دیباچے  
جہاں خاص طور پر ان کا نام آیا ہے، نام کے ساتھ تخلص ضرور ہوتا (۵) نواب امین الدین احمد برادر  
بزرگ نواب ضیاء الدین خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ گویا وہ غالب اور ان کی بی بی سے ہم عمر ہیں



بڑے تھے۔ غالب کے اس فقرے سے جس کے مخاطب علاء الدین خاں، خلیفہ ابن الدین احمد ہیں، کچھ اور ہی مترشح ہوتا ہے: ”تم شرفورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے“ (۶) امراؤں سلیم اہلیہ غالب کے متعلق لکھا ہے: انھوں نے خود بھی تمام عمر اپنے شوہر کی طرح افلاس میں گزاری۔ اس بیان میں بڑا مبالغہ ہے۔ غالب کسی زمانے میں بھی مفلس نہ رہے۔ غدر کے زمانے میں تھوڑے دنوں کے لئے البتہ کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ رہا تھا، غدر قتل انگریزوں کے ساتھ رپے ماہانہ سے کچھ زیادہ اور بہادر شاہ سے پچاس روپے ماہانہ ملتے رہے۔ غدر کے بعد ۱۳۰ روپے زیادہ ان کی مستقل ماہانہ آمدن رہی، جسے آج کل کے ۴۰۰ کے برابر سمجھنا چاہیے۔ اسے افلاس کہنا اس لفظ کے معنی سے بے خبری کا اظہار کرنا ہے (۷) ”اسراف اور قرض لینے کی عادت سی ہو گئی تھی جس کی بنا پر وہ اپنے گھر کا پورا اثاثہ، یہاں تک کہ بیوی (بی بی) کے قیمتی کپڑے اور زیور بھی بیچ کر کھانے پر مجبور ہو گئے تھے“ ایک جگہ تو یہ لکھا ہے، لیکن دوسری جگہ زمانہ غدر کے متعلق یہ عبارت ملتی ہے: ”بیوی کے زیورات، قیمتی کپڑے لٹ گئے“ اس دعوے کا کہ غالب بی بی کے قیمتی کپڑے اور زیور اسراف کی وجہ سے بیچ کر کھا گئے تھے، مصنف کے پاس کیا ثبوت ہے؟ غدر کے زمانے میں غالب نے کچھ اثاثہ ضرور بیچا تھا، لیکن، اُس وقت ایسا نہ کرتے تو فائدہ کنا پڑتا (۸) غالب کی شخصیت کی نشوونما اور اس کے اسباب کے متعلق مصنف کے اکثر بیانات غیر صحیح ہیں۔ مثلاً، ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ آخر عمر میں غالب کی شوخی اور نظرافت بڑھ گئی تھی اس دعوے کے ثبوت میں صرف ایسے اثناعص کی شہادت معتبر ہوگی جو غالب کے بچپن جوانی اور بڑھاپے سب کو دیکھ چکے ہوں۔ اس لیے کہ وہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ غالب کی شوخی اور نظرافت عمر کے ساتھ بڑھتی گئی تھی یا واقعہ اس کے خلاف تھا۔ ایسے کسی شخص کی شہادت موجود نہیں ہے (۹) مصنف کا یہ کہنا کہ غالب کی چچا (پچی) نے غالب کی شادی اپنے گھرانے میں ٹھہرائی تھی، گو قرین قیاس سہی، لیکن جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی روایت اس کی تائید نہیں (۱۰) اسی طرح مصنف کا یہ بیان بھی کہ غالب کو تصوف سے جو کچھ واقفیت نہیں تھی محض معرفت کی بدولت قیاسی ہے اور ثبوت کا محتاج۔

(معاصر، اکتوبر ۱۹۴۱ء)

مصنف کے علاوہ اور اصحاب بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ علی بخش خاں کا تخلص رنجور تھا۔



# ضمیمہ

قاضی عبدالودود کے معیار (۱۹۳۶ء رخدا بخش ایڈیشن) میں غالبیت



- پنج آہنگ ص ۲۷۶، ۳۲۱، جولائی
- غالب کے دو لطیفے ص ۳۲۳، جولائی
- سراپا سخن اور غالب ص ۳۲۴، جولائی
- تذکرہ سرور اور غالب ص ۳۲۵، جولائی
- استفسارات (بلسلہ غالب) ص ۳۸۴، جولائی
- مرقہ غالب ص ۱۸۶، مئی
- اشعار غیر مطبوعہ (۱۲ اشعار) ص ۱۳۹، ۱۴۳، اپریل
- غزل مرزا غالب (ماخوذ از دیوان معزوت)، کہوں یا نہ کہوں، ست شعر ص ۹۵
- مرزا غالب کے متعلق ایک قدیم اخبار کا اقتباس (حسن الاخبار بمبئی) مارچ
- مرزا غالب کے غیر مطبوعہ خطوط ص ۱۵، مارچ



## بیج آہنگ

بیج آہنگ کے جس نسخے کا نسخہ تعارف کرایا کردہ ہمارے خیال میں پہلا ادیشن تھا، لیکن مضمون کی کثرت کے بعد ہمیں ہمیشہ پر شا صاحب کے معلوم ہوا کہ اس سے قبل کا بھی ایک ادیشن ہے، یہ اس قدر کیا ہے کہ خود ہمیشہ پر شا صاحب کی نظر سے بھی نہیں گزرا ہے، اگر کسی صاحب کے علم میں اس کا کوئی نسخہ کہیں ہو تو براہ مہربانی ہمیں اطلاع دیں۔

بیج آہنگ، ۲۴ اپریل ۱۹۵۰ء، پانچ قطع کے ۲۲ نمبروں کی کتبچہ پہلے نسخے پر عبارت ذیل درج ہے :-

بحسن توفیق ایزد متعال کتاب در علم قواعد فارسی و استعراق و تصحیح الفاظ و النشائے رشید ہر قسم معتمد قبل از باب جوہر مکرم منظر فیض اتم شہنشاہ ممالک علوم عربی و فارسی ملک الشعر اے دوراں جناب فرخندہ خطاب نجم الدولہ ویر الملک | بیج آہنگ |  
ذی اللہ خان بہادر نظام جنگ و امیر اجالہم در مطبع دارالسلام دہلی خالص مبنیہ اقل العباد و عنایت حسین متبع حضرت مصنف  
دام برکاتہم باہتمام نور الدین احمد لکھنوی در ماہ اپریل سنہ ۱۳۵۰ھ اعلیٰ اختتام پر کشید فقط

دوسرے نسخے میں ۱۵ سطریں ہیں تیسرے سے ۲۰۵ تک ہر صفحے میں ۱۲ سطریں اس کے بعد سے آخر تک ہر صفحے میں ۱۵ سطریں پہلے  
صفحے کی یہی سطر یہ ہے :- "بعد تقدیم نیایش و ادوار جہاں آفرین و تہذیب تائیس حضرت سید المرسلین"

دیباچہ علی بخش خان خلعت الہی بخش خان معروف کا لکھا ہوا ہے اس کا مندرجہ درج کیا جائے، کہیں کہیں اصل فارسی عبارت بھی تو سین کے اندر نقل کر دی گئی ہے :-

علی بخش خان، دہلی میں کم رہتے تھے، ان کا زیادہ وقت فیروز پور میں ان کے چچا فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر و نسیم جنگ کے ساتھ گزرتا تھا، (ذرا یہ رافت آں والا پاپر پر ورثی می یافتہ) فیروز پور میں ہر قسم کا عیش و آرام میا تھا اور  
امیروں کے لوگوں کی طرح ابھو و لب میں وقت صرف کرتے تھے، شباب کی ابتدا تھی، اور ہر قسم کی فکر سے آزاد تھے، میرزا غالب کا  
علی بخش خان سے دیرا رشتہ تھا، انہیں اس کا خیال رہتا تھا کہ یہ کچھ لکھ پڑھ لیں (میرے بہ آموز گاری من دانست) علی بخش  
خان نے میرزا سے درخواست کی کہ چند اوراق میں ایک ایسا رسالہ لکھ دیجیے جس سے ہر قسم کے لوگوں کو خط لکھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے  
اصحاب التماس من در تھے چند از آداب و القاب و شکر مرید خطوط و شکوہ عدم رسی مکاتبات بن عطا نمود (میرزا نے ان کی  
خواہش کے مطابق رسالہ لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد میرزا کا کلکتہ جانا ہوا اور اس کے بعد ہی احمد بخش خان کا انتقال  
ہو گیا، "معلم نادر کہ شفقت پوری، بلکہ رحمت ایزدی از ذات بابر کائنات لکھ ظہور داشت" ان کے بڑے بیٹے شمس الدین خان  
جانشین ہوئے، یہ بالکل نا تجربہ کار تھے، ادیبانوں کی صحبت میں انہوں نے بڑے ڈھنگ اختیار کیے، ریاست کا انتظام بالکل



بہتر ہو گیا۔ علی بخش خان کو ترک وطن کرنا پڑا۔ لکھنؤ اور جے پور گئے، لیکن وہاں کامیابی کی صورت نہ نکلی ۱۲۵۱ کی ابتدا میں شمس الدین خان کا حادثہ ہوا۔ اس کے بعد علی بخش خان جے پور سے دہلی پہنچے اور میرزا غالب کے یہاں مقیم ہوئے۔ اسی زمانہ میں میرزا کا دیران (اسکی برہمنچانہ) آندھرا نجام است تازہ فراہم آمدہ) مرتب ہوا تھا، علی بخش خان اور میرزا حسین نے میرزا اس کی نثر سبقاً طبعی، ان کے دل میں خیال گزرا کہ دیوان سے اگر نثر نکال لی جائے اور اس میں وہ رسالہ جو میرزا نے ان کے لیے لکھا تھا، اور متفرق عبارتیں شامل کر دی جائیں تو ایک کتاب مرتب ہو جائے، حکیم رضی الدین حسن خان بہادر اور میرزا محمد علی خان کا امر اور یہ خیال کہ یہ کتاب غلام نضر الدین خان کے کام آگئی، ان کے اہادے کو پختہ کرنے کا باعث ہوا اور پہنچا آہنگ تیار ہو گئی۔ کتاب کے باب ہیں۔ پہلے میں یہ ہدایت ہے کہ خط کس طرح لکھا جائے، کن کس طرح مخاطب کیا جائے اور اسی قبیل کی دوسری باتیں، دوسرے میں مصادر و مصطلحات و لغات فارسی درج ہیں، تیسرے میں میرزا کے اشعار ہیں جو خط لکھنے والوں کے لیے کارآمد ہیں، چوتھے میں میرزا لکھے ہوئے خطبے اور تقریریں اور متفرق عبارتیں ہیں، پانچویں میں میرزا کے خطوط ہیں۔

آہنگ اول، میرزا کی تہذیب کا خلاصہ اردو میں یہ ہے کہ ۱۲۳۱ھ میں انگریزوں نے بھرت پور پر لشکر کشی کی تھی اور قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، میرزا اور علی بخش خان اس یورش میں احمد بخش خان کے ساتھ تھے۔ میرزا نے (عزم عالی مقدار) ہے) علی بخش خان نے فرمائش کی کہ ایک رسالہ ایسا لکھ دیجئے جس سے خط لکھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ میرزا نے ان کی فرمائش کو رد کیا اور مختصر سا رسالہ لکھ دیا، باوجود اس کے کہ میرزا کی روش کے یہ بات خلاف تھی کہ دوسروں کے مقرر کیے ہوئے قاعدے کے مطابق القاب و آداب لکھیں اور غیرت گوئی اور عافیت جوئی کو وہ بالکل نفی کرتے تھے، میرزا کے الفاظ یہ ہیں :-

”بیگانگی اس روش از شیوہ غالب مستمند نہ چنداں است کہ بغض نیاز داشته باشد و اداتش دانہ کہ ہنہار من در بھگوش امی است کہ چون کلک و ورق بگرم مکتوب الیہ را بہ لفظی کہ نرا خور حالت ادست و در آغاز صفحہ آواز دہم و در سر صفحہ مدعا گویم القاب و آداب و غیرت گوئی و عافیت جوئی حشو زائد است ... و نیز دانا شناسد کہ دریں شیوہ گنجائش سخن گسترے تا کجاست“ اس کے بعد میرزا نے یہ بتایا ہے کہ خط کی عبارت کس طرح کی جونی چاہیے، میرزا کی ہدایتوں کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) لکھنے میں گفتگو کا رنگ ہونا چاہیے۔ (۲) عبارت ایسی نہ ہو جس کا بھنسا دشوار ہو (۳) اگر خط میں کئی باتیں لکھنی ہیں تو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کسے مقدم رکھا جائے اور کسے مؤخر (۴) بات کو پیچ دے کر نہیں کہنا چاہیے (۵) دقیق استعاروں، شکل و مانوس لفظوں سے بچنا چاہیے (۶) مکتوب الیہ کے رتبہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے (۷) طوالت اور تکرار الفاظ سے احتراز چاہیے (۸) قواعد مقررہ کی پابندی ضروری ہے اور لوگوں کے مذاق کا خیال ضرور کرنا چاہیے، لیکن فہم سہمی بند وستانی فارسی نویسوں کے تصرفات کو قبول نہیں کرنا چاہیے، عربی الفاظ ضرورت سے زیادہ نہ استعمال کیے جائیں۔ (۹) معاملات کے خطوط میں خاص طور پر ان خطوط میں جو حکام کے پاس بھیجے جائیں، مبالغے اور اغراق سے بچنا ضروری ہے



اشاروں اور استعدادوں سے کام نہ لیا جائے۔ لہجہ سنجیدہ، زبان نرم اور آسان ہونی چاہیے۔  
اس کے بعد ہر درجے کے لوگوں کے اغائب ہیں، گورنر جنرل کے لیے یہ القاب :-

جناب مستطاب، معالی القاب، جہانیاں، آب، جم جاہ، انجم سپاہ، سپہر بارگاہ، نواب گورنر جنرل بہادر داحم اقبال  
وزاد انضال۔

القاب میں ایک آدھ جگہ قید لگائی بھی آئی ہے، بظاہر ہندوستانی فارسی دونوں کا یہ تصرف میرزا کی نظر میں نامقبول تھا، دوسرے اور تیسرے ابواب میں کوئی بات قابل ذکر نہیں، ان کے متعلق اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے کافی ہے، چوتھے باب کے مندرجات کی فہرست یہ ہے :-

- (۱) دیباچہ دیوان فارسی (۲) دیباچہ گل رخا (۳) دیباچہ دیوان ریختہ (۴) خاتمہ گل رخا (۵) خاتمہ دیوان فارسی
- (۶) تقریظ تذکرہ اردو تالیف نواب مصطفیٰ خان بہادر (۷) نثر جو قصیدہ مرحیہ کے عنوان کے طور پر لکھی گئی تھی (۸) نثر جو دیوان ریختہ کی پشت پر لکھ کر امام بخش شامی کو بھیجی گئی (۹) نموداری صبح (۱۰) طلعت شب (۱۱) تقریظ دیوان حافظ
- (۱۲) دیباچہ دیوان مرزا رحیم الدین بہادر (۱۳) عبارت در صفت مقطع الحروف (۱۴) عبارت تقریظ رسالہ مراد الکلمہ در صفت قطیئل (۱۵) دیباچہ دیوان ہرگوپال تفتہ (۱۶) تقریظ آثار الصادق (۱۷) دیباچہ دیوان ریختہ نواب حسان الدین
- میدرخان بہادر نامی (۱۸) دیباچہ تذکرہ طلسم راز مؤلفہ میر مہدی۔

## غالب کے دو لطیفے

(۱) پرانے زمانے میں راجا بہت پور کے یہاں ایک منشی تھا، جسے انتہا پر داری کا سلیقہ تو نہ تھا۔ لیکن باتیں خوب بناتا تھا راجا کسی بات پر اس سے خفا ہو گیا، اور ایک نیا منشی بحال ہوا۔ پرانے منشی کو بہت خارا گزرا اور اس فکر میں رہنے لگا کہ کسی طرح نئے منشی کو ذلیل کرے۔ ایک دن نیا منشی راجا کی طرف سے ایک سردار کو جو راجا کے دوستوں میں تھا اور جس کی خاطر راجا کو بہت عزیز تھی، خط لکھ رہا تھا۔ پرانا منشی سرنامے کو دیکھ کر مسکرانے اور منہ بنانے لگا، راجا اس وقت تو کچھ نہ بولا، لیکن جب غلوت ہوئی تو پرانے منشی کو بلا کر راجا نے اس حرکت کا سبب پوچھا۔ اس نے پہلے تو راجا کی مدح میں زبان کھولی اس کے بعد بولا کہ حضور! ہم لوگ پرانے نمک خوار ہیں۔ سرکار کا ہمیشہ بھلا چاہتے ہیں۔ نئے ملازموں کو اس کی کیا پروا۔ یہ دہلی والے تو خاص طور پر نمک کا یاس نہیں کرتے ہیں سردار صاحب کو برابر ازراہ تعظیم مہربان بڑی رح سے لکھا کرتا تھا، نئے منشی نے انہیں مہربان چھوٹی ہ سے لکھا ہے۔ اب جو وہ یہ فرق دیکھیں گے تو حضور کی طرف سے ان کے دل میں عباد کیلگا یا نہیں؟ یہ بات راجا کے دل کو لگ گئی، نئے منشی کو بلا کر بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جب ہماری طرف سے برابر بڑی رح سے مہربان لکھا جاتا ہے تو تم نے سردار صاحب کو چھوٹی ہ سے مہربان کیوں لکھا، نئے منشی صاحب برہن ہوئے اور پرانے اپنی جگہ پر آگئے (ماخوذ از بیچ آہنگ ص ۲۰ و ۲۱)۔



(۲) میرزا کے ایک شناسا یا دوست الف بیگ نامی تھے۔ ان کے یہاں بڑھاپے میں لڑکا ہوا۔ میرزا سے درخواست کی کہ نام رکھ دیجیے۔ میرزا نے ہمزہ بیگ نام رکھا اور خط تہنیت کے ساتھ یہ رباعی لکھ بھیجی۔

چوں الف بیگ در کہن سالی      پس رہے یاقت سر بسر غمزہ  
نام او ہمزہ بیگ کر دیے      الف تمنی بود ہمسرہ  
(پنج آہنگ ص ۲۳۵)

## سرپاخن اور غالب

سرپاخن کا سال تکمیل ۱۲۶۹ھ ہے اس تذکرے میں میرزا کا حال اور ان کی ایک غزل درج ہے۔  
”میرزا اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ ولد عبد اللہ بیگ خان قوم ترک اولاد میں گشتا سپ کے، مولد اکبر آباد، مسکن بڑے دیوان فارسی اور ریختہ اور پنج آہنگ ان کی طبع زاد ہے، مشاہیر شعرا سے دہلی میں مولف کو یہ غزل اپنے خط میں شیخ فدا حسین فدا آئی قصیدہ دیبائی سے بھیجی تھی۔“

”دی سادگی سے جان پڑے کو کہن کے پاؤں      یہ بات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤں“  
کل شعر میں شعر ذیل دیوان مطبوعہ میں نہیں۔

بیچارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی      کہے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہن کے پاؤں  
جن صاحب کا تخلص فدا آئی لکھا ہے ان کے بارے میں ۱۲۴ پر لکھا ہے شیخ فدا حسین فدا خلف شیخ کریم اللہ باشندہ قصبہ دیبائی ضلع ہند شہر صاحب دیوان ”ارشاد تلامذہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ“

میرزا نے اس تذکرے کے لیے ایک قطعہ تاریخ بھی لکھا تھا جو کتاب کے ص ۳۹۲ اور ۳۹۳ پر درج ہے:-

اس کتاب طرب لعلاب لے جب	اور پھر ہند سے تھا بارہ کا	سات اور سات ہوتے ہیں چودہ
آب و تاب انطباع کی پائی	باہر اداں ہزار زیبائی	بہ امید سعادت افزائی
فکر تاریخ سال میں مجھ کو	سال ہجری تو ہو گیا معلوم	غرض اس سے ہیں چارہ معلوم
ایک صورت نئی نظر آئی	بے شمول عبارت آرائی	جس سے ہے چشم جاں کو بینائی
ہند سے پہلے سات سات کے دو	مگر اب ذوق بدل سبھی کو	اور بارہ امام ہیں بارہ
دیے ماگاہ مجھ کو کھلائی	سے جدا لگانے کا رفسرمانی	جس سے ایمان کو سے توانائی

ان کو غالب رسالہ اچھا ہے جو ایسے کے ہیں توانائی۔

غالب اودۃ تاریخ نکالنے سے گھبراتے تھے، ظلم سردار سید میر ہمدی کی تاریخ بھی انہوں نے اسی طرح نکالی ہے۔



# تذکرہ سرور اور غالب

تذکرہ سرور میں غالب کا ایک شعر ہے جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں، لیکن یہ شعر یا غلط نقل ہوا ہے یا اصل نسخے ہی میں صحیح درج نہیں (مئی کے معیار میں غالب کے اشعار اس تذکرے سے لے کر درج کیے جا چکے ہیں)۔

مگر سے ٹوٹے ہوئے موکی سناں پیدا  
دہان زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا

میرزا کے متعلق سرور نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، لیکن ہے کہ بعض الفاظ چھوٹ گئے ہوں :-  
"اسد اللہ خان است، عرف مرزا نوشہ، تخلص از سر قد، مولد شاکر آباد، جوان قابل، یار باش، درد مند، ہمیشہ بخوش معاشی بسر بردہ، اذوق ریختہ گوئی، در خاطر متکبر، عنہائے عشق مجاز، تربیت یافتہ، علم گدہ، نیاز، اور فن سخن، نجی تہ تیغ محاورات، میرزا بیدل در ریختہ در محاورات فارسی موزوں ہی گند، الجہد موجد طرز خود است، دوبار اقم رابطہ یک جہتی مستحکم دارد، اکثر اشعارش در زمین سنگ لاخ مضامین موزوں کردہ، رؤیہ خیال بندی پیش از پیش ہمیشہ تہاد خاطر دارد، (عمدۃ المتنبیہ نسخہ قلمی در تہ بندن)

اعظم الدولہ سرور عمائدہ دہلی سے تھے، ان کا سال ولادت معلوم نہیں، لیکن قرآن سے الہی بخش خان معروف کے ہم عمر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ عمدۃ المتنبیہ ۱۲۱۶ھ یا ۱۲۱۷ھ میں شروع ہوا اور نو دس برس میں اس نے کتابی شکل اختیار کر لی، مگر اس کے بہت بعد بھی اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو غالب کا حال اس میں نہ ملتا کیونکہ غالب کی پیدائش ۱۲۱۲ھ کی ہے۔ سرور اور معروف کے مساویانہ تعلقات ہوں گے، معروف نے اپنے دیوان و دم میں یاد کیا ہے :-

"لکھ غزل اک اور بھی معروف سرور کے لیے آج اس پر نکتہ فہمی نکتہ دانی ختم ہے"

غالب کے بھی باوجود تفاوت عمر و ستانہ تعلقات تھے، سرور غالب سے ملنے آیا کرتے تھے، اور غالب نے انہیں حدیگ طپاں ابن ہادی بیگ خاں مقیم کلکتہ کا حال اور کلام بھی دیا تھا کہ اپنے تذکرے میں داخل کریں، جیسا کہ بیچ آہنگ میں ۱۲۲۲ اور ۲۲۳ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔ طپاں کا حال کسی وجہ سے تذکرہ سرور میں داخل ہو سکا۔

## استفسارات

(۱) میرزا غالب کے متعلق تحقیقات کے سلسلے میں کتب ذیل کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر سی صاحب کے علم میں یہ کتابیں کہیں موجود ہوں تو براہ کرم براہ راست یا معیار کے ذریعے مجھے مطلع فرمائیں۔ جن کتابوں کے سال طباعت دیے ہوئے ہیں وہ کتابیں نظر سے گزر چکی ہیں، ان کے خاص نسخے مطلوب ہیں :-

- ۱۔ دستبر، مطبوعہ مفید غلامانی اگرہ ۱۸۵۷ء
- ۲۔ دیوان اردو مطبوعہ مطبع اموجان دہلی ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۸ء)
- ۳۔ سبب عین مطبوعہ دہلی (۱۲۶۳ھ ؟)
- ۴۔ معارفۃ النشر از سید محمود عالم بھانوی نو لکھنؤ پریس لکھنؤ ۱۲۶۲ھ
- ۵۔ دیوان اردو مطبوعہ مفید غلامانی اگرہ ۱۸۶۳ء



۴۔ مثنوی دمعہ الباطل

۵۔ پنج آہنگ مطبوعہ ۱۲۸۹ھ

۶۔ مثنوی خطاب فاضل  
ہیش پرستار، ڈاکخانہ لنکا، بنارس

گلچیں نگاہ تو ز داماں گل دارد

نظارہ ز عینیدن مرقاں گل دارد

(۲) داماں کو تنگ گل حسن تو بسیار

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا

یہ اشعار غالب نے قدسی کی طرف منسوب کیے ہیں۔ کلیات قدسی کے دو قلمی نسخے دیکھے، انہیں اشارت ملتی ہیں۔  
اس زمین کوئی غزل فارسی اشعار کے ایک مطبوعہ مجموعے میں یہ اشعار عشرتی کے نام نظر آئے، مقطع کا ایک  
مصرع یاد ہے۔ اے عشرتی از وضع تو جاناں گل دارد

اگر کسی صاحب کو اس کا تحقیقی علم ہو کر یہ غزل کس کی ہے، تو مجھے مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

عبدالودود

(۱) 'مرقد غالب'، خواجہ حسن نظامی صاحب اپریل کے ہمایوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

"غالب کا مزار میری درگاہ کے قریب لب سڑک (کذا) واقع ہے، مزار کے پائیں یعنی جنوب میں اکبر کے  
کو کا۔۔ مرزا غفریہ... کا مقبرہ ہے۔۔۔۔۔ مزار کے عرب میں قبر سے ملی ہوئی بیگم صاحبہ حکیم، اصل خاں مرحوم کے  
مکان کی دیوار ہے، اور شرق میں نواب لوار کے خاندان کی کچھ قبریں ہیں۔ پھر ایک دیوار ہے، پھر تین سو گز کا ایک قطعہ زمین ہے  
جس کو حکیم بھدرو صاحب نے غالب ہال بنانے کے لیے خریدا ہے۔ اور شمال میں ایک دیوار ہے، اور اس کے بائیں شکستہ قبرستان ہے،  
جس کے وارث اب موجود نہیں۔ غالب سوسائٹی کا ارادہ ہے کہ شمالی دیوار کو ہٹا کر شکستہ قبرستان درست کر دیا جائے،  
اور شمال کی طرف سڑک کے پاس ایک شاندار دروازہ بنا دیا جائے، اور جتنی زمین مرحومہ بیگم صاحبہ... نے مزار کے غرب  
میں عطا فرمائی تھی اس کو شامل کر کے غالب کا مزار اتنا اونچا بنا دیا جائے جو سڑک سے نظر آنے لگے، اور شرق میں غالب ہال  
بنایا جائے تاکہ آئندہ جلسے اور مشاعرے مزار کے قریب ہی ہو سکیں۔ غالب کا مزار نواب صاحب لوار کے قبرستان میں ہے۔  
اس لیے قبرستان کے وارث غالب کا مزار بنانے میں مزاحمت کرتے ہیں۔ لہذا تجویز کی گئی ہے کہ... صرف غالب کی قبر کو بنا دیا جائے  
لوار دوالوں کو اگر اپنے بزرگوں کی قبروں کا خیال ہو گا تو خود بنوائیں گے..."

## اشعار غیر مطبوعہ

میرزا غالب کے اشعار تذکرہ اعظم الدولہ سرور سے ماخوذ ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ ہندوستان میں بھی ہے لیکن جو نسخہ ہماری نظر سے لڑا ہے  
وہ دقربند لندن میں ہے۔ اس تذکرے میں میرزا کے اور اشعار بھی ہیں لیکن ہم نے وہی نقل کیے ہیں جو اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

آج بیداری میں ہے خواب زلیخا مجھ کو

وہ خط سبز ہے کہ بر خسار سادہ ہو

یہ رنگ زرد ہے چمن زعفران مجھے

دیکھتا ہوں اے تھی جس کی تمنا مجھ کو

شمشیر صاف یا رجز ہرا ب دادہ ہو

سنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے



دیکھ وہ برق تبسم بس کہ دل بیتاب ہے  
کھول کر دروازہ میخانہ بولائے فروش  
محفل شمع عنذاراں میں جو آجاتا ہوں  
ہوئے ہے جادوہ رہ رشتہ گوہر ہر گام  
سرگراں مجھ سے سبک دے نہ رہنے سے رہو  
اک گرم آؤ کی تو ہزاروں کے گھر بچے  
پردائے کا نہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد  
نیاز عشق خرمن سوز اسباب ہو س بہتر  
یاد آیا جو یہ کہنا کہ نہیں واہ غلط  
ماہ نو ہوں کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے

دید و گریاں مرا فوارہ سیما ہے  
اب شکست تو بہ میخواروں کو فتح الہا ہے  
شمع ساں میں تہ دامان صبا جاتا ہوں  
جس گزر گاہ میں میں آبلہ پا جاتا ہوں  
کہ بہ یک جنبش لب مثل صدا جاتا ہوں  
رکتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر بچے  
ہر رات شمع شام سے لے تا سحر بچے  
جو ہو جائے شارب برق شست خاؤں بہتر  
کی تصور نے بہ صحرائے ہوس واہ غلط  
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

## غزل مرزا غالب

اپنا احوال دل زار کہوں یا نہ کہوں  
نہیں کرنے کا میں تقریر ادب سے باہر  
شکر سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو  
اپنے دل ہی سے میں احوال گرفتار مل  
دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمن جانی میرا  
میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز  
آپ سے وہ مرا احوال پوچھے تو اسد

بے حیا ماح اظہار کہوں یا نہ کہوں  
میں بھی ہوں محرم اسرار کہوں یا نہ کہوں  
اپنی ہستی سے ہوں بنزار کہوں یا نہ کہوں  
جب نہ پاؤں کوئی غمخوار کہوں یا نہ کہوں  
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں  
گوش ہے در پس دیوار کہوں یا نہ کہوں  
حسب حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں

## میرزا غالب کے متعلق ایک قدیم اخبار کا اقتباس

حسن الاخبار بمبئی سے ۹ نومبر ۱۸۴۲ء کو نکلا۔ یہ فارسی کا اخبار تھا۔ اس زمانے میں رسل و رسائل کے ذریعہ محدود ہونے کے باوجود بیشتر دہلی و قلعہ معلیٰ کی خبریں صحت کے ساتھ شائع کرتا تھا، دہلی میں اس کے نامہ نگار موجود تھے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے اس اخبار سے اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

جلد ۲ نمبر ۲۶، ۲۵ جون ۱۸۴۲ء میرزا اسد اللہ خاں بہادر کو دشمنوں کی غلط اطلاعات کے باعث قمار بازی کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ معظم الدولہ بہادر کے نام سفارشی چٹھی لکھی گئی کہ ان کو رہا کر دیا جائے کہ یہ معززین شہر میں سے ہیں۔ جو کچھ ہوا تو



محض حاسدوں کی فتنہ پردازی کا نتیجہ ہے، عدالت فوجداری سے نواب صاحب کلاں بہادر نے جواب دیا کہ مقدمہ عدالت میں سپرد ہے، ایسی حالت میں قانون سفارش قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

جلد ۴ نمبر ۲ مطابق ۲ ماہ جولائی ۱۸۴۷ء۔ میرزا اسد اللہ خاں غالب پر عدالت فوجداری میں جو مقدمہ دائر ہوا اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ مرزا صاحب کو چھ مہینے کی قید با مشقت اور دوسو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اگر دوسو روپیہ جرمانہ ادا نہ کریں تو چھ مہینے قید میں اور اضافہ ہو جائے گا اور مقررہ جرمانہ کے علاوہ اگر پچاس روپے زیادہ ادا کیے جائیں تو مشقت معاف ہو سکتی ہے۔ جب اس بات پر خیال کیا جاتا ہے کہ میرزا صاحب عرصے سے علیل رہتے ہیں، سو اپر ہنری غذا اقلیہ چھپاتی کے اور کوئی چیز نہیں کھاتے تو کتنا پڑتا ہے کہ اس قید مصیبت و مشقت کا برداشت کرنا میرزا صاحب کی طاقت سے باہر ہے بلکہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ اگر شش جج بہادر کی عدالت میں اپیل کی جائے اور اس مقدمے پر نظر ثانی ہو تو نہ صرف یہ سزا موقوف ہو جائے بلکہ عدالت فوجداری سے مقدمہ اٹھایا جائے۔ یہ بات عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے کہ ایسے بالکال ریسک جس کی عزت و حشمت کا دبدبہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے، ایسے معمولی سے جرم میں اتنی سخت سزا دی جائے جس سے جان جانے کا قوی احتمال ہے،

غالب

## میرزا غالب کے غیر مطبوعہ خطوط

(۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز از جان نشی یل چند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ کیوں صاحب ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھیں اور تمہارا یہ حال کہ مراسم فرزند ہی بجا نہیں لاتے۔ خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کر دیا اور بھائی بے تکلف لکھتا ہوں کہ مجھ میں اب دم نہیں ہے۔ نہ طاقت باقی ہے نہ حواس درست ہیں۔ آج کے نواب صاحب کے خط میں دو جگہ غلطیاں ہوئیں مجھ سے لکھا کچھ چاہتا ہوں لکھ کچھ جاتا ہوں۔ بھیا اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسوں مرا۔

اس خط کا جواب مجھ کو جلد لکھو اور اس میں یہ لکھو کہ احسان حسین خاں اور ان کے بھائی مظفر حسین خاں جو لکھنؤ سے آئے ہیں نوبت صاحب کی سرکار سے ان کا کیا درماہ مقرر ہوا ہے اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ ہے۔ دربار میں جو آئے ہیں تو بیٹھے کہاں ہیں۔ اس خط کے جواب کا طالب غالب

۱۱ جون

۲

برخوردار نور چشم منشی سیل چند میر منشی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اگلے مہینے میں اگست ۱۸۴۸ء کی تنخواہ کی ہنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اس کا دوپیہ اجتناب نہیں چٹا۔ میں تو جس دن ہنڈوی آتی ہے اسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے مات کہ وہ بھی مہاجن ہے بیچ ڈالتا ہوں۔ مگر اس مختار کار کو جس کے ہاں ہنڈوی آتی ہے اس نے



روپیہ اب تک نہیں دیا۔ ستمبر کو دو ہندو بیچ کر روپیہ میں نے لے لیا تھا اور آج اٹھارہ ہے۔ مختار کار کو روپیہ اُس نے اب تک نہیں دیا۔ جس سے تم نے ہندو لکھوائی ہے اُس کو تم تاکید کرو کہ یہاں کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تاکہ مختار کار کو روپیہ پٹ جاوے۔ غالب

۳

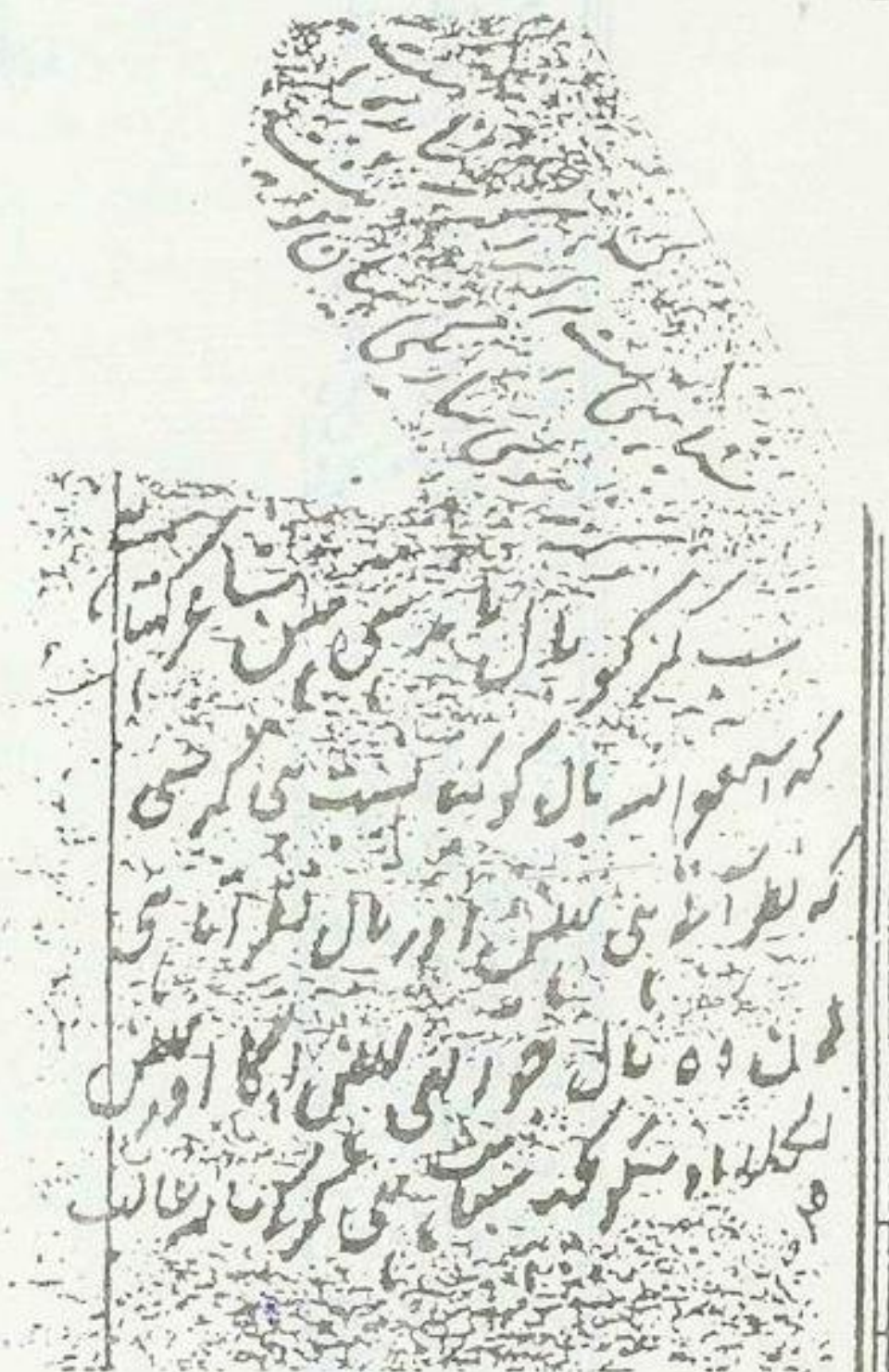
منشی صاحب سعادت راقبال نشان منشی یل چند صاحب میر منشی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے دوام حیات و ترقی درجات معلوم فرمائیں۔ اگرچہ آرزوئے خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوئی ہے لیکن یہ کہیں سے نہیں سنا کہ غسل صحت کیا یا کس دن کریں گے۔ آپ سے فقیر کا سوال ہے کہ مجھ کو لکھیے کہ حضرت غسل کس دن فرمائیں گے۔ اور اگر موافق میری آرزو کے نہاچکیں ہوں تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے۔ خیر و عافیت کا طالب غالب۔

۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

●● ۶۱۹۳۶ ”معیار“



ایک شعر کی شرح 'غالب' کے قلم سے (کلیا، ورق ۷۱ الف ۵۹۳ H.L.)  
(بعد از سنہ ۱۲۵۴ ہجری)



عطیہ خان صاحب قاسم حسن صاحب  
کتب خانہ خدابخش، بیٹنہ







[illegible]

(سہل ایدیشن)



تینج تیز جواب میرید بریں کا زمانہ تصنیف بموجب قطعہ غالب ۱۷۱۷ء (ک ۲۶۷) اور  
 فیہا من متفقہ ہے کہ سال الطبع بھی یہی ہو۔ مجلس دہلی ۱۲۶۵ء۔ میں سی۔ ص ۳۳۳  
 ۱۷۱۷ء ۱۷۱۹ء ۱۷۱۷ء ۱۷۱۹ء - متن نامہ ۲۹، عبارات بحوالہ الشکر مآخذ - اس نسخہ کی سطر  
 آخر: الحمد للہ کہ ابن رسالہ نافعہ مسی بہ تینج تیز در مطبع اکمل المطابع با شہام فخر الدین مطبوعہ گردید  
 بعد ۲ ص ۲ بدو تہ سندہ در سال ۱۷۱۹ء اور پہلی میں غلطنامہ تینج تیز جس میں ۲۷۱ غلط سیاحت  
 ہی بعض تصحیحات توجہ طلب ہیں: سرانہم = برانہم ۲۷۵ جی = مہی ۲۷۶ مخصوصین = مہینہ  
 ۲۷۷ (مطلع میں و اگر کیا لوری کہ تینج غائب ہیں و دن کہ تینج اپنی اصلی جگہ پر ہیں) بی =  
 بی ۲ (صحیح بنو الخائف میں بی ۲) پیٹ ادکھای = پیٹ میرا دکھای ۲۸۹  
 ک میں پیٹ تینج پیٹھ چاہی ادکھای ک میں ادکھای تینج میں

تینج میں کچھ کلام، عنوانات مثلاً فصل پہلی، فصل ۲، الشکر مآخذ ۳ میں سوال  
 مع ہدایت، اور جواب، شرح مسرور، منظومات سے جو قبل جواب الفاظ مثل  
 کسر مسرور و غیرہ آئی ہیں جلی فلم سے ہیں اور ۲۶۲ میں ثالثاً خلاف قائلہ تینج اسی طرح ہی  
 بر مسرور کی تردید ہے، بقول الشکر مآخذ، بعض تصحیحات سے جو کہ پہلی تفسیر میں تینج میں  
 فصل کی کتب میں لکھیں تینج میں ک میں فصل کی جگہ ک اور التزاما ہندو  
 پہلی تینج جو بھی جلی ک میں اھو کر تینج ۲۷۱ کی آیت نکالے، فلم کی  
 مسرور آخر اسدیر ۱۷۱۶ء، ایک جگہ ک میں ک میں مسرور  
 تینج میں کمال لکھ مافی ہند، ک میں لکھاں ک اور کمال کا کمال  
 و جھوٹے ہوئے، لیکن اور کلمات لکھ ۱۲ ایک جگہ سے بھی لکھا

۲۹ میں کتب بالشرع  
 ۲۶۳ میر کا  
 ۲۷۱  
 عکون

سہ ماہی ۲۶۳، پندرہ شبانی ۲۶۳، پندرہ (ماہ کی باب ۲) کونوں کو کی کردہ  
 سر اور شہابین بھی ۲۷۵  
 الفاظ مستعملہ ۲۷۲ ازالہ + راہم = راہم فارسیہ ۲۷۲، توہین، انداز  
 روی + کدھا، بخواری، اقداب، عیسیٰ صلیہ، حوزن بخاری ۲۷۲، پہلی  
 ۲۷۲ + ورہ، دیگر = دیگر دانائی، خاتمہ، بعض بعض فقہ ۲۷۲  
 کا انقش (مکنی غالب فی یومین مکنی) کوثر ۲، کہہ ۲۷۲، مشیات ۲۷۸ الف = الفی  
 ۱۶  
 (دوسرا ایڈیشن)



# کچھ غالب کے بارے میں

## حصہ اول

## فہرست

پیشگفتار

کتب خانہ خدیجی بخش اور غالب

(اردو کے معنی ج ۲، ش ۲-۳: فروری ۱۹۶۱ء) ۱۰

مقالہ افتتاحیہ

(بین الاقوامی غالب سمینار: ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۱۹۶۹ء) ۳۰

غالب کی عظمت

(غالب کی عظمت: مرتبہ عابد رضا بیدار ۱۹۶۹ء) ۵۸

غالب کے اشعار فارسی کا ایک مجموعہ (فکر و نظر: اپریل ۱۹۶۰ء) ۵۹

غالب کے کلیات، نظم فارسی کا ایک قدیم نسخہ (اردو کے معنی: غالب نمبر: ۱۹۶۰ء) ۶۶

غالب کے کلیات نظم فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ (مجلہ علوم اسلامیہ: دسمبر ۱۹۶۰ء) ۷۳

غالب کو ایک فارسی قسیدہ (ہماری زبان ۲۳ جنوری ۱۹۶۰ء) ۹۹

غالب کے ایک قسیدے کا اولین مرفوع (صبح، پہلا حصہ: ۱۹۶۲ء) ۱۰۱

سببیں

(مصنف: ستمبر ۱۹۳۸ء) ۱۰۱

غالب اور خان آرزو

(صبح: ج ۱، ۱۹۶۱ء) ۱۰۹

غالب کی غزل گوئی کے پانچ دور

(مطالعہ پٹنہ: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۱۱۵

دیوان غالب کے دو نسخے

(معاصر: حصہ ۱۲-۱۳/۱۹۵۲ء) ۱۱۸

مکتوبات غالب

(مکتوبات غالب، تحقیق: ۱۹۶۱ء) ۱۶۰

غالب کے فارسی خطوط

(ماہ نو، کراچی: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۱۷۵

غالب نے اردو میں خطوط کتابت کب شروع کی

(مصنف: ستمبر ۱۹۳۳ء) ۱۷۹

میر صفیر بلگرامی اور نیرزا غالب

(سہ ماہی اردو: جنوری ۱۹۳۸ء) ۱۹۵

غالب کے خطوط میر صفیر بلگرامی کے نام

(آجکل سالنامہ: اگست ۱۹۵۲ء) ۲۰۷

غالب اور بہار

(مطالعہ پٹنہ: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۲۱۲

مجموعہ دہلی اور غالب

(سہ ماہی اردو: ۱۹۶۹ء) ۲۱۶

عہد شاہجہانی کا ایک ادبی مذاکرہ اور غالب

(معاصر: حصہ ۵) ۲۵۹

بزم معاصر (عہد شاہجہانی سے متعلق) (حصہ ۷) ۲۷۹



But I happen to be one of those who try to see things as they are, and not as I would like them to be. I agree with Johnson that exaggerated praise defeats its own purpose, and I hold with Voltaire that the only debt the living owe to the dead, is that they should tell the truth about them.

I regard Ghalib as one of the greatest Urdu poets, and the greatest letter writer in Urdu. As an ironist and humorist, he is unsurpassed by any other Urdu writer. As a poet, he has a wider range than that of his contemporaries or predecessors, and there is a happy blend of thought and emotions in his poetry. He alleviates our sorrow, enhances the enjoyment of our life, and teaches us to sympathise with the misfortunes of others. He was by no means a systematic thinker himself, but he stimulates our thoughts to a greater degree than any of his contemporaries or predecessors. His poetry, in addition to all this, provides rich feasts for the eyes and ears.

If a poet is all this, I am ready to pay my homage to him. It is immaterial to me, if he was not always actuated by the best of motives, and if he was not the great Persian scholar he claimed to be.

His position, as a Persian poet, is yet to be determined, and no European or American critic of any importance has expressed any opinion about him. Outside India he is only known to those who are interested in India. (The rest of my paper will be in Urdu.)



## INAUGURAL ADDRESS

### *International Ghalib Seminar*

"Others abide our question, thou alone art free". This is how Mathew Arnold's sonnet on Shakespeare begins, and it is in the spirit of these words that the worshippers of Ghalib approach him, and insist on others doing the same. Ghalib's statements are to be accepted without question, and if they conflict with one another, the one which is to the advantage of Ghalib should be accepted; and others regarded as jokes played by the poet upon his detractors, contemporaneous and otherwise. He was an embodiment of all human virtues. He was a great thinker, and there is hardly any philosophical or scientific theory which you would not find in his works at least in its broad outline.

He was a patriot ever ready to lay down his life for the sake of his nation; he stood for social justice and he was a socialist, if not a communist. As for his religious views, it depends on the worshipper himself. He may be antediluvian or ultra-modern in his religious ideas. He is one of the greatest poets of modern times; to compare him with Wordsworth, Shelley or Keats is to commit a literary crime. The only modern poet who can be compared with him is Goethe. His Urdu Divan is one of the two divine books which owe their origin to India, the other being the Vedas.

As for his Persian Divan, they accept Ghalib's verdict that if poetry were a religion, it would have been its divine book, and as for his Persian scholarship, they agree with him that nothing greater can be imagined.

---

<sup>1</sup> Writer and Critic Patna.



*On*  
**Ghalib**

Vol. II

by  
**Qazi Abdul Wadood**  
(d. 1984)

*Khuda Bakhsh Oriental Public Library*  
*Patna*